

قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر

کا

مستقیدی مطالعہ ۱۹۱۲ء تک



ڈاکٹر سید حمید شکاری

بہ اعانت اچھا ہی کچھ دی نکاحس اردو ٹرسٹ
محبت مگر ٹرسٹ۔ حیدر آباد۔ ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

- ۱۔ حرفے چھ۔ ڈاکٹر مسعود حسین، اقبال سٹی ٹیوٹ کیمسٹری و فزکس ۵
- ۲۔ دیباچہ۔ موصوف کا ترجمہ ۷
- ۳۔ باب اول۔ قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کا خاکہ ۱۷
- ۴۔ باب دوم۔ قدیم و کئی تراجم و تفاسیر ۱۱۱۵ء تا ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۳ء تا ۱۹۲۶ء ۳۶
- ۵۔ باب سوم۔ تراجم و تفاسیر ۱۱۱۵ء تا ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۳ء تا ۱۹۲۶ء ۳۷
- ۶۔ باب چہارم۔ تراجم و تفاسیر ۱۹۰۳ء تا ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۲ء ۴۷
- ۷۔ باب پنجم۔ تراجم و تفاسیر ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۷ء ۵۷
- ۸۔ باب ششم۔ تراجم و تفاسیر ۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۷ء ۶۷
- ۹۔ باب ہفتم۔ تراجم و تفاسیر ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۷ء تا ۱۹۷۷ء ۷۷
- ۱۰۔ باب ہشتم۔ تراجم و تفاسیر ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۷ء اور ۱۹۸۷ء تا ۱۹۹۷ء ۸۷
- ۱۱۔ باب نواں۔ تراجم و تفاسیر ۱۹۹۷ء تا ۲۰۰۷ء اور ۲۰۰۷ء تا ۲۰۱۷ء ۹۷
- ۱۲۔ باب دسواں۔ تراجم و تفاسیر ۲۰۱۷ء تا ۲۰۲۷ء اور ۲۰۲۷ء تا ۲۰۳۷ء ۱۰۷

۱۳۹

(ب) تراجم و تفاسیر

۱۴۶

(ج) متکلم تراجم و تفاسیر

۲۱۱

$$\frac{1432}{1912}$$

۲

$$\frac{1432}{1580-1552}$$

۴ - باب پنجم - تراجم و تفاسیر

۲۱۲

(الف) پس منظر

۲۱۵

(ب) تراجم و تفاسیر

۵۳۶

(ج) متکلم تراجم و تفاسیر

۵۵۸

۸ - کتابیات



حرفِ چم

بھے اس بات کا اذہ و مرت ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے میرے ایک قدیم رفیق کار 'ڈاکٹر سید فیہ شکاری' کا قرآن مجید کے اردو تراجم و تفسیر کے متعلق برسوں کی عرق ریزی آج بہ شکل تعیفانہ اہل منکر کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ یہ امر خود مسطور دونوں ہے۔

۱۹۶۲ء میں جب میرا اس یونیورسٹی میں پروفیسر و محدث شجرہ اردو کی حیثیت سے انتخاب ہوا تو چند اس وقت جو اس وقت مرکزی شجرہ اردو میں کام کر رہے تھے ان میں شکاری صاحب بھی تھے۔ عمر اوقت 'مرد و ست' شمس سے بے نیاز وہ اس وقت پانچاؤں کے نہ گورہاں تھے کی جیاری میں مصروف تھے۔ جب بھے اس کے موضوع اردو ان کی عربی کی مصداقیت کا علم ہوا تو بے حد جیالیاں کہ خطاری صاحب اپنے اس کام کو زبانِ تیز نگاری کے ساتھ کر رہے ہیں

تو ایسا ہے۔ بلکہ خاص طور پر دلچسپی اس سلسلے سے ملتی جو دکن میں درجہ اولیٰ کے
ترجمہ و تقاسیر سے تعلق رکھتا ہے اور بے طبعہ دکن کے کتب خانوں میں بکھر چکا
تھا۔ چنانچہ میں نے شکاری صاحب کو مختلف طریقوں سے گراما اور 'برجنا' طریق
کیا۔ اس مقالے کے سلسلے پر غالباً پچاس میرا حصہ ہے کہ اس شکاری صاحب نے
بلکہ سے یہ خواہش کی ہے کہ ان کے اس کار میں قدر عملی کام کا تقاضا میں لکھوں۔
ڈاکٹر سیّد علیہ شکاری صاحب کی یہ تحقیقی کام کئی لحاظ سے نائن تو ہے۔
خاص طور پر اس کے ابتدائی باب کا سہرا 'جو دکن سے تعلق رکھتا ہے' تحقیقی میں
ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ ذرا سی بہادری کے درجے سے شکاری صاحب نے
صرف ترجمے کے ادب سے کاٹا دانت ہیں بلکہ انھیں درجہ اولیٰ کے ترجمہ
کی تاریخی رائے رکھتی ہوئی علم ہے۔ عربی کتب کے ترجمہ کا سلسلہ ہر مذہب میں
نمایاں ہے۔ اس سلسلے میں میرا یہ حصہ جو اس نکتے پر رہا ہے۔ شکاری صاحب
نے اس بارے میں بڑی محنتوں سے کام لیا ہے۔ ترجمہ پر عمل کی قدر عملی کا جو
بھی پیش کیا ہے۔ ساتھ ساتھ اس کی ضرورت اور اہمیت کی نشان دہی بھی
کی ہے۔

مقالے کے باب ہما سے اس کی بر گیزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔
باب اول میں درجہ اولیٰ کے ترجمہ و تقاسیر کا فائدہ کیا گیا ہے۔ اور ترجمے کی
دو نواں اور دیگر مسائل سے بحث کی گئی۔ باب دوم و سوم تحقیقی اعتبار سے زیادہ
اہم ہیں، اس لئے کہ ان میں ۱۰۲، ۱۰۳ اور ۱۰۴ کے قدیم دکنی نظم و نثر میں ترجمہ و
تقاسیر کے جو نمونے ملتے ہیں ان پر سیر حاصل عملی و سانی بحث کی گئی ہے۔
مختصر بہت سے نیا باب نمونوں کی پہلی بار سنے لیا گیا ہے۔ دکن کی مسالی
کے ساتھ ساتھ شمالی ہند کی مسالی کی بھی تصدیقات دی گئی ہیں۔ باب چہارم

میں اس موضوع سے متعلق ۱۷۱۷ء تا ۱۸۵۷ء کے درمیان جو مواد دستیاب
ہوئے اس کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ بھی ادکن اور شمالی ہندو نوں پر محیط ہے۔
جب کہ شمالی ہند کے مواد سے عام طور پر تحقیقی واقف ہیں۔ اس جلد کے دکن
کے بہت سے نمایاں نمونے اپنی بارہا ہمارے علم میں آئے ہیں۔ باقی مادہ عرب
نسب تاجید جلد سے متعلق رکھتے ہیں۔ ان کا سلسلہ مولوی احمد رضا علی بریلوی
اور آغا شاعر قرظی کے منظم روبرو قرآن مجید تک پہنچتا ہے۔

اس مقالے کی تیاری پر خطاری صاحب نے بے شمار قیام و تقاسیر
کے فوہات سے استفادہ کیا ہے کاشادہ ان کی تعلیمات پر ان کتابیات
میں بھی مٹ مل کریتے۔ محض اس وجہ سے کہ ان پر مقالے کے متن میں تھوڑا سا
جا چکا ہے اس لئے انہیں کتابیات سے خدمت گویا گیا ہے۔ صاحب معلوم
نہیں ہوتا۔ ان کے اس ملل سے ان کا غلط پروا دے ڈالنے ہیں۔
بخاری یہ مثبت ہے۔ یہ تعیف اور رد کے تحقیقی سرمائے میں ایک گراں قدر
افادہ ہے اور بکھے امید ہے کہ قرانیات اور فقیر کے طالب علموں کے لئے
یہ موشگ ایک حوالہ کی کتاب کا حکم رکھے گی۔

مسود حسین

وزیرنگ پروڈیوسر اقبال انسٹی ٹیوٹ
کینبرا نیو ساؤتھ ویلز

۱۷ اگست ۱۹۸۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

ایک روز ڈاکٹر مسعود حسین خان سابق صدر شعبہ اردو جامعہ اسلامیہ قراقرظ
قیل سے قراقرظ کے قراچم پر تحقیق کام کرنے کی غرض سے تشریف لائے تھے۔
ڈاکٹر حسین قیل نے اس کام کے لئے میرٹھ نامی ایک شہر اردو سے
جہاں وہ سوا صدی پہلے اپنا ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ کر کے ایک شہر بنایا تھا اسے اس وقت
کا قراقرظ بالکل مختلف تھا۔ قراچم نامی ایک شہر کی انتہائی کمیٹی نے میرٹھ کو اصل قراقرظ
کے لئے اس کو خوشامیاد پر کام کرنے کی اجازت مرحمت کر دیا اور کام شروع کر دیا
کر دیا گیا۔ ایسے بکے تھوڑے قراقرظ کے سلسلے میں اعلیٰ طاقتور مغربی پھولوں
اور جہلوں کی غوی ترکیب کو بکھنے کا شوق رہا ہے لیکن اس کام کی قدر دہری
قبول کرنے کے بعد سے مختلف قراچم و قراقرظ کے تحقیقی نقطہ نظر کے ساتھ
رجوع کرنا پڑا۔ مختلف قراچم میں ایک ہی فن کے مختلف اردو قراچم اور

اقتضائے حق سے ان تراجم کے کمزور یا درست، بظاہر غور و فکر کرنا پڑا پھر تمام
ادوارِ تراجم کا ترتیب زمانی کے ساتھ معطوض و مرقوم ہوا تھا تاکہ یہ انداز ہو کہ متن جس
کاغذ، کس خط، کس زبان اور کس دور کے ہے۔ نیز کس زبان سے ہے اور کس خط
مستند و معززوں کے تصدیق کے نقص میں کوئی ایسی اس کی ضرورت ہے۔

معاذ شکار نے یہ نظر اٹھانے میں ہی تراجم و تفاسیر پر تنقید و تبصرہ کیا ہے
ان میں بعض مخطوطات کے ایک سے زائد نسخے دستیاب ہوئے ہیں جن کا انتخاب
جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ان باب کو شمار کیا جائے تو تقریباً ساٹھ تراجم و تفاسیر
چھپ چکی ہیں جن کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جن میں مخطوطات کی تصدیق و تصحیح کے ساتھ ساتھ
کوہرست کے ساتھ نقل یا پڑا اور اب پر تنقید کیا ہے۔ پہلے باب کی نوعیت تنقید
کی ہے جس میں قرآن مجید کے ترجمے کی حرمت کا واضح کرتے ہوئے مختلف
زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسرا باب قریم
دکنی دور کے تراجم و تفاسیر سے متعلق ہے۔ ترجمے کا ابتدائی مسامی ہونے کے
اجزاء سے اس دور کے تراجم کے مطالعے سے زبانِ کلمہ دیکھی اور مترجم کے
عجز، زبان و ادب کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ پھر تیسرے باب کے ایسے زمانے میں ایک
اردو مترجم کا اردو ادبی نہیں تھا اعلیٰ علم کا ذرا کم ہونے کے ترجمے کا طرفہ متوجہ
ہونا ان کے جویشن و جہان اور شرقی تبلیغ کا کارٹر معلوم ہوتا ہے۔

تیسرا باب ۱۱۱۵ء سے ۱۷۷۷ء تک کے تراجم و تفاسیر پر مبنی ہے۔
یہ دو زمانے ہیں جب کہ مخطوطات کے قبضے کے بعد اعلیٰ دکن کی زبان اعلیٰ دکنی کے
مادری سے بڑی تیزی کے ساتھ متاثر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ دکنی تراجم و تفاسیر
کی زبان سے بھی اس قدر تیزی کا شعور و بہت اندازہ ہو جاتا ہے۔

چوتھا باب ۱۷۵۰ء سے ۱۷۷۷ء تک۔ ۱۷۷۷ء تا ۱۷۸۵ء تک۔

کتاب کے تراجم و تفاسیر سے متعلق ہے۔ نوٹ ولیم کھانا کے اٹھ سے شمالی ہند کی اور وینٹر میں ساہو اور بے تنگلی آئی۔ مترجمینا اجتہاد سے جب ضرورت پانے کا صورت پر کی طرف ہی متوجہ رہے۔ اس دور میں دکنی مترجمین کی زبان اہل دہلی کی زبان سے نسبتاً قریب آگئی تھی۔ اس لئے اس دور کی تراجم کی زبان بھی گزشتہ دور کے مقابلے میں نسبتاً صاف اور قابل فہم ہو گئی ہے۔

پانچواں باب، ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۲ء کے تراجم و تفاسیر پر مشتمل ہے۔ یہ دور دہلی انقلاب سے متاثر ہو چکا تھا زبان دہلی اور گھنوں کے وقت اس سے آزاد ہو چکی تھی اور زبان کا ایک پامی میاں پیدا ہو چکا تھا جس کو ہندوستان کے ہر صوبے کے اہل قلم استعمال کرنے لگے تھے اس دور میں خصوصیت کے ساتھ اور وینٹر کو بڑی ترقی ہوئی اس لئے اس دور میں ہر ترجمہ پہلے عربی سے ہندوستان میں آئی زبان کی بہ دولت شمالی ہند اور دکن کے تراجم کی زبان میں نمایاں فرق نظر نہیں آتا۔

زیر نظر تحقیقی کام کو ۱۷۶۲ء پر اس لئے قلم بند کیا گیا کہ اس کے بعد اور وینٹر کے آہنگ و سلوب میں ایسا کوئی تغیر نہیں آیا جس سے قرآن کے ترجمے کی زبان اور اسلوب زبان میں کوئی نمایاں تبدیلی پیدا ہو سکتی۔ ویسے ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۲ء تک جتنے تراجم و تفاسیر مرتب ہوئے اس سے کہیں زیادہ ۱۷۶۲ء سے ۱۷۶۷ء تک ہوئے اور کچھ سے جادہ ہے جہاں یہ تراجم خوب سے خوب تر کی تلاش کا نتیجہ ہیں۔ دور بیویں مادی کے آغاز میں اعلیٰ زبان اور اعلیٰ اسلوب زبان کو وسیع رائج ہو چکا تھا کم و بیش وہی میاں اس تک قائم ہے۔

قیم و دکن دور کے تراجم و تفاسیر میں قدرتی و سلیب ہو سکے البتہ پر خصوصیت کی اس لئے کہ ان کا ہر ناموں کی حیثیت "الہیاتات الصالحات" کی ہے

اور ادھین مسائی ہونے کے اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس دور کے ایسے تراجم و تقاسیر کے نوانے جو صرف چند نیات یا کسی سورت کا ادھورا ترجمہ تھا اور مترجم کے نام و نشان کا کبھی پتہ نہ تھا اس ادھوری اور گنہگار مسائی کو نظر انداز کیا گیا۔ لیکن اس دور کے مسبور کا اور مکمل ترجمہ دستیاب ہو چکے تھے۔ ایسے تراجم و تقاسیر جن کے خطوط صرف پاکستان کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں ان تک نگار کی رسائی ممکن نہیں تھی اس لیے جوڑا ان کو بھی پھوڑا پاڑا۔ سب سے مودی بدالحج نے بھی تراجم و تقاسیر کا قذف کر دیا ہے جسے بطور نمونہ ان کے اقتباسات نقل کئے ہیں نگار نگار نے انہیں اقتباسات کو نیا دور جس کا وہ بھی ممکن ہو سکا تئید یا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۴ء اور ۱۸۵۴ء سے ۱۸۶۲ء تک کے دکنی تراجم و تقاسیر میں فریم کارناموں کو شریک نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ ان کا مطالعہ قیاب و بیابان کے تدریجی ارتقاء کے مطالعہ کے لئے مفید نہیں تھا۔ اسی طرح ۱۸۵۴ء سے ۱۸۶۲ء تک کے شمالی ہند کے بھی تراجم و تقاسیر کو سیٹا نہیں گیا۔ جن تراجم و تقاسیر کو پھوڑا بھی ہے ان میں سے بعض تو دستیاب نہیں ہو سکے اور بعض دستیاب تو ہوئے لیکن اس اہم دور کے اہم کارناموں کے مقابلے میں ان کی زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ ۱۸۵۴ء تا ۱۸۶۲ء سے ۱۹۱۲ء تا ۱۹۳۲ء تک جو دور اس دور میں اکثریت سے تراجم و تقاسیر جمع ہوئے اس لئے اس دور سے بھی حرف اہم کارناموں کے جائزہ پر اکتفا کرنا پڑا۔ بہر حال کسی دور کے کسی ایسے اہم اور بعد در سرس کار نگار کو نہیں پھوڑا گیا جس کا مطالعہ ترجمہ کے تدریجی ارتقاء کے دیکھنے میں مددگار ہو سکتا۔

دکنی خطوط کی قدامت کا دورہ سے مترجم کے نام اور سند ترجمہ کی

تحقیق وقت طلب ثابت ہوئی تو کوئی جب کی بات نہیں لیکن حیرت ہے کہ جو
کے ادوار کے بسنے تراجم و تفسیر ایسے ہی ہاتھ آئے جن کے مترجم کا تحقیق اور
سند وجود کی قسمیں میاں بڑی دظریاں پیش ہوئیں۔ سبھی گئی مگر ہم تو ایسے ہیں
جسے بھی پر کافی وقت اور محنت صرف کرنے پر پتہ چکا کہ یہ کارنامے مقالہ نگار
کو مترجم کے نام اور سند کے ساتھ دستیاب ہو چکے ہیں۔

اس مقالے میں زیادہ تر چند علامہ سورتوں کے ترجمے پر جغیرہ کیا گیا ہے
اس لئے مگر مولوی عبدالحق نے کیا کیا اور ہندوستان کے کتب خانوں کے
تراجم سے جن سورتوں کا ترجمہ بلوہ ٹونڈ اپنے مضمون میں نقل کیا ہے۔ مقالہ نگار
کو مجبوراً ایسی پر جغیرہ کرنا پڑا اور ہندوستان کے تراجم و تفسیر دستیاب
ہوئے ان سے بھی تقابلی موازنہ کی خاطر انھیں سورتوں کے ترجمے کو منتخب کرنا
پڑا۔ اس سے ایک اور غامضہ یہ بھی چھوڑا کہ اکثر گم و نشان خطوط کا اجازت
سلوک ہو گیا۔

ذیل نظر مقالے کے مطالعہ سے واضح ہو گا کہ مقالہ نگار کی ساری توجہ
ترجمے کے الفاظ جملوں میں ان کے دروست اور جملوں کی لڑکی ترکیب پر محنت
کے ساتھ مرکوز ہی ہے تاکہ یہ اندازہ کیا جاسکے کہ خود مترجم نے قرآن مجید
کے منشا و مضمون کو کس حد تک سمجھا ہے اور جو کچھ سمجھا ہے اس کی درائی میں
اس کو کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ یہی تو قرآن مجید کے ترجمے کی مسامی
طریقہ طرز کی دقتوں کا شکار رہی ہیں لیکن مام طور پر مترجمیں کو جن دقتوں
کا خصوصیت سے سامنا کرنا پڑا ہے وہ جتنا حتم کی ہیں۔ ابتدائی ادوار میں
زبان کی کم مائیگی اور خصوصاً اسم فاعل اور اسم مفعول جانے کے ہندی
قاعدوں کے وہ ترجمے جہاں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ دوسری

وقت منکلی ترم کرنے کی وجہ سے پیش آئی ہے۔ قرآن مجید کے متن سے قریب
 رہنے کی کوشش میں مترجمین کو عربی کی لغوی ترکیب کا ابتلا کرنا پڑا۔ اس سے
 اردو عبارت عربی کے قدم قدم تو پہلی یکن منہم کی اور انی سادہ صرف جھلک
 پیدا ہو چکی کہیں کہیں تو منہم کا غلبہ ہو گیا۔ تیسرے وقت ضرورت سے زیادہ
 محاورہ پر قیود دینے سے پیدا ہوئی۔ محاورہ بندی کے اس رجحان سے بھی ترجمے
 کو نقصان پہنچا۔ ترجمے کی ایسی مثالیں درخش میں منکلی ترجمے اور با محاورہ
 ترجمہ کا صوب ضرورت التزام ہو بڑی در میں پیدا ہوئی۔ منہم کو نہ بکھنے سے
 ترجمے میں جو اسقام پیدا ہوئے ہیں وہ کئی دور سے خصوصاً نہیں ہیں۔ اس
 کا متعلق ترجمہ کی زبان و بیان سے نہیں ہے بلکہ متعلق نا فہمی سے ہے۔ مثلاً لفظ
 نے ہر کا دانے کا جائزہ دیتے ہوئے مترجم کی کوتاہیوں کا جائزہ دینے کی
 کوشش کی ہے لہذا ان کوتاہیوں کا حقیقی زبان و بیان کا کے غرض سے ہو خواہ
 قرآن مجید کے منشا کو منہم کو نہ بکھنے سے۔

تھکن ہے کہ اس بیکری جائے میں خود مقدار نگار سے کہیں
 مترجم ہو گئی ہو تاہم قرآن مجید کے تراجم کا اس انداز سے حقیقی جائزہ
 دینے کی شاید یہ پہلی کوشش ہے اور ان خطوط پر آئندہ کام کرنے والوں
 کے لئے مشعل راہ ہو سکتی ہے۔

تراجم و تفسیر کے خطوطات و مبلومات کے حاصل کرنے کے لئے
 عام کتب خانوں سے ہٹ کر بعض خانگی کتب خانوں کی طرف بھی رجوع
 کرنا پڑا ہے جہاں سب حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے خانگی
 اوراق کتب سے استفادہ کا موقع دیا۔

موضوع کے انتخاب اور اس موضوع پر کام کرنے کے لئے ڈاکٹر

معلوم حسین خاں صاحب نے میرا انتخاب فرمایا اس کے سبب
 سے پہلے لکھ ڈاکٹر صاحب موصوف ہی کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ ڈاکٹر
 شرابہ نسیم یونیورسٹی کا وائس چانسلر اور ڈیپٹی فیکلٹی ہنڈلر
 کا بھی شکریہ ادا کرنا بلکہ یہ واجب ہے اس لئے کہ جیب کچی میں نے تو یہ خدمت
 کی درخواست کی تو انھوں نے میری درخواستوں کو محسوس کر کے جہاں مل سیری درخواست
 کو منظور فرمایا۔ ڈاکٹر جینا تھیل کا بھی ممنون ہوں جن کے بر غلام مشوروں اور
 ہدایتوں سے کام میں ہمیشہ بہت پیدا ہوتی گئی اور جن کی دینی فرائض بہت
 افزائی سے کام آگے بڑھتی گی۔ فقط

سیّد حمید شطاری

موضوع کا تجزیہ

قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ
۱۹۱۳ء لکھی

باب اول

قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کا خاکہ ۱۷

باب دوم

قدیم و کئی تراجم و تفاسیر ۱۵ء مطابق ۱۷۰۲ء ۳۶

الف۔ کئی ادب کا مذہبی رجحان ۳۷

ب۔ تراجم و تفاسیر ۲۲

- ۴۲ ۱۔ پارہ علم و کتابت
 ۵۰ ۲۔ سورہ یوسف
 ۵۸ ۳۔ تفسیر حسین
 ۶۶ ۴۔ تفسیر قرآن مجید (از سورہ تہیمہ تا آخر)
 ۷۱ ۵۔ سورہ رکن (ج) منظوم ترجمہ

باب سوم

ترجمہ و تفسیر $\frac{۱۱۱۵}{۹۱۷۷-۱۷۰۳}$ ج $\frac{۱۲۰۲}{۱۷۹۰-۱۷۸۹}$ ۷۶

۷۷

(الف) پس منظر

(ب) تراجم و تفسیر

۸۶ (۱) دکن کی مسافت (اورنگزی)

۸۴ (۱) تفسیر پارہ ہند

۸۸ (۲) تفسیر قرآن شاہ مخدوم حسین

(۱۱) شمالی ہند کی مسافت

۹۱ (۱) تفسیر سورہ بنی اسرائیل و کہف

(۲) نعلی لغت معروف بہ تفسیر لوی

۹۹ ۱۱۱۵۔ شاہ مراد علی شاہ بنعلی

(ج) منظوم ترجمہ و تفسیر

۱۔ تفسیر رضوی (۱۱۹۲) شاہ غلام مرتضیٰ
 جون ۱۱۳

باب چہارم

تراجم و تفسیر $\frac{۱۲۰۲}{۱۲۸۹-۹۰}$ $\frac{۱۲۴۲}{۱۸۵۴-۵۸}$

(الف) پس منظر ۱۳۳
(ب) تراجم و تفسیر ۱۳۴

- (۱) شمالی ہند کی مسافری
- (۱۱) ترجمہ قرآن و تفسیر سورۃ قرآنی (۱۲۰۲)
۱۲۰. شاہ مجدد اہل شاہ و شاہ فرخ الدین
- (۱۲) تفسیر قرآنی سورۃ حق فی (۱۲۰۲)
- ۱۸۳ یہ شاہ خفائی نیرہ تہ شاہ و برکت اللہ
- (۱۳) ترجمہ قرآن مجید (۱۲۰۲) لغت و لیم کل
- (۱۴) تفسیر قرآن (مکمل) بحکم محمد خیر علی خان دہلوی ۲۰۲
- ۵۱ تفسیر سورۃ قرآن ۱۲۴۲-۱۲۴۳
- (۱۶) تفسیر مجتہدی المرو فیہ لکھنؤ (۱۲۴۲)
- ۲۳۱ شاہ و تفسیر
- ۲۴۰

(۱۷) تفسیر بارہ نم
(۱۸) دکن کی مسافری

ترجمہ چراغ ابلی یا چراغ ہدایت

- ۳۴۸ (عکس) شاه عزیز در مهرنگ اورنگ آبادی
- ۳۴۱ ۱- تفسیر قرآن مجید
- ۳۴۰ ۲- تفسیر حمز علی و تفسیر فرات البدر
- ۳۴۴ (۱۲۲۰ - ۱۲۴۰) سید بابا کاوری حیدرآبادی
- ۳۴۴ ۳- تفسیر سوره اذکار و تفسیر باره علم
- ۳۴۳ ۵- تفسیر تفریح و تفسیر باره علم چهارلوی
- ۳۴۴ (عکس) مولوی میر شجاع الدین حسین
- ۳۵۳ ۶- تفسیر قرآن (مکمل)
- ۳۵۲ ۷- تفسیر سوره کاف و سوره طه
- ۳۵۸ ۸- تفسیر سوره یوسف
- ۳۶۲ ۹- تفسیر غوثی غوثی
- ۳۶۶ ۱۰- تفسیر دہانی عبدالحمد فرزند عبدالحیاب خاں نصر جنگ

۳۸۹ (ج) منظوم تراجم و تفاسیر

۱۱) زبد الآخرة (عکس) قاضی عبدالحامد ساقی

۱۲) تفسیر سوره یوسف (عکس)

۳۹۰ حکیم محمد اشرف کاندلوی

۴۰۴ ۱۳) شرح سوره یسین

باب پنجم

۴۱۱ تراجم و تفاسیر (عکس) ۱۳۳۲ ۱۳۳۲

(الف) پس منظر

(ب) تراجم و تفسیر

(آ) شمالی ہند کی مسافت

۲۱۶ (۱) تفسیر القرآن (۱۲۹۹ء) سر سید احمد خان

(۲) تفسیر دجوان القرآن بطائیف البیان

۲۲۵ (۱۲۹۹ء) نواب عبدالحق حسین خاں

(۳) تفسیر فتح القرآن مشہور بہ تفسیر حنفی

۱۳۰۵ء - ۱۳۱۸ء مولانا ابوالحسن

۲۲۵ عبدالحق حنفی دہلوی

(۴) ترجمہ القرآن (۱۳۱۰ء)

۲۶۲ ڈبئی تذیر احمد

(۵) تفسیر بیان القرآن ۱۳۲۰ء - ۱۳۳۵ء

۲۷۳ مولوی اشرف علی تھانوی

(۶) قرآن عظیم ترجمہ قرآن مجید (۱۳۳۰ء)

۲۸۷ مولانا احمد رضا خاں بریلوی

(آ) دکن کی مسافت

۱۔ تفسیر قادری (اکشف القلوب) (۱۳۱۹ء)

۵۰ مولانا سید شاہ محمد عمر حسینی قادری

۲- احسان الله سیر (۱۳۲۵م)

۵۲۵

مولوی سید احمد حسین

۵۲۶

(ج) منظوم تراجم و تفاسیر
۱- ریاض الدککث (۱۳۲۸م)

۲- منظوم ترجمه قرآن بیدار اسلام (۱۳۳۰م)

۵۲۹

آفات اقربا شش

باب اول

قرآن مجید کے تراجم و تفسیر کا خاکہ

قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کا خاکہ

قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے زمانے میں نازل ہوا جبکہ افق عالم پر کفر و شرک اور فساد و انکراہی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ سابق انبیاء عظیم السلام کی تعلیمات مسخ ہو چکی تھیں۔ تمام اخلاقی سوز باقیں اور مذہب و عریضیاں کی ہیبت ٹوٹ کر جھٹکی تھیں۔ ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں حق تعالیٰ نے اصلاحِ احسانیت کے لئے جی آفرانِ مآں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب قرآن مجید کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اپنے بندوں پر بڑا احسان کیا۔ آیت -

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِذْ كَانُوا فِي قُبُلٍ مُّصَلَاةٍ
بِئَانٍ -

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیج دیا کہ وہ ان کی آیتیں پڑھ کر پاک کرے اور ان کو پاک کرے اور خدا کی کتاب اور حکمت سکھاتا ہے چہ چہ تو یہ رنگ عریض کر دیا ہے۔

خود سے ہی دوسرے میں خط سبب قرآن مجید کی چند پائش و خیرات سے منور ہو گیا۔ یہ قدر میں سب عرب کے باہر دیگر ملک اور اقوام تک پہنچا۔ قرآن مجید عربی زبان

میں تھا اور باہر کے لوگ اس سے ناواقف تھے ویسے حکومت تو ہوتی تھی لیکن نوبل قزاق
 کا مقصد محض حکومت نہیں بلکہ اس کے احکام پر عمل آورنا ہے۔ چنانچہ صرف و باری ثنائی ہے
 کتب انزلنا ایلیک لتخرج الناس من الظلمات
 الی النور یا ذلکنا بھو الی صراط العزیز
 الحمید ۔

ترجمہ یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے بقا پر اس لئے نازل کیا ہے کہ تو
 لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے نہ جبرے سے نکال کر اُجالے
 میں لائے۔ قابلِ تریف و بدست کے رہتے پر ۔

”لتخرج الناس“ کے حکم میں صرف قوم عرب ہی نہیں آتی بلکہ تمام عالم
 کے انسان اس حکم میں داخل ہیں۔ چوتھہ شخص کا عربی زبان کو حاصل کرنا بھی نہ تھا اس
 لئے طے سے کوئی نگرانی نہ کہ طے زبانوں میں ترجمہ کر کے اس کے احکام اور تعلیمات سے
 عوام کو واقف کرید۔ اس طرزِ قرآنِ مجید کا ترجمہ کرنے کی ابتدائی کوشش بھارہ کے سامانی
 سلاطین اسد ۲۶۱ م تا ۲۸۶ م کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔ ساتویں صدی ہجری
 میں علامہ غلام الدین ابو عمرو دہلوی دہلی دہلی سنہ ۶۵۵ ہجری نے غیر ذہبی کے نام
 سے فارسی میں ترجمہ کیا اور غیر عربی علی۔ مولانا قاضی عبد الصمد کی موجد ہرست میں فارسی
 ترجمہ کی تھوڑی بھ جاتی گئی ہے جس میں سر ہرست شیخ سعدی شیرازی کا ترجمہ ہے۔

علامہ صفوان ”قرآن مجید کے اردو تراجم“ نامی مولوی سید محبوب دہلوی شکر آباد دارالمصنوع بابائے
 انگلستان سنہ ۱۹۵۵ء مولانا ۱۹۵۵ء۔ تا سید اعجاز علی مولانا ۱۹۵۵ء سے مولوی سید محبوب
 دہلوی کی قیادت سے مصمم ہوتا ہے کہ وہ اصل سید شریف علی ابوالحسنی دہلوی سنہ ۱۹۱۹ء کا ترجمہ
 ہے جسے جہاں تا جہاں اس نے شائع کیا وہاں سے سب کپی کیا گیا یہ کہ غنی و شیعہ کے دیوانی
 کو سید دہلوی زیب الدین سے سب کپی کے فائدہ اٹھایا گیا۔ دہلوی دارالمصنوع بابائے انگلستان سنہ ۱۹۵۵ء
 مولانا ۱۹۵۵ء

باقی پانچ مترقیوں کے نام یہ ہیں۔

آقا حضرت علیؑ ہرانیؑ، خلیل امغانیؑ، شاد ولیؑ، اٹل دہلویؑ، شاد عبدالعزیزؑ
 دہلویؑ، عبدالحقؑ، شادؑ، باقی تھے۔

اس فہرست میں علامہ حسین دہلویؑ کا اضافی (مترقی سنہ ۱۰۶۰ھ) کا نام نہیں تھا حالانکہ
 اس کی "تفسیر حسین" اس کے اپنے اور بعد زمانے میں بھی بہت مقبول رہی ہے۔

دینا کے قنفذ مذہب کے علمائے قرآنیوں میں باب قرآن کی تو انہیں معلوم ہوا
 کہ یہ اقرا کا بیہ (جارج خصوصیات صحائف سابقہ ہے۔ "اس میں دہلوی کی طرف سے بات
 بھی ہے اور انیل کی طرف سے مثال کا تفریح بھی ہے اور قدرت کی طرف سے تفریح کا گنجینہ بھی ہے۔
 اس لئے بھی قنفذ مذہب کے پیرو اقوام نے اپنی اپنی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ کہا جاسکتا
 ہے کہ ایسی کوئی بھی زبان نہیں ہے جس میں قرآنی بیہ کا ترجمہ نہ ہو ہو۔ "تفسیر محمد تقی
 اعجازی دہلوی" کے احکام میں مسلمانوں نے ہر دور میں حب حیثیت و دستہ اور قرآنی بیہ
 کی خدمت کی ہے۔ مرنے والے وقت کے وقت میں قرآنی بیہ کے ترجمے ہر دور میں کرتے رہے
 اس لئے تمام اقوام کی صحیح ترجمہ اور جانتے ہوئے ہے۔ تاہم بعض مذاہب تحقیق نے ثابت
 علم خداوندی نہیں کرتے ہیں۔ علامہ اسم جبرائیل پوریؒ نے حامی قرآنیوں میں ایک فہرست
 دی ہے جس میں وہ بہت غلط ہے۔ دہلویؒ نے قرآن میں مکرر سو دہلوی کی ایک فہرست شائع
 ہوئی ہے جس میں اس کو ٹھیک نہیں کہا جاسکتا۔ مگر وہ جو دہلویؒ کی فہرست (۱۳۱۰ھ)
 قنفذ دہلویوں میں لکھے گئے مکرر ایک سو چالیس و نیم پر مشتمل ہے۔ دیکھا جاسکتا ہے کہ
 میں ترجموں کو بھی اس میں ذکر ہے۔ چنانچہ درجوں میں قرآنی بیہ میں حب و خطیہ اور ذہب
 علامہ جلال کا ترجمہ نہیں جاسکتا۔ البتہ تفسیر کے ترجمے کے متن سے لکھا ہے کہ یہ ترجمہ دہلوی
 جھپٹا دیہ سکندر علیؒ (مترقی سنہ ۱۳۸۵ھ) کی ایجاد ہے۔ اگرچہ دہلویوں میں لکھے

کچھ مزاحم کی خدمت (۱۹۰۶ء) بتائی گئی ہے جس کے آٹھ مترجم انگریزی میں اور آٹھ مسلمان اس
 غیر مست کی بنیاد پر لکھا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کا انگریزی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ
 سن ۱۶۴۹ء میں شارح ہند مترجم کا نام ملتا ہے۔ یہ ترجمہ ایک مرتبہ لندن سے
 آٹھ ایک مرتبہ امریکہ سے شائع ہوا ہے۔ جارج میل کا ترجمہ مقدمہ پہلی بار سن ۱۷۵۳ء
 میں چھپا۔ یہ پچیس مرتبہ شائع ہوا ہے۔ انٹرویو بیٹھنی سن ۱۹۱۳ء کا ہے مگر وہ کسی نے
 اس پر مقدمہ بھی لکھا ہے۔ یہ ترجمہ امریکہ میں آٹھ مرتبہ شائع ہوا ہے۔ بعد کے ترجموں میں
 ترجمہ روڈولف (سن ۱۸۹۱ء) ترجمہ ای۔ پراپار (سن ۱۸۸۸ء) ترجمہ پگنٹی (سن
 ۱۸۹۳ء) ترجمہ سٹیوٹنٹل ترجمہ یسین (نہج ترجمہ) ترجمہ مارگوین (سورپاروں کا) ہیں۔
 انگریزی زبان کے مسلم مترجموں میں سب سے پہلے عبدالمکرم خان کا نام ملتا ہے۔ یہ سن
 ۱۹۰۵ء کا ترجمہ ہے۔ اس کے بعد کے مترجموں کے نام حسب ذیل ہیں۔

مرزا ابوالفضل	سن ترجمہ	۱۹۱۳ء
عسکری	سن ترجمہ	۱۹۱۶ء
غلام سرور	سن ترجمہ	۱۹۲۰ء

یہ ترجمہ بھی مرتبہ شارح ہند اور شارح
 کی زبان میں بھی مشکل کی تھی۔

عبدالمکرم خان

مرزا ابوالفضل (سن ۱۹۲۵ء)

مرزا ابوالفضل (سن ۱۹۲۵ء)

ایک ترجمہ ہندوستان اور ایشیائی ممالک سے بھی شائع ہوا ہے۔

حال ہی میں ڈاکٹر عبدالحق نے بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور نیا بانی قرآن مجید

لے: یہ ترجمہ سب سے پہلے صدر نظام پور میں شائع ہوا تھا اس کے حکم سے یہ بھی شائع ہوا سن ۱۹۳۱ء میں نیا بانی
 (امریکہ) سے شائع ہوا۔

کا جدید دین انگریزی ترجمہ ہے۔ انتشار کی خاطر حرف دباؤں کے نام اور ترجموں کی تعداد
وہیل میں مدد کی جاتی ہے۔

فارسی کی گرائی انگریزی ڈانسیس جرنی یہانی ملائشی پورین

۶ ۳ ۲ ۱۶ ۷ ۳ ۱ ۲ ۱ ۱
اردی پرنگی ایسی جگر سردی ایڈ ابانی جرنی شاپنی

۸ ۱ ۶ ۲ ۱ ۵ ۱ ۳ ۱

ڈنگ ایسی رومانی آسزیا جاپانی بوجی جکاری پینی سمیٹ

۲ ۳ ۱ ۲ ۱ ۲ ۲ ۲ ۳

استانی سواہیل دباوی جنگلی پنجابی سندھی جادی پشتو جدوست فیستیم

۱ ۱ ۵ ۲ ۱ ۱ ۱ ۱

اردو جندی

۲۲ ۱

اردو داج کے متن سے جس سومات فاضل صنف تاریخ، انگریزی کو نقل ہم
پہلی جی شہ نکھا ہے۔

۱۵ "اردو کاب سے پہلا ترجمہ مولیٰ بیڑاٹ ہرنگ ادنگ آبادی (دکی)

کا ہے۔ اس کا نام "پراسا ابی" ہے "۱۸۳۱ء ۱۲۲۱ ہجری

نے شیخ احمد مولا محمد العیسیٰ کے ترجمہ و شرح انگریزی کا بھی گرائی دباویس ترجمہ ہے ایضاً مسلم
دوبلڈی ڈانسیس پورین۔

یہ تاریخ اندلی کے جہاں ترجمے کو بھی سن ۱۸۳۱ء جوری میں جنگلی دباویس میں منتقل کی گئی۔

جے فاضل صنف تاریخ، انگریزی نے جندی دباویس کے اسی ترجمے کا اردو دیا ہے جو علی آباد احمد دیرہ

۱۵ ابوی ای سکندریہ دکی نے لکھا تھا۔ یہاں سن ۱۸۵۰ء جوری میں علی آباد احمد دیرہ

تنگ اور مولیٰ دباویس میں منتقل ترجمے ہو رہے ہیں۔

اسی سب سے پہلا مکمل اردو ترجمہ حکیم شریف خاں دہلوی مدنی نے ۱۲۲۲ ہجری کا ہے ۔

۱۳) ترجمہ شاہ جہاد قادری دہلوی نے ۱۲۳۰ ہجری میں ۔

مخدوم بابا سلیمان کی تفسیر کی اصل دہر شاہ جہاد قادری کے ترجمہ قرآن مجید کے معنی سے لاشعری ہو سکتی ہے ۔ فائدہ صائب کا ترجمہ سنہ ۱۲۰۵ ہجری کا ہے اور ۱۳۰۴ ہجری سندھ نکلتا ہے ۔ قدیم ہندوستانی زبان میں قرآن مجید کے ترجمے کے حق سے یہاں کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلا ترجمہ سنہ ۲۱۰ ہجری میں کیا گیا ۔ چنانچہ فاضل مصنف سارونہ القرآن در سالہ ترقی زبان السنہ ۱۳۰۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

”ہندوستانی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ راجہ ہر دگ بھی راہگ قرمانی نے صدر شوالہ پنجاب نے سنہ ۲۱۰ ہجری میں کر لیا ۔ پروفیسر گھوشالی ایم ۔ اے ۔ ایم ۔ بی ۔ اے ۔ ایم ۔ ایف ۔ ایس ۔ اے مدنی لکھتے ہیں ۔ ” اسی صدی انیسویں صدی میں قرآن شریف کا ہندوستانی کو ترکیب پر ہندی زبان میں ترجمہ کیا گیا ۔“

مولوی نو عالم خاں رحمانی نے اپنے معنی ”قرآن مجید کے اردو تراجم و تفسیر“ میں ۱۱۵ تراجم و تفسیر کی ایک فہرست سے قرآن مجید سے قریب دی ہے ۔ اس میں سنہ ۲۱۰ ہجری کے ہندی زبان میں لکھے گئے قرآن مجید کے اس ترجمے کا بھی ذکر کیا ہے ۔ لکھا ہے :

”سائیر کی دینی گردانی سے پہلے یہ ہے کہ اسلام کے قدم سنہ ۱۰۰۰ پاکستان میں پہلی صدی ہجری کے آدھے پہر پہنچ چکے تھے ۔ مگر یہاں کی مقامی زبان میں ترجمہ قرآن مجید کا ذکر نہیں میری صدی ہجری کے مشہور زبان جو دگ بھی شریار

نے دیا اور فیض الاسلام دہلوی نے قرآن مجید ۔

افراد سے ملتا ہے جس کا سزا سزا دوسری جہاں پہنچا ہے یہ جہاں ایک رعایت سے بہت پہلے ہے کہ سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں عثمانی جناب کے حاکم نے مشورہ و امتداد کے سلطان حاکم عبدالحق بن عبدالعزیز سے درخواست کی تھی کہ اس کے لئے جزی ایا نہ لیا جائے اور اس میں قرآن مجید کے ترجمہ کا احکام کیا جائے۔ انھوں نے ایک حوالہ عالم کو جس کی پرستش اسی سر زمین پر کی جاتی تھی اس کام پر مامور کیا جس نے قرآن مجید کا ترجمہ سورہ یسین تک کیا جس کے معانی کے بعد ہندو راہ اسلام کا طریقہ پیش ہو گیا۔

۱۶ فرستہ سنہ ۱۶۶۶ء تک لکھے گئے تمام دستاویزوں پر مشتمل ہے۔ اس سے بھی کہی دو سوزان کو حق ترجمہ فرارینا بھی منسلک ہے۔ بعض جہاں ایسے ترجموں کو بھی غیر قرآنی سمجھتے ہیں جس میں حق کے ترجمے کے علاوہ کچھ زیادہ اضافہ ہوتا ہے اگرچہ یہ جہاں میں جہاں اور تقسیم مطلب میں بہت پسند کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حق کے ساتھ ترجمہ قائم و دائم کی حقیقت رکھتا ہے۔

ترجمہ میں ساری جہاں کے افراد میں شاہ عبدالعزیز کے ترجمہ قرآن کو حق ترجمہ کہا جاتا ہے اور سب سے زیادہ قرآن کا حق ترجمہ قرآن کو بھی خاص ترجمہ کہا جاتا ہے کہ اس میں اس کے دیکھی جہاں میں چند ہی زیادہ اضافہ ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں لاہوری نے ترجمہ قرآن مجید (سنہ ۱۳۳۰ھ) میں اس کے خاص ترجمہ کو سب سے زیادہ خاص کہا ہے اور حق کا مشیہ پر لکھا ہے۔

ترجمہ میں ساری جہاں میں اور ضمنی شواہد و اقوال اور اضافہ و تفسیر اور حق کے ترجمہ کے بعد عثمانی ہند میں تمام دستاویزوں پر دیکھا گیا دیا جانے لگا۔ پہلے اندر میں اس سلسلے میں جو کام ہوا ہے وہ سنہ ۱۰۰۰ھ کے برابر ہے۔ اور عام طور پر یہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس کے بعد

اس سلسلہ و دست کی غیر صحیحان القرآن یا بعض ساری پارچہ جہاں میں سنہ ۱۶۶۶ء میں دینی حوالہ پر لکھا گیا ہے۔

کی فاعلت ترجمہ و تفسیر کے کام میں مانع رہی۔ چنانچہ مولوی عبدالقادر نے بھی بائبل اور تفسیر کے خیال کی تائید کی ہے۔

”آسمانی حیضوں کے ترجمے کی فاعلت تفسیر یا ہر ملک اور ہر قوم میں کی گئی ہے۔
 ہے اور یہ فاعلت ہمیشہ ملنے دینا کی طرف سے ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ
 یہ لوگ اپنے کو قوم دینے کا خاص ماہر اور مہر اور اپنی کادارٹ خیال کرتے ہیں
 اور نہیں چاہتے کہ یہ باتیں عام ہو جائیں۔ بعض اوقات اس لئے بھی فاعلت
 کی گئی کہ ترجمے اور تفسیر یا الفا کے منشاء کے خلاف تھیں۔“ ۱۱

مولوی صاحب نے یہ ایک عام بات کہی ہے چنانچہ چینی مولوی جیو کی کے دوسری
 بار سے یوسپ پر بھی لکھا کہ ان کا نظم و سبب اور چھ یا چھ تھا۔ یوسپ اعظم اور کلیسائے روم
 کے احکام دی آسمانی کی طرح مقدس اور واجب التعمیل تھے نہ کسی قسم حاصل کرنے کی عام
 اجازت تھی نہ بھی مشوروں کی تنگ خیالی کے خلاف کوئی عملی تحقیقات کو ممتنع تھا۔ یقینی یوسپ
 (GALLILEO) لکھیں سے روم کے فتویٰ کے مطابق اس سے بجا کر فی کٹر کر دیا گیا کہ اس
 نے اپنی تحقیقات کی جاہ پر زمین کے گول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ از سر نو سکا یا یوسپ میں
 اربعہ و قدرت کے مترجمین کو طرح طرح کی بیذمیں دیا جانے لگیں اور علماء کی مجلس میں اعلیٰ
 کے ذہنوں کے خلق استقامی احکام جاری کئے جانے کی شائیں تیار رہیں موجود ہیں۔ ریمس
 اعلا و فرانسس) کے ایک ہی ہائی ایٹ رڈ کے خلاف ملنے وقت نے اس کے بعض حصہ
 کی جاہ پر بھی کی وہ تحقیقات کرتا کہ کٹر کا فتویٰ صادر کیا اور وہ دہنہ بجا دیا گیا اور مجلس میں ملنے
 فرانسس جابا یا بائبل کے ترجمے کی فاعلت کر دی۔ آکسفورڈ میں سن ۱۶۴۰ء میں بھی

۱۱ قدیم اردو میں (۱۱۸)۔

۱۲ مولوی جیو کی کے دوسری بار سے یوسپ پر بھی لکھا کہ ان کا نظم و سبب اور چھ یا چھ تھا۔ یوسپ اعظم اور کلیسائے روم کے احکام دی آسمانی کی طرح مقدس اور واجب التعمیل تھے نہ کسی قسم حاصل کرنے کی عام اجازت تھی نہ بھی مشوروں کی تنگ خیالی کے خلاف کوئی عملی تحقیقات کو ممتنع تھا۔ یقینی یوسپ (GALLILEO) لکھیں سے روم کے فتویٰ کے مطابق اس سے بجا کر فی کٹر کر دیا گیا کہ اس نے اپنی تحقیقات کی جاہ پر زمین کے گول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ از سر نو سکا یا یوسپ میں اربعہ و قدرت کے مترجمین کو طرح طرح کی بیذمیں دیا جانے لگیں اور علماء کی مجلس میں اعلیٰ کے ذہنوں کے خلق استقامی احکام جاری کئے جانے کی شائیں تیار رہیں موجود ہیں۔ ریمس اعلا و فرانسس) کے ایک ہی ہائی ایٹ رڈ کے خلاف ملنے وقت نے اس کے بعض حصہ کی جاہ پر بھی کی وہ تحقیقات کرتا کہ کٹر کا فتویٰ صادر کیا اور وہ دہنہ بجا دیا گیا اور مجلس میں ملنے فرانسس جابا یا بائبل کے ترجمے کی فاعلت کر دی۔ آکسفورڈ میں سن ۱۶۴۰ء میں بھی

شخص کا اپنے اختیار سے بائبل کا ترجمہ کرنا مجرم قرار دیا گیا تھا۔ ایک دہائی میں جہ دستاویزی میں بھی مذہبی حرم کو پڑھنا پڑھانے، عرب، ایک جیتے دہر جوں تک سود تھا۔ مقدس ویہ ویہ کو چھڑا تھا وہ نہ کوئی فقہ کی شہرہ کے کان میں پڑھا جاتا تو وہ سزا کا مستوجب ہوتا اور اس کے کان میں پگھلا ہوا سیہ ڈال کر جلک کر دیا جاتا تھا۔ یہ اور اس قسم کے کج واقعات جاری ہیں ملت میں لیکن ان کا خلق مذہب سے زیادہ سیاست و فتنے سے ملوم ہوتا ہے جب مذہب میں سیاست نہ رہی ہو جاتی ہے تو اس قسم کی طریکیاں اور بدعنوانیاں وجود پاتی ہیں لیکن جہاں سیاست مذہب کے تابع ہو اور میٹھی یا بد مذہب اور بدعنوانیوں میں کی زندگی کا مقصد کتاب اللہ کی تعلیمات کی اشاعت ہو وہاں مولوی عبدالحق یا کسی مفسرین کے الزام کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا۔ اہل ان دہائی کے بہت سے اہل اٹھ اور عربیت کے کم کے گھر سے دست بردار ہونے سے طوفان مذہب کے اجتناب یعنی کے احوال و بیانات سے جو ان کے طوفان سے یا بعض چاروں میں جنم لے سکے ہیں اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ حضرات قرآنی تعلیمات کی تعلیم و تبلیغ میں نہ صرف قرآن کے الفاظ اور اصناف استمال کرتے تھے بلکہ فہم کے لئے ان کا ترجمہ بھی کرتے تھے۔ جہاں اوقات تو اپنے معجزی اور معجزیہ کے کی سوال کے جواب کی وضاحت میں قرآن کی آیت یا جو آیت پیش کرتے تھے۔ شیخ زید الدین گج شکوہ (سنہ ۱۹۸۸ء) کے خلیفہ حضرت علامہ بدر الدین بکلی سے حدیث ہے کہ شیخ مدوح سے ایک مرتبہ جلس میں کہی نے دریافت کیا کہ جسم میں عقل کا کون سا مقام ہے۔ آپ نے فرمایا ”پہلے سر کے“ اور یہ آیت پڑھی ”وَقَدْ عَلَّمْتُمُ الْمَثَلِ الْقَصِيرَ مِثْلًا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُ الْقَلِيمُ“ حضرت خواجہ محمد نواز گیلو وراثت کے

۱۔ انٹرنیکلوپڈیا بری تانیکا جلد سوم صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۰ قریم اردو ص ۱۶۱ مولوی عبدالحق

۲۔ خود بخیرا نے نے صفحات ۶۶۲ رکھا ہے۔ پنجاب میں اردو صفحہ ۱۲۲

۳۔ اردو سے تعلیم ص ۱۶۱۔ دشمن اللہ کا ردی۔ آیت یہ ہے۔ ”وَقَدْ عَلَّمْتُمُ الْمَثَلِ الْقَصِيرَ مِثْلًا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُ الْقَلِيمُ“

۴۔ نفس و ما یعقلہا الا العالِم القلیم۔ سورہ جنکوت ص ۲ (مکمل نگار)

حقیقۃً بات مشہور ہے کہ علامہ صاحب زادہ کے بعد علیہ اور مریدوں کا علم حق و
حیرت اور سواک کا درس دیا کرتے تھے۔ گاہے گاہے درس میں کلام اور فقہ کی کتابیں
بھی پڑھائی جاتی تھیں۔ جو لوگ وہاں فارسی سے واقف تھے ان کے بچنے کے لئے
آپ دکن میں مقرر فرماتے تھے۔ شیخ بہاء الدین باجی اپنے شاگردوں کا مندرجہ
دوہرہ لکھا جیسا کہ مندرجہ ذیل کی فہرست ہے۔

باجی وہ لکھی سر دیکھا نہیں اور اسی سر دیکھا نہیں کہئے

جیسا کوئی سنا منہ چست دے دیا بھی نہ کہئے

باجی ہندی اور فارسی میں شریک تھے۔ خود بشراتی لکھتے ہیں کہ یہ پہلے شخص ہیں

جنہوں نے اردو زبان کو زبانِ اردو کے نام سے یاد کیا ہے۔

بعد ازاں مسنگوی اپنے شاگردوں کا مندرجہ ذیل دوہرہ آیت خالصہ نقل کیا

مخدوم جہ اللہ کی فہرست ہے۔

بعد ازاں جنہوں نے لکھی دیکھیں اور نہ کہئے

دیکھا بوجھ بچار منہ بچا کہہ میں سو کہئے

فقیر کہ ایسے بزرگانِ دین اور موصوفائے کرام کے بارے میں جنہوں نے اپنے

دماغ میں قرآنی کلمات کی عجیب و غریب اور انکسار کی اساتذت کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا

یہ ہیں کہ ان کو ترجمہ و تفسیر قرآن کے کام میں دو ماہ تھے سو گنتی ہے۔ اساتذت قرآن

میں ترجمہ و تفسیر دونوں کا اہم حصہ رہا ہے لیکن فقیر کو ترجمہ پر تقدم زمانی حاصل ہے۔ دوسری

کریم علی اللہ علیہ السلام قرآن مجید کے پہلے مفسر ہیں۔ قرآن کریم میں جن ہدایات اور

سے اردو کے قدیم۔ میں امام شمس اللہ قادری۔

علم پنجاب میں اردو میں ۱۸۳۱ء۔

سے اردو کی نشوونما میں موصوفائے کرام کا کام میں ۳۵۔

علوم و فنون کے متعلق سے صرف اصولی باتوں کے رنگے ہیں اور بعض اہم و جہاں احوال مذکور
جہاں ان کی تقسیم رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خشتائے الہی کے مطابق فرماتے تھے اس
طریقہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ قرآن کریم کی تفسیر ہی ہے۔ آپ کے ارشاد کو حدیث کہتے
ہیں اس لئے سوانح ائمہ کی سب سے پہلی تفسیر حدیث اور آپ کی عملی زندگی ہے۔ قاضی
جہاد احمد عارم لکھتے ہیں کہ:-

”آپ کے ہمد میں حضرت جہاد اللہ بن عمروؓ ہیں اس میں نے یکسہ ہزار
حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کر کے صادر فرمایا تھا۔ یہ کتاب دوسری
صدی ہجری تک موجود تھی۔“

صنوبر کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد تفسیر لکھنے کا سلسلہ جاری رہا۔
خلافت راشدہ کے ہمد میں دو تفسیریں لکھی گئیں:

۱۔ تفسیر حضرت ابوبکرؓ کا کتب۔ یہ پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی۔

۲۔ تفسیر عباسی۔ یہ تفسیر حضرت جہاد اللہ بن عباسؓ کی ہے۔ اس کے نسخے متفرق
کتب خانوں میں اب تک موجود ہیں۔

خلافت راشدہ کے بعد بہت سی تفسیریں لکھی گئیں۔ خلیفہ جہاد اللہ اموی کے ہمد میں

حضرت سعید بن جبیرؓ نے تفسیر لکھی جسے عروفا عارم نے تخریج کیا تفسیر میں پانچ سو تفسیر کا
تذکرہ کیا ہے اور تخریج میں صدی ہجری کے وسط تک منکلی تفسیر کی قدر (۱۱۶۱) بتائی ہے
اور ہندوستان کی مختلف تفسیر کے متعلق سے لکھتے ہیں کہ:

”تین تہائی ہندوستان میں کم و بیش سو منکلی تفسیریں تصنیف

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵

۲۔ رسالہ فیضان الاسلام دہلی پرنٹرز قرآن پرنٹرز (۱۳)

جو میں نے ممکن کا شمار نہیں کرتا۔

اس کے بعد عربی، فارسی اور اردو فقائیر سے مشہور فقہروں کے فہرست

نام دئے جاتے ہیں:

- ۱۔ فقیر محمدی 'شیخ' محسن کوہ گزاقی سنہ ۹۸۲ھ
 - ۲۔ سوانح الامام، علامہ فیضی سنہ ۱۰۰۰ھ
 - ۳۔ بیان الزمان، عربی دکن جلد ۱، قاضی عبدالشہید سیوہادی
 - ۴۔ فقیر نکالی 'شیخ' نظام الدین قاضی نیری سنہ ۱۰۲۴ھ
 - ۵۔ فقیر احمدی 'علیچون' سنہ ۱۱۱۳ھ
 - ۶۔ فقیر فتح فقیر 'شاہ' دہلی سنہ ۱۱۷۶ھ
 - ۷۔ فقیر غلامی 'قاضی' شاہ پانی پتی سنہ ۱۲۵۵ھ
 - ۸۔ فقیر موش قرانی 'شاہ' جہان آباد دہلی سنہ ۱۲۴۰ھ
 - ۹۔ فقیر فتح الزما 'شاہ' جہان آباد دہلی سنہ ۱۲۳۹ھ
 - ۱۰۔ حاج افشاری 'ذہب' قلب الدین خاں سنہ ۱۲۶۵ھ
 - ۱۱۔ فتح ایمان 'ذہب' صدیق حسن خاں سنہ ۱۳۰۷ھ
 - ۱۲۔ فتح الدانی 'مولانا' جہان آباد دہلی سنہ ۱۲۱۰ھ
 - ۱۳۔ تخیل التزیلی 'مولانا' سیوہادی دہلی سنہ ۱۲۱۰ھ
- دکن میں بھی بیت سے بڑھ کر دیکھنے والے کی فہرست لکھی جاتی ہے۔

مب دہلی مندرجہ مشہور ہیں۔

علامہ محسنی کو معروف نظام نیش پوری اس سے ۳۰ ہجری قمری قراہے گئے۔

سنہ ۱۰۲۵ھ - شیخ علی ہادی (سنہ ۱۰۳۵ھ) ملک اسلم - قاضی شہاب الدین

لے تاریخ الزمان صفحہ (۹۱)۔

”سب سے پہلی بات یہ ہے کہ زبان پر کامل قدس برقی پائیے۔ حقانہ اور احکام کا دور اور مدار ان کے منہم پر ہے۔ ان کا کاجنم مودر زمانہ سے بدل جاتا ہے۔ اس لئے ترجم کے لئے لادیم ہے کہ وہ جانتا ہو کہ جس زمانے میں یہ کتاب نازل ہوئی اس وقت ان احکام کے کیا معنی تھے اور قاضی کا ان سے کیا مقصد ہے۔ کبھی کبھی ذہنی اور جلدی اور عقلی آجاتے ہیں۔ ایک جماعت اس کا منہم کہتی ہے اور دوسری جماعت کہہ اور ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک علقہ کے معنی اور لڑائی ترکیب کی وہ جانتا ہیں اور حکمت پیدا ہو گئے اور وہ فرستے جاتے۔ قریبے میں ایسا ماننا مستحالی کرتا کہ ان میں بھی دونوں پہلو قائم رہیں۔ بہت دشواری کے بغیر ممکن نالگی ہوتی ہے۔ ان تمام امتوں کے باوجود قریبے میں اصل کی وضاحت اور نظریات اور اثر قائم رکھنا سب سے بڑا دشوار کام ہے۔“

مروئی جہد الحق کو قریبے کے پڑچا اور سنگھار راستے کا اندازہ ہے اس لئے بھی کہ وہ خود اس پر گامزن کارہ چکے ہیں۔

قریبے میں اصل کی خصوصیات پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ بسن مترجمی نے دھن اور درجہ کے فرق کو واجب اور دونوں کے میزبان لانا نہیں رکھا۔ حالانکہ جو الدین میں ملک کا ترجمہ حاکم کو کیا۔ یہ خیالی نہیں بلکہ حاکم کو ظلم پر ایک انجیل خاص کے سوا اور کوئی اختیار نہیں ہوتا اور ملک کو ملک پر لکھتا۔ نیک واپس تقریبہ جہد۔ رب انجیل میں رب کا ترجمہ صاحب ملک و فرہ جیسے احکام سے کیا ہے۔ حالانکہ رب کے معنی پائے دے کے ہیں۔ مودعا جو احکام آواز رب انجیل کے قریبے کے سببے میں چکے ہیں کہ۔

”وفا جہد پرست کے معنی پائے دے کے ہیں بلکہ پائے دے کے

دیکھیں اور کامل صورتوں میں اپنا چاہیے۔ اس لئے بعض آئمہ صفت نے اس کی
 قرین ان صورتوں میں کیا ہے۔ جو انظار الہی "حالات غیبا" الی حد اتمام
 یعنی کچھ جزائی کے بعد دیگرے اس کی شکل و صورتوں اور مزودوں کے مطابق
 اس طرح تصور دیتے رہا کہ اپنی حد کی ایک چھپا ہوا ہے۔ اگر ایک شخص
 جو کہ کوئی کھلا دے یا جان کو روپیہ دیدے تو یہ اس کا کم ہو گا جو
 ہو گا اس ن ہو گا۔ لیکن وہ بات دہو گی جسے رویت کہتے ہیں۔ رویت
 کے لئے مزود ہے کہ رویت اور نگاشت کا ایک جاری اور مسلسل
 اتمام ہو اور ایک وجود کہ اس کی شکل و برتاؤ کے لئے سوختا دیتا جیسی کہ
 مزود میں پیش آتی رہتی ہیں ان سب کا سرو سامان ہوتا رہے۔ نیز مزود
 ہے کہ یہ سب کچھ بہت دشنت کے ساتھ ہر لمحہ طور و حال بہت دشنت
 کے لحاظ سے جاری ہو گا رویت میں ہو سکتا ہے۔

عام طور پر دہر کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ جسے میں اصل بدلت
 کا یہ منہم پیش کر دیا جائے۔ دوسریہ کہ اصل دہان کے انداز اور حالات کہ جسے کہ
 دہان کے مترادف انداز اور حالات میں شکل کر دیا جائے اور اصلی منہم بھی باقی رکھا
 جائے۔ یہ دوسرا طریقہ بہت ہی ستر ہے اور بالکل قرآن مجید کے آئے کے حق سے
 شکل دیتی۔ قرآن کریم کی دہا عامی اس قدر دیکھ ہے کہ اس کے انداز اور حالات
 کہ دہر کی دہان میں شکل کہنے کے لئے عودوں انداز اور حالات نہیں ملے بالکل
 نئی انداز سے کام لے لیا جائے تو دہر میں قرآن مجید کی ضامت و بلاغت کو باقی
 رکھنا مشکل ہے مثلاً "جیٹیکس سپرنا یقین" کا دہر کہ ہم پہلے سنوا تھا اجار

قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کو اس میں لازم و ملزوم کی دعوت دیتا ہے۔ مولانا
ابوالکلام آزاد کا خیال ہے کہ قرآن مجید کے اسرار و معارف سے واقفیت ہر شخص کے
بہن کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

”قرآن کے اسرار و معارف میں ایک فیر خفیہ انسانی کے لئے کوئی
حصہ نہیں گوارہ علم و عقل کے تمام مروجے کھلے۔“

یہ بات یہ ہے کہ ایک صاحب نے قرآن مجید اور اس کے حقائق و معارف پر مولانا
کی تفسیر اور دسیع نظریہ کی مخریج کا انھیں ایک خط لکھا۔ مولانا نے اس کا جواب دیا کہ
”بلاشبہ اعلیٰ روحوں کو اس کی اہلیت تھی اور اپنے اور

نہیں پاتا تھی ہے کہ مذہبی باتیں تھوڑی بہت بچے معلوم ہوں لیکن قرآن
کریم کے معارف و اسرار وہاں نہیں ہیں جو اپنی اپنی حقیقت سے ایک
قریب مسکوں۔ میں قرآن کے خط میں اپنی بہت ایسے اٹھا دیکھ کر بے اختیار
کہتا ہوں کہ اس کے حقائق و اسرار کے ہم کے لئے ”موتی وانی“ کی

مزدت ہوتی تو میں وہی کچھ دیکھ کر کہتا ہوں کہ ”مذہبی مسلمات“ کی
مزدت ہوتی تو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا اگر کتب ”تفسیر“
کے مطالعے کی مزدت ہوتی تو کتابوں کی میرے پاس کی دینی۔ لیکن اس
کے لئے یہ تمام باتیں بے کار ہیں بشرط ”انکار“ اور ”ترکیہ
عجب“ ہے اور ساری قوی اس میں ہے کہ اس سے قروم ہوں۔

جوں دیکھتا ہوں تو قوی سے قروم اور ہونے صفائی و آرائش دنیا پرستی
میں گستاخ ہے وہ ایک طے کے لئے ”قرآن“ کے حقائق و معارف

لے بیٹے تیرے دیکھتا بیٹوں ہوا کا پتہ دیکھتا گواہوں لا جواب اس کا

کا جی گاؤں میں ہی رہتا۔ ہم وفضل اس کے لئے بیگہ رہے اور ذہنی و مادی

گرمیاں کوئی نہیں پہنتے۔ ذرا حق و فضل اللہ یوحید ہوتا پیشا

از مطلق و علت غائیہ در بموجب

ایضا ہر امر نفس افراد حق است

یعنی زمانے کو جو کچھ حرم کر رہا ہوں بالکل صحیح ہے۔ قرآن کے اسرار

و معارف میں ایک "پرستی" انسان کے لئے کوئی صورت نہیں لگود

"علم و فضل" کے تمام مدارج طے کرے۔ انصاف زمانے کو یہ

حالت یہ تو پھر میری اس مقام میں کیا پہنچتی ہے۔ "ط

تو بے کی خاکوں اور دھاریوں کے باوجود قرآن کریم کے جتنے تراجم

ہندوستان کے علمائے دین نے پیش کیے ہیں۔ غالباً کوئی اور ملک اسے ہمیشہ نہیں لکھتا۔

باب دوم

قدیم دکنی تراجم و تحامیر ۱۱۱۵ھ بم ۱۷۰۲ء

الف۔ دکنی ادب کا مذہبی رجحان

مسلمان جہد و جدوجہد میں تاریخ کی حیثیت سے آئے۔ اور آہستہ آہستہ تمام جہد و جدوجہد کے عالم بن گئے۔ لیکن مسلمانوں کے نظروں سے پہلے مومنانے کو ہم جہد و جدوجہد کے برعکس میں پھیل گئے۔ اور تاریخ کا کام مشرور کر دیا۔ وہ اپنی حق پرستی، دوست خور اور دین اسلام کی کامیابی سے جہد و جدوجہد میں آئے۔ حضرت شیخ علی اکبر علیہ السلام معروف بہ داتا گنج بخش (۱۰۶۳ء تا ۱۱۵۶ء) غزنیوں کے ہندوستان میں لاہور آئے اور تمام اہل ہندوستان اپنے بھائی باطن سے خلق خدا کو ملامت کرتے رہے۔ حضرت خواجہ حسین ادریس چشتی (۱۱۲۱ء تا ۱۲۰۷ء) ۱۱۳۵ء تا ۱۲۳۲ء رہا اور اہل ہندوستان کے دلہانے میں ابھیر آئے۔ ان کے فیض عام کا آغا بھی عالم ہے کہ ان کے مزار پر بلا تھیں خوب دخت ہر شخص حاضر کیا کرتا اور فیض اٹھاتا ہے۔ خواجہ ادریس کے پیچھے کے تمام بزرگ تائید قلوب اور قیام دین کے اس ملک پر گامزن رہے ان کے علاوہ حضرت سید شرف الدین و علی غنوی (۱۱۵۷ء تا ۱۲۴۷ء) حضرت یحییٰ یزیدی (۱۱۷۷ء تا ۱۲۷۷ء) گنگوہی، حضرت میرٹھ وغیرہ گاہا رہا جیسے بیسوں بزرگان دین ہندوستان کے گائے گائے جہاں پہلے ہوئے تھے اور تاریخ دین کے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ چوتھوں میں صوفیائے کرام کا مشن جہد و جدوجہد سے طویل و بیکار تھی کے رہا ہوا ہے کہ ان ملک دین کو بچا دیتا اس لئے حکم و دین میں ہوں نے جہد و جدوجہد کی طاقی دیا کی سیکھنے کی کوشش کی۔ علامہ ادریس علی نے پہلے گروت کو سند ۱۶۶۶ء میں اور سند ۱۷۱۲ء میں چاروں دین کو فتح کر کے مسلمان دین میں شامل کیا۔ سند ۱۶۹۳ء میں غزنیوں کو صوبہ دار بنے

مرکز سے جاوے کرے حکومت میں طوائف و مہنگت قائم کر لی۔ جو تقریباً دو سو برس بعد
تک قائم رہی۔ حکومت میں مسلمانوں کے ساتھ وہ دہان بھی آئی جن کا یہودیوں میں تیار ہوا
تھا۔ یہاں بگراتی دہان سے تھوڑا بہت اڑ جولی کی۔ اور یہاں دہان نے اسی دہان کے ذریعہ
عوم کو غائب کیا۔ شیخ میں الدین گج اسلام ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) سے میں اردو لٹ کے
دسائے منب چر شیخ احمد کھٹو اور حضرت لکھنؤ میں چان چان گشت کے ہوتے عقب عالم
اسٹوئی سہ ۱۸۵۵ء میں اور ان کے صاحبزادے سٹاء عالم کے اردو محاضرات مشہور ہیں۔
شیخ ذہب الدین بگراتی ۱۱۰۱ - ۱۱۸۸ء سے بھی میں اردو رسائے منب کے مجدد
ہیں۔ سٹاء ہی چو گادہ یعنی کے ثبوت کلام میں اور اسرار کے متعلق لکھتے ہیں۔ ان میں
بڑا گادہ ہیں کی سر پرستی کی وجہ سے حکومت میں اردو میں شرابی سڑا ہو گئی۔

۱۱۸۸ء میں علی اور اس کے سپاہیوں کی فوجات دکن سے پہلے متحدہ مونیہ کلام
دکن پہنچا چکے تھے۔ اور یہاں کے فتنہ خاؤں میں تیغ اور دھند و ہدایت کا کام جاری
کو پکے تھے۔ چنانچہ حاجی رومی (متوفی سہ ۵۵۵ ہجری) نے سٹاء عومس عارف ہاشم
اسٹوئی سہ ۵۹۰ء میں سٹاء بھالی الدین گج دسائے اسٹوئی سہ ۶۴۴ء میں اچھیکر
جہاں تھوڑا اسٹوئی سہ ۶۵۹ء میں بابا خرف الدین (اسٹوئی سہ ۶۸۰ء) بابا
شہاب الدین (اسٹوئی سہ ۶۹۱ء) اور بابا نور الدین (اسٹوئی سہ ۶۹۴ء) میں دہانوں نے
سٹائیں کی فوجات ملکی سے پہلے یہاں کے چتر مسلم عوم کے دونوں پر فتح حاصل کر لی تھی۔
دکن میں خاؤں کے لشکروں کے ساتھ وہ عوامی دہان بھی آئی جو دہان میں فتنہ دہانوں کے
استروان سے لکھنؤ پار چکی تھی۔ لکھنؤ کے چھ میں جب دہان کی ساری بہادری سہ ۱۳۲۹ء
میں دہانوں کو متعلق ہوئی تو اس کے ساتھ ڈالے بڑے اور یہاں کے کلام بھی بکھر تھوڑے میں
آئے اور وہ عوامی دہان بھی آئی جو ابھی میں حال میں تھی۔ دکن پر فتنی جہ کے عواموں
کا قبضہ چند سالوں سے زیادہ قائم نہ رہا۔ لکھنؤ میں بھی نے فتنی جہ کی فوجوں کو شکست

دے کر سنہ ۱۳۴۰ھ میں مسکت یمنہ کی بنیاد رکھی جو تقریباً دو سو سال تک قائم رہی۔ مغلیں اور دارالحکومت مسکت کی جگہ، استحکام کی نظر میں گئے رہے اور ایسا رشتہ اپنی خاصیتوں میں بیٹھے ایمان و عقائد کی تھیں بناتے رہے۔ ان بزرگوں میں حضرت جتہ محمد جینی بندہ و نازگیو و دروہا استغنیٰ سنہ ۸۴۵ھ میں اس کے سلسلے کے بزرگوں نے یہی کی جو ان قدر خدمات انجام دی ہیں تاہم انھیں فراموش نہیں کر سکتی۔ خواجہ صاحب اپنے شاہ شاہ واجوہ کے انتقال اور ۸۴۵ھ ہجری کے بعد کم فرمایا میں وہی چلے گئے تھے پھر سلطان فیروز شاہ نے ۸۵۰ھ ہجری کے میں میں گھر گئے اور یہیں سنہ ۸۴۵ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ خواجہ صاحب کا سلسلہ مینش رکھی میں اس قدر پھیلا کہ کوٹا نامہ ان کے مینش سے شروع ہوتا ہے۔ یہاں خواجہ صاحب کے سلسلے کے سیکڑوں خاندانوں میں سے ایک کا نام اور کادکر دروہا نامہ ادب کی اشاعت کے فکرمند سے بہت عزت دی ہے۔ یہ سلسلہ خواجہ صاحب کے خلیفہ جمال الدین مغربی سے جاری ہو رہا ہے۔

جمال الدین مغربی

کمال الدینی بیابانی

شمس الدینی

برہان الدینی جہانم

امین الدینی علی اعلیٰ

اس سلسلے کے ۴ فرزند ہیں بزرگوں نے معرفت کے ساری کتب لکھنے کے لئے

رکھی ہیں ان میں معرفت حکم و ذکر کا فرد فیروز جہاں ہے جو اس دہائی میں لکھنے کا ایسا دہائی پیدا کر گیا کہ امین الدینی علی اعلیٰ کے بعد اس سلسلے کے بزرگ کم از کم دو صدی تک اس دہائی میں حکم لکھتے نہ رہے۔

نہ صرف یہ بلکہ اس کے سلسلے کے بزرگوں کی تصانیف کے مطالعے کے علاوہ "دکن ادب کی دہائی میں معرفت" امین الدینی علی اعلیٰ کے خاندان سے "دکن میں معرفت"۔

یعنی سلطنت کی شکست ۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۰ء کے بعد یہ سلطنت چھوٹی بڑی پارچہ پھوٹتی
 چلی منتقم ہو گئی تھی اس سے وہ سلطنتیں گونگنڈا میں تکیب شاہی سلطنت اور بجا پور میں عادل
 شاہی سلطنت وسیع اور قوتور سلطنتیں بنیں۔ بجا پور میں شمس الملک اور اسی کی اولاد کا
 فیض نگر اور فیض قمر محلے رہا۔ اس خانوادہ کے علاوہ اور بھی صاحب فیض خانانوں سے موجود
 تھے جو غلن ضلع کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ شاہ حبیب اللہ قادری شہزادہ غلن، انیسویں
 کی اولاد میں سے تھے۔ اور اسی کے گھرانے سے مسعودی قادریہ کا فیض جاری تھا۔ اس زمانے میں
 بجا پور میں شاہ ہاشم بھی موضع غلن میں تھے۔ مشہور بجا پور اور اس کے اطراف و اطراف میں
 آتے بڑے خانوادے تھے ان میں کوہ مشہور گنڈوں کا مشہور نگر آج ہے۔ کم و بیش یہی حال سلطنت
 گونگنڈا کا تھا۔ حضرت بابا شرف الدین دکنی پرسلوں کے قبضے سے بہت پہلے ہی یہاں تک
 ایک پہاڑی پر آگامت گریں ہو گئے تھے۔ حضرت سید میراں جہاں پوری حضرت لوت انجی
 کی اولاد سے تھے اور اہم قبیلہ کے زمانے میں گونگنڈا سے اور مسعودی قادریہ کے پورے
 برکات سے اس سلطنت کو مال کیا۔ جندو فادان کی اولاد سے ایک بزرگ شاہ
 اور جلالی شہزادہ تکیب شاہ کے جد میں یہ زمانہ آباد ہے۔ آخری تکیب شاہی فرمانروا
 جہاں شاہ اسی کا مورث تھا۔ حضرت امین الدین علی اچلی کے عزیز میراں جی جہاں سے ہی گونگنڈا
 میں جندو فادان سلطنت کا فیض جاری تھا۔ حضرت امین کے مورث حضرت سید جہاں شہزادہ المعروف
 برید میراں حسین (السنہ ۱۱۱۵ھ) سے کاوریہ اور چشتیہ دونوں سلطنتیں جاری تھیں
 بجا پور کی طرف گونگنڈا میں بھی اور یہاں تک بکثرت موجود تھے اور خانواریں کے ساتھ رشد و ہدایت
 کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ انھیں بزرگائی دینا کہ وہ سے دکنی میں دین کی اشاعت ہوئی
 ان بزرگوں نے یہاں دربار حضرت کے مسائل و تفسیر بیان کرنے پر حضرت کی چنانچہ صدیقین
 گورنر کے بعد دست بردار ہوئے تھے کہ جو دکنی نظم و نسق کے رسی کی ہم تکیب پر پڑے ہیں ان کی
 تہذیب بھی یہاں تک پہنچتی ہے۔ اس کو فرسہ میں بکثرت و ساری تہذیبی کے اسرار

ب۔ تراجم و تفایر

۱۔ پارہ اتم بیتا لون

قرآن شریف کے سب سے قدیم ترجمے کا جس کا نام بڑا مشکل کام ہے۔ مولیٰ جلالی نے قدیم اردو ترجمہ میں سے سورہ یوسف کے گزرائی اردو میں ترجمے کو سب سے دنیا وہ قدیم ترجمہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اس ترجمہ کی سب سے پرانی کتاب بریلے دستخط ہو گیا ہے وہ پرانی گزرائی دہائی میں ہے۔ انگریزوں کی یہ اولیٰ دلائل سے ثابت ہے اس لئے مفت اور سہولت کا یہ پھانسا غیر ممکن ہے۔ البتہ دہائی کے وسط سے اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری صدی کے اخیر میں یا گیارہویں صدی کے ابتدائی کا تالیف ہے کیونکہ اس کی زبان "یوسف دینا" کی زبان سے کہ وہ بھی گزرائی اردو میں ہے بیت پرانی ہے۔ چنانچہ یوسف دینا "سنہ ۱۱۱۰" میں لکھی گئی اور یہ بیتا اسی سے پہلے کا ہے۔ یہ سنیہ یوسف کی تیسرے ہیں اس کا کتاب نظم میں ہے۔ اور یہ نثر میں۔ ظاہر ہے تعلیم کا دنیا زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اس میں پرانے کے مطابق ہے۔ اور نثر اس کے مطابق میں سہیل ہوتا ہے۔ اگر یہ یہ تیسرا مادہ دہائی میں لکھی گئی ہے اور باطل بولی پالی کی زبان ہے۔ مگر اس ترجمے کے مدائن کے ضلع سے مولیٰ صاحب نے مدد حاصل باجی ملی ہیں۔ پہلے ترجمہ دہائی کی بنیاد پر اس ترجمے کو دوسری صدی کے اخیر یا گیارہویں صدی کی تالیف قرار دیتے ہیں اور دہائی کی بنیاد پر مدائن

کی تینوں کے لئے ۱۱۰۹ میں کی یوسف زینا کی دہان سے سن پتے میں اور بکتے ہیں کہ اسی کی
یوسف زینا سن ۱۱۰۹ء میں کھلی گئی اور یہ جیتا اس سے پہلے کی دہان ہے۔ اگر دہان کی
بنیاد پر یہ قیاس کیا جائے کہ یہ اسی کی یوسف زینا سن ۱۱۰۹ء سے پہلے کی ہے تو یہ پہلی تو
آدم کا ایسا دم نہیں ہو سکتا۔ چھٹی کی دہان میں ایک دھات کو دوسرے دھات پر مقدم قرار دیا
جاتا ہے تو یہ قدیم صدی دیر سے صدی کی نہیں ہوتی۔ ۱۱۰۹ء سے پہلے کے سنی گیارہویں صدی
کے نصف آخر کا زمانہ ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں کہ مولیٰ صاحب نے اسی حکیم کو دوسری صدی کے
آخر یا گیارہویں صدی کے آغاز تک یکے پہنچا دیا۔ مگر جو خط وہ سورہ یوسف کے ترجمے کی
دہان اور اسی کی یوسف زینا سن ۱۱۰۹ء کی دہان کے تقابلی مطالعے سے یہ ثابت ہوتا
ہے کہ سورہ یوسف کی دہان جیسا کہ مولیٰ صاحب نے اسے نام لگے ہے یوسف زینا کی دہان
سے قدیم ہے اس جیسا زمانہ کے تعلق سے مولیٰ صاحب کی ذہنی دہانی کو غور کرنے کے
مولیٰ صاحب کی کتب سے دال کی بنیاد سے اس ترجمے ۱۱۰۹ء کے پہلے میں گیارہویں صدی
کے نصف آخر کا دور قرار دیا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے بعد جب ہم دیر نظر ترجمہ -
"پارہم چن کوں" کی طرف رجوع کرتے ہیں تو مولیٰ صاحب کی ایک اور غلط دہانی
سے بے آفاق ہے۔ سورہ یوسف کے ترجمے کے پہلے میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ سب سے پرانی
کتاب ہے۔ جو انیس و سیلاب ہر زمانہ ہے اور دیر نظر ترجمے کا زمانہ ان کی دوسری صدی
ہجری قرار دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ یہ قدیم ترین ترجمہ ہے۔ جو انیس و سیلاب ہر زمانہ
کا ہے مگر یہی سب سے زیادہ قدیم ترجمہ ہو سکتا ہے۔ جو مولیٰ صاحب نے لکھا ہے اگرچہ اس کے
زمانہ کے تعلق سے مولیٰ صاحب کا پس کے زیادہ دقیق نہیں ہے اس لئے کہ مولیٰ
دوسری قدیم شری "نور ہار" کا سن تیسف ۹۰۹ ہجری ہے اگر اس ترجمے کو اس کی

دوسری صدی کا ترجمہ منظور کریں تو یہ کہیں پڑ جائے کہ مثنوی دوسراہ کی تصنیف اور اسی کے ترجمے کا دہدہ کم و بیش ایک ہی ہے۔ مادہ مثنوی کی زبان میں قدرستحکات آمیز ہے۔ اس قدر اس ترجمے کی زبان نہیں ہے۔ اور عربی خصوصیات میں جیسی بے قاعدگی دوسراہ میں ملتی ہے، ایسی بے قاعدگی بھی اس ترجمے میں نہیں ملتی، اس کے علاوہ یہاں ادبی جام کے رسائے کلمۃ الحقائی سے اس ترجمے کا مطالعہ کیا جائے تو خود بخود سمجھ جائے کہ یہ ترجمہ کلمۃ الحقائی کے اس پاس کے دہانے ہی سے عقل و گفت ہے۔ جام نے مثنوی صرف اہل سنیہ سے، وہ بھری جی رکھی۔ دسراہ کلمۃ الحقائی یا اس سے پہلے لکھا گیا ہو گا یا بعد میں، اس ترجمے اور کلمۃ الحقائی کے تقابلی سے بظاہر قریبی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ کلمۃ الحقائی کے بہت بعد لکھا گیا ہو گا اس لئے کہ کلمۃ الحقائی کا موضوعاً پر غور صرف ہے اور اصطلاحی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اسی لئے اس کی زبان زیادہ تکرر و تکرر کی زبان سے زیادہ مشکل ہے۔ لیکن چونکہ یہ اشکال ضمنی و محض کی وجہ سے ہے۔ اسی سے کلمۃ الحقائی کو مقدم اور اس ترجمہ کو مؤخر اور یہ بھی قریباً امتداد نہیں ہے۔ اور دونوں نثری کارناموں میں جو خصوصیت مشترک ہے وہ ان کا لای الہی و سہی الہی اور دونوں کلاموں کی قدامت پر دلالت کرتا ہے۔ دونوں کے یہاں جو جزیعہ پایا جاتا ہے حدیث جگہ پر لکھ کر لکھا ہے کہ یہ دونوں نثری کارنامے کم و بیش ایک ہی زمانے میں مرتب ہوئے ہیں اور مصنفین کو انہماقیائی کے لئے مصلحت دیا ہی کے ساتھ اپنے آپ کو کشش سے وسیع کرنے پڑے ہیں۔

جامیہ یا حقارنگہ کا خیال ہے کہ ہم جتنا لکھا کہ دیگر تکرر و تکرر ہی اور دو کا قیام قیام ترجمہ ہے۔ مولانا جلیلی نے اس سلسلے کو اول و آخر سے متعلق بنایا ہے۔ اس سلسلے کے مترجم کا نام اور سیدہ دونوں بھی تاریخی میں ہیں۔ جامیہ میں بہت سے الفاظ اور

محاورے ایسے استعمال کئے گئے ہیں جو ماہر کے دماغ کی کتابوں میں نہیں پائے جاتے
 مثلاً کانگراش ایڈیٹ کا ترجمہ کیا ہے۔ "بٹنگ سری کی جھیل کے۔ یہ جھٹ وکٹی دنیا ہی
 ۴۔ مودی بہا لئی نے اس کی ترویج اس طرح کی ہے۔

"جھیل یا جھیل جوم اور قطار کو کہتے ہیں۔ فنی میل مشال

ذرا کا ترجمہ کیا ہے۔ "پس جو کوئی کوئل کو سہ گارے

کے بہار یعنی لالی جھیل کے بہار یا ذرا و حطارے کا۔"

"وہلا" کے معنی "مگر وہ جہاں" کے ہیں۔" نے

نور جہاں کے لئے سورہ ہنتر کی پانچوں کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔ ترجمہ کے

ساقہ ساتھ کہیں کہیں مختصر تفسیر بھی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَعَنَیْمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْکُتُبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ
 مُنْفَكِیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَةُ مِنْ سَوْلِ مِنَ اللّٰہِ
 یَتَوَاصَفُوْا مُطَهَّرَةً بَیْنَهَا كُتُبٌ قَیْمَةٌ وَھَا تَفْرَقُ
 الَّذِیْنَ اَوْفَوْا بِالْاَكْثَبِ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَعْلَمُ
 الْبَیِّنَةُ وَمَا اَمْرُوْا لَا یُعْبَدُ وَاِنَّ اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہٗ
 الَّذِیْنَ حَفَظُوْا وَیَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَیُوْفُوْا زَکٰوۃَ و
 ذَٰلِكَ دِیْنُ الْقَیْمَةِ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْکُتُبِ
 وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَاسٍ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ بَیْنَهَا اُولٰٓئِكَ

هم شرا لبرية ان الذين آمنوا وعملوا الصلوات
اولئك هم خيار البرية جزاؤهم عند
ربهم حيث عدان تجوزى من تحتها الانهر
خلد من فيها ابدا من على الله عنهم ومن ضوا عنه
ذلك لمن خشي ربه .

ترجمہ :-

”انہی دو لوگوں کو کوزے کے کتاب کے دوکان نے ہر شرک کو چار یاں
نے کار سے چار سے نکلنے کوڑنے تو آئی اور ان کوئی رہنمائی جو
سو جہت ہے خدا نے پڑھا ہے میدان کوئی بر پاک ہیں جو شے نے
اوس میں کھلی تھی نیت بائیں ہر میں (کتاب ہر سے دو دوکان ہر
کوڑے کی تھی کتاب مگر رہنمائی ہر شے کے آئے پھیں نے ہر دوکان
کوئی قریش علم کی کیا تھی مگر یہ کہ جہاد کریں اللہ تعالیٰ کوئی کھلی
جہاد اوس کوں کو چار سے کوزہ کا رہی جوڑا مسہم کے رہی ہیں آکر
ہر دو کو کوزہ کریں قریش کا کوں اس کے وقت میں ہر دو کو دوویں
مال کے قریش دوکان کوں ہر دوویں نیت ہے تحقیق دو دوکان جو
کوزے کے کتاب کے دوکان نے ہر شرک کو چار یاں نے اوس کی جہاد
ہر اہل جہم کی ہنگ میں ابھیں گے قیامت کے دین میں پیش ابھیں گے
اوس اہل جہم جو دو دوکان اپنی شہرتی ہر شے دوکان چار ساری

نے غالباً اپنی رسول استقامت کیا ہے۔ اسے سیدھا راستہ (مواد مستقیم) کہ وقت کے مستقیم ہے
یہ رہیں گے نے دھا شے وہ شے بہت ہی شے ہوئے

پیدا نہیں ہیں۔ ہر ایک عمل کے خاص خدا کے واسطے دو لوگ ان لوگوں
 جو حق و باطل میں ساری پیدا نہیں ہیں۔ جو ان لوگوں کی افکے پانہاں
 کہیں ہے۔ باقی وہ ان کی جتنے ہیں ان کے عقائد کے واسطے نام و ہمیں
 کے اس بات میں ہمیشہ اچھا ہے نہ نہایت نہیں۔ مثال کے واسطے
 ان نے ہر ان عقلی ہوتے اور اس نے۔ دو عقلی اور سچ کو ہے
 جو وہ ہے اپنے پانہاں کے غضب کو۔ جہاد کر کے۔

ترجمہ کی پہلی سورت یعنی سورہ کی پہلی آیت کے ترجمہ کی صحت مشتبہ ہے۔ ترجمہ میں خوف
 رہا۔ "ہے" "ہیں" اور "ہوتے" سے مطلب میں الجھا پیدا ہو گیا ہے۔ "انہی دو لوگوں کو
 کفر کے کتاب کے لوگوں نے اور شرک کو نہاں یاں نے کہا کہ ہر ہمارے حقے کفر ہے
 تو جو ان لوگوں کو روکنا ہے۔" "ہماری کاذبیں قرآن کے نسخہ ایک آسانی کے ساتھ نہیں
 پہنچیں۔ بلکہ خدا مطلب کہنے کا بھی امکان ہے کیونکہ دینی ترجمہ کی جہاد کے واسطے عقل کفر
 کا فعل "وہ لوگ" اور "مصلحت" "اہل کتاب" "ہو جائے گا۔" یہی صورت میں قرآن کا اصل
 مطلب فہم ہو جائے۔ قرآن میں قبل نبوت خبر یہ جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں
 سے تھے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے کفر سے ہرگز باز آنے والے نہ تھے۔ جب
 ایک لوگ کے پاس واضح دلیل آتی۔ پہلے کی آیت "اینا الذین انکفروا ہم
 اهل الکتاب والمشکورکین فی نار جہنم خالداً فیہا۔" کا
 ترجمہ بھی اسی کیفیت سے کیا ہے۔ "تینوں دو لوگوں کو کفر کے" "اہل کتاب نے ہر
 شرک کو نہاں یاں ہے اور اس کی جہاد میں جہنم کی آگ میں ہمیں گے۔"

ترجمے میں ایسے مرکب افعال بھی ہیں اور اسم کے ساتھ بطور امر اور فعل کے
 استعمال ہوئے ہیں مثلاً کفر کو "انذکریٰ کو نادیفر" ترجمہ میں موزوں افعال کا انتخاب
 بھی نہیں۔ مگر ترجمہ کر دیا گیا ہے مثلاً موصول من اللہ "لیعلموا الصلوۃ" "بجب
 نہ دے" "کہہ دے" "ہر ملک کے فرائض دانی"

وامام ہے۔ مانتے ٹکڑی کوئی فرض نماز کوں۔ بروایت کے تہیہ میں خلائی
 کے لئے مکتوبہ انکس مستقل کیا ہے۔ (۱) خیرا لبعوبیہ (بہر حق خوب وہاں ہیں
 ساری یہ انکس میں) "جائے" مکتب قیعة "کا ترجمہ بیش بات یہی سیدہ عمارت
 کیوں کوئی گی۔" معنوں میں "یا اور بھی صحت ترجمہ" درست معنی میں "اس وقت
 بھی ہو سکتا تھا۔ ومانتوں کا ترجمہ "اور نہیں مرقا ہر سے" میں "مقتوی" کی
 یکساں اس زمانے میں بھی "پھوٹ" کا مانتا مستقل کیا جاسکتا تھا۔ ذرا غلطی ہو کر دیا
 ہے اس کا ایک اچھا پھوہ ہے کہ ترجمہ امداد کے عاودے کے مطابق ہی ہے اور قرآن کے
 قریب ہی۔

الان لا کلاما اس زمانے کے مانتے کے مطابق ہے مانتا غشال (لوٹش مال) پڑتا (پڑھتا)
 وقت ادھت (پچا ایچ) ہند (دھن) مانتا (منج) مانتا
 ترجمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے عربی صرف و الفا کا دیا وہ خیال رکھا ہے۔
 سورتہ کی آیتوں میں مبتدا "ہنر" فعل "فاعلی" اور مفعول میں جس مقام پر چنا اسی قریب سے
 ترجمہ میں اور وہاں غار کے گئے ہیں۔ مگر اس کے کہ ترجمے میں کیس کیس فقرہ غیر ہونے کی وجہ سے
 انشاء میں اختلاف ہو گیا ہے۔ "تبعید وانشاء" میں انشاء مفعول ہے اور "مکون" علامت
 مفعول میں باقی رہی۔ "مستبدت کوئی انشاء کوئی" "وقت ربطہ" کی "کے یکساں
 علامت مفعول "کوئی" سے کام لیا ہے۔ اسی طرح ذلت لعلن خشیی الربہ کا ترجمہ کیا
 ہے "وہ خشیی کو چاہے جو ڈرتا ہے" اپنے پانہار کے مذہب کوں "یہاں فعل خشیی کا
 مفعول "رب" ہے اور امداد میں علامت مفعول "مکون" سے "دو ذن ہیں اور ان کا
 استقلال محدودیت سے برعکس بلکہ دیکھ مترجم نے ترجمہ موقع و فعل کے لحاظ سے محدود

سورہ یوسف

سورہ یوسف کا زیرِ تکرر ترجمہ و تفسیر پائی بگرائی اور وہ میں ہے۔ یہ مسنونہ تفسیر الاولیٰ اور تافس احسنہ ہونے کی وجہ سے مولوی عبدالحق اس کے مترجم و مترک کے نام اور سند تکمیل کا پتہ نہ چلا سکے بلکہ دباؤ کے لحاظ سے وہ ایک طرف تو اس کو دسویں صدی ہجری کے اواخر یا گیارہویں صدی کے اوائل کی تائیف قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اس کو ایس کی۔ "یوسف زینحار" (سند ۱۱۰۹) سے ہیبت پچھلے کی جاتے ہیں۔ یقیناً سند کے اس اختلافِ بیان پر اس سے پچھلے بحث کی جا چکی ہے اس کی روشنی میں اس کو گیارہویں صدی ہجری کے نصفِ آخر کی تائیف قرار دیا جاسکتا ہے۔

مولوی صاحب نے قدیم اردو میں سورہ یوسف کے توبے و تفسیر کے ایک دو نمونے دئے ہیں مگر بھی آیتوں کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے انھیں کی تفسیر کا نمونہ دیا جاتا تو مناسب تھا اس سے صاحبِ تفسیر کے توبے اور تفسیر دونوں کے تقابلی مطالعے میں بہت برکتی تھی اس لئے کہ اکثر مغربیوں سے قرآنِ مجید کی آیتوں کے ترجمے میں لغزشیں برجاتی ہے (۱) وہ تفسیریں سمجھل جاتے ہیں۔ اس طرح توبے میں ایسے جو کچھ کا اثر ملتا ہے۔ توبے اور تفسیر کے لئے لکھے گئے وہ ایک دونوں کے انداز سے قیاسی ہوتا ہے کہ صاحبِ تفسیر نے ترجمہ و تفسیر دونوں کو علاوہ علاوہ دکھا ہے۔ پہلے توبے کی عبارت ہے اور اس کے بعد تفسیر بیان کیا ہے۔ عبارت کے نمونے اگرچہ مفرد نہ لکھے ہیں تاہم ان سے مترجم کی زبان دریاں

کے بارے میں اسے کام کی جا سکتی ہے۔

قال رب السجن احب الی مما یبدھوننی الیہ
والا تصوف عنی کیدھن احب الیھن واکف
عن الجاہلین۔

ترجمہ۔ "میں نے کہا اے بار خدا! یہاں تک کہ میں کوئی دوسرا جگہ نہ دھرتا ہوں اس کام
میں کہ مجھے کام بننے اے فرماتی ہے افسے اگر تو اپنے انھوں کی مکرہوں
میں سے بڑے بڑے تو ہوں دھرتا ہوں کہ ہوں بھی انھوں کی بات پر
غافل کروں ان کے گناہوں سے بڑوں؟"

مترجم نے یہ دعویٰ کیا کہ "اے فرماتی ہے" کیا ہے یہی فعل کا بعض
واحد موصف غائب ترجمہ کیا ہے۔ حالانکہ "یہ دعویٰ" قرآن مجید میں اس مقام پر جمع
موصف غائب کا میز ہے۔ اگرچہ ناقصہ اولیٰ کی وجہ سے جمع ترک غائب کا میز بھی یہی ہوتا
ہے تاہم آگے "کیدھن" اور "الیہن" میں چونکہ میز متصل جمع موصف غائب
ہے نیز متنی بھی جمع موصف غائب پر دلالت کرتا ہے اس لئے ترجمہ بھی بعض جمع موصف غائب
ہونا چاہئے تھا۔ مترجم نے فعل پر غور کا میز واحد موصف غائب ترجمہ کیا ہے قرآنی صورت
میں داخل صرف دین کی جاتی تھی۔ اہد آیت میں نیز جمع موصف غائب ہے۔ مترجم کی طرف
سے اس کی تاویل اس طرح کی جا سکتی ہے کہ قرین دین کی طرف سے حضرت دوست کو
کہنا کہ دین کا کہا ماننے پر تیار کرنا چاہتی تھیں اس سے اصل اسم دین کو ہی تسلیم کر لے گا
ترجمے میں داخل واحد موصف ہی دکھائی ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ وہ عربی بظاہر زبان
سے دین کی سند پیش کر رہی تھیں مگر ہر ایک کا دل بہت کو اپنی طرف کھینچ چاہتا تھا۔

یہاں سے قید خداداد سے درست لکھ سے لے اور لکھ جہاں سے تمام

اس لئے مترجم کو اب اپنی طرف سے کسی قسم کی تاویل کے بغیر جو وہ آیت کا ترجمہ دے سوٹ کے بیٹے ہی سے کرنا چاہئے تھا۔

عرب علم و فن کے حلقے غور قرآنی اعلیٰ کے ترجمے میں سبوں اعلیٰ کا انتخاب بھی نہیں کیا گیا تھا یہ تو ان کا ترجمہ دینی مترجم نے "وہ فرماتی ہے" کیا ہے حالانکہ "فرمانا" اللہ "بلانا" کے معنی و مفہوم میں ہیں فرق ہے۔ اسی طرح "انا نعرف معنی" کا ترجمہ "اگر توں مجھے پتا نہ ہو" کئے "یہ بھی ہے" کئی کے مکر سے پتا دیا گیا تھا اس وقت کہ مترجم کو جب کہ وہ اپنی مکر و فریب میں مبتلا نہ ہو اور اعلیٰ اور دیگر مبتلا نہ ہونے سے پہلے اس سے پہلے رہنے کی دعا اور اصل الہ کی پناہ میں رہنے کی دعا ہے، لیکن جب کئی پر مکر و فریب کا جال پھینکا جائے گا تو اس میں سے بچ و سلامت نہ نکلتے کی دعا کی جاتی ہے یہی مفہوم "انا نعرف معنی" کا ہے یہی اگر قرآن سے ان طور توں کے مکر و فریب کو دفع نہ کرے تو.....

مترجم نے "ابا یلین" کا ترجمہ "گئے گا دوں" کیا ہے۔ یہ ترجمہ عام اردو میں مفہوم میں "ابا یلین" کے مفہوم کو ادا کر دیتا ہے لیکن "ابا یلین" کا صحیح ترجمہ عربوں اور ان کے حکمرانوں ہے۔ مترجم اعلیٰ کا ترجمہ کرنے کے یہاں سے قرآن ہی کا اعلیٰ جاچوں اس سوال کو اس ترجمہ پر اس نے کو یہ اعلیٰ اردو میں ایسا مفہوم دیا ہے اور عربی جمع جملوں اللہ اللہ اللہ اللہ جمع جملوں میں صرف اعلیٰ کا فرق ہے۔

اذھوا بقمیصی ہذا انا لقوا علی وجہ ابی یات بصیراً
واتوفی باھلکم اجمعین۔

ترجمہ۔ "یوسف نے کہا ہے جاؤ میرا پر ابی! اے اللہ! باپ کے منہ پر چھوڑ دو یہ لکھنے والوں کے۔ اپنے بچے کے (نام) میں نے کم کوں بیڑا نے (اللہ) میرے نزدیک (۱۵۱)۔"

یہ پتھر "قیس"ی ہذا "میرا یہ کرد کی طرف راجح ہے۔ اس کے علاوہ تہجے میں "ابی" کی پائے ختم کا بھی خیال نہ رکھا۔ "میرے باپ" کی پائے حرف لغتاً "باپ" تھو دیکھ اس طرف اب ترجمہ ہو گا۔ "اور میرے امی و قیس" کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو؟ "بیات بصیحا؟" کے تہجے میں اختلاف ہے۔ بعض نے "بیات" کے معنی "بھیر" لے لیے، امی صحت میں ترجمہ ہو گا۔ "میرا یہ کرد میرے والد کے چہرے پر ڈال دو تو وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے۔" یعنی بعد ازاں آجائے گی۔ پنا پنا ڈائی تہجہ لہجہ لہجہ اس انداز کا ترجمہ کیا ہے۔

"تو میرا یہ کرد لے جاؤ اور اس کو والد صاحب کے من پر ڈال دو کہ
دیکھنے لگیں گے۔"

مولانا جہاں آبادی نے بھی امی صاحب کا ترجمہ کیا ہے۔

"میرے امی پر ہی کو لے جاؤ اور اس کو میرے والد کے چہرے پر
ڈال دو ان کی آنکھیں روشنی ہو جائیں گی۔"

مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی "ان کی آنکھیں روشنی ہو جائیں گی" ترجمہ کیا ہے اور
دیکھی مترجم نے بھی اس مہنوم کا ترجمہ کیا ہے۔

"لے جاؤ میرا قیصر اپنی اپنے باپ کے من پر چھوڑ دو تو دیکھنے ہو دیں گے۔"
معاذ رکھ رکھتے اسے میں "بیات بصیحا؟" میں غلط بات کی کا قائل حضرت یوسف
کے والد ہیں اور "بصیحا؟" قائل کی حالت چاہے اس طرف یہ اسم عاید ہو گا۔
اور اس جو روایت کا ترجمہ یوں ہو گا۔

"اسی اگر کہ کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دو وہ دیکھوں گے، دیکھتے
ہوئے (میرے پاس) چلے آئیں گے اور اپنے (باقی) گھر والوں کو (بھی)
سب کو میرے پاس لے آؤ۔"

جس کو کہتا ہے۔ اے کہ جس میں اس میں کوئی برکت نہ ہو۔ انہیں
 تو نہیں جب اے صحت ان ملک میں کیا کہ اسے باہر
 تھوڑی کمی سے ملے گا یہاں سے ہوئی یہاں سے ہوں
 ہنگاموں (اولاد) سے ہوئی۔ اے دو چار یہ چاروں کو
 بیچ بھاگی سے کوئی کہتا ہے۔ اے اس پاس کمی پاس نہیں کہ آتا
 ہے یہ چارے انہوں نے کیا کہ ہر ایک کی برکت اس کے لیے تھی
 لیکن اسے قبول نہیں کرتا اے اسے پارہ ہر ایک کو
 چاہے اسے بھی یہی ہیں انہوں کا بھی کچھ قبول نہیں کرتا۔ اے
 انہوں کا بول بھی نہیں سنتے۔

تفسیر کی زبان سادہ اور بول چال کی ہے تاہم قریب اتفاق استعمال کئے ہیں اور پرانی
 ترکیبیں بھی مستعار ہیں۔ مثلاً "خدا کا ذکر کرنا" جس کو "بول سنتا دینا"۔ جس کا اتفاق
 کے کثرت سے استعمال کی وجہ سے موری بدلتی گئی ہے کہ یہ بگڑتی اور ہے اور
 مزہم بگڑت کارہے والا تھا۔ موری صاحب نے اپنے محزون میں اس تفسیر کے پتہ بگڑتی
 دیکھ محزون کے ساتھ مثالی کے طور پر بھی لکھے ہیں مثلاً "اے اور ابھی اسے" "یہاں ایک
 (تھوڑا) میں (اب) ہوں (جس) ڈوس (پڑھیا) جن ادبیاں (ابر) دھرت (ا)
 دینا۔

حال مطلق "پوچھتا ہے" بالکل نیا ہے۔ "اے سے پہلے" "ی" کا اضافہ صرف ماضی
 مطلق میں ہی جاتا تھا یہاں حال مطلق میں "ی" کے اضافہ کی کوئی وجہ نہ تھی۔
 اس تفسیر عبارت میں جہاں کہیں قاضی کے ذکر کے ساتھ فعل ماضی مطلق استعمال ہوا ہے
 وہاں معز نے "نے" کا بالآخر استعمال کیا ہے اور میاری اردو کے قاعدے کے
 مطابق کیا ہے۔ "جدید اور نئے کیا" "ملک میں کیا" انہوں نے کیا اسی ترجمہ کے

نمود میں بھی "یوسف نے کیا" لکھا ہے۔ دیکھیں یہاں اول تو "نے" کا استعمال ہی نہیں کیا جاتا اور جہاں کہیں استعمال کیا جاتا ہے تو بالکل بے جا لگتی ہے۔ حیرت ہے کہ مترجم نے "نے" کا استعمال انضمام کے ساتھ کیا ہے اور نہایت درست کیا ہے۔ اگر ترجمہ دشیز کا پورا مقنا یا کم از کم چند صفحات پریش نظر کرتے تو کوئی قطعی رائے قائم کی جاسکتی۔ اور اس ابتدائی صرفی خصوصیت کی سبب بانی توضیح کے لئے کوئی راہ نکلی آتی۔

۳۔ فقیر حسینی :

مولوی عبدالحی صاحب نے قدیم اردو میں قرآنی پیر کے ترجموں کے سلسلے میں ۔
 "فقیر حسینی" کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اس کے مترجم یا معسر کا نام مولوی صاحب کو بھی معلوم
 نہ ہو سکا ۔ لکھا ہے ۔

"فقیر حسینی کا ترجمہ بھی کئی صاحب نے اپنی دلچسپی میں کیا ہے ۔ یہ فقیر
 بہت جتول ہے اس کے متعدد ترجمے دلچسپی دہاؤ میں ہوئے ہیں ۔ میرے
 سامنے اس وقت پارہ ظم کی فقیر کا ترجمہ موجود ہے ۔ اس کی زبان پرانی
 ہے ۔ آخر میں کاتب نے دلنا وقت جاری کیا اور ترجمہ وقت عصر دو ماہ
 مولوی الاحسنہ لکھی ہے مگر نہیں لکھا ۔ چند آیتوں کا ترجمہ یہاں لکھا
 جاتا ہے ۔ ترجمے کے ساتھ ساتھ فقیری جملے بھی ہیں ۔"

مولوی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ کس بار پر اس کو فقیر حسینی کا ترجمہ
 قرار دیا ہے ۔ غور فقیر حسینی فارسی دہاؤ میں ہے ۔ اس کے ترجمے کی تصدیق کے لئے اصل
 فقیر حسینی سے اس کا مقابلہ ضرور کیا تھا ۔ لیکن مولوی صاحب نے تقابلی مطالعہ نہیں کیا ۔
 ہو سکتا ہے کہ "حسینی" مترجم کا نام یا جزو نام ہو اور مولوی صاحب نے جس فقیر کا قرار
 دیا ہے وہ کوئی اور فقیر حسینی ہو تو جتول مولوی صاحب "بہت جتول ہوگی اور جس کے متعدد
 ترجمے دلچسپی دہاؤ میں ہوئے ہوں گے لیکن یہاں ایک کا بھی قرار نہیں دیا گیا ۔ صرف یہ لکھتے کہ
 میرے سامنے اس وقت پارہ ظم کی فقیر کا ترجمہ موجود ہے ۔"

ترجمہ و تفسیر کاغذہ درج ذیل ہے :-

”اے مومن! میں نے تم کو کس چیز سے پرہیز کرنے میں اور کاد میں یعنی کئی کافرانہ یعنی
 بہت سے پوپختے ہیں آپس میں آئے یا رسول کو نہ ہر مومن کو نہ
 اے انصار! تعلیم بزرگ جرتے (الذی هو فیہ مختلفون)
 ایسی چیز کہ ان میں اختلاف کو چاہے جہاں (کلام معلومون)
 یوں نہیں پوپختے کہ ان کو کسے قہقہے کو کہیں گے اور لوگوں پر
 ڈرانے کا وہ ہے (شعر کلام معلومون) کہیں یوں نہیں پوپختا
 ہے قہقہے کو کہیں اور نہ دوبار یا ایسے تاکید کے واسطے
 ہر ”شعر“ مومن یا تابعی کو چاہے کہ دوسرا وعدہ بہت سخت
 ہے اور پہلے بڑے بیٹا کو جو کاپڑنے وقت دوسرا مگو گزشتہ جو
 دیکھا کہ ہے۔ یہ ذکر کہ چاہے کھڑیاں باتان کوئی جو دیکھتے ہیں اور خدا
 کے جانب صفت ہے یا اور کوئی سمجھنے کے واسطے اس کی کمال قہقہے
 پر دلیل پڑیا اس سے بہت کے درست ہونے پر (والجبال اوقاداً)
 جو ان کے مانی آیا نہیں گئے ہیں ڈونگرائی کوں میں کیاں کیاں یوں
 نہ ہوتے تو میں اور خلقت کما انرا جٹا) ہر کیا نہیں بہد اکٹھے ہیں
 تمناں جوڑی جوڑی مرد و عورت اور جعلت انو منکو مسبباتا) ہر کیا
 نہیں بہد اکٹھے ہیں تمناں کے سونے کوں تو نہ دیکھنے نے ہر پہنے سے
 تمناں دست ہر آسودہ ہونے کے واسطے (وجعلنا اللیل لباساً)
 ہر کیا نہیں بہد اکٹھے ہیں رات کو لباس آٹا۔ اور نہ یہ عینا ہے اپنے

لے پہلا یہ گوارا ہے یوں کہ پہاڑوں سے بہتا ہے وہاں

انہ ہمارے سون جو ٹوکے کراڑا حاکم ہے اپنے انگ کوں اور جعدنا
 انہماں معاشاں جو رکیا نہیں کے نہیں کوں زندگانی بدلی
 تا طلب کریں تیں زندگانی سپا ٹو جو ٹو کھا چہینا کراڑا و بیننا
 فو ٹکھو مسبقا شیدا اداں جو رکیا نہیں بنا کیا کے نہیں تارے
 اوپر سات آسلاں گھٹ کو نہیں پروریاں ہو جیاں تھی دمانے
 جاسے سون۔"

مولوی صاحب نے اپنی رائے قلمبند کرنے سے پہلے اگر اصل تفسیر حسینی (فارسی) کے
 اوراق اٹنے والے ہوتے تو صاف یہ پل جاتا کہ ذیل تفسیر اس کا ترجمہ نہیں ہے۔ دکنی تفسیر میں
 آیات کی ترتیب و تفسیم کی ذہنیت فارسی تفسیر سے جدا ہے۔ اٹا خانہ معانی احمد دلیب
 کے اعتبار سے بھی جگہ جگہ نمایاں فرق ہے۔ اس کے علاوہ فارسی تفسیر میں بعض مقامات
 پر تفسیر تفصیل سے کی گئی ہے جو دکنی تفسیر میں نہیں۔ حدود اعتبار کی وجہ فارسی تفسیر میں۔
 بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد اس دوا کی گئی ہے۔

"چون حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت اشکارا کر دو قرآن
 بر خلق خواندن بردن قیامت بسم فرمود کھار دو دعوت آنحضرت و
 زوال قرآن و دور بعثت اختلاف کردند و از ان یکدیگر را بی رسیدند
 یا از پیغمبر و معانی پرستی یا از نہ چنان پرا حق تعالی فرمودم بنیاد الی..."

لے دوا یہ معاشاں کے واسطے ہی قلم بند
 نے تفسیر حسینی و تفسیر داتا گائیکو۔ کتاب کے آفرینا سزا کے ضوابط کھدے۔ "دشیر خدائی دشت سزا
 نمود و تفسیر و دہشتا نہ بجایت رسید و نہایت ابجا یہ تفسیر کتاب۔" خطوط (۱۵۶۱) میں "سزا
 نمود و تفسیر و دہشتا نہ بجایت رسید" کھدے خطوط (۱۵۶۱) میں "سزا نمود و تفسیر"۔ "دفعہ
 فراموش سزا بسم و تفسیر دوا کی یاد ہو۔" اس فراموش سزا میں اختلاف ہے۔

یہ جہالت دکنی تفسیر میں نہیں پائی جاتی۔ جو سکتا ہے کہ رسولی صاحب نے اپنے مضمون میں اس سے کوئی وجہ سے ٹکراؤ نہ کر دیا ہو اس کی کوئی عقلی وجہ کچھ میں نہیں آتی۔ اباد جو اس کے بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں ادولان ترجموں میں جن فرق پایا جاتا ہے۔ دکنی ترجمہ پر تفتہ و جفرہ کے سلسلے میں جسہ جسہ تار کی ترجمہ کی جہالت بھی نقل کی جائے گی۔

دیگر ٹکراؤ پر الٹی دکنی میں ہے۔ جسے کے ساتھ ساتھ تفسیری جیسے بھی ہیں۔ ترجمے سے دکنی مترجم کی غلط فہمی کا ثبوت ملتا ہے۔ علم مینا رسولی کا ترجمہ و تفسیر جلد ہے۔

”کس چیز نے پوچھے ہیں اور کافر ان میں کئی کا ترجمہ یعنی بیٹھتے پوچھتے ہیں آپس میں اسے یا رسولی کوئی بد مومنوں کوں۔“ ”نئے“

اور ”کوئی“ دونوں حرف رہتا ہیں لیکن یہاں مترجم نے دونوں کے استعمال کی نزاکت کو ملحوظ رکھا ہے وہ قابلِ داد ہے۔ بیٹھ سے مراد چیست ہے اور ”نئے“ عربی کے حرف جار ”میں“ کے مصنف ہیں اور یہاں ”بارے میں“ یا ”مخلوق“ کے معنی آ رہے ہیں۔ ”رسول کوں“ اور ”مومنوں کوں“ ہیں۔ ”نئے“ کے معنی ہیں ہے یعنی رسول اور مومنوں سے وہ کافر پوچھتے ہیں یہاں دکنی مترجم ”رسول“ اور ”مومنوں“ کے ساتھ حرف رہا ”نئے“ لکھنا یعنی ”رسول نے“ اور ”مومنوں نے“ تو مطلب قرآن کے نسخا کے خلاف ہو جاتا۔ بھی جہاں کو کافر آپس میں بیٹھتی چیست رسول اور مومنوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اس قسم کی غلط فہمی سے قاری کو بچانے کی خاطر مترجم نے ”رسول“ اور ”مومنوں“ کے بعد حرف رہا ”کوں“ استعمال کیا ہے۔ تفسیر حسین کا قاری جہالت حرف اسی قدر ہے ”علم مینا رسولی“

از چہ بیرونی پر سہ کافرانی

مطلقاً اور منکر بودند وہی گفتہ اچای الا میا تئا الیہ یاد کرو گی شکی
داشتند و در وقوع و نہ وقوع آن بلی ہم فی شک نہا۔

”و خلقنا کسرا ن واجبا“ کا ترجمہ آسان اور سیدھا سا اردو ہے۔ دو پار

مستند مشاہیر کے قریبے نزدیک وہی ذیلی ہیں۔

”اور یہ کیا ہم نے تم کو جوڑا اور جدا کر دیا اور تم نے اپنی اور ہم پر پیدا ہوئی ہے۔“

”اور اس کے علاوہ ہم نے تم کو جوڑا جوڑا اپنی مردودت پر پیدا کیا۔“

”اور تم کو جابا ہم نے جوڑے جوڑے کیے۔“

”ہم نے تم کو جوڑا جوڑا اپنی مردودت پر بنایا۔“

”اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پر پیدا کیا۔“

نیز ذیل تفسیر میں ترجمہ استعمال اور معنی نقل کیا گیا ہے۔

”مرد کیا نہیں پیدا کئے ہیں تمہارا جوڑی جوڑی مردودت۔“

دکنی ترجمے سے قبل تفسیر میں بالمشاہیر کے پاس استعمال اور مفاد معنی کا نقل صرف

”الہو نجعل الارض مطلقاً والعباد اوتاداً“ تک ہے۔ اس کے بعد اس کے بعد

کی آیت ”خلقنا کسرا ن واجبا“ سے بموجب اختلاف قرآنی نقل ماضی بیضی وضع شکم ترجمہ

کیا گیا ہے یعنی استعمال اور معنی نقل کا اثر ماہر آیتوں کے ترجموں میں پایا نہیں جاتا لیکن

دکنی ترجمے میں استعمال اور معنی نقل کا سلسلہ آگے کی آیتوں میں ماضی کے قیام میں حکم ماضی

کے ساتھ دکھایا گیا ہے جس سے بظاہر ترجمے کی نقلی علوم ہوتی ہے لیکن تفسیر غرض المصاحف

دکنی ترجمے کی محنت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ لکھا ہے۔

۱۔ مروج القرآن، مشاہیر المفسرین، ج ۱، دبی، دار الفکر، ۱۹۸۵ء۔

۲۔ مولیٰ اشرف علی شاہ ذی۔ ۳۔ تفسیر غرض المصاحف، علامہ مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ العالی۔

”وخلقکم معطوف علی الضامع المتنی داخل
فی حکمہ“ نے

ناری تیسری میں بھی اسی انداز کا ترجمہ ہے :-

”وخلقکم“ دنیا فریاد ایم شمارا انداز جاہر گوئے زود مار دتا
فل باثباتی ماند بافتن کردہ ایم گوئے گزیرا دسیند و دریاں کوئے
خوب دشت۔“

دکھی تربتے میں ”ان واجبا“ جوڑے کی تیسری مرد و عورت کے علاوہ طرار طرار
کے اشکال و ادوار کے جوڑوں کی وضاحت نہیں ہے۔

”وجعلنا قومکم سمیاناً“ کا دگنی ترجمہ بھی عام ترجموں سے جدا انداز
کا ہے۔

”مہر کی نہیں پیدا کیے ہیں تارے سونے کوں توڑنا دیکھنے نے عہد ہٹنے
سے تیرا امت عہد آسودہ ہونے کے واسطے۔“

ڈپٹی ڈیر احمد نے اس کا ترجمہ اسی طرز کیا ہے۔ ”اور ہم کیسے تمہاری نیند کو
اگر برباد راست بنایا۔“

مولانا اشرف علی تھانی کے پاس بھی اسی انداز کا ترجمہ ہے۔ ”اور ہم کیسے تمہارا
سونا کو راست کی چیز بنایا۔“ تیسری میں ہے۔ ”اور تمہاری نیند کو آرام بنادیا۔“
شیخ الحدیث مولانا محمد حسن دیوبندی کے پاس اس کا ترجمہ یوں ہے۔ ”اور بنایا نیند کو
تمہاری تھکان کو رخ کوئے کے لئے۔“ سب کے پاس جو بغیر ہے اور دگنی ترجمہ میں جو
انتہائی ہے دینر بھوں نے ”سبھا“ کے مراد میں تھی راحت و آرام جیسے الفاظ لائے ہیں

عقیدہ ”المان بدھنم“ ص ۲۰

لیکن دکنی مزیم نے جتنی سمجھی اور اس کے حاصل معنی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ ”ہو گیا نہیں پیدا
کے ہیں تمہارے سونے کوں تو زیادہ دیکھتے تے ہوہ بٹے سے تمہارا دست ہوہ آسودہ ہوہ بٹے
واسے۔“ تفسیر فتح المانی میں ”سبب“ کے تعلق سے لکھا ہے۔

”قال الزوجاج السبب ان یقطع عن الحركة

والروح فی بدنه حاصل المعنی الراحة جعلنا

نومکم راحة فکم“

فارسی تفسیر حبیبی میں ”سبب“ کی تشریح تو ہے لیکن ”جعلنا“ کو دکنی مزیم کی
طرح ”سبب علی اعتبار التعلق“ کے حکم میں نہیں داخل رکھا گیا۔ ”وجہنا دگر دایندہ
ایم دکم“ غلط شمار اسبب راست تھا شامی یعنی غائب قطع میں دو حرکت کنہ جاقوی حیرانی
نہر آسیدہ دایندہ کی مثبت لانا دیر ٹھوڑ۔ ”دکنی مزیم کے نام اور سند ترجمہ کی تحقیق نہ ہو سکی
زبان دکنی ہے۔ ترجمہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت حرف دبلا ”تے“ اور ”سے“ دونوں
مستعمل تھے۔ اسم کی برج افع فون لگا کر جانی بھاتی تھی۔ اسم جمع کے ساتھ صفت صدفی
غیر میں ہوتی۔ تو اس کی بھی برج افع فون لگا کر جاتے تھے۔ مثلاً ”تھوڑیاں باتاں“ اس
طرح صفت کے برج ہونے کی صورت میں حرف اضافت بھی برج افع فون سے بنانی بھاتی تھی۔
مثلاً ”بیٹیاں زمین کیاں“ اور اس اسم کو واحد لکھ کر بھی حرف دبلا کی برج سے اسم کا
بعض برج ہونا ظاہر کیا جاتا تھا مثلاً ”زندگی کیاں“۔ میزنج غائب حالت صفوی میں
”تھا“ یا ”تھا“ تھی اور میزنج حکم حالت داخلی میں ”ہیں“۔ اطلاق کاروبار بولی چالی
کے لی تا سے ہوتا تھا مثلاً پیدا (پہلا)، گوارا (گوارہ)، پیتا (پیتا)، دیوہرہ (دیوہرہ) کے
استعمال اور زبان و بیان کے اعتبار سے قیاس ہے کہ یہ اور خیر گیارہویں صدی بھری یا بارہویں
صدی بھری کے اوائل کا ترجمہ دیکھ ہوگا۔

۴۔ تفسیر قرآن مجید از سورۃ مریم تا آخر
مع جمل حدیث

عزراں سے خیالی ہوتا ہے کہ معجزے سورہ مریم سے آفرسورۃ اناس تک تفسیر کی ہوگی۔ لیکن غلطی کے معاملے سے پتہ چلتا ہے کہ اسی میں صرف چند سو قرات کا ترجمہ و تفسیر ہے اور وہ سورتیں یہ ہیں۔

المعنى

Over

سید

المجلس

100

11/11

— 100 —

پارہ نم کی بعض سورتوں کا ترجمہ ممکن ہے۔ مثلاً سورہ شمس کی ہر سورت پہلی
آیت والشمس والضحی والقصا اذا انقلبا کا ترجمہ کیا ہے اس کے بعد والنہار
اذا اجلھا لکھ کر سورہ انفی خرص کر دیا ہے۔ آیتوں کی کتابت جیسا کہ گیت

[illegible]

عبداللہ ہیں مثلاً والضح واللیل اذا بیح ما ودعت ربک وما قتی " دو جہان
عینہ قاتل حق " وغیرہ آخر میں سورہ اس کے بعد سورہ قاف لاکہ ترجمہ ہے اور اس کے بعد چل
جبریل اور ان کا بھی ترجمہ ہے۔ سورہ ان کے علی اور اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

خطوط کے اول و آخر حصہ کہیں بھی اس قسم کی کوئی تکریر نہیں پائی جاتی جس سے مسترک
نام اور مسترک غیر کے حقوق سے کوئی سلوکات حاصل ہو سکیں۔ یعنی زبان و بیان کے لحاظ سے جس
جے کو یہ مابعد گیا اور یہی کی تعین ہو گی۔

غیر کا آقا اور مسترک سے کیا ہے۔ قرآن مجید کی تائید مرفی سے ملتی ہیں اور اس کے
پختہ سیاسی سے معنی ملے ہیں۔ یہاں سورہ انہ سے خود پیش کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم یہ کہوں کیا چیز سے اصل کرتی ہیں کافر اور کاف۔ عن النبأ العظیم الذی
فہم فیہ مختلفون۔ یعنی بزرگ خبر یا سچی وہ کہ قرآن کو اونہ اور میں اختلاف۔
کلا سیعلون سو کہ ہے کہ جانے کی کیا چیز میں اختلاف کرتی ہیں سو اور۔
شو کلا سیعلون جس بیک ہے کوئی یہ اپنے بری جنت کی کیتیں پھانی۔
المر من جعل الارض مضجاً یا نہیں کیا ہوں زمین کیتیں پھیلا۔ والنجال اوجوا
اور نہیں کیا ہوں پھارانی کیتیں میں ہی تائیں اسو اور بھی اور سو اور۔ وخلقنا کھرا واولی
اور یا نہیں کیا ہوں نکوں لا اور مانہ سے قاری باقی راجکی ہوں۔

وجعلنا نور مکہ مصباحاً وجعلنا اللیل لباساً اور کیا ہوں لایم کو رات
کیا ہوں رات کوں پوشش۔ وجعلنا النهار معاشاً اور کیا ہوں روز کیتیں طب

لہ یہ حکم "جائیگی" ہر کار۔ یہ یہ حکم "لاب" ہے۔ کاتب کی خط سے "رب" لکھا گیا
یہ کہ اس نے میں اس کی جو اس کو لکھی۔

معاذ کے کرنی بدل دو۔ یٰلَیْلَافُؤْکُمْ سَبْعًا مَثَلًا ۖ اِنَّ اَورجائیوں اور پتھری ہفت
 آسمان سے استسار و جعلنا مسرًا جًا وھا جًا اور پیدا کیا ہوں آسمان پر
 چرخہ سانگی سرینے آفتاب و انزلنا من العصوات ماءً متجا جًا اور بھیجا
 برحق پانی کھینچا برسا تا پہلی المنخوج بد حبًا ونباتًا و حیات الطاف
 جا ہر پیدا نکلا اس پانی میں دے ہر ہش کے تاکہ نئے بدل تھاری اور پھر کاروں کا کیا
 کھینچا روزی ہر کجا جاہر پایاں کھینچا اور درختاں درہم ہوئی سو۔

مترجم نے غم جہاں کے ڈبے میں لکھا "یعنی" کو غفل "سوالی کوئی ہیں" کا مضمون
 کر دیا ہے جس کی وجہ سے مہم دور ہو گیا۔ "کیا پھر جی سوالی کوئی ہیں کا جواب دیتی؟" حالانکہ
 قرآن لکھا، کی آپس کی بوجھ پا بوجھ کی طرف اشارہ کرتا ہے یا اس سے کچھ کافیت کے
 بارے میں بطور تاکید استہزاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مومنین سے
 سوال کرتا مضمون ہے۔ آیت "عن النبء العظیم الذی هو فیہ مختلفون
 کے معلق سے دو باتیں درمخت آتی ہیں۔ ایک ذیہ کہ اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اس آیت کے
 تحت جو عبارت درج ہے وہ غیر ساری ذیہ رکھتی ہے۔ "یعنی بزرگ بزرگ یا وہ کہ
 قرآن کی حد اوس میں اختلاف۔" دوسری بات یہ کہ ترجمہ کا جوہر جزیہ ہے و اختلاف
 حالانکہ قرآن کی آیت جزیہ ہے۔ "اختلاف" کے بعد امدادی فعل "کرنا" لگا کر مرکب
 فعل بنانا چاہئے تھا۔ یعنی "اختلاف کرتی ہیں" تحت بیت کی فعلی سے فعلی حال معلق قرآن
 میں دیا ہوا۔ جزیہ بات یہ کہ "نباء عظیمہ" کا ترجمہ "بزرگ بزرگ" کیا ہے۔ غیر جزیہ
 میں دھماکت کی باپچی ہے کہ "بزرگ" کی بجائے "بڑی" کا لفظ دہرہ موزوں ہے۔
 علامہ بریل یہ لفظ اوس میں "بڑی" سے دہرہ تقدس کے مہم ابریش کو چاہئے۔ دینی مہم
 نے "کلا سعلصوت" میں "کلا" کے معنی تم کے لئے ہیں۔ ممکن ہے کہ باسکے
 یا میں مزیہ اختلاف کرتی ہیں۔ "کلا کا ترجمہ "ہر گاہیں" ہونا چاہئے۔ عربی دہا

میں موت "میں" اور "موت" دما دمزب میں کسی کام کی انجام دہی کو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن
دہی توجہ میں اس کی رعایت میں رکھی گئی، لہذا ما بعد آیت میں "مسیعلوون" کے فقیری
فقرے میں لفظ "یکے" کا مد سے دما دمزب کی رعایت پر دہی کی گئی ہے۔

"شہد مسیعلوون" میں یک ہے کوئی یو اپنے بری عین کی کینٹ بھائی۔ اس کو
توجہ کی بجائے فقر فقیر کہنا مناسب ہوگا۔ معذرا کے بعد "کا" "کی" یا "کے"۔
بڑھادینے سے فعل مستقبل بنتا ہے۔ مصدر پہنچا "کا" سے فعل مستقبل کا وجہ نہ کرنا غائب کا مود
پہنچا نہیں گئے "ہوتا ہے"۔ اگر اس وقت کوئی ایک کا مد معز نہ تھا تاہم اس فعل کی پہلی
جو دہی مترجم نے کی ہے قابل قدر ہے۔ ایک لڑا "تھان" کا اور دوسرا "یگی" کا۔ دوسرا
غلوں "یگا" کہنے کے پہلے سے جی رکھ کر پہلے سے پہنچا "کہنے" کا احسنی کر
جا دیا۔

"میں ایک ہے کوئی یو اپنے بری عین کی کینٹ بھائی"۔ پہنچا نہیں گئے "یعلوون" کا
موزوں توجہ بھی نہیں۔ اس توجہ سے پہلے یعنی ادا فرجیہ میں مدی بھری کے توجہ میں
یعلوون کے معنی "بھیس گئے" بھی ملتے ہیں۔ دیکھ "ہانا" اس زمانے میں مود تھا اور
قد اس مترجم نے اس سے پہلی آیت میں کلا مسیعلوون کا ترجمہ "جائیگی" کیا ہے۔
"لنخوون بہ حباً" کا ترجمہ فعل مستقبل میں ادا دہی فعل کے ساتھ بجا گیا ہے۔ "تا باہر
یادوں کا اس پانی کوئی دانے ہر جن کے تاکہانے ہل جادی" ادا دہی فعل کی وجہ سے
مہم ہل گیا اس نے کو قاعدہ کی رو سے "نے" فعل کے مشرور جی آنے سے فعل کو اپنے
ساتھ تاج ادا دہی (جی) کو اسی سے باہر دانے کا مہم نکلتا ہے۔ اور یہاں "لنخوون"
کا فعل ملے جاتی ہے۔ "مہم نکلیں اس سے ادا دہی" موزوں ترجمہ ہے۔

یہ لفظ "یکے" ہے۔ یہ فقیر جیسی

یہ زیادہ تر عقلی ترجمہ ہے۔ تفسیر کے لئے کہیں کہیں دوچار لفظ بڑھا دیئے گئے ہیں۔
 اس لئے "تفسیر تشدد وہ گئی ہے۔ مثلاً "العباد العظیمہ" سے صرف قرآنِ مردود بنا
 تھا ہر کیا ہے۔ مگر یہاں بحث یہی قیامت "خواتین اور قرآن میں جو کچھ تفسیر کی
 ہے۔" و خلقت اکبر از دنا جا " میں "ان دنا جا" کے لفظ صرف مردودہ کا ذکر
 کیا گیا ہے۔ مرد اور عورت کے جوڑے کے علاوہ طرح طرح کے اشکال و ادوار ان کے جنموں
 کی بھی وضاحت ہو جاتی تو بہتر تھا۔ قریبے چنانچہ اس کی چھڑم شہ قحلا کی طرف واضح ہے بیش
 خدمت رکھی گئی ہے۔ آیتوں میں جہاں غافل حکم بعینہ جمع شدہ ہے وہاں ضل کا ترجمہ
 بیش بعینہ و مدعی بھی ہے مثلاً "الو یجعل الارض مھاراً" یا نہیں کیا ہوں زمین
 کیلئے بچھاؤ و الجبال اوکاذا اور نہیں کیا ہوں پہاڑوں کیلئے میناں جازیں اسٹوار
 پہلی دوس سوں "۔ اس طرح بعد کی آیتوں میں بھی بعینہ و مد ترجمہ کیا گیا ہے۔ بظاہر مترجم
 پر عربی قواعد کی عدم پابندی کا الزام ملتا ہے لیکن اس نے اسے تفسیر کی مثال کی وضاحت
 بعینہ جمع حکم کو دینی زبان میں بعینہ و مد بیان کر کے غلام کو خدا سے واسطہ کے ہی ایتان پر
 قائم رکھنے اور اسی کے زہنوں کو جمع کے تصور سے بازر رکھنے کی کوشش کی ہے۔ بعض مترجم
 نے "و جعلنا اسرا جاً وھا جاً" کی تفسیر میں اسرا سے آفتاب پانہ اور
 سعاد سے سب کی مراد لے لی ہیں لیکن یہاں دینی مترجم نے صرف آفتاب مراد لیا ہے اور
 یہ درست ہے۔ اس لئے کہ اسرا بعینہ و مد ہے۔ اور آفتاب ہی سے حرارت اور
 روشنی ملتی ہے۔

منظوم ترجمہ

سورۃ رحنی (منظوم)

قرآن طریف کے منظوم اردو تراجم جو مقدار نگار کو دستیاب ہوئے ہیں اسی میں سورۃ رحنی کا ترجمہ سب سے زیادہ قدیم ہے۔ مولیٰ جہ الحق نے قدیم اردو ۱۲۲۱ھ میں اس سورہ کی بھی اپنے آجڑوں کا ترجمہ نوڈاپیش کیا ہے یہ چودا زہر منظوم ہے اور ضلیٰ فلیٰ ضلیٰ فی کی بحر میں ہے۔ مولیٰ صاحب نے زبان پر تو قدیم نہیں کی اس لئے، فیض ابن س بروکر یہ ترترحق ہے۔

مولیٰ صاحب نے مترجم کا نام بتایا ہے ذہن سہ ترجمہ اور د اس پر کوئی تبصرہ کیا ہے اس سے اس ترجمے کے ناطق الاول والاخر ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ ویسے تو زبان کی خدمت ادب پرانے حفاظ مثلاً عینی، کابین، انگی و غیرہ کے اسقالی سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ گیارہویں صدی ہجری کا ترجمہ ہوگا۔ اگرچہ مولیٰ صاحب نے اسی ترجمے کے سہ کا تعلق نہیں کیا ہے لیکن اس کا ذکر احوال نے گیارہویں صدی ہجری کے تراجم کے ساتھ ہی کیا ہے۔ ترجمہ ترجمہ ذہنی میں پیش کیا ہے۔

الرحمن علما القرآن اخلق الانسان علمه البیان

ترجمہ۔ اے اوستم کرد بھائی میں کو سنا نام رحنی

جہاں سکھیا ہے قرآن جہاں سر جہاں امان

الشمس والقمر بحسبان والنجوم والشجر لیقبلان

ترجمہ : سکھ یا تم کو کبھی بیان
پاؤں سورتوں میں صلیب پکھان
جھاڑی میں بیٹھ جھان
سہرا کوئی ہیں اوس کوں کھن

والسماۃ رقعها ووضع المیزان الا تظفون المیزان

ترجمہ : اوپا کین ان اسماں
راکھے ہے گی ان میزان

پئے دل سوں حق پکھان
کم دیا دے مذ کو جانی

واقضوا النون بالقطر ولا تظفروا المیزان

ترجمہ : جو قوئل سو پر قوئل
جو عمل سو پر را عمل

نڈی دل دیکو عمل
وغل دیکو قوئل اہول

والارض وحشها للانام فیہا فکھة والنخل ذات

الاکھام والحب ذوالعصف والریحان

ترجمہ : روگن کا پیش زمین پکھانے
سہرا حسنا جھاڑا گھانے

دھوپ پکھانے
اوس میں اچھی دیکھان کھانے

فما فی آلاء ربکمما تکذبان

ترجمہ : کو پکھانے کو تبتے میں اصل حق سے دھڑلے لکھن منوم تبتے کا بڑا عیب یہی

ہوتا ہے کہ ترجمہ عزت شری سے غیر عزت دہی اٹھا کر ملک صلاب میں بھی اٹھا کر دیتا ہے

چنانچہ اسی تبتے میں بھی یہی سم آگیا ہے۔ مندرجہ بالا آیات کا ترجمہ خود دیکھ کر غار

کے عرف اس قدر بات سے پر ہوتا ہے۔

”حقن سکھیا ہے (زمان) ”سرا ہے ان کی ۱۰ پھر سکھیا دوس کوں اسیں“

نے جھکا دی ہے ”یہ کتاب کی غلطی ہے ”داد“ ہونا چاہیے ”یہ حق اور دھوکے

(مولانا عبدالحق)

”اے لوگو! تم کہہ بھلاں“۔ ”مکی جزیرہ آیت کا ترجمہ ہے: ”تیسرا اس کی تفسیر ہے۔
 اور ”اے لوگوں“ سے ”اتنا تو سلام ہو گیا کہ اس زمانے میں سارا عالم جمع ہونے کی حالت
 میں بھی اس کا اثری قانون نہیں گرایا جاتا تھا۔ آگے ترے ہیں“ جس کا ایسا نام کی گنجائش
 نہیں تھی۔ ”عزایہاں“ میں منیٰ ”علم“ کا منقول ”لما“ حیرتعل جیدہ وادع فاسب ہے
 ”اس کو“ جو انسان کی طرف راجع ہے لیکن مترجم نے اپنے ترجمے میں حیرتعل فاسب مترجم
 استعمال کی ہے۔ ان آیتوں کا ترجمہ قرآن کے مطابق اس طرح کیا جاسکتا ہے۔

”رحمن نے قرآن سکھایا یا رحمن نے قرآن کی تعلیم دی“ اس نے

انسان کو پید کیا پھر اس کو یہاں اگرایا یا سکھایا۔

خدا ربہا سب مترجم ہیں لیکن مترجم نے اس سب کو خاک جو مکتب مفت دینی ہے
 بنادیا ہے۔ اس طرح اصل جو ”رحمن سکھایا ہے قرآن“ کی بجائے ”رحمن سکھایا تم کو
 بکرایا“ ”قرآن پائے گا۔“ ”جس سکھایا ہے قرآن اور“ ”جس سر جابے انسان“
 یہ سب جمع دینی ہوں گے۔ اور ایسا ترجمہ قرآن شریف کے متن کے خلاف ہے۔

”الشمس والقمر بحسبان“ کا ترجمہ کیا ہے ”چاند سورج سورج حساب

بھلاں“ اس جیسہ آیت کا ترجمہ جبرہ انشائیہ میں یہاں مترجم نے کیا ہے نہیں بوجھا جائے
 قرآن مجید میں یہاں صمد مر نہیں ہے بلکہ اسم سورج اور چاند حالت خبری میں ہیں۔

سورج اور چاند کے لئے ایک حساب ہے۔ سورج و شمس ہی خدا نے قرآن میں فعلی حال
 مطلق کو چاہیں میں لکھا ہے۔ ”سورج اور چاند حساب کے ساتھ اپنے اپنے“

”والنجم والشجر يسجدان“ کے دیکھا ترجمے ”جہاں زمین سجدائیں سجدائیں
 کوہیں ہیں اوس گائی مان“ میں ”سجدائیں“ اور ”اوس گائی مان“ واحد جمع

افعال ہیں جو اپنے کی خاطر مانے گئے ہیں۔ ایسے ہی کو تیسری آیت کا مان لینے میں

اس طرح جب وہ آگے بڑھتا ہوا "نبی قی آلہ اور تکلف باہا" پر نہیں ہے تو کچھ اسکا
کے احاد سے غیر کی گھسیٹا کر دیتا ہے۔

تم پر رب کا اتنا ہی کس سخت ہے ہوئے اہا جان

پہلا مصرعہ "تم پر رب کا اتنا ہی" واقعی غیر کے اعتبار سے جاہلیت کا حامل ہے لیکن
دوسرے مصرعے میں لفظ "اہا جان" معذوں نہیں ہے۔ یعنی قییر کی خاطر ختب کیا ہے۔ ویسے
اہا جان ۱۰ ہا ہی اور تکلف باہا انگریز سے جھگڑانا، دونوں میں معذوں کے اعتبار سے بہت بڑا
فرق ہے۔

قرآن کے حکوم ہونے کی وجہ سے باہر تو ہر یہ حکوم قرآن مجید پر ہی مبنی ہو گیا ہو اس
میں دیہان کا وہ الجھاؤ نہیں ہے جو نثر کا تجربے میں ملتی کوئی ترکیب کو زیارہ سے زیادہ قائم رکھنے
اور حق قرآن سے قریب رکھنے کی کوشش میں پیدا ہو جاتا ہے۔ نظم کی وجہ سے معشر کا تمام
جز محضوں سے آزاد ہو گیا ہے اس لیے اس کا بیان بے تکلف اور روان ہو گیا ہے یہی وجہ
ہے کہ اس تجربے کی زبان کا مقبول اسی دور کے دوسرے نثری قیام سے کیا جائے جن کی
زبان دیہان میں بڑا نقش اور گچھ ہے لفظ کو آگاہی ہو جاتا ہے کہ یہ شاید بہت بڑا تجربہ
ہو جائے دیہان دیہان کا یہ حق زمانے کے تقدم و تاخر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نظم و
نثر کے درمیان انہماک کی تفت و تمیز کی وجہ سے ہے۔

باب سوم

تراجم و تفاییر $\frac{1115}{1403}$ تا $\frac{1203}{1440}$

یہ منصب دیوانی تھی۔ جو صدیوں پہلے بطبروں اور قلعوں کے دور میں دکنی آئی تھی اور اب بعض
 دہانوں میں لکری ہوئی ہوئے کے باعث کم مدیش اسی حالت میں تھی میں حالت میں کہ وہ دکن
 میں آئی تھی اس کے برخلاف دہلی کی امور اعراف و انکاف کی برہمنوں کے اثر و نفوذ سے ترقی
 کے کی سرآمد سے کہہ سکتی تھی۔

خوارزمی اورنگ آباد کے دور میں کے سرسری مطالعہ سے بھی ثانی ہند کے حالات
 سے اطلاع دکن کی زبان کی اثر پذیری کا مرقع اندازہ ہو جاتا ہے۔ فردوسی کا دور میں اس مقامی
 تہذیب کی سب سے اہم دستاویز ہے۔ دوسری طرف دکنی شروادب سے اہل دہلی کی اثر پذیری
 کا دور سے دہلی میں اردو میں شکر گئی کا ترقی عام ہو گیا۔ جب دکنی کا دیوانہ دہلی پہنچا تو اہل
 دہلی نے اسے باغیوں ہاتھ لیا۔ اور اس کی زمینوں میں خریدیں کھنڈے گئے۔ ہندوؤں کے کسی خراج
 سے دکنی کا اجراع کیا۔ اور اس سے اردو میں شکر گئی کا سبب بن گیا اور دیکھتے دیکھتے دہلی اردو
 شادی کا مرکز بن گئی۔ اہل دہلی نے تڑکی طاعت بہت دیر میں تو ہوئی اور یہ مقامی بھی دینی
 کتابوں سے آگے نہیں بڑھیں۔ اگر مسعودی میں اس نے حال یہاں میں میری زبان کی تہذیب
 "تہذیب ہند" اور "دور" کے ساتھ لکھا ہے صاحب موصوف نے اس کا سہ تہذیب
 ۱۷۳۱ء تا ۱۷۵۹ء کے درمیان تقریر کیا ہے۔ غلطی کی کوئی کتاب بھی اسی زمانے میں ۱۷۳۱ء
 میں لکھی گئی۔ سو تا ۱۷۱۳ء۔ ۱۷۱۵ء۔ ۱۷۲۵ء۔ ۱۷۹۵ء۔ انے اپنے مرتبے کا دیا ہے
 جس اور تھی "اردو تہذیب" لکھا ہے۔ ثانی ہند میں سقاہ و جہاد کے لاچر و آواز سے پہلے انیس
 تہذیب تہذیب کا زمانہوں کا پتہ چلتا ہے۔

دکنی پر مغلوں کا قبضہ جس پرنسپس برس سے زیادہ قائم نہ رہ سکا۔ اور اس طرح میں
 بھی مرنے کی کھوکھڑی کی وجہ سے جتانویں ہوئی رہا۔ نواب نظام الملک آصف جاہ اول کو
 مرہٹوں نے قتل کیا اور مرہٹوں نے مرہٹوں کو ۱۷۳۶ء۔ لیکن اس زمانے میں دہلی پر نادر شاہ
 کا حملہ ہوا۔ نادر شاہ کی بیعت سے بہت ہی قوت نظام الملک کے خلاف دوبار میں سازشیں

شرعاً ہو چکی۔ یہ رنگ دیکھ کر وہ دل برداشتہ ہو گئے اور دھکی کا ڈنکا بجا۔ دھکی کے مہیندار
 مہاراجاں کو ٹھکر لھوڑا کے مقام پر شکست دے کر سلطنت اسمیت کی بنیاد ڈالی اور اورنگ آباد
 کو پایہ تخت بنایا۔ یوں آصف جاہ اولیٰ اور سلطنت کی درستگی اور سلطنت کے حکام کے کاموں
 میں ہر قیام و رفت رہے۔ لیکن اس کے باوجود اعلیٰ مقامات کے لئے مقررہ بہت وقت نکال
 بیٹھے تھے۔ اورنگ آباد پہنچ کر پہلی اپنی سرکار میں رہا تھا آصف جاہ کی ہم دوستی اور ترقی شری
 کی وجہ سے یہاں کی اعلیٰ و ادنیٰ فضا کی روشنی اور بڑھ گئی۔ وہاں کی آسٹریائی کی جی و بربادی
 سے علاحدہ شرعاً اس نے اپنی سرکار کا رخ کرنے لگے۔ حکام علی ازاں جنگی امرشہ جی خاں غور
 قربانی خاں آیتہ جیسے متحدہ ملوں و شرعاً اورنگ آباد آگئے تھے۔ ان کے کہہ میں اور دوسرے
 جہان آبادی اور شاہ درباری نے سہ ۱۱۵۰ ہجری میں دس اور صرفت ملوک لکھنؤ ڈاکٹر دتہ
 نے اردو مشہور پارے میں اس جہ کے ایک اور نثری کارنامے افغانی بڑی کا بھی ذکر کیا ہے۔
 آصف جاہ اولیٰ کا قلم حکومت ۱۱۳۶ تا ۱۱۶۱ ہجری ہے۔ ان کے بعد نام جنگ مشہور نے
 تین سال حکومت کی اور سہ ۱۱۶۲ء میں منہدیہ ہوئے۔ سلطان جنگ اسی سال تخت پر بیٹھے
 اور اسی سال وفات پا گئے۔ غالب صلابت جنگ ۱۱۶۲ء سے ۱۱۶۳ء ہجری تک حکمران رہے۔
 آصف جاہ اولیٰ کے بعد دھکی کے حالات بہت بہت پر آشوب رہے۔ پھر بھی اعلیٰ اور ادنیٰ کام
 جاری رہا۔ صلابت جنگ کے کہہ میں شرعاً کے متحدہ و متحدہ کوٹے چلے گئے۔ سہ ۱۱۶۵ء
 میں غوجہ جیہ خاں نے لکھنؤ لکھنؤ کے نام سے ایک فخریہ کوہ مرتب کیا جس میں دھکی کے
 تھیم اور جہیہ شرعاً کے علاوہ خانی بند کے شرعاً کا بھی ذکر ہے۔ اس سہ میں اصل رنگ
 خاں کا قتل نے فارسی اور اردو کے شرعاً کا ایک تذکرہ مختصرہ الشرع کے نام سے لکھا۔
 غلام حیات اللہ فخرت نے سہ ۱۱۶۵ء میں تذکرہ کیا جس میں قلعہ بیکر۔ اس جہ کا چوتھا

تہ کہ بہشت کی شرا بہ میں کاپلی مادنی شقیں نے سنہ ۱۱۰۵ء میں مرتب کیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ شمالی ہند میں بھی تہ کہ نگاری کا آغاز اسی جہ میں ہو رہا ہے۔ پیر نے تہ کہ نکات اشرف سنہ ۶۵۰ ہجری میں لکھا۔ پیر کے تہ کہ کے بعد شمالی ہند میں بھی تہ کہ لکھے جانے لگے۔ مصاہبت جنگ کے دور میں بھی شروہ سن کی خضار قائم رہی۔

آصف جاہی کی سنہ ۱۱۰۵ء ہجری میں سنہ نشیں ہوئے تو مسقط آصف کو نیا دہلی علی۔ اسکا حکم مسقط کی دہ سے تہیزی سرگرمیاں ہر تھیں۔ اعزوں نے اورنگ آباد کی جگہ چید رہا، کو پایہ تخت بنایا تو اورنگ آباد کی علی اور ادلی خضابھی کچھ کرید رہا رہا لگا۔ ان کے جہ میں ان کے وزیر اعظم اور صلہ جہ نے جہاں امور مملکت کی درستگی پر غور مونی تو بہ کی دہ میں شرا کی سرپرستی بھی اس قدر دل کھنی کوئی کو سیکڑوں شرا دہ کے دیار سے منک ہو گئے ہیں۔ جہ جہی علی تہی، شیر خور جہاں جاتی اور اس جہاں اٹھ جاتی جہاں ادلی عورت خرمیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اس دور میں تہ کہ کام بھی ہو رہا۔ شاہ میر نے شرف کے مہنہ پر قلعہ دہلے لکھے۔ طوئی نامے کے دکنی تہ کہ کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔ سید خور قادری کے طوئی نامے کے دو تہ کہ ہوئے ایک سنہ ۱۱۰۵ء میں اور دوسرا سنہ ۱۱۰۶ء میں۔ اسی دہانے میں چید رہا دہ میں چند تہری راستہ نہیں بھی لکھی گئیں۔ اس دور میں بعض علما نے قرآن کے تہ کہ اور تہ کہ کے اس کام کو بھی خاموشی کے ساتھ جاری رکھا جس کا آغاز قلعہ شہابی اور عادل شاہی دور میں ہو چکا تھا۔

اورنگ آباد کے مغلوں کے دور مملکت بننے کے بعد سے دکنی زبان پر شمالی ہند کے دور سے کا جو اثر پڑنا شروع ہوا تھا۔ وہ اتنے اونٹاد کے ساتھ بڑھتی ہی گیا۔ اورنگ آباد آصف جاہی کی دہ میں دکن کی علی و ادلی زبان دکنی باقی نہیں رہی۔ بلکہ اس کی جگہ شمالی ہند کی زبان کا چلی ہو گیا۔ پہلے دکن کی اس سبب فی شکست کا بہتیرہ نکل کو وہ زبان کے مسئلے میں اپنی دلی کے عقد ہو گئے تھے۔ ایک ایک حکم اور ایک ایک نامہ کے لئے ایضاً شرف

دہلی سے سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں آئے۔ اس دور میں شہابی ہند سے جو شہر آئے وہیں آئے رہے۔ دہلی میں ان کا مقام جو کچھ بھی ہو دہلی میں اس کا سہارا نہ ملے گا۔ اگرچہ زبان کی اس قدر ہی اور بطوری کے باوجود دہلی میں شہر دہلی کا عقیدہ بڑھتا ہی رہا۔ لیکن مافی البرز کی وجہ سے دہلی کا ایک سو فی صد حریف دہلی کے بڑے سے بڑے شہر کو ایک ہی نہیں دیتا تھا۔ جو زبانوں مافی دہلی کے زبانی لاکھ شہر کی ایرانی شہر کے مقابلے میں مافی دہلی کی صورت مافی دہلی میں پیدا ہوئی۔

ب۔ تراجم و تفاسیر

(i) دکن کی مسائی (فورٹانی)

(ii) شمالی ہند کی مسائی

(۱)

تفسیر پارہ ہود:

مولوی بھٹو الدین ہاشمی نے اپنے معزوں "کتب خازن آمینہ" میں (آباد دکن) میں اردو قرآن شریف کے تفسیر اور تفسیریں "میں" تفسیر پارہ ہود "کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ قلم و کتب خازن آمینہ میں موجود ہے۔ ویسی کاغذ پر خط نستعلیق و رخ میں ۱۲۵۱ صفحات پر مشتمل تفسیر ہے۔ ہر صلا میں پارہ سطر میں ہیں اور سطر (۵۱۰) ہے۔ مصنف کا نام اور سید یعقوب کا ریح پڑ نہ پہل سکا۔ بہت ہاشمی صاحب نے اس کو ملاحظہ کیا وہ سو بھری کی تعریف فرمادیا تھے اور اسی نسخہ کو تاحضیٰ الابرار یا تھے۔ اس سلسلے میں ایک دو باتیں ضرور طلب ہیں۔ ایک قریہ کہ ہاشمی صاحب کے معزوں کا خطا ہے۔ "اردو قرآن شریف کے تفسیر اور تفسیریں" اس کی جگہ "۔۔۔۔۔ قرآن شریف کے اردو تفسیر اور تفسیریں ہود" قرار دیا وہ صاحب تھا۔ دوسری بات یہ کہ "تفسیر پارہ ہود" لکھا ہے۔ حالانکہ ہود پارہ کا نام نہیں۔ یہ ایک سورت ہے۔ ہاشمی صاحب آگے لکھتے ہیں۔

"اس میں سورہ ہود سے لے کر سورہ اہل کے کچھ صفحے کی تفسیر شامل ہے۔"

واقعہ یہ کہ سورہ ہود قرآن مجید کے گیارہویں پارہ کے آغاز سے شروع ہوا کہ بارہویں پارہ کے تفسیر

نے رسول اللہ باجہ بخوری سید ۱۸۵۲ء کے ہنز قلم و تفسیر (۱۴۶) میں معزوں رسالہ اردو میں لکھا ہے "وہابی کے خلاف سے اس کو... اہل کے آغاز دور سے متعلق لیا جاسکتا ہے لیکن ہر سہ صفحات کتب خازن آمینہ میں اس کو ملاحظہ کیا وہ سو بھری کی تعریف ہوتا ظاہر کیا ہے۔

یہی جو عقائد تھے پر فہم ہوئی ہے۔ اس کے بعد سورہ یوسف ہے پھر سورہ بقرہ سورہ ابراہیم اور پھر سورہ حجر ہے اور یہ سورہ آخر پھر سورہ یوسف کے ربیع پر فہم ہوئی ہے۔ بقول ہاشمی صاحب اگر اسی میں سورہ حجر کے کچھ حصے کی تفسیر شامل ہو تو اس کے یہ معنی ہونے کے اس میں پھر سورہ یوسف کے بارے کی بھی تفسیر شامل ہے۔ ایسی صورت میں یہ غلط فہمی تفسیر پارہ کو دے موسوم کیا جاسکتا ہے اور تفسیر سورہ بقرہ سے۔

بات دراصل یہ ہے کہ "سورہ یوسف" تفسیر پارہ کی تفسیر ہے چنانچہ اس کی ابتدا آیت "وَمَا اَبْرٰی الْفَنٰی" سے ہوئی ہے اور یہ سورہ یوسف کا سلسلہ ہے۔ اس غلط فہمی کا انعام سورہ حجر کی پہلی آیت "الرَّحْمٰنُ اَنۡزَلَ الْكِتٰبَ الْغَیۡبِ الَّذِیۡ فِیۡہِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّرۡفَعُوۡنَ" سے ہے اور یہ تفسیر پارہ کے آخری حصے کی آیت ہے لیکن مفسر نے آخر میں پھر سورہ یوسف کے آغاز کا کلمہ "ربیعاً" اور اس کا ترجمہ و تفسیر ہی جملہ "یہودیت و قضا میں کو بیچ اور ان دونوں کے" بھی لکھا ہے۔ چونکہ یہ آخری عبارت دوسرا سفر پر فہم ہے اور اس کے آگے یا پٹے اور کوئی تقریباً اس لئے بھی جاسکتا ہے کہ مفسر نے اس کو ایک ترجمہ و تفسیر کا کام انجام دیا ہے۔ لہذا اس تفسیر کا نام "تفسیر پارہ دماہری" ہو سکتا ہے۔ دیکھئے غلط فہمی یا تفسیر پارہ کے حق سے کوئی نام دینا نہیں ہے البتہ حاشیے پر مرقی سے "الجزء الثالث عشر" لکھا ہے ہاشمی صاحب نے قاضی سمرقانی کے لفظ سے غلط فہمی یا تفسیر پارہ سورہ حجر کی مطلق تفسیر کی وجہ سے اسے ماضی یا حاضر قرار دیا ہے تو آغاز میں سورہ یوسف کے ابتدائی تقریباً سات رکوع کی تفسیر دہائی جانے پر ماضی یا اول بھی بھی جاسکتا تھا۔

الاصل یہ غلط فہمی "تفسیر پارہ" "دماہری" ہے جس کا آغاز یہ ہے۔

"دماہری ماضی اور تفسیر پاک کو تاہم نہیں ماضی یکتی میرے لئے"

نہیں کہتا ہوں میں کہ تفسیر میرا میل اور آرزو کی ہے پاک ہے۔

الافاضی الامارۃ یکتی ماضی میرا البتہ قرآن مجید ہے بالعمومات

بدی کے الامام ربی عمر میں بیڑ کشتی کو رقم کر کے پروردگار و میرا
 بیٹے بخشے اور غنیمت کے فرمانبردار سے اس میں رکھے اور نبی یحییٰ
 پروردگار و میرا حضور بخشے ادا ہے گناہ کو حق کشتی میں جو گناہ
 کو ظاہر جہاد آدھے اور اس کا خیال دل میں آیا پروردگار و اس
 گناہ کو بخشا ہے رحم ہوا ہے کہ جس نے کشتی گناہ سے باز
 رکھا ہے جس وقت کہ ملی بادشاہ کا بادشاہ کو مردہ دیا
 یوسف عبد السلام کے باتاں تمام کہا پس بادشاہ کشتی یوسف
 عبد السلام کو دیکھنے کے مردہ اور زیادہ ہوئے ۔

قرآن کی آیت سرفی سے ملتی چھا اور اس کے بعد سیاحی سے معنی و تفسیر دینا ہے ۔ یہ
 زیادہ عقلی ترجمہ ہے کہیں کہیں الفاظ کی کمی قدر و امت بھی کی گئی ہے ۔ بعض مقامات پر
 واقعات نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں ۔ ”وہا ابوہی نفس“ کا ترجمہ ”اور
 میں پاک کوتاہیوں میں غنیمت کشتی میرے ۔“ کیا ہے ۔ آگے تفسیری جملہ ہوتا ترجمہ
 میں فرق آجاتا ۔ اس لئے کہ غنیمت کو پاک کرنے اور غنیمت کو پاک کہنے یا پاک بنانے میں
 بہت بڑا فرق ہے ۔ اس کا معنی یہ ہوتا ہے ”اور میں پاک کہتا یا بتاتا ہوں میں غنیمت
 کشتی میرے ۔“ ان غنیمت لامارۃ میں ”امارۃ“ کا ترجمہ ”فرمانبردار“ کیا ہے ۔ تفسیر
 الجلائین میں امارۃ کے معنی کثرت الامار“ ملے ہیں ۔ اس طرح ”علم کرنے والا“ اور ”فرمانبردار“
 کے معنوں میں بھی بہت بڑا فرق ہے ۔ لفظ ”غفار“ کے معنی ”بخشنے والا“ ہے ۔ لفظ ”یکو“
 اس کے آگے غنیمت کے معنی سے جو تفسیری جملہ افتاد کیا ہے اس میں اس صفت کی تفصیل
 گناہ کے بخشنے سے گویا ہے جو عرف خیال کی حد تک رہا ہو ۔ ”بخشنے والا“ ہے گناہ کو
 حق کشتی میں جو گناہ کو ظاہر میں نہ آدھے اور اس کا خیال دل میں آیا پروردگار و اس
 گناہ کو بخشا ہے ”اس طرح ”رحیم“ میں رحم کی خصوصیت بندہ کو گناہ سے باز رکھنے

کی خاطر کی گئی ہے۔ حضور اور وحیم کی صفت کو اس طرح مخصوص سنوں میں محدود کر دینے سے
خائب مترجم کا مشفق قرآنی کے مثنیٰ کے اعتبار سے حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت پر بالکل مثنیٰ
پر ہر ثبت کرتا ہے۔

یوسف علیہ السلام نے قیام بگراتی اس میں سورہ یوسف کے قریب سے پاکہ صفت نقل
کیا ہے۔ گو وہ پرانی بگراتی اور میں ہے۔ تاہم اسی دونوں ترجموں کا مثنوی اعتبار سے یہاں
تقریبی موازنہ مناسب ہو گا۔

پرانی بگراتی اور میں ترجمہ

اذھبوا بقیضی هذا۔ یہاں تم میرا بھائی
اذاھبوا بقیضی هذا یوسف نے کہا
جوت ہے اور وہ میرا بھائی ابراہیم علیہ السلام
لے جاؤ میری طرف میرا بھائی۔
کا تھا کہ جبریل کنویں میں یوسف کہیں پہنچے
تھے اور وہی پہنچانے تھے کہ وہ میرا بھائی
کیس یوسف کے پاس کنڈاں میں بیٹھ۔
پس یوسف علیہ السلام یہاں یوسف کی
کچے کو میرا بھائی یہاں۔

فانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
انقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا

وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا
وانقوا علی وجہ ابی یامت بصیوٹا

سات لوگوں تمہارے قام پر داپے کوئی یوسف
اسنے بھی ملے ہیں کے کم کوں
یو ۱۷۰

پیرا ہوا ہر سے ہوا ہوا پ کے دو بد میں نیکیا
تھاپہ پیرا ہوا میری میں دیو کو تائیں نے جانوں
مٹا یہ کہ یہ خوشے کہ پیرا ہوا اوسم کو پیرا ہوا
کا بد کہ ہوسے یوسف علیہ السلام اوس پیرا ہوا کو
یہودا کو حوالی کئے اور اسباب اور سوراہاں اور
راہ کا حسن پیرا ہوا کو کہ بھائیوں کے ہا یہ ملنے یہودا
معر سے بھائیوں کے سات باہر ملے اور کھانا کے
طرف متوجہ ہوسے۔

ذیر نظر خطوط میں اذہبوا بقیہیٰ هذا کا ترجمہ اصول کے ساتھ کیا ہے۔
"یہاؤ تمہرا ہوا میرا جو یہ ہے اور "فانقوہ علی وجہ ابا یات بصیتر" میں "
یات بصیتر" کا ترجمہ عام تفسیر کے بیچ پر کیا گیا ہے۔ "آہیں گے بنائے انھوں
کو یعنی انھوں اور ان کے روشن ہوں گے۔" یہاں "وہ دیکھتے ہرے ہرے پاس آئیں گے"
کا مفہم نہیں یہ کیا۔ پرانی گرائی اور دالے تہے سے بھی یہ مفہم نہیں نکلا۔ بحیثیت لغوی
ذیر نظر ترجمہ میں پرانی گرائی اور تہے کے مقابلے میں زیادہ صحت پائی جاتی ہے۔ ترجمہ
سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت "کھیتیں" حرف رجا "کو" اور "پر" "دالے کے لئے"
مستعمل تھا۔ اور "بلکہ کو" کے لئے "میرے میں" کے "کی احاطہ کو" یعنی اور
اس کا عام مدعا تھا۔ پراچی کی جگہ نہیں سلوم پرلی کیوں ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس زمانے میں
پرلی کو پراچی بھی کہتے ہوں۔ ملے دہا جایت صاف اور غازی ترکیب نہایت بلی ہوئی ہے۔

اس لئے زبان کی چار پر ہاشمی صاحب کا یہ قیاس درست معلوم ہوتا ہے کہ یہ بارہوی صوری کی زبان ہے۔

چہ

۲۔ تفسیر قرآن

مولوی عبدالحق نے شاہ خدام صبی کی ایک تفسیر و سرور "تفسیر قرآن" کا یہ ذکر کیا ہے۔

لکھتے ہیں :-

"یہ آفر سے ناقص ہے اس لئے یہ کہا مشکل ہے کہ الحق نے پورے قرآن کا تفسیر لکھی تھی یا صرف چند پاروں کی۔"

مفسر کا نام شاہ خدام صبی تو بتایا ہے لیکن کوئی مسئلہ پیش نہیں کی۔ ناقص و نامستور ہونے کا وہ سے انھیں ترقیبی دلیل رکھتا۔ غالباً اس غلطو چیا کو ثانیہ پارہ بھی نہیں تھا۔ مدد مولوی صاحب فرزند اس کا ذکر کرتے اور دینا پارہ کی مدد و مصلحت سے پیش کرتے۔ صاف لکھا ہے کہ "مفسر کا حال بھی کیس نہیں تھا۔"

مولوی صاحب نے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتوں کے ترجمے اور تفسیر کا جو لفظ نقل کیا ہے

وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

"(ذوالکلی) یہ وہ کتاب ہے کہ خداوند عاقل و دانہ آفرین کے ساتھ

نکاح سے اس کتاب کے وعدہ فرمایا تھا (الکتاب) یہ کتاب کا مطلب ہے

یعنی قرآن مجید (الاربعین) کچھ شک و شبہ نہیں ہے (فیہد) پنج اس

کتاب کے یقینی ظاہر ہونے کے قبضے کے اور واضح ہونے سے دیکھو

کے یہ کتاب سات سات کے ہے کہ جو کوئی کہیں اس کتاب
 کے اور کسی اور کتاب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 اور ہائے کو مشہور کہیں اس کتاب کے طاقت اپنی کی نہیں
 ہے اہل حق اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 طام پر ہر گاہ کی تھی کہ کتب پر ہر گاہ کی سات سات اور
 کتاب کے نامہ ہائے ہر گاہ کی اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 پنے اعتقاد اپنے سے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 سات سات نہیں ہو سکتی ہو سکتی ہو سکتی ہو سکتی ہو سکتی ہو سکتی
 وہ کوئی بھی نہ ہوتے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 طاقت دے اس سات کے یا چھاپا ہو سکتی ہے اور کتب کے
 مراد قیب سے قطار و قدر ہے کہ سات سات اور کتب کے اور کتب کے
 قیب کے ایمان لاتے ہیں اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 کوئی کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 قیب کے کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے اور کتب کے
 اس تفسیر کے بارے میں مولوی صاحب کی رائے درج ذیل ہے :-
 ”یہ تفسیر بھی بعد کے زمانے کی ہے اس میں قدیم احادیث کا کہیں
 نہیں آتے بلکہ وہاں دیکھی ہے مثلاً جیسا چھوڑنے کی جگہ استعمال
 کیا ہے اور اسماء کی جمع ”ان“ سے بنائی گئی ہے۔ مثلاً

لوگوں 'بیابان و جزیرہ' کی عبارت اکثر ناخوش ہے رہا ہے۔

اس کتاب میں آج کے سب سے فرقہ کے لئے کچھ عبارت بھی افشاں ذکر دی گئی ہے۔
 صدر جوہاد خود عبارت میں "یوسفیوں" کا ترجمہ "بیابان والے ہیں" کی بجائے "فدائی
 کرتے ہیں۔" لکھا ہے۔ غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ مولوی صاحب نے مؤلف جو انتہائی سس
 شکل کیا ہے اس میں تو اسرار کی طرح "امت فدی" اور "دعا فدی" دونوں سے جانا
 گئی ہے شفا پر پیر گارانی "پرمزگار دیا"۔

مولوی صاحب نے اس کی دہائی سے قیاس ظاہر کیا ہے کہ یہ ترجمہ ہی مدی پوری کی
 تفسیر ہے۔

یقیناً مؤلف نے قدیم دہائی کے ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے جو ترجمہ مدی پوری میں
 متراکب ہو گئے تھے۔ لیکن جوں کی تواریکب اس قدر ابلی ہوئی ہے کہ اس سے مدی تفسیر
 افادہ کے بائیں ہیں۔ یا تو یہ فقرہ مدی کے "مستند یا گیارہویں مدی کے آغاز کی تفسیر
 ہے اگر مفسر کا تعلق بارہویں مدی کے آغاز یا تریہویں کے آغاز سے ہے تو مفسر کو تفسیر پر بالکل
 قدرت حاصل نہیں ہے اور اس نے عام مردم بائیں کی تفسیر سے استفادہ بھی نہیں کیا ہے۔ پہلے
 قیاس کی گنجائش دہائی سے نہیں ہوتی اس لئے قیاس مدی ہی دیا۔ قوی معلوم ہوتا ہے۔ اگر
 یہی صحیح ہے تو اس قدر ابلی بیابان کے ہاں مفسر کا تفسیر جیسے بڑے کام کا ارادہ کرنا حیرت
 انگیز ہے۔ بہر حال دہائی دہائی کی جا پر تفسیر کے اہل کا نہیں بہت مشکل ہے۔

۱. تفسیر سورۃ بنی اسرائیل و کہف

”تفسیر سورۃ بنی اسرائیل و کہف“ کے نام سے ایک فلوڈ کتب خانہ امینہ میں ہے۔ یہ دو اصل قرآنی ایلد کے چند ہجری پارے کا مکمل ترجمہ و تفسیر ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ”مَسْجِدَ الَّذِي اَمْسُوْنِي بَعْدَ الَّذِي اَلْمُ“ کے ترجمے سے کتاب کا آغاز ہوا ہے اور چند ہجری پارے کی آخری آیت ”لَقَدْ جَنَّتْ شَيْمَاءٌ فَكُلُوْا“ کے ترجمے و تفسیر پر اختتام ہے۔ اس فلوڈ کے نام ”تفسیر بنی اسرائیل و کہف“ کی بجائے ”تفسیر سورۃ مسجِدَ الَّذِي“ ہونا چاہیے۔ حیرت تو یہ ہے کہ کتب خانہ امینہ کے اردو فلوڈات بعد دوام میں بھی اس کا نام تفسیر بنی اسرائیل و کہف ہی لکھا ہے۔ اس نام کے تحت یہ فلوڈ ناقص و ناقص لکھا جائے گا اس لئے کہ سورۃ کہف کا صمد سورہ بنی اسرائیل کے ابتدائی تین رکوع پر ختم ہوتا ہے۔

کتاب میں نہ کہیں صمد کا نام درج ہے اور نہ ترجمے کی قسم کی کوئی عبارت ہے جس سے صمد کا تفسیر یا نہ کہایت و غیرہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوں۔ قرآنی جہ کی گزشتہ سرفی سے معلوم ہے۔ اور اس کے بعد ترجمہ و تفسیر کیا ہے۔ دو زبان تفسیر مناسب عالی اشعار بھی دئے گئے ہیں اور یہ اشعار صمد ہی کے صمد ہوتے ہیں۔ صمد و صمد کی دانستہ میں یہ تفسیر

علمائے اہل حق کا فتویٰ کی تفسیر نہیں کرتا ہے۔ چنانچہ صرف فارسی عبارت کو اردو کا جامہ پہنایا گیا ہے بلکہ فارسی اشار کو بھی جو تفسیر کے معنی میں ملے گئے ہیں 'اور وہ فقہ کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ صرف ایک دو مقامات ہی ایسے ہیں جہاں مفسر نے اپنے طور پر تفسیر کی ہے۔
ذیل میں دو ذیل تفسیروں کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

تفسیر عارف علیہ ہدایت اولیٰ معروف بہ
تفسیر عینی

تفسیر عینی، مسدود

مسجد الحائضہ الہی پاکہ ابے ہیں ہے
کو جہیز کرامت۔

مسجد الحائضہ الہی پاکہ ابے ہیں ہے
اوس کی کشتیں کو واسطے کرامت کے۔

امسوفی بعبیدہ کے گناہ و کتیں اپنے
فہرست صلی اللہ علیہ وسلم لیلا شہی میں
در بعض اوشب من المسجد المحو
از مسجد حرام کو۔

امسوفی بعبیدہ کے گناہ و کتیں اپنے
جو کہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم لیلا ایک است
یعنی پنج بجے شب سے من المسجد
الحوازم مسجد حرام سے کہ

محیط صامت حرم کبر کے یا اگر سے
ام ہانے کے جو فخری قلاب کے حقے دوہر
فخری دہول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
پہر کہ و حرمیم او

محیط صامت حرم کبر کے ہے یا اگر سے
ام ہانے کے جو فخری قلاب کے حقے دوہر
فخری دہول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
کس واسطے کہ کہ اور حرمیم کو۔

ہر مسجد انہی المسجد الاقصیٰ
ہو مسجد دور دور۔ از مسجد اہل مکہ یعنی
یست اللہ سے۔ ...

تمام مسجد ہے۔ الی المسجد الاقصیٰ
فوت مسجد اقصیٰ کے جو بیت اللہ صاف ہے اور
اقصیٰ اس کہتے اس سب سے کہتے
چنانکہ دور دور ہے اہل مکہ سے اقصیٰ اس
ذات کے سپرد کی ہوئی کی مسجد دوسری اقصیٰ

الذی بارکنا وہ مسجد کو برکت کے ہم
حوالہ کردہ اور ان کو عرض فرما است ہر
برکت دین کو اور اوسط وحی و معین

انبیاء و سفیر

.....

.....

و ہم برکت دینا کہ عزت کر دینا ہم اور
را اشیاء

و اشیاء و بیاد میوہ

و فرستے عطیہ و ارزانی

پس بدلتا توں ملی انشا علیہ وسلم
برویم

لغویدہ تا بنایم اور امن ایسا از
و لائق قدرت ماکہ انک زمانہ انک
بنام دخت و بیت المقدس را مشاہدہ

کرد و انبیاء را بعدہ و وقت بر مقامات
ایشان حاصل کرد

.....

.....

.....

و بر محاسبہ و عزائب آسمانہا و اظہار نیات

الذی بارکنا وہ مسجد کو برکت کے ہم
حوالہ ارف اس کی جو زمین مشام ہے
ہم برکت دینا کے کہ او سکتیں

مصلط وحی اور معین انبیاء کے
ہم یہنے جائے نزول وحی اور جہاد گاہ

انبیاء عظیم اسلام کا گئے ہم

اور ہم برکت دینا کے کہ او سکتیں
سات اشیاء کے

اور اجاز کے اور سات بھرت سے یہ وہ
کے اور سات فرانی معیشت کے اور

ارزانی خد کے پیرایہ اس جا کے عسک
صلی اللہ علیہ وسلم کیتیں کے گئے ہم

لغویدہ تا بنایم اور امن ایسا از
ایاتنا کبات اور دائل قدرت سے
ہماری باز تحوہی وقت کے مکر مکر

سے مشام کیتیں لگی اجبیت المقدس کیتیں
مشاہدہ کیا اور انبیاء کیتیں دیکھا اور

وقت و پر مقامات انکی حاصل کیا
یہنے وقت ایک کے مقامات و متلا

کا ہوا

اور ہر پر نیات اور غرضیات آسمانہا

اکثر طحا پر آئے کہ معراج در سال دوازدہم
از صیبت بودہ .

و در ماہ او اختلاف کردہ اند کہ
ربیع الاول است یا ربیع الثانی یا
شوال .

اثر شب ریت و ہنم است از وجہ
رفیق

آنحضرت اذ کہ بہ بیت المقدس .

بعض قرآن ثابت شدہ و منکر آہی کافر
است

و خروج بر مسلمانانہ و وصول برترتہ قریب

با احادیث یکو مسلمہ . کہ قربت بہ قدرت
ثابت گوسفندہ و ہر کہ انکار آئی کہ حدیث
و مبتدع با ش . حکم :

سے بہ معراج فیما ذرا است

آنکہ معراجیت بدین کافر است

کے اظہار یا کہ اکثر طحا اور اس بات کے
ہیں کہ قدر معراج کا ایک سال آگے .

ہجرت کے ہوا ہے اندر ماہ اسی کی
اختلاف کے ہیں کہ ماہ ربیع الاول ہے یا
ماہ رمضان ہے یا ماہ شوال ہے یا ماہ
ربیع الثانی ہے .

اور اثر یہ ہے کہ شب ریت و ہنم تھے
ماہ رجب سے اور جانا .

حضرت علیؑ علیہ السلام کا کہ منکر
سے بیت المقدس تک .

بعض قرآن سے ثابت ہے اور منکر اور
کافر ہے .

اور خروج بر مسلمانانہ کے اور اصل
ہو پانچ مقام قلاب و سینا اور اظہار کے

اور پانچ مقام رجب ہے سات
احادیث یکو مشہور و مجاہد کہ قریب سات
ہر قرات کے ہے ثابت ہوا ہے اور جو کہ
انکار اسکا .

کرت معنی اور مبتدع یعنی گمراہ اور بدعت
ہوئی سے

شاید معراج نے دافریہ نہ ہو معراج کا فیصلہ اکثر

دستِ گرِ مصلحتِ دین و دھالی
نیتِ پیامِ رویِ بوقیل و قالی

عقل کیا جانے یہ کیا ہے گا مقام
عشق پچھا نے ہے یہ کیا بیلا مقام
عقل چہ داند چہ مقام است این
عشق شناسد کچھ دہم است این

اکھاڑتا سرانِ کابریاں آگے جاری رکھا گیا ہے اور یہ سلسلہ جلد بائیس صفحوں پر ختم ہوتا ہے۔ وہ بیانِ عبارت جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مناسب حالِ اشارہ بھی لکھے گئے ہیں۔
چند مزید اشارہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

سوران بہ جدِ بیدارک بحالتِ بیداری کے خلق سے شعور ہے ۔

۱۰۔ جدِ احمد کا اہلقت تھا جاری دھار سے دل ۱۱۔ آٹھ سر شمشاد تنش ادھانی بود
ہو سورانِ حضرت کو جد کے سات ہی بات ۱۲۔ سیر و ریش تن آسان بود
سوران کی سواری کے بارے میں یہ اشارہ لکھے ہیں۔

۱۳۔ جو یک شب خوابِ حرام سے حضرت ۱۴۔ رنجی اور ناخوش نہ رہا دیرِ تنی
کو گھر میں ام ہانے کی بہ خواست ۱۵۔ غلطہ سرا سے اہمانی

۱۶۔ وہاں میر نیلِ مکرم سے آیا ۱۷۔ وہاں شامِ میر نیلِ از بیتِ سحر
براقِ برقِ سیرِ امرا لایا ۱۸۔ براقِ برقِ سیرِ احمد وہ از نور

۱۹۔ سحرِ اوس پر مہرِ ہی خاتِ اقدس ۲۰۔ دی پشتِ دگرانِ سیرِ دسکِ یغز
کو پچھے پلِ مینا جا بیتِ المقدس ۲۱۔ بر نہاں دودھِ چا وقتِ شہِ لیا تیز

نصوص ذیل نور کی تفسیر کے تحت ہے کہ کہا گیا حسین کا شعلہ کی تفسیر پر تبصرہ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔ "الحی المسجد الاقصیٰ" کا فارسی ترجمہ چوغل "بسوی مسجد" کیا گیا ہے اس لئے اس کا اردو ترجمہ بھی "طرف مسجد اقصیٰ" کے "کیا گیا ہے۔ بظاہر "لفظ" طرف "لفظ" ملک "کے مقابلے میں یہاں موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ سمرانج کے واقعے کے سلسلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "مسجد حرم" سے مسجد اقصیٰ ملک "یہاں تا یہاں کیا جائے تو لفظ "ملک" کی دوم سے سفر کا اختتام مسجد اقصیٰ ملک ہی بھی جائے گا۔ برعکس اس کے لفظ "طرف" کے احتمال سے مسجد اقصیٰ پر سفر کا ختم ہو جاتا نہیں بھی جاسکتا۔ "طرف مسجد اقصیٰ" کے ترجمے سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ کٹر سے بیت المقدس اور وہاں سے صدر اقصیٰ ملک کے سفر کو ایک ہی لفظ "اسراء" یا "سمرانج" سے تفسیر کیا ہے لیکن "علاء" کی اصطلاح میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء اور وہاں سے اوپر صدر اقصیٰ ملک کی سیاحت کو سمرانج کہتے ہیں۔ اس لئے کہ "مسجد اقصیٰ ملک" ترجمہ موزوں ہوگا۔ ڈپٹی ذیلر احمد نے اس آیت کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے۔

"وہ خدا اور دوزخ کے عیب سے پاک ہے جو اپنے بند سے (عسدر) کو راتوں رات مسجد حرام (یعنی خانہ مکہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا جس کے گرد بگرد ہم نے دیباہ دیہی کی، برکنیں رکھ رکھی ہیں (اور اس کے جانے سے منظور یہ تھا) کہ ہم ان کو اپنی قدرت کے چند نونے معائنہ کر لیں (اور ان کو بعض اسرار غیب معلوم ہو جائیں اور ان سے) سننے والا دیکھنے والا (یعنی غیب والوں) وہی خدا ہے۔"

اردو ترجمے میں قریم اللہ کا بھی پائے جاتے ہیں مثلاً "سود" بجائے

وہ "مک" "یہاے" "مک"۔ "ایک بھی ہوا ہے کہ" "مک" "اور" "ہا" "وہ دونوں ہی ایک
 جھوٹا آگئے ہیں مثلاً مقام سورۃ النبی پر میر علی حیدر اسلام نے فرمایا "یار رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم میرا درد مقام یہاں لگے تھا اگر یہاں سے ایک بال برابر آگے بڑھوں میں آتش
 قرابے سے سر سے تپا لگ جوں۔" گو خدا "مک" "ہا" "اور" "مک" کی مرہب صورت
 ہے پھر بھی دونوں خدا ایک ساتھ ایک ہی جگہ میں استعمال کرنا غلط ہے۔ اس کو کتابت
 کی عقل پر بھی قول کیا جا سکتا ہے۔ اوپر کے اس جگہ سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ
 الفاظ کی احوال جیسا کہ اس کے حلقہ کے کی جاتی تھی۔ مثلاً بڑوں (بڑھوں)۔ وہ دو ہاں بچانے
 اچھا ہے۔

ع۔ "مٹی پچانے ہے یہ کیا بیگہ دام"۔

پوچھا یا بچھا یا بیت القدس کہیں پوچھا یا۔ ع۔ "کو پوچی پٹی میں جا بیت القدس"۔
 فارسی میں پندہ ہر ہاں سے کی آڑی بیت "لقد جئت شیعاً حکماً" کا ترجمہ
 "ہر آئینہ دیا (مشتعل) نظر پاس یہ دیکھی" کیا ہے۔ اس کے بدلہ "دیکھ" اور "دکھو"
 کی عرب ذیل ترکیب پر غور و خوض لازم کو چاہا ہے۔ یہ ترکیب عبارت تفسیر میں نہیں ہے۔
 "اور خدا" "دکھو" کے معنی میں تکرار کہتا ہے کہ "دکھو" امر حکیم
 سے ہے کس واسطے کو حقیقت اسی کی جاگ نفس ہے اور تیرا
 شکست کھینے کے خوف جاگ کا خدا جاگت نفسی مانع اور
 ابجا عامر اور محبوب اور دوا بل "دکھو" کہیں سات غمیں کے
 دکھو پھر تے ہیں اور وہ سری ویاں سات سکون کان کے دکھو
 سلامت کرتے ہیں۔

تفسیر میں کی عبارت کے بہت سے فارسی الفاظ اور ترکیبیں اردو ترجمے میں جوں کی
 توں رکھ دی گئی ہیں۔ ذیل میں ایسی چند مثالیں پیش ہیں۔

انجمن، انجمن، 'میشٹ'، 'سیر'، 'ارزانی'، 'اولیٰ قدرت'
 آسمان، 'اسٹیشن'، 'شب بستی'، 'مستقیم'، 'اعادیت'، 'مستحضر'، 'بران'
 برقی سیر و غیرہ۔

تو ہے یہ عربی اور فارسی دونوں ہی قواعد کے تحت جمع بنائے گئے، اس واسطے یہاں
 زیر نظر تفسیر اور تفسیر معنی کے تقابلی معادلوں کی مدد سے یہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تفسیر بارہ
 بھی ملتی ہے تفسیر معنی کی فارسی عبارت کا عقلی ترجمہ ہے۔ زبان و بیانیہ کے لحاظ سے اس کو
 بعد سے ... یا پھر یہی کہ جاسکتا ہے۔ نیز زبان و بیانیہ کی بنا پر یہی کیا جاسکتا ہے کہ
 ترجمہ کا عقلی ثمران ہند سے ہے اس لئے کہ وہی زبان و بیانیہ کی کوئی معر فیہ یا کوئی خصوصیت اس عبارت
 میں نہیں ملتی۔ مثلاً ہر جگہ عقلی یا معنی صلیح حرف الف کے اخذ سے بنایا گیا ہے۔ ترجمہ دکن
 ہر جگہ لاکم لاکم چنڈا اٹھا یا معنی صلیح ڈسپا کے اخذ سے بنایا اس کے علاوہ عقلی یا معنی صلیح
 حرف ثانی ہند کے ساتھ قائل ہے یہ عقلی میں بھی مرد و عورت نہیں رہا۔ صلیح یا معنی کے اجتہاد
 میں بعض دکنی شرا نے سیر و مرد کے اعتبار میں اس معنی کا استعلا کیا ہے یہ وہ زمانہ ہے جبکہ
 دکن میں شعر و ادب کے لئے دکنی کا استعلا مقرر یا مرد و عورت کے ساتھ اس کی بگڑ چلا ہند
 کے خاص سے لے لیا جاتی۔

میرا ابراہیم علی مرتضیٰ قصبہ راجندر دی۔

کتاب کا معلق راجندر دی سے ہونے کی وجہ سے یہاں سے جو ہے کہ قلموں کی کتابت بھی دی
ہوئی ہوگی۔ قلموں میں "خانہ اہل" ہی سے لکھا ہوا ہے کہ یہ کئی معلوم کتاب کی نقل ہوگی
جدا سے مدن ذیل ہے۔

"... قلمر ہذا کے تحت تصنیف حضرت مراد شاہ مراد آبادی

سبھی قدس سرہ العزیز کے ۱۰۶۰ھ رجب المرجب سنہ ۱۲۵۱

ہجری تہ کی تھے کے دنا جانی المرین مثنی دنان الیہ صاحب

کے انجام میں ... " یہ کام انجام پایا۔

مراد شاہ الیٰ نے بھی قدیم اردو میں مراد آباد سبھی کی اس تقریر کا ذکر کیا ہے۔

مگر اس کا نام "مذاکی غصہ" معروف "مراد" ہے جیسا ہے۔ اور سنہ طاعت ۱۲۶۰

ہجری جیسا ہے۔ دیکھتے ہیں۔

"یہ بڑی قلم کے ۲۰ صفحوں پر ہے اور شہر ریچہ اولیٰ سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں منتقل

نائب میں لکھا کہ مراد معلوم ہو کہ یہ کتاب اس سے قبل لکھی تھی۔ چنانچہ ماسٹر کتب نے

خانہ اہل میں یہ جدا سے لکھی ہے۔"

"خانہ اہل و مراد سید بہادر علی علیہ السلام نے صرف

یہ نسبت اس کے کو لکھا تھا اسی نسبت کی جڑ اور اسے اور

مراد مراد آبادی رحمہ کی دونوں جگہ سے فحش ہو جاوے اس

کتاب کی قطع کر کے چھوڑا اور غلطیوں کو دور کیا جس کو باور دہم ۷

۱۳۔ یہ معروف ہے "مراد" ہے جیسا ہے۔ کتابت کی نقل ہوگی۔

یہ "مراد" ہے جیسا ہے کتابت کی نقل ہے۔

دیکھ چاہیے کہ کتاب سے مطاب کر کے دیکھیں اور انصاف کرے۔

مولوی عبدالقادر کا خیالی یہ ہے کہ یہ کتاب اہل سنت سے قبل بھی ہے۔ چنانچہ ادارہ اہل سنت اور دین کا تذکرہ بالا خطوط سے ۱۲۵۱ ہجری میں چھپے ہوئے نسخے کی نقل ہے اور اس نسخے کو مفسر احمد رضا کی روداد نے عابی دہا جان لیا جس کے انجام سے امر ربیب المربوب سے ۱۲۵۱ ہجری کو مبلغ عالم افزاد میں چھپوایا۔ دیکھیں ایک مطبوعہ تخریجی ادارہ کے "ایوان قرآنی" میں موجود ہے۔ علاوہ بریں کتب خانہ اسماعیل میں بھی دو نسخے ہیں جن کا سنہ طبع علی الترتیب ۱۲۵۸ اور ۱۲۸۲ ہجری ہے۔ سنہ ۱۲۵۸ ہجری کے مبلغ نوی میں چھپے ہوئے نسخے کے خاتونہ اہل کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تفسیر اس سے پہلے دو مرتبہ چھپ چکا ہے نیز اس کی مکرر اشاعت کا سبب بھی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"..... اگلے اگلے کے دو مرتبہ تفسیر سہ فہم میں کا نام خدا کی نعمت اور مشہور بکر ادیب اور تفسیر کی ہر فی سوادہ ماشاء مراد اللہ صاحب مرحوم و مפור کی ہے یہ بھی حق بالفعل سبب کی بڑی کے اکثر مومنوں میں دیندار اور مسلمانی شریعت خداوندہ سے اس نعمت کے فروم ہیں اس واسطے عاجز نے ہزاروں کوشش سے جسے عقائد کو جو سہو ہفتی سے چھاپے واسے کے ربنا و منجنا نہ دیکھتے تھے۔ زہد و سادگاہ ساکسہ یعنی عقائد و عقائد خارج دینی پیشی مولیٰ فضل و کرم و قرآن بردہم مولانا ماشاء

۱۔ قریح اردو ص ۱۳۰۔ ڈاکٹر ذوالقادر نے مبلغ عالم افزاد کے بارے میں تحلیف کو یہ نکتہ کے طور پر لکھا ہے کہ اس طرح کے عقلی و ادبی عقائد کو خطوطات جلد فریم میں ۱۲۱۱ و ۱۲۱۲ ہجری میں لکھا گیا ہے۔

مخاطب عالم صاحب سے بھیج کر کے شراکت میں مولوی عبد القادر صاحب و منشی احمد علی صاحب و منشی محمد علی صاحب و منشی علی صاحب و منشی محمد علی صاحب کے بطریقوں میں سنہ ۱۲۵۸ ہجری میں چھپایا اگر بشریت کے سبب سے باوجود وہ چھپنے لکھانے کی کمی جگہ میں سہو و غلطی واقع ہوئی ہو صاف فرمادیا۔

تقریر کو تفسیر مراد یہ مقبولیت عام کی وجہ سے کچھ بار چھپ چکی ہے۔ غرض علی (سنہ ۱۲۵۸) کی جلد کی رہنمائی میں کہا جاسکتا ہے کہ کتب خانہ امیر کا سنہ ۱۳۸۵ میں چھپا ہوا نسخہ پانچویں بار کی اشاعت کا ہے۔ اس کے سرحدی پر سنہ ۱۳۸۵ اور بطبع کے علاوہ کارکنان اشاعت کے نام بھی ملے ہیں۔ لکھا ہے۔

” خدا کی نعمت المعروف مراد یہ جسے مشاہیر و افاضیہ انصاری کاوردی فخر شہیدی فخریہ نے تالیف فرمایا ہے۔ اسے احقر عبدالقاسمی ابراہیم ولد قاسمی فخریہ صاحب پٹنہ دی نے اور فزادین میں جو افاضی صاحب نے تفسیر و تفسیر لکھی۔ بکے بطریق میں دیوریل سے تالیف ۱۳۸۵ و بطریق سنہ ۱۳۸۵ ہجری کو مزیں کیا۔“

سنہ ۱۸۸۴ء مطابق سنہ ۱۳۸۵ء کا بھی ایک بطریق فخریہ فزاد امین میں ہے۔ اس کا کتب خانہ سید و اور کرم فزاد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے علاوہ بھی کتب سین میں یہ تفسیر چھپائی گئی ہو۔

تقریر ذیل کے مضمون میں سب سے پہلے اس کا نام ذیل بحث آتا ہے۔ بکرم ادارہ ادبیات اردو کے مضمون کے نام کنوں میں اس کا نام ” خدا کی نعمت “ کی ” حرف اضافت کے ساتھ لکھا ہے اور ادارہ کائنات ” خدا کی نعمت “ سے موسوم ہے۔ اس کے

خاتمہ اہلبطیح کی جہارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "خدا کی نعمت" جاری کی نام ہے اور کاجروں کی
 نعمت سے "ہمزہ" کی کشش کاف کے سر کو سے بدل گئی اور "خدا کی نعمت" ہو گیا۔
 چنانچہ لکھا ہے۔

"خدا کی نعمت کے بارے میں یہی اس ہے کہ جو خدا کے نعمت ہو
 اور کاجروں کے فعلی سے کاف کی کشش اور بڑھ گئے تھے یہ کوئی
 صاحب الیقین ہی جن اس کا رد ۵ و ۱۱ ہے۔ اور یہ مادہ تاریخی
 تعقیف کا بھی یہ کہ حضرت قدس سرہ نے خاتمی میں لکھا ایما نہیں
 فرمایا اس لئے اس ماحولی نے سب خوں میں جیسا پایا دیو یا یہ
 رکھ چھوڑا اور دس بار دہنئے یقین کے واسطے جمع ہونے تھے ہر
 کوئی "تاریف سے خاتمی دہنئے سوائے ایک مثنی کے جو جہارت
 اوس کے باقی ہر ایک جہارت کے دوپن سے پہلے ابھی زمانہ
 ہی پھر صرف اسے مثنی کو تفسیر فرما، المیزان اور تفسیر معنی اور
 تفسیر بیضاوی اور تفسیر کثافات کے استناد سے یقین کر کے
 چھوڑ دیا۔"

جہارت مذکورہ بالا کی روشنی میں تفسیر کا تاریخی نام "خدا کی نعمت" ہی ہونا چاہیے
 اس لئے کہ تفسیر کا کام سہ ۱۱۵ "ہمزہ" میں مغل ہوا اور "خدا کی نعمت" میں "ذ" "ی"
 محبوب ہونے سے اس کے "د" ۱۱۵ ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے "خدا کی نعمت" سے
 ۱۱۵ "ذ" ہوتے ہیں۔ نیز قرآن کتاب میں سہ تفسیر کو جہارت میں ۱۱۵ "ی" لکھا ہے۔ ہذا
 ذیل میں نقل کی گئی ہے۔

"ہمزہ اور شکو کا سجدہ خاتمی ہی سزاوار ہی پاک پروردگار کہتے

جس خاوند نے اپنے فضل اور کرم سے اہل حضرت بنی صاحب
 علیہ السلام کے فضل سے ہم سب کی تیسری تہذیبی زبان
 میں قائم کر دیا اور اس عالمی گنگا کو مراد اہل انصاری بننے
 قادر و مقبضہ کی حق کو یہ خدمت فرما کر توفیق بخش کر اس
 کے دل میں اپنے پاک کلام کا بیاں بجز زبان کو ہاتھوں
 کو قوت بخشنے قلم کو کاغذوں کے اوپر جاری کر دیا۔ یہ فکر کا
 کام پورا کر دیا پھر اس تیسرے کام خدا کے نعت مقرر کر دیا۔
 یہ تیسرے بیوی تیسری قوم کے پیسنے کے لئے کے دل قائم
 ہو چکی حضرت تیسری صاحب مسلم کے ہجرت کے گیارہ سو برس
 کے اوپر جو اسے اس گراچی تھے پکائی مشورہ ہوا تھا
 اہل حقانی کے فضل سے حضرت نور رسول اہل علی علیہ السلام
 کے فضل یہ بندہ عاجز گنگا راہی و ادبی جو اس تیسرے
 نکلے ہیں اس کے پڑھنے میں اور پڑھانے میں یہ بندہ اور
 جو کی تھوڑے پڑھے پڑھاؤں سے ہمیشہ رہتا رہتا میں قبر میں
 آخرت میں اس کے برکتوں سے فردم دہ دوسے نکلے
 کا پڑھنے کا پڑھانے کا بھی نہ کا سیکھے کا سیکھانے کا
 عمل کرنے کا اور کو عمل بنانے کا ثواب پاتا رہے۔
 نقیص فرمایا میں رہے پھر رحمت خدا کے اور نصیحت
 اور فضل خدا کا حضرت نور علی اہل علیہ السلام کو ہمیشہ
 پہنچتا رہے پکا تار ہے۔ اہل حقانی اور قادیان آفرین "لے

سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں پہلے ہوئے مولوی جبار علی دہلوی نے اپنے مکتبہ میں کتاب کی
مذہب بانا جہالت کے آغوش میں ایک جگہ لکھا ہے یہی "توفیق غیبی" کے برعکس
جہالت یہ غیر کام پر لکھا گیا ہے "سے جہالت رکھا گیا ہے۔" اسی کے دل میں اپنے پاک کلام
کا یہاں بھڑا زبان کو باقر کو قوت بخشنے دیکھنا، قلم کو کاغذوں کے اوپر جاری کر دیا یہ
جلا سوار نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے سید صاحب کے جس نذر جہالت پر اپنے معنی میں
تعمد کیا ہے وہ مولوی کی ایک کتاب "ولسوف یعطیہ ربہ فترضی" کا ترجمہ
و تفسیر ہے جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"ولسوف یعطیہ ربہ فترضی" اور معزز شتاب
معاذ کے گاروے گاہتے گا، تجو یا فہ پاک پروردگار تیرا پیر
راہنی ہووے گا تووے دے غیبی فرمایا بخشنے گا تجو یا فہ
پیدا کرنے والا تیرا آفت میں جو تو غیبی ہو جاوے گا۔ سب
طرح کی طرح جاتی رہیں گی تمام عالم کی شفاعت کا درجہ تمام قوم
تمام امت کی شفاعت کا حکم، بہشت کی بڑی بڑی غیبی ہے کہ
بے نہایت ہمیشہ کا دیدار، ایسی بڑی فرمایا تیرے واسطے رکھی
ہیں۔ خاطر کو خوش رکھ ان کا دوزخ مشرکوں کے بھنے دار نے میں
قلم لکھنا خوش سے ہو کو دوزخ میں بے سبب باجی جاتی رہیں گی
تم کو خوشی ہمیشہ رہے گی۔ روایت ہے جب یہ آیت نازل ہوئی
حضرت رسول (ص) خوش ہوئے اور فرمایا میں ایک آدمی
کی بھی میری امت کے دوزخ میں رہنے کا راضی نہیں ہونے کا یہ
بات امت کے واسطے بڑی خوش خبری ہے۔ خوشی سے بہتیم
ہے پہلے عالی سے آخر کا حال بہتر ہے دنیا سے آخرت

اور جتنے تھے اس کے طعن ہیں اگر یہ صحیح ہے تو مرتب نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہو اور اصل تفسیر کا بقیم دیا ہو جو دوسرے لوگوں کا ہے تو کہنا پڑتا ہے کہ سب سے زیادہ تحریف اسی نسخہ میں ہوئی ہے۔ دوسرے بقیم کے تعلق سے مرتب کی کوئی وضاحت کی عدم موجودگی میں یہی کہنا پڑتا ہے کہ بقیم تھے ہی اصل تفسیر کی نقل ہیں اور سب سے زیادہ تحریف کا شکار وہی نسخہ ہوا ہے جس کا بقیم دو چند ہے اور جس کے بارے میں مرتب کی رائے ہے کہ یہ تحریف سے پاک ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ مرتب نے قرآنی تفسیر بصادق تفسیر راجع اجماعی اور تفسیر کشاف وغیرہ سے مدد لے کر اس دو بقیم کے نسخے کی تصحیح فرمائی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مرتب نے دوسری تفسیر سے قرآن لے کر اس نسخے میں مزید اضافے کئے ہیں۔ اس طرح یہ نسخہ جو ہمارے پیش نظر ہے تحریف اور تحریف کا شکار ہے۔ اس لئے اس کی زبان کو اصل معسر مراد لفظ اللہ کی بنا ہوا کہنا غلط ہو گا۔ چنانچہ اہل میں سودا بنار کے قریب کی حدیث کا مشاہدہ انکار اور شاذ و غیرہ اور یہی کی حدیث سے موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔

سود بنار	تجوڑ مراد لفظ	تجوڑ مراد لفظ اللہ	تجوڑ مراد لفظ اللہ
لم یثقلوا	کیا بات پر چلتے ہیں	کیا بات پر چلتے ہیں	کیا بات پر چلتے ہیں
	لوگ آپس میں	لوگ آپس میں	لوگ آپس میں
عن النبأ العظیم	اس بڑی خبر سے	اس بڑی خبر سے	اس بڑی خبر سے
الذی ہم فیہ	جس میں دے کئے	جس میں دے کئے	جس میں دے کئے
مختلفون	طرف ہر دہے ہیں	طرف ہر دہے ہیں	طرف ہر دہے ہیں
کلا سیعلمون	یوں نہیں اب	یوں نہیں اب	یوں نہیں اب جان
	جان میں گئے	جان میں گئے	جان میں گئے
شر	پھر بھی نہیں اب	پھر بھی نہیں اب	پھر بھی نہیں اب

سید علمون جانی میں گے جانی میں گے

اس کے بعد کی آیتوں کا ترجمہ کرنا پھر طہرستان اور اتحاد کے ترجمے سے متاثر
ہے تاہم ترجموں میں مماثلت کی وضاحت کے لئے آگے کی دو ایک آیتوں کا بھی ترجمہ پیش
کیا جاتا ہے۔

الموجع للارض	کیا ہم نے نہیں بنایا	ہم نے نہیں بنایا زمین
مہاداً	زمین پھوٹا	پھوٹا
والجبال	اور پہاڑیں	اور پہاڑ
اوقاداً	یہیں	یہیں
وخلقناکم	اور پیدا کیا ہم نے تم کو	اور تم کو بنایا جوڑے
ازواجاً	جوڑے جوڑے	جوڑے

تفسیر مراد کا آغاز سورہ فاتحہ کی شان نزول سے ہوا ہے۔ اس کے بعد سورہ کا ترجمہ
ہے اور یہ ترجمہ سارے کا سارا مشابہہ اتحاد کے ترجمے سے ملتا ہے۔ دونوں ترجمے
ذیل میں بالقابل پیش ہیں :-

سورہ فاتحہ	ترجمہ مشاہدہ مراد	ترجمہ مشاہدہ اتحاد
الحمد للہ	سب تعزین اللہ کو ہے	سب تعزین اللہ کو ہے جو سب
رب العالمین	عالم سارے جہاں کا	سارے جہاں کا
الرحمن الرحیم	بہت مہربان نہایت	بہت مہربان نہایت
	رحم والا	رحم والا
ما لک یوم الدین	مالک انصاف کے، محاکمہ	مالک انصاف کے، محاکمہ
ایاتہ تغیب وایاتہ	بھی کو ہم چھپی گئی اور	بھی کو ہم چھپی گئی اور
لستعین	بھی سے مدد پائیں	بھی سے مدد پائیں

اهلنا الصراط
المستقیم
پہا ہم کو راہ سیدھی

صراط الذین
النصت علیہم
راہ ان کی جس پر تو نے
فضل کیا

غیرا المقضوب
علیہم والاضاہین
نہیں پر غصے ہوا اور نہ
پہلے والے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بعض آیتوں کا ترجمہ اس آیت میں دی ہے
جو اہل حق و صاحب کے ترجمے میں ہے۔ اور بعض آیتوں کے ترجمے میں صرف الفاظ
کی کمی بیشی ہے اس لئے اس نگاشت کی وجہ تحقیق طلب ہو جاتی ہے۔

شاہ بدیع القادر کا ترجمہ قرآن مجید ص ۱۲۰۵ بحری میں منقول ہے اور تفسیر مراد
کا ص ۱۸۵ بحری ہے۔ اس تفسیر مراد کی جامعیت اس قدر ہے کہ بحری کے
زمانے میں شاہ بدیع القادر کا ترجمہ قرآن مجید نیز مولیٰ شہرت اور مقبولیت حاصل کر چکا
تھا۔ اس لئے یہی ہے کہ تفسیر مراد کی جامعیت کے وقت سمجھیں گے بعض سوالات اور
آیتوں کا ترجمہ شاہ بدیع القادر کے ترجمہ قرآن سے اخذ کیا ہو گا۔ چنانچہ زیر نظر تفسیر کی
جامعیت اور اس کے ساتھ فاترہ اربع کی جامعیت میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ
فاترہ کی جامعیت غالباً شاہ مراد کی ہی ہے جو اس میں نقل کر دی گئی ہے۔ اور حق کی
جامعیت میں تحریف و تحریف کا نقل ہے۔ فاترہ کی تحریروں میں مترادفات کے علاوہ قدیم
مولیٰ احادیث مثلاً یقیناً "اور" (یہاں سے پر) وغیرہ کبھی کبھی مل جاتے ہیں اور جملوں کی
ترکیب بھی قدیم ہے۔ خصوصاً یہ جملہ "یہ تفسیر جو میری جانیہ علوم کے بیٹے کے ہاتھ کے
دو نام ہو چکی۔ حضرت پیر صاحب مسلم کے بحیرت کے گیارہ سو برس کے اوپر جو آج
برس گزر چکے تھے۔ یہی شہرہ ہوا تھا۔" زبان کی قدامت کو ظاہر کر دیتا ہے۔

اسی زمانے کی نثر کا ایک اور نمونہ توپل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مرزا خسرو بیچ سودا دہلوی کے دیباچہ "دیوان مرثیہ" کا ایک حصہ ہے۔

"حق نہ رہے کہ عرصہ پائیس برس کا بزم ہے کہ گوہر
 سنی حامی زیب گوش اہل ہمزہ ہے۔ اسی مدت
 میں مشکل گزری دقت سنی کا نام رہا ہے۔ اور سدھو
 معنی خوش مستیاں گرفتار دم رہا ہے۔ باد صغی
 کے قلی خدا صفا دریا مانگرہ (صاف چیز) اور
 کدلی نیز چھوڑ دیا پر غل کیا ہے بلکہ تمام عالم کے سنی
 انصاف پر تکیہ از گوش رہا ہے۔ جی کی زبان پر
 قبیل اعدا سے خوف واقعی اور شغی جاری ہو رہے
 باد کہ مر جی میں قلم حوثا فخر مولا، اسی نے کوئی
 خوف بنایا وہ مولا، اسکا بھائی غاری ہو رہے
 اور بے اختیار دبا ہی سے یہ صغریٰ جو اسے سرزد
 رہ۔ دسے بربانی سنی گریہ سنیان نہ رہے۔

لیکن مشکل زنی، واقعی طریقی روئے کا سلام کیا کہ سحران
 دودھ کو ہزار رنگ میں رہا سنی سے دیا۔ چنا پکا اس کام
 میں فخر نہ کہنے بڑ بڑی نہیں پایا ہے اس سحر سے یہ
 مرزا ہے۔

مجھے کہ پاس غل شاق استبداد شست
 گشتند بے غاری و غل شستر سودا

پس لازم ہے کہ مرتبہ در نظر رکھ کہ مرثیہ کے ذکر برائے گریہ: غلام بیچ

یقیناً محفوظ کرے۔ عاودہ تو اسے کہ تھا جو دیکھیں

اور جہاں تھیں وہ جہاں ہیں اس کا سیاق و سباق

جہاں دیکھا تھا کریں اور پھر ٹھہریں

میں نے ان کو جہاں سے ہیں روپوش

یاں تک رہتے تھے پھر پھر

سورہ کی اس عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اسی وقت کی تحریر کا یہی انداز تھا۔
فارسی اور عربی الفاظ کی ترکیبیں اور مجمع و قوافی کا لحاظ ضروری بھی جاتا تھا۔ سورہ کا
دیباچہ مشہور اورادشہ کی تفسیر سے کوئی پچاس سال پہلے لکھا گیا ہے تاہم شاہ صاحب
کے پاس عربی اور فارسی الفاظ کی ترکیبوں اور مجمع و قوافی کے لزوم کی اتنی سختی سے
پابندی نہیں ہے۔ مشہور صاحب کی عبارت بلحاظ سلاست اور روانی جتنی آسان ہے
سورہ کا انداز بیان جو جو رنگینی اتنی ہی الجھا ہوا اور دشوار ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
مشہور اورادشہ سبکی نے تفسیر کو عام فہم بنانے کے لئے آسان دباوی انیت رکھی ہے
جسے انھوں نے "ہندی" سے موسوم کیا ہے۔

تفسیر مراد کے سلسلے میں ایک اور بات قابل ذکر یہ ہے کہ ادارہ کے خطوط
اور جہ کے خطوط انھوں کی عبارت میں "ی" کی کثرت میں صورت اور قبول کا فرق
ہے۔ اور غلط کی جگہ "و" کے استعمال کو متروک کیا گیا ہے۔ مثلاً "ادنی" اور
"اوس" کو "اوی" "اوی" اور "اوس" سے "اور" "اوپر" کو "اوس" سے

کے تالیف کردہ حصہ اول میں

کے دیباچہ میں مرثیہ کا مسند تیسف مولانا حسنین امجدی نے ۱۱۰۰ ہجری تالیف کیا

تالیف کردہ حصہ اول میں ۱۱۰۰

"اور" پر "کھا" ہے۔ ظاہر ہے کہ بعد کے لفظوں میں وزن غزیر کے طوری قضاوتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے اسی لئے ہر وقت کی تسبیح و تہلیل سے اصلی عبارت باقی رہنے نہیں پائی اسی بنا پر تفسیر کی ذبانی کے بارے میں کوئی امر اسے قائم کرنا مشکل ہے۔

ج. منظوم ترجمہ و تفسیر

تفسیر مرقیہ

تفسیر مرقیہ پارہ ۱ کی ایک منظوم تفسیر ہے۔ شاہ عالم بادشاہ کے زمانے میں غلام مرتضیٰ جو قاضی خانہ پارہ ۱۱۱ کی تفسیر کو منظوم کیا ہے۔ اس تفسیر کو مولوی عبدالحق بن حکیم مولوی عبدالحق کے بیٹے علی علیہ السلام نے ۱۲۵۹ ہجری میں چھپ چکی ہے۔ اس کا ایک اسلوب سنو کتب خاندان لاہور میں پایا جاتا ہے۔ اور ایک نسخہ مولوی عبدالحق کے پاس بھی تھا۔ یہ منظوم تفسیر مولوی عبدالحق نے ۱۲۵۹ ہجری میں چھپوایا تھا۔ کتاب تفسیر کے پہلے صفحہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عارفانہ تفسیر مدنی صاحب مولوی محمد صاحب مدرس مدرسہ کبھی بہادر نے تفسیر کی تصحیح کا کام انجام دیا ہے اس لئے یہ کتاب ہے کہ یہ بیچ کھڑی میں ہو گا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے بھی یہی قیاس ظاہر کیا ہے۔ کتاب تفسیر کے پہلے صفحہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

”تفسیر مرقیہ یعنی پارہ ۱ کی تفسیر میں بنکر جہاں تفسیر
مولانا شاہ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھیں ہوئی

۱۔ ”تفسیر مرقیہ“ (۱۹۵۱ء) چھپ چکی ہے۔

۲۔ قدیم اردو ص ۱۲۶

دودن جلد تیرے دکھ کے دودن ہاتھ پر
 لے گیا میں نذر کو پیش نظر
 پایا حضرت کے د سے انعام
 دودن میں دست مبارک سے احسا
 تب یہ فرمایا آواز بلند
 خوش ہو سے ہم اس تری قیصر سے
 دودن جو اس کو رکھا ہم نے کہاں
 مانگتا ہے اس کا کیا ہم سے صلا
 یہ دعا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ک ہستیدگی اور جبریت کے بعد سفر نے پنا
 دعا اس طرح بیان کیا ہے ۔

میں جو پایا مشہد کا لطف بقیاس
 یہ کیا خدمت میں میں نے انا س
 مانگتوں میں تم سے میں حب خدا
 اور حب اہل بیت ~~صلی~~
 اور ہر جملہ آل فاطمہ
 اور جو ان دنیا میں با عز و وقار
 اور غلام مرتضیٰ میرا ہے عام
 ایک سر از دہ جو ہے نور میں
 مانگتا ہوں تم سے اسی حق کے پیب
 اور رہے میں گھر میں دایم یہ کتاب
 اور جو اس کو پڑھے با اہمقت و
 خاصۃً پس درود مصطفیٰ پر کر نام

یہ قیصر یہ دعا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے طرفت جبریت پانے کی وجہ سے اپنے
 دہنے میں مقبول عام رہی ہوگی۔ آخری اشار میں اس قیصر کے بر گھر میں رکھے جانے اور

پڑھنے کے جو فرض و برکات دعا پڑھنا اور میں بیان کئے گئے ہیں یقیناً ان سے عام
 طور پر لوگوں کو اس تفسیر سے استفادہ کی ترغیب ہوئی ہوگی اور اس کی متعدد نقیض
 ہوتی رہی ہوں گی۔ لیکن مطلوبہ متنوں کے علاوہ اس کے حرف پار غلط حالت دستیاب
 ہوئے ہیں۔ کتب خانہ سار جنگ میں دو خطوطے ہیں۔ اور ادارہ بیات اردو میں
 ایک ہے اور مولوی عبدالحق کے پاس بھی ایک قلمی نسخہ تھا۔ ان خطوطات کے مطالعہ سے
 معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کتابت مختلف سینوں میں ہوئی ہے۔ اور کاتب بھی الگ الگ
 ہیں۔ کتب خانہ سار جنگ کے خطوط ہنزہی کے ترقی کی عبارت میں سہ کتابت
 ۱۲۷۰ ہجری اور کاتب کا نام قویٹو درج ہے۔

”نام مٹ تفسیر تفسیری از دست امجد وار غفر

محمد شہو تاجیر خاں ختم جہادی اشانی سنہ ۱۲۷۰ ہجری

بہشتیہ سید پیر منور بارہ“

اس کے بعد کی عبارت یہ ہے :-

”مالک ابن ابی کتاب غسٹہ شہو تربیت یافتہ

اعظم الامراء مرحوم“

ترجمہ کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ کاتب غسٹہ شہو نے جو اعظم الامراء کا
 تربیت یافتہ تھا بعیدیت اس تفسیر کی نقل کی اور اپنے گھر میں خیر و برکت کی خاطر

۱۔ کتب خانہ سار جنگ خطوط تفسیر (۱۷۵ صفحہ) ۵۵۔ سولہ صفحہ (۱۱۱) ساکن ۷۴۵/۱۵

۲۔ سار جنگ (۱) سار جنگ خطوط تفسیر (۱۷۵ صفحہ) ۵۵۔ سولہ صفحہ (۱۱۱) ساکن ۷۴۵/۱۵

۳۔ ادارہ ادبیات اردو۔ خطوط تفسیر (۱۷۵ صفحہ) ۵۵۔ سولہ صفحہ (۱۱۱) ساکن ۷۴۵/۱۵

۴۔ ”میراج اردو“ صفحہ ۱۷۵ (۱۱۱) صفحہ ۱۷۵ (۱۱۱) ساکن ۷۴۵/۱۵

رکھا تھا۔

کتاب خانہ سہارنپور جنگ کے دوسرے خطوط بمز ۱۸۱۱ء میں کاتب کا نام اور
سند کتابت درج نہیں ہے۔ اگرچہ دونوں خطوط خالصتاً تعلیق میں لکھے گئے ہیں
لیکن ہم الگ الگ ہیں۔ خطوط بمز ۱۸۱۱ء کا کاغذ دیکھا ہے اور بمز ۱۸۱۱ء کے کاغذ کے
مقابلے میں زیادہ پرانا ہے۔ اور اس کا کاغذ دلالتی ہے۔ طرز کتابت بھی ظاہر کرتا ہے
کہ بمز ۱۸۱۱ء کی کتابت بمز ۱۸۱۱ء سے پہلے ہوئی ہوگی یعنی سند ۱۲۰۰ ہجری سے پہلے۔
طرز کتابت ذیل کے چند اشارے سے ظاہر ہو گا۔

خطوط بمز ۱۸۱۱ء	کھولے سے خاتم	کھولے پر بندہ خدا کا حکم
خطوط بمز ۱۸۱۱ء	کس سے کتابت خاتم	کس سے کتابت خاتم
خطوط بمز ۱۸۱۱ء	کس سے کتابت خاتم	کس سے کتابت خاتم

ادارہ ادبیات اردو کا قلمی نسخہ ناقص العلین ہونے سے سند کتابت کا
پتہ نہ چل سکا۔ البتہ ڈاکٹر زور کے خطوط کے کاغذ اور دستاویزہ کے لحاظ سے
سند ۱۲۰۰ ہجری کے قریب زمانے کی کتابت بتاتا ہے۔ مولوی عبدالحق نے اپنے پاس
کے خطوط کے کاتب کا نام نہیں بتایا اور طرز کتابت 'خدا اور کاغذ و جزہ سے
سند کتابت کے بارے میں کوئی باتیں سنائی کی ہے۔ تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ
خطوط سند ۱۲۵۶ ہجری کے مبلور نسخے سے نقل نہیں کیا گیا ہے اس لئے کہ مولوی
عبدالحق وائے اور ادارہ ادبیات اردو کے قلمی نسخوں میں منکوم دیکھا پر بھی ہے جو
مبلور نسخے میں نہیں۔ اگرچہ کتاب خانہ سہارنپور جنگ کے دونوں خطوط کے بارے میں

ہیں یقین ہے کہ وہ مبطوعہ حقے سے نقل کئے گئے ہیں اس لئے مگر اہی میں دیباچہ نہیں ہے اور پھر نمبر ۱۷۱ داسے خطوط کے پہلے صفحہ کا عبارت اس خیال کی مزید تائید کرتی ہے۔

دیباچہ میں مفسر نے اپنا نام لکھا ہے :
 "مصحف غلام مرتضیٰ میرا ہے نام ملک بھو بھو کو ہوں کس کا غلام"

یعنی ایک ہندو غلام مرتضیٰ حق کا بارہ صدی میں ہوئے گا

"در سبب تصنیف کتاب" کے عنوان کے تحت کتاب کے نام کے ساتھ اپنا نام اور سہ قلم بھی لکھا ہے :

"دل لگا کئے بر وقت اختتام اس کا رکھ قیسر مرتضیٰ تو نام
 یوں تو ہے گا غلام مرتضیٰ حکم سے عوام کے ہے اسی کو لکھ
 سہ ہجری اسی دونوں تو جان لے بکھر ارا اور ایک سو چوراسے لکھ"

مندرجہ بالا شعر میں سہ قیسر ۱۱۹۶ ہجری بتایا گیا ہے۔ لیکن مولوی بغیر نامی ہاشمی کے معنوی میں غالباً سو کتابت سے سہ ۱۲۵۶ ہجری ظہریا گیا ہے۔

اسے مقالہ دیگر میں قیسر مرتضیٰ کے پہلے صفحہ پر (۱۷۱) کی عبارت ملاحظہ فرمائی جائے۔
 اسے خطوط قیسر (۱۷۱) اور وہ عبارت اسد۔ مولوی جبر الی داسے خطوط میں یہ شعر اسی طرح ہے۔
 "مصحف تاجری اسی دونوں میں جالی لے۔ نہ یکا جرو ایک سو چوراسے لکھ۔"

اسے معنی "اسد و قریب" کے قریب اور قیسر "ص ۱۷۱" پر وہ تحقیقات ظہریا جانے

قرائن باہر سہ ۱۹۳۵ء

اس کو سزا کا بہت بھی تصور نہیں کیا جاسکتا، اس سے کہو اس معنوی میں اس کا سزا کا بہت
۱۲۰۰ بھری بنایا گیا ہے اور دست ہے۔

مصطفیٰ نے یہ کہا: "ربا من العضا" یہاں غلام مرتضیٰ جوتی کا ذکر کیا ہے لیکن
اس سے تمام اور شخص کے اور کچھ نہیں تھا۔
فخراہ جاوید ملیں لکھا ہے کہ نہ

"مستاد غلام مرتضیٰ شخص بہ جنوی متوفی فہم آباد پڑ
مصر مرزا محمد رفیع، اور مذہب صورت پاکیزہ
نہایت فحش مذاق۔ اکثر غوی میں جاہل اور کامل
بڑھاپے میں دین پر گتے تھے مگر مشق سخن میں وہی
انجام تھا۔ مذہب مصطفیٰ تھا مشیت لکھی میں کو
ان کا وطن اور آباد تھا۔ اور زہد و تقویٰ میں مشہور
تھے۔ دیا ان دیکھتے ہی مرتب کیا تھا۔"

عقب دو چادر شرمش کے جاسے ہیں۔

یہ بھلا کوئی کبھی سے کوئی دیر سے پر پنا
نئی جس پر آقا ہر وہی خیر سے پر پنا

طوف با صدق و صدا کیے دل آگاہ کا
میرے مذہب میں یہی ہے جیست اللہ کا

علوم ظاہری و باطنی بزرگ تھے۔ اور اسی کا فیض خاص و عام تھا، اور تکمیل علم مولوی محمد برکت سے کیا تھا۔ نظام مرقعی کے ایک ہی لڑکا تھا۔ ذیل کے مصرع کافی سے یہاں سے جوتا ہے کہ شاید اسی لڑکے کا نام نظام حسین تھا۔

ایک سرفروغ جو ہے خودیہا ہے غلام و بندہ حضرت نہیں
اور وہ ارباب اور دے کے غلوے میں ابتدا حدیث شریف و غلوئی منافی
ولا غلوئی و غلوئی سے کی گئی ہے یہ حدیث کتاب کی بیٹائی پر بقلم جلی علی گئی ہے۔
اس کو ایک شریعیوں پر بیان کیا ہے۔

حکم ہے کہ اگر کوئی لکھنوی ہے تو اس کا ہاتھ ہرگز نہیں ہٹا دیا جائے گا۔
اس کے بعد "لا اھل بیتا" علیک انت کا، اثین علی غلک کے تحت جو ہمارے تاج
میں سونے اشعار ہیں۔ تو نہ تو شعر ہمیشہ ہیں۔

یہاں کہیں میں کہہ دینا کیا جان
بھٹے کا مہر ہے پھر کی زبان
یہاں ہے فریاد کو افسانہ
ہے شہر تری جو کہ تو جی کہ
مہ کے بعد منت شریف احمد صاحب کرم
احمد دیا کی دعا میں پند شریعت کے ہیں
اس کے بعد "انجمن طب مرشدہ" کے غرض کے وقت وہ شریعت لکھے ہیں۔

حضرت سید کا تو ہی پیر
دو تو عالم میں سرا ہے دستگیر
تو سید ہے سرا اور واسط
یو سید کس کو فنا ہے خدا

ای منکھ میں بیت کے خلق سے آیات (آئی کا بھی منکھ) ترجمہ کیا ہے اس کے بعد
"افغانی بہاب، والد شریف حضرت سید و محمود قدس، اڑسہ الہیہ" کے حوالے سے
آٹھ اشارہ ملے ہیں۔ چار خضر ذیلی میں مدعا ہے :-

۱۔ حدیث شریف کہ اسی طرح کہ ہے یعنی میں اردو کے آفریں برج کا ان مترجم ہے۔ کتاب کی غلطی

بیگنوں ای مشاء تیمور ولی علم ہی عالم میں تیرا مجلسی
 عالم کا ہر تختی حق میں کیس علم باطن بھی تختی ایسا دیا
 کھل گئی اسرار قرآنی تمام جب ہر ارضیٰ بخش غلام دعام
 چاہتی ہو باپ کا بیٹا بشیر کیونکہ ہی اولاد سر ملا بیہ لے
 اس کے بعد اپنے استاد مولوی کی برکت کی دعا میں بھی معنی طرہ مولوی کے وقت چار
 شہر بچے ہیں۔ ایک شہر دونا ڈیل ہے :-

"دونا دوستاد حضرت مولوی کی برکت سے ہی اس سرہ العزیز" سے
 ہے مرا دوستاد فرزہ عالم مولوی برکت میں بیکر عالم
 استاد کی دعا کے بعد "استاد حاجن باب الہی از برای بادشاہ وقت" عنوان قائم
 کر کے مشاء عالم بادشاہ کے لئے بارگاہ الہی میں دُعا کی ہے۔ پند شہر ہمیش ہیں :-
 دارش تیمور زیب تمام وقت مشاء عالم بادشاہ نیک بخت
 کشور چہ دستاوی کا مشاء ہی حاجی دین رسول اللہ ہے
 سلطنت او کی خدا کامل کیسے جو مراد ولی جو سوا حاصل کرے
 بادشاہ کے بعد وزیر ملکیت آصف الدولہ کا ہے :-

آصف الدولہ وزیر ملکیت حاجی دین و مشیر سلطنت ہے
 آصف وقت و سیلان زمان ہے سکندر بخت و دار لے یہاں

اس عزت شرف کے وقت کہ نفرت کر دیا ہے۔ مثلاً "قد" کا نام سنا کی "اد" "لابیہ" پر
 ایک نام "اد" ادا ذکر کیا ہے۔ یہ مولوی عبدالحی نے غالباً سہ نفوس سے استہد کا نام رکھا ہے
 کہ برکت کی برکت اللہ علیہ ہے۔ حالانکہ صنف نے عنوان میں "مرام" "مور برکت" لکھا ہے۔
 یہ مولوی عبدالحی نے دوسرا نسخہ ادا فرمایا تھا کیا ہے "رہ" "حاجی کریا ہے و مشیر سلطنت"

حضرت سیدنا علیؑ کو اشد وجہ کی غیبت میں چند شرکے بعد سورہ فاکہ کی تفسیر
 شرم کی گئی ہے۔ ایک ایک آیت سرئی سے بحروف علی لکھی ہے اور اپنے اخبار میں
 تفسیر بیان کی گئی ہے۔ اسی غلطو میں سورہ فاکہ کی تفسیر کے بعد محمد باری خاں کے شرکیہ
 غلطو بنزداء کا آغاز بھی محمد کے اسی اخبار سے ہوتا ہے :-

"ہے مزے محمد وہ عالم جناب یعنی بیجا ہے غصہ پر کتاب
 بنی قرآن کو باری نکلم کلام کہ پر از آیات قدس ہے تمام
 ہے کلام حق پر از اجاب سب کو لقا اس محبت سے کہ سکتا ہے کب
 چند اخبار کے بعد محمد کو اس قرآن ختم کیا ہے :-

"یہ کلام حق ہے شرکت سے بری بندہ سے کہہ دو خدا کے ہم سرئی
 کیونکہ یہ حقوق سے خالق کلام کیونکہ یہ بندہ خدا کا ہم کلام
 کہنے میں ہی کلام زور لگائی کہ سنی مٹ ہو نکالے شای سنی سے
 غلطو بنزداء میں سورہ فاکہ کی تفسیر نہیں ہے۔ سورہ اخبار کی تفسیر سے اس کا آغاز ہوا
 ہے اور سورہ ان میں پر اختتام۔
 انداز تفسیر کے لئے سورہ انہما سے نود پیش ہے۔

۱۔ غلطو بنزداء میں "خالق کلام" ہے۔ (۱) میں کتابت کی نقلی ہوگی۔

۲۔ غلطو بنزداء میں "کسوں سے" لکھا ہے۔

۳۔ "مٹ" معنی نکال ہے۔

۴۔ یہ نود تفسیر غلطو بنزداء میں قادیانہ جنگ سے پیش کیا گیا ہے۔ بڑے اختلافات

ہونے والے ہیں اس وقت کے لکھے ہیں۔

مسمیتا مونی

اصل میں تمام عطا ہی پسر
ذی یکتہ کریم پھر کلام کرے
گرافت کو خف سے بھری بھاری
پہنچیں آگن پیر سے یہ کافران
عن النبأ العظیم الذی هم فیہ مختلفون
اسا خبر سے کو بڑی ہی بے غلات
یا کتاب امڑ ہی جنبار عظیم
یا کہیں ہیں سر یا ہی مشترا
نزد بھٹے ہی کلام کبیر یا
یا ظہ ہی کو جیج سر سنسین
اس یکتہ بکتے ہیں ختم امر سین
اداسے بکتے تھے سا کو کافران
منا ورنہ یوں گودہ مشر کا ہی
پاک ہی اس جاسے مشر مراد
سے مذگاہ جزب البادری
قوله لعلی ہولاء شفعاؤنا عند الله

یہ مودی بد الحق نے سرور مودی میں "م" کوئی نقل کیا ہے اصل میں تھا فانی اسے

پسر

یہ مودی بد الحق نے سرور مودی کو اس طرح نقل کیا ہے "یا بھٹے ہی کس پیر سے یہ کافران
بلور تھے اور خطوط اسی میں اس طرح ہے "یا بھٹے ہی کس پیر سے یہ کافران
یہ مودی بد الحق نے یہ شعر نقل نہیں کیا۔ خطوط اسی میں سرور مودی اس طرح لکھے ہیں۔
"یا" اور اوی بکتے ہیں سا کو کافران

یہ خطوط اسی میں سرور مودی اس طرح ہے "یا" اور اسے ہے اکاد جزب البادری میں بستی نقل ہے
یہ مودی بد الحق نے "قوله لعلی" کو خف کو کے حرف "ہولاء شفعاؤنا عند الله
نقل کر دیا ہے جس سے ظاہر کہ اس آیت کے بھی سرور مودی ہے متفق ہوئے کاشفہ ہو جائے
ماہ کو مشر کے نقل سے بلور فقیر مودی کے کلام سے یہ آیت کی گاہ ہے

مشرک کہتے ہیں حق ہے مشرکوں ہم کو بن دینگی پیش حق بنوں

قوله تعالى انما هي الاجناس وما الله بآل

مشرکوں مشرک کہتے ہیں ہوں نہ مگر یہ دینگی ہی پسند ہوں

قوله تعالى بلهم في شك منها

اور کہتے ہیں غیبی دان جاہل عظیم یوں کہوں گے زندہ یہ غلامِ رحیم

تا کہ وہ ہو جائے قولِ باطل یہ دیا کفار کو حق سنو اب

کلا صیغہ معلوم ہے

جائینگے تھا کہ قومِ مشرکوں روزِ مرگ و وقتِ نزاعِ دوزخ ہوں

یہ سب بے ہوش گے درخشے مشرکوں تب یقین جائینگے قومِ جاہل و

شو کلا صیغہ معلوم ہے

پس یقین جائے گی یہ قومِ پلید بے عذابِ قبر ہو یگہ سعید

کہ دوزخِ بے ہوش میں کچھ شک نہیں ہم کو جز دوزخ کے اب ملک نہیں

یہاں بھی مروجہ جہالت نے "قوله تعالى" کو حذف کر کے نقل کیا ہے۔

یہ "یوں کہوں گے زندہ یہ غلامِ رحیم" مجروح سنو میں اس قرآن ہے اور مروجہ جہالت نے بھی

اسی قرآن نقل کیا ہے۔ البتہ غلط اور اس میں غلطی ہے۔

"یوں کہوں گے زندہ یہ غلامِ رحیم"

یہ مروجہ جہالت نے اسی کے ذریعے و غیر کے اشعار نقل کیے ہیں۔

یہ جائینگے تھا کہ قومِ مشرکوں روزِ مرگ و وقتِ نزاعِ دوزخ ہوں۔ (مجروح سنو)

جائینگے حق کہ قومِ مشرکوں روزِ وقتِ مرگ و وقتِ نزاعِ دوزخ ہوں۔ (مخطوط دہلی)

پایہ تگوار از پستے تاکید ہی کو نہ ان اندھوں کو چشم دید ہی
پھر کئے تھی نے برائے خلک ہی یہ دلائل اپنے قدرت کی بیان
کئے زیر پا ہیں کئے فرق سر کئے ان کی ذات میں ہیں جلوہ گر

الہ من جعل الارض مھا دأ

تیا یہ ہم نے کیا ہے خاک سے فرش گستردہ تہہ سے دے دے ہی
اور پھائی ہم نے پانی پر زمین مردہ اور زندوں کے دہنے کی ہی

والجبال اوتادأ

اور کیا کہ ہر ٹکڑی میں استوار تاج کا پنے اور زمین پر ٹکڑے قرار

وخلقناکم ازواجأ

اور ہمیں پیدا کیا ہے ہم نے جنت ای نر و مادہ کو بے گنت و شفت
پنے ذی اور مردہ کو پسید کیا ایک کارل ایک پرشید ایک
تاکو ان دونوں سے پیدا ہو پسر جیسے آب و خاک سے گشت و شر
یا مرد و ازواج سے ہے قسم قسم مختلف در صورت و ادائی و جم

۱۔ غلط ۱۰) جن اسی طرح لکھا ہے ۔

پھر کئے تھی نہیں برائے خلک ہی یہ دلائل اپنے قدرت کی بیان

۲۔ غلط ۱۱) میں مردہ اور ان اسی طرح ہے ۔

۳۔ تیا نہیں اپنی کیا ہے خاک سے

۴۔ غلط ۱۲) میں یہ شر پس طرح ہے ۔

اور کیا کہ ہر ٹکڑی میں استوار تاج کا پنے اور زمین پر ٹکڑے قرار

۵۔ غلط ۱۳) میں معروف ثانی اسی طرح ہے ۔ ۶۔ "مردہ اور زندہ سے کے دہنے کی ہی"

۷۔ غلط ۱۴) میں معروف ثانی اسی طرح ہے ۔ ۸۔ مختلف در صورت و ادائی و جم

وَجَعَلْنَا فِيهِ مَكْرًا مُّسْتَبَإً

اند کیا ہم نے تمہارے خواب کو موجب راحت قیامت اب کو
ای کیا ہی ہم نے خواب مردمان راحت چشم و جان و جسم و جان کا

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا

اور گرداند ہی ہم نے رات کو پردہ کا پردہ و کار و نگو
شجائیکر کے حق پر کو فوسل سنے شب ہی پردہ و صاحب میل
شب طاقی ہے انہوں کو یاد سے کر کے جنہاں دیدہ و اغیار سے
تا کہ اس خلوت میں انگو یا ریب لذت دیدار ہوتے ہیں فیض
ہوتے ہیں محبوب جانے ہم کلام پیٹے ہیں جام صوری کو حرام
وہ خود احوال و استعداد فیش ہرے ہر خودار ہر دوشیاریش
یہ سخن سنی لے قویخ اسلام کا ہی یہ نکو سب کو نئے کام کا
پہنے شب ہی پردہ و دارس لکھی پردہ پوشش کا دوبارہ افغان
شب ہی پردہ گریہ عشاق کا شب ہی پردہ عاشق مشتاق کا
شب ہی پردہ ویرانہ خوب کا شب ہی پردہ عاشق بیتاب کا
شب دل عشق کی ہی رازدار عاشق و معشوق کی ہی تلکار
کہتے ہیں اہل وصال دوست سب کاش تاج بی مست رہتے شب

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا

اور کیا میں روز کو دیر معاش تا کر دم اس میں روزی کے تلاش
سورۃ البقرہ کی تفسیر کے پہلے شریں مفسر نے قرآن کی روش سے "م"

۱۔ مخطوطہ ۱۰۰ میں سر و ثانی اس طرح ہے۔ ر۔ راحت چشم جان و چشم و جان۔

کی اصلیت بتائی ہے۔ "بیتساء لوف" میں بہت وسیع مفہوم ہے لیکن مغز ایک سرور
 میں صرف "پرہیزیں آگئی چیز" سے یہ کافراں "کہ کو آگے بڑھ گیا ہے۔ اس کو صرف
 ترجمہ کیا مناسب ہو گا۔ یہاں قرآن مقلیٰ مقلیٰ کا شکافی ہے لیکن "پرہیزیں" فعل
 مضارع ہے جس سے مقلیٰ مقلیٰ کا کام لیا گیا ہے۔ عربی میں مضارع ماضی اور
 مستقبل دونوں کے معنی دیتا ہے شاید اسی لئے "بیتساوون" کا ترجمہ "پرہیزیں" کیا گیا ہے
 اور عربی قواعد سے اس کے معنی ماضی مقلیٰ کے لئے ہیں۔ لیکن اردو صرف کی رو سے
 یہ درست نہیں ہے اس لئے کے برخلاف دوسرے نسخوں میں "پرہیزے ہیں" اور
 "پرہیزیں ہیں" ترجمہ کیا گیا ہے۔ اردو قواعد کی رو سے یہ ترجمہ درست ہے۔ پھر بھی
 متبادون کا جو مفہوم "اپس میں پوچھتے ہیں" ہے ان ترجموں سے بھی ادنیٰ نہیں
 "السر فیصل الارض معاداً" کا مضارع مقلیٰ فعل "والجبال اوقلتی
 پر معطوف ہے اور اسی طرح "و خلقنا کما ازواجاً" پر بھی معطوف ہے۔ لیکن مفسر
 نے ترجمہ میں اس کی پابندی نہیں کی اور جملہ انتضائیہ کی بجائے "ترجمہ جملہ فرجی کیا ہے
 "اور کیا کہ کچھ نکو نہیں اس سوار" تاکہ کہنے اور ذہنی ہوئے قرار
 اور تمہیں یہ دیکھا ہے کچھ جنت اسی زو مارہ کو بے گفت و نشست

و ایسے بہت "و خلقنا کما ازواجاً" اور "وجعلنا اللیل لرباہ" کی
 تفسیر میں بڑی مراعص سے کام لیا گیا ہے لیکن اس طرح منظم ترجمے و تفسیر میں کچھ
 دو مائیت کا ساتھ دینا یہ ہو گیا ہے جو قرآنی کے ہر وقار انداز کا لب کو متاثر کرے گا
 سورہ نازکی تفسیر میں بعض مقامات پر قرآنی کی ہدایت کا انداز ایک مصلک

نے تفسیر فتح اللہی لا عار اور جلال علی جلالہم (۴) "و خلقنا کما معطوف
 علی المضارع المثنی داخل فی حکمہ"

جدید کرنے کی کوشش ہے اور یہ کوشش مستحقِ ستائش و تحسین ہے۔ مثلاً - "وَلَمْ يَشْكُرْ
تَحْتَ پھلا شر ہے

"میں قرہ کا لیس ہے حمد و ثناء" میں "ب" لفظوں سے ہر صفت
دیکھا اٹھ اسم ذات ہے ذوال
ای قرآن "رب العالمین" کے معنی کو جو شرعی صورت دلاتا ہے وہ بھی مستحق ہے
پانے والا ہے عالم کا تمام پروردگار پانے ہیں اور اسے عالم نام
بعض آیتوں مثلاً صَوَاطِئِ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ
وَالضَّالِّينَ کی تفسیر نہایت شرعاً و لغت کے ساتھ کی ہے۔ صَوَاطِئِ الَّذِينَ
الْأَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر کا نود ذیل میں پیش ہے۔

راہِ ان کی میں پر از راہِ عطا
قرنی بختِ نفیس صدق و صف
یا نبوت بخشے یا صد نفیس
یا نہایت یا کہ فار معرفت
ہم کردہ اون پاک مردی دیکھا
جو کم نہیں نفیس عرفان دیا
یہ لکھ ہم کو بخشے چشم معرفت
جس نے پہچانے بختے سب خوش طاعت
یا کو دیکھا ہم کو راہ و اصلاح
جو یہ بختا تو نے قریب جاوادی
یا کو راہ اون پاک مرد کے دیکھا
جی کو یہ بخت ہے قرب سحط
یہ صَوَاطِئِ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر باقرآن ہے۔ آیت ہے "الْقَوْمِ
الَّذِينَ هُمْ مِنَ الْإِنبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالْأَنْصَارِ الْحَيَاتِ"
اس میں واو لفظ ہے۔ لیکن تفسیری اشعار میں "یا" مستعمل ہوا ہے جس کی وجہ سے

یہ لفظ "وہ" ہوگا۔ ثابت کی نقل ہے۔

یہ معراجوں ہوگا۔ "جی کو بختا تو نے قرب جاوادی"

گناہ پیدا ہو جاتا ہے کو مستطابہ الہی سے کئی ایک کی ذمہ اختیار کرنا مطلوب ہے۔ خصوصاً
آفریقہ میں اشعار سے تو ہر ایک کا الگ راستہ جیسے ہر ما نظر آتا ہے۔ بعض مقامات
پر مزدست شرقی کے لئے نہ صرف حشو و زوائد سے کام لیا گیا ہے بلکہ قافیہ و ردیف میں
بہر مرقعہ اور تاحزوں، اتفاق آگے چلے ہیں کی وجہ سے خواہے قرآنی فہم ہو گیا ہے
مثلاً: *ایماننا نعبد وایماننا نستعین* کے قہر لکھا ہے :-

چرے ہے ہم چنگے کوئے ہیں بس اور دے کے بقے رکھتے ہیں بس

روز شب اس بندے کوئے ہیں ہم کو یہ ہے رات ہے اور باقی ہے ہم

ہوس کا لہجہ شہید خواہش کے علاوہ ہے باغ و امین کے مجرم ہیں استعمال ہوتا ہے
بلکہ تا فرسہ زیادہ عام ہیں اس لئے یہ لفظ استعمال نہ کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ دوسرے
شر کے معروضاتی میں ایک "ہے" نہ آیا ہے۔ اھل صراط المستقیم
کے تحت شر ہے :-

ای خدا دیکھنا بھی وہ راہ راست جس میں حاصل ہوئے میرے لئے قہر

"میرے دلی کی خواہش" کی قرآنی نہیں قطعاً کئی شخص نہیں صراط مستقیم کی تفسیر
صراط الذین انعمت علیہم کے قہر ہوئی۔

زبان صاف اور واضح ہے۔ ملامت قاطعی کے لئے "منے" اور "نیں"

دو قوی استعمال ہوئے ہیں :-

"یوں ہے فرمایا کوئی احاطہ نہیں ہے تاثیر جو کچھ قرین ہیں

عالم ظاہر تھے حق نہیں کیس علم باطن میں تھے ایسا دیا

پھر کے حق سے بڑے منوں یہ دلائل اپنے قدرت کی بیاں

اور کیا ہم نے چسپاں آفتاب روشنی و جاہاں بروئے خاک و آب

۱۔ "و جعلنا صراطاً مستقیماً" سورۃ العنبر

”کہتے ہیں“ کے لئے ”کہتے ہیں“ مستعمل ہوا ہے۔

اور کہتے ہیں شک میں ذراں بنا عظیم کیونکہ ہونگے زندہ وہ عظیم رحیم
خاری اٹھانا اور قریب کے علاوہ اور ان حقیر معز کے قلم سے اکثر صوفی خاری میں
بھی نکل گئے ہیں۔ ”مشتی و تاجاں ہر دے خاک و آب“ ”پردہ کار بدکار نگو“
و۔ ”پردہ پوشش کا دوبار حقائق“۔

معز کہیں کہیں عربی کے بھاری الفاظ اور قریب بھی استعمال کرتا ہے۔ مثلاً
”عظم رحیم“ ”دب اعباد“ وغیرہ۔

بقبر کے مسئلے میں معز کی مزدگوشتمی کو نظر انداز کر دینے اور اس کی کوششوں
کو سراہنے کے باوجود عمومی برداشت سے ان کی دستانے کے دوسرے جزو کی حد تک
تعلق ہونا پڑتا ہے۔ ”ایسی چیزوں کا جزو اور وہ بھی نظم میں سر اسرے صنف
ہو جاتا ہے“۔

باب چہارم

تراجم و تفاسیر

۱۲۰۳ھ تا ۱۲۶۲ھ
۱۶۸۹ - ۱۶۹۰ ق ۱۸۵۶ - ۱۸۵۸

الف: پس منظر

سولہویں صدی عیسوی کے آغاز ہی سے یورپی اقوام ہندوستان آئے گئے تھے پہلے پرتگالی آئے ان کے بعد ڈچ آئے، ان کے بعد فرانسیسی اور انگریز آئے۔ یہ سب درمیان بھارت کی فوج سے آئیں۔ ساحلوں پر تجارتی گنجائیاں بتائیں۔ فرانسیسی اور انگریز بھارت کے اندر وہاں سیاست میں بھی دخل ہونے لگے۔ ان کی مدد پر انہوں نے ہندوستان کی زبانیں سیکھیں۔ ان زبانوں کی معرفت وہ لوگوں کو پکارتے ہیں انھیں "علاقہ مرتبہ کے"۔ انگریز چونکہ دوسری اقسام سے زیادہ ملک میں سیاسی اثر و نفوذ حاصل کر چکے تھے۔ اس لئے ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی سیکھنے پر زیادہ توجہ نہ دی۔ ہندوستان میں مندر سلطنت کا زوال اور اردو زبان کا عروج ساتھ ساتھ ہندوستان اس لئے انگریز آہستہ آہستہ اردو سیکھنے کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ ابتدا میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین اپنے طور پر اردو سیکھ لیا کرتے تھے۔ لیکن کمپنی کے گورنر جنرل دارڈ ویلڈن نے محسوس کیا کہ ملازمین کمپنی کو باقاعدگی کے ساتھ اردو زبان سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے اس کی وجہ سے اس نے ۱۸۰۰ عیسوی مطابق ۱۲۱۹ ہجری میں کلکتہ میں فائنل ولیم کالج قائم کیا جس کے پرنسپل جہاں گل کی انتہائی توجہ ہوئے۔ یہ اردو کے بڑے عالمی ادیب پرست اور تھے۔ انھوں نے قیم وندت دیس کے لئے چند مسلم زبان اور ہندوؤں کو ملازم رکھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی اردو کی حقیقت و تعریف کا ایک فکر بھی قائم کر لیا۔ اس فکر کے تحت ترجمہ و تفسیر کا کام مشہور ہوا۔

اور ان کتابوں کو چھاپنے کے لئے اردو ٹائپ کا چھاپہ خانہ بھی قائم کیا۔ اس وقت مدرسے کے غلامانہ نظریے کو فنا اور دو کتاب موجود نہیں تھی۔ اس سے اس کتاب کی طرف سے فارسی کی متعدد کتابوں کے ترجمہ کو اسے ملے۔ بعض کتابیں تائیف کو دوائی گئیں۔ اس طرح اٹھارہ برس میں قرٹ ولیم کتاب کے مصنفوں کے کوئی پچاس کتابیں تیار کر دیں۔ جن میں تین کتاب تائیفات اور تین جسم شامل تھے۔ یہ ساری کتابیں سفیس اور سادہ نثر میں لکھی گئیں۔ قرٹ ولیم کتاب کے اس محبوب کزیر کا اثر کتاب کے باہر کے مصنفوں پر بھی پڑا۔

ایک مسلم جو تاجہ کو اردو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا اندازہ جس قدر اچھا لگا تھا کہ تھا اسی طرح حد درستی کے ذی علم اہل قلم کو بھی اندازہ ہو چلا تھا کہ اردو بڑی جڑی کے ساتھ فارسی کی جگہ لے رہی ہے۔ اسی عام احساس کی وجہ سے قرٹ ولیم کتاب کے قیام کے پہلے ہی سے اردو نثر میں کتابیں لکھنے کی طرف لوگ متوجہ ہو گئے تھے۔ پروفیسر حامد حسن قادری نے داستان تاریخی اردو میں قرٹ ولیم کتاب کے باہر کے مصنفوں کی جو طویل فہرست دی ہے اس میں سے ابجدی پانچ مصنفین کی تفصیلات ۱۸۰۰ عیسوی سے پہلے کی ہیں۔

۱۔ ہری پر پرشاد سبھلی بدائع اختیاری ۱۱۴۲ھ م ۱۱۴۶ھ

۲۔ بدیع الہی حقارادی مصنف تذکرہ معاصرین اختیاری ۱۱۵۷ھ م ۱۱۶۰ھ (جبری)

۳۔ محمد حبیبی لکھنؤی ترجمہ غنیمت الحکم ۱۱۵۴ھ م ۱۱۶۷ھ میں زندہ تھے

۴۔ قادر علی شاہ قادری مصنف رسالہ اشرف ۱۱۶۶ھ م ۱۱۹۰ھ

۵۔ مولوی محمد عالم بن مولوی بدیع عالم مصنف تذکرہ خطوط عالی ۱۱۵۷ھ م ۱۱۶۹ھ

اس کے بعد حامد حسن قادری نے ۱۸۰۰ عیسوی کے بعد کے دیگر مصنفین کا تذکرہ کیا ہے اگرچہ سید انصاری اور مولوی قسطل کوٹلی کو یہاں تک لکھا ہے کہ ان کے علاوہ دیگر

تو اسی فرست میں مدد کا اعجاز ہو جاتا ہے۔ ان معنیوں میں سب سے زیادہ قریب
 حکم مسدود بڑی امتیازی ۱۲۰۰ م ۱۲۲۲ ہجری میں جی کے ترجمہ قرآن
 پر مبنیہ زیر نظر باب میں کیا گیا ہے۔ چونکہ علامہ حسینی قادری نے فہرست دہلیہ کا کرا
 کی اردو خدمات کے ذکر سے پہلے سٹاڈیو اعجاز کے ترجمہ قرآن کا مجید ۱۲۰۹
 م ۱۲۰۵ ہجری) اور ان کے بھائی سٹاڈیو ریخ الدیہ کے ترجمہ قرآن کا تفسیر سے
 جائزہ لیا ہے۔ سٹاڈیو ایسٹن نے ۱۲۰۰ سے پہلے کے معنیوں میں ان
 دونوں بھائیوں کا ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح کئی کے فوٹو مزید کا ذکر بھی انھوں نے
 ان دونوں بھائیوں کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ کر دیا ہے۔ ان کے تفسیر کو بھی اسی
 فرست میں شامل نہیں کیا۔ علامہ نگار کے فوٹو سٹاڈیو ایسٹن کے
 قرآن کی بڑی اہمیت ہے۔ اگرچہ کہ شامل ہند میں ادبیت سٹاڈیو مراد اللہ علیہ
 سبھی کے ترجمہ کو حاصل ہے۔ لیکن قرآن کی بڑی کے ترجموں اور تفسیر کا بیانیہ ایضاً دو
 خواہ صاحبان کے قرآن کا ترجمہ سٹاڈیو ایسٹن ہے۔ علامہ مراد اللہ علیہ نے جہاں اسلامی
 علوم کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور دنیا ہی میں قرآن کے ترجمہ کا ایسا
 نمونہ بھی فراہم کیا۔ جو باوصف اپنی طاقت دہانہ دہانہ کے آنے بھی جوتی ہے۔ بعد
 کے مترجمین و معرزی نے ان قرآن سے کہا حق استفادہ کیا۔ اسی غناء ان کے ایک
 اور فرد اسمیں شہید و بڑی نے بھی جو سٹاڈیو عبد المنعم کے بیٹے اور سٹاڈیو ایسٹن کے پوتے
 تھے۔ اپنے دہائی عقائد کی اصلاح کے لئے اردو میں کیا دہائی لکھے بھی ہیں۔
 تکریت الایمانی بہت مشہور ہے۔ مولوی اسماعیل کے مرثیہ سید احمد بریلوی کے کئی اردو
 کارنامے کا کئی تاریخ ادب میں ذکر ہیں پایا جاتا۔ علامہ مولوی سید احمد نے اردو
 میں سورہہ نوری تفسیر لکھی ہے۔ ان کے مریدوں اور معتقدوں نے متعدد دکن میں اردو
 میں لکھی ہیں۔ اس پارے سورہہ میں مولوی اسماعیل کا رسد و تکریت الایمانی دہانہ کی

عقائد اور بیانی کی سہولت کی وجہ سے بہت اہمیت رکھتا ہے مثلاً یہ اسی وجہ سے
کئی بار اسی کی اشاعت ہوئی۔

دکن میں یہ زمانہ آصف جاہ ثالث ۱۲۱۸ء تا ۱۲۴۸ء اور آصف جاہ رابع
۱۲۴۸ء تا ۱۲۷۷ء کا قیام ہے۔ سکندر جاہ آصف جاہ ثالث کے عہد میں مملکت کے
دو وزیر و نواب شمس الامراء اور شاہ چند دلال شاہاں کے دربار علم و ادب کے
اہم مراکز تھے۔ نواب شمس الامراء عربی فارسی کے علاوہ انگریزی سے بھی واقف
تھے انھیں خلیفہ اریافنی اور برٹک کے علاوہ سائنسی علوم سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ
ان علوم کی کتابیں یورپ سے منگوا کر مکتبہ کرتے اور جو کتابیں پسند آتیں ان کا ترجمہ
کرتے۔ اسی کام کا آغاز ۱۲۴۲ء ہجری سے کیا۔ کہا جاتا ہے کہ نواب شمس الامراء
نے اردو زبان میں سائنسی علوم کی ترقی کے لئے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا۔

چند دلال شاہاں بھی ایک طرح سے ملک مملکت آصفیہ کے دیوانہ رہے خود
شاہ حوتی اور شہزاد کی سرپرستی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت وہ بار میں تیں سو سے زیادہ
شہزادہ کا بلج رہتے تھے۔ دلی کے شہزاد میں عینک و بڑی امثالہ بغیر اور تارخ ادیبی شہزاد
انھیں کے دربار سے وابستہ تھے۔ اس طرح اسی عہد میں چند دلال شاہاں کی
سرپرستی سے اردو شاعری کو زور و ہوا تو شمس الامراء کی سرپرستی میں اردو
نثر کو ترقی ہوئی۔ شمس الامراء کے دادا ترجمہ میں جو اصحاب ترجمہ کا کام انجام دیا
کرتے تھے ان کے نام یہ ہیں :-

۱۔ میرزا علی دہلوی

۲۔ حاجی غلامشید ہاشمی (۱۵۸۵ء)

۳۔ محبوب الرحمن جلد اول ص (۱۲۰۵ء)

۲۔ غلام فی الدینی حیدر آبادی

سور مسٹر جونس

سور موسیٰ خندوس

سے شہید ہو چھ سائنس کے رسالوں کے تراجم کا مجموعہ ہے اسی دورِ ترجمہ کا کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ ریاضی، ہیئت، طب، طبیات اور کیمیا پر اس دورِ ترجمہ نے کیا رسائے ترجمہ کئے۔ اسی دور میں اردو میں ترجمہ و تالیف کا کام اور لوگوں نے بھی اہتمام دیا ہے مثلاً مصباح الصولاء، انوار سیسی، مرغوب البیان، چار دود و بیش اور بیش بہار اسی عہد کے تراجم ہیں۔

آصف جاہ رابع (۱۲۴۲ تا ۱۲۷۳ ہجری) کے عہد میں بھی علم و ہنر اور شعر و ادب کی ترقی جاری رہی۔ اسی دور میں خواجہ شمس الدینی نقی، استاد اکبر شاہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ شمس اکبر شاہ کا شعر و کلام اسی دور میں بھی جاری رہا۔ سالِ گوراست اشعار سے ۱۲۵۳ ہجری میں اور رسالہ کیمشری سے ۱۲۶۱ ہجری میں بطبع ہوئے۔ شمس اکبر شاہ، غائب خان کے بیٹے غائب الدین غائب خان شمس اکبر شاہ نے بھی اپنے باپ کے کام کو آگے بڑھایا۔ ان کی تصانیف سے دینے و طب کا پتہ چلتا ہے جو سنہ ۱۲۵۳ء میں مشائع ہو کر جو صفت خان کبیل پرنس، حیدر آبادی جدوستان کے مختلف شہروں کا سفر کرنے کے بعد انگلستان پہنچے اور اپنا سفر نامہ عرب کر کے سنہ ۱۲۶۴ء میں مشائع کیا جو غالباً اردو کا پہلا سفر نامہ ہے۔ اسی دور میں چونکو دکنی میں اردو نثر کو بہت فروغ ہوا شاید اسی دور سے قرآنی عہد کے تراجم اور تفسیر کا کام بھی خاطر خواہ ہوا۔

سے طالع ہو دکنی میں اردو۔

ب۔ تراجم و تفاییر

۱۱) شمالی ہند کی مساعی

۱۲) دکن کی مساعی

۱۔ ترجمہ قرآن و تفسیر موضح القرآن :

تقریباً صدی پوری کے ادائل میں خانہ اہل مشافہہ دلی اث سے دیئے علم دانہ
میں قرآن شریف کے دو بارگاہ زمانہ اردو ترجمے پیش ہوئے۔ پیش کرنے والی
یہ قابل فریبہاں مٹ و رفیع الہیہ اور مشافہہ جہ اتحاد ہیں۔ مشافہہ رفیع الہیہ
خانہ دلی اث لکھنؤ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ سہ ۱۱۹۳ ہجری میں
پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے اور حدیث شریف کی حد
بھی انھیں کے دست منت سے لی۔ مشافہہ رفیع الہیہ کو عربی اور فارسی پر عبور حاصل
تھا۔ اردو زبان اور قواعد میں بھی پختہ دستگاہ تھی۔ یہ متدکنوں کے مصنف ہیں۔
پروفیسر شیعہ صاحب نے اپنے ایک مضمون میں جو ۱۹۲۵ء کے اورینٹل کالج
میٹریں میں چھپا تھا۔ مشافہہ رفیع الہیہ کی ہیں تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ جی میں ایک
اردو تعریف مسمیٰ بہ "ارواحیات" بھی شامل ہے جس میں نفی مسألی سے بحث کی گئی ہے۔
بڑے بھائی مٹ عبد العزیز بکرمی اور نصف مزان کی وجہ سے دوسرے دعوایس کے
مخالف رہے تو انھوں نے یہ کام مشافہہ رفیع الہیہ کے توفیق کر دیا تھا۔ مشافہہ صاحب
مخبر عام دینا ہونے کے علاوہ صاحب طریقت بزرگ بھی تھے۔ سہ وفات میں
اختلاف ہے۔ مولوی رحمان علی صاحب عرفہ نے لکھا ہے کہ سن ۱۲۸۰ اور مولوی

۱۔ رسالہ اردو لکھنؤ دلی اردو پاکستان لاہور ۱۹۵۴ء میں ۵۵ صفحہ مولوی د۔ ولیم

صاحب۔ لکھا ہے کہ خلائے ہند میں ۱۲۶۔

جلد الحی نے ۱۳۴۹ ہجری بتایا ہے۔ لیکن مصنف میر العنقیش اور مترجم و مرجم تذکرہ
 علما نے ہندو مولوی خواجہ ابوب قادری اور صاحب ا. و. نسیم صاحب نے وفات
 کا سنہ ۱۳۳۳ ہجری لکھا ہے۔ اور مترجم کے اسناد نالی کی روشنی میں یہی سید
 سلام بتاتا ہے۔ مرقع روشنی کے طے سے یہ بھی یہی سنہ بتایا گیا ہے۔

مطالعہ دلی اٹل کے قبرستان صاحبزادے شاہ جہاں شاہ در سنہ ۱۱۶۷ ہجری میں پیدا
 ہوئے، فہم و تربیت اپنے والد بزرگوار کے پاس سے پائی، علم فقہ، حدیث اور تفسیر میں
 شہرت حاصل کی۔ بیعت میں دنیا سے خود جدا کر کے بکری باری مسجد کے قبرستان میں دفن
 کیا، ذکر خدا کا شوق تھا، شہرت کے خواہاں نہ تھے، اسی سے خیف و حیف پر
 دھیان بھی دیا، آپ کی زندگی کا ماحول قرآنی ماحول کا "بدایہ اختلاف" زبان میں
 ترجمہ اور تفسیر موعظہ قرآنی ہے۔ ترجمہ اپنے وقت کے علماء کے مطابق اور بے فکر
 ہے۔ ان شاء صاحب کے یہی سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ مولوی جلال الحق اور
 موصوف تذکرہ علما نے ہند نے ۱۳۴۲ ہجری سنہ وفات لکھا ہے۔ اور مصنف میر العنقیش
 مرتب فرست خطوط کتب خداداد صغیرہ اور جواب ا. و. نسیم صاحب نے ۱۳۴۲

جلد اولی جلال الحق قدیم اردو میں ۱۳۴۱۔

جلد تفسیری تہذیب سیر العنقیش جلد اولی میں ۱۳۴۱۔

جلد موعظہ جواب ا. و. نسیم صاحب میں ۱۳۴۱ ہجری اور دہلی پاکستانی تاریخ ۱۳۴۱۔

جلد مولوی جلال الحق قدیم اردو میں ۱۳۴۱ ہجری سنہ ہند میں ۱۳۴۱۔

جلد سیر العنقیش جلد اولی تفسیری تہذیب میں ۱۳۴۱۔

جلد فرست خطوط کتب خداداد صغیرہ جلد دوم۔

جلد موعظہ جواب ا. و. نسیم صاحب رسالہ اردو دہلی تاریخ اردو پاکستانی تاریخ ۱۳۴۱۔

میں ۱۳۴۱۔

بجری لکھا ہے۔ مرقم تذکرہ علما سے ہندوستان جو متعدد کتب کے واسطے سے مسدودات
 لکھا ہے اسی سے ۱۲۲۰ ہجری کی توثیق ہوتی ہے۔ "مرقع یوسفی" کے مقدمے میں
 بھی ۱۲۲۰ ہجری مسدودات لکھا ہے۔

قرآن شریف کے ترجمہ کرنے کے تعلق سے ادبیت کے بارے میں بھی اختلاف
 ہے۔ مشافہ ریف ایسی کے ترجمہ قرآن کا مسدوداتی سے معلوم نہیں لیکن احسن
 مارہروی نے تائید انٹر اردو میں اس کا مسدود تیف م ۱۲ ہجری مطابق ۱۵۸۸ء
 لکھا ہے اور مولوی جبرائیل صاحب صفائی نے ۲۲۲ ہجری قرار دیا ہے جن کے
 تعلق سے مولوی جلالی نے قدیم اردو میں لکھا ہے۔

مشافہ ریف ایسی صاحب کے ترجمے کا مسدود بھی طور پر معلوم
 نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں اس ترجمے کا ذکر کیا
 ہے ان میں سے کئی نے بھی اس کا مسدود نہیں لکھا۔ مولوی جبرائیل
 صاحب صفائی نے اس ترجمے کے لئے ایسے انداز کی فرہنگ
 مشافہ کی تھی جو آج کل استعمال میں نہیں آتے۔ اس کے دیباچے
 میں وہ اس ترجمے کا مسدود ۱۲۲۲ ہجری قرار دیتے ہیں لیکن اس کی
 حراست نہیں کہ یہ مسدود انہوں نے کہاں سے تحقیق کیا۔ ایسی
 صورت میں دثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ مسدود
 درست ہے۔

تذکرہ علما سے ہندوستان م ۱۲۲۰۔ مرقع یوسفی (کراچی)

تائید انٹر اردو م ۱۵

قدیم اردو م ۱۵۸۸ م ۲۶ مقدمہ (تائید انٹر اردو)

آگے سبزی میں مولوی صاحب نے مشاہدہ افتادہ کے ترجمے کی ادیت کے خلق
سے اسی طریق میں نکال کر لیا ہے۔

”عام طور پر مصنفین نے اس خیال سے کہ یہ اسٹوارٹ ریخ الہی
مشاہدہ افتادہ سے قرین بڑے تھے اسی کے ترجمے کو دہن
کے لحاظ سے مستحکم رکھا ہے لیکن یہ بھی غلطی قیاس ہے اور
جب تک کوئی قطعی ثبوت نہ ملے اس کی محنت مشتبہ ہے
ابتر ایک بات ایسی ہے جس سے یہ قیاس بدلتا ہے کہ مشاہدہ
ریخ الہی کا ترجمہ بدلتا ہے۔ مشاہدہ افتادہ نے اپنے
ترجمے کے دیباچے میں اپنے والد مشاہدہ ولی اللہ کے فارسی
ترجمے کا ذکر فرمایا ہے لیکن اپنے بھائی کے ترجمے کا نہیں اشعار
نہیں لیا۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ اس وقت تک انھوں
نے کوئی ترجمہ نہیں کیا تھا۔“

جناب ارسلیم صاحب کی دلیل بھی اسی نوعیت کی ہے جس سے مولوی عزیز
کی قیاس کی تائید ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں۔

”حق تحقیق کا خیال ہے کہ اسی اسٹوارٹ ریخ الہی کا ترجمہ
مشاہدہ افتادہ کے ترجمہ قرآنی (تالیف ۱۸۵۵ء) کے بعد
کا ہے اور یہ اسی لئے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مشاہدہ افتادہ
نے دیباچہ قرآنی میں کہاں اپنے والد مشاہدہ ولی اللہ کے
دہلی کے فارسی ترجمہ قرآنی کا ذکر کیا ہے وہ وہاں اپنے
برادر اکبر مولانا مشاہدہ ریخ الہی کے اردو ترجمے کا بھی
والد عزور دیتے۔“

مشاء دریغ الدین کے ترجمے کا پہلا انڈیشی کلکٹر کے اسلام پریس میں دو جلدوں میں چھپا تھا۔ پہلی جلد نمبر ۵۴ بکری میں اور دوسری جلد اس کے دوسرے جلد مشائخ کوثر موری جہد الملت نے اس انڈیشی کی خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ مشائخ قرآن کے چنے اردو ترجمہ مستبطل نامک میں ہے۔

جناب سید محبوب صاحب دعویٰ ادارہ علوم دیوبند لکھتے ہیں۔

"مشاء دریغ الدین کا یہ ترجمہ پہلی مرتبہ سنہ ۱۲۵۶ھ میں

مشاء جہاد قاد کے ذمہ مروجہ القرآن کے ساتھ کلکٹر

کے ایک قدیم مکتب اسلام آباد میں "۵۴" میں چھپا ہے۔

مشاء جہاد قاد نے اس ترجمے کو ۱۲ سال کی طویل مدت کے تکلف میں پوری اور تکمیل کا سنہ ۱۲۵۵ھ بکری ہے۔ اس کے حصہ دہلی تھے مختلف کتب خانوں میں مختلف ناموں سے پائے جاتے ہیں مثلاً "ترجمہ قرآن شریف" "ترجمہ القرآن" وغیرہ۔ موری جہد الملت نے بھی قدیم اردو میں دو قرآن مشاء صاحبان کے ترجموں کا تذکرہ کیا ہے۔

ادارہ ادبیات اردو کا نسخہ پاور سے قرآن مجید کا ترجمہ نہیں ہے۔ ادارہ

ادبیات اردو کی فہرست خطوط جلد دوم میں اس کو ناقص الفاظ بتایا گیا ہے۔

۱۔ قدیم اردو نسخہ (۱۳۲۱)

۲۔ ماہنامہ دارالعلوم بائبلہ انکسٹ ۱۹۵۵ء ص ۵۵

نسخہ "قرآن مجید کے اردو تراجم" از جناب سید محبوب صاحب دعویٰ۔

۳۔ تفسیر خطوط خطی قرآن ۶۴ ص ۱۶۱۔ کتاب خانہ دارالادبیات مدینہ

۴۔ قدیم اردو نسخہ (۱۳۲۱/۱۳۲۲)۔

واقعہ یہ ہے کہ اس میں سورہہ نکلے اور پارہ آئندہ کے بعد پارہ مسبقوں کے
صرف پہلے دو کمرے کی چند آیتوں تک ہی ترجمہ اور تفسیر ہے۔ آخری آیت "فَوَلِّ
وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" کی تفسیر بھی اور صحری رہ گئی ہے۔

"پس متوجہ ہو مکہ یا مینے بنکوساتہ اوس قبیلے کے کہ پس
کیا تو نے اوس کو پس پھرنی نہ اپنے کو طرف مسجد
راہ کی یہی حق قرار دیتا ہے کہ اسے غصہ ملی اٹھا
علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہو مکہ یا مینے بنکوساتہ اوس قبیلے
کے کہ چاہتا تھا اور پسند کیا توئی اوس کو پس پھیر
نی نہ بیٹھو یعنی مراد قائم یہ ثابت ہے طرف مسجد حرام کی
یعنی بڑی حرمت واجبہ اور معلوم کیا جائیے۔"

آخر صفحہ کی اس لکڑی کے بعد چوتھو تقریباً پونے چھ صفحوں کا سا دا ہے اس سے
اس صفحے کے ماتحت لکھنے والے کا قیاس درست نہ ہوگا۔ کاتب کی وجہ سے ایسا
تک لکھ سکا ہو گا وہ نہ جیتے صفحوں پر آیت کی تفسیر اور صحری دچھوڑا۔
کتب خداداد حمیز کے صفحے "ترجمہ القرآن" میں مشہور درجہ قرآن شریف سے
ختم سورہ کہن تک کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ یہ جلد اولی ہے۔ سورہ کہن کی آخری
آیت کے قریب پر یہ جلد ختم ہوتی ہے۔ ترجمہ ۔

"تو کہ میں بنا ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہی جولو کہ
جہاد صاحب ایک ہے پھر میں کو ایسا ہر جی کے اپنے
دب سے سواری کچھ کام نیک اور سب جہاد رکھی اپنے

رب کی بند کے میں کئے کا ۔

کاتب کا نام محمد شرف الدین چشتی ہے اور اس کی کتابت سنہ ۱۲۲۲ ہجری میں ہوئی ہے۔ اس کے تعلق سے تمام باقی تاریخ کی جہالت سے مسلم ہوئی ہیں جہالت اور غلط ہے ۔

”نصف تفسیر کلام است در زبان ہندی گزشت حضرت مولوی صاحب و قبلہ شاہ عبد القادر صاحب برادر حضرت مولوی صاحب بکر مولوی عبد العزیز صاحب سلطانہ قاسم بدستہ بندہ گنج ر خاک پانی اور دینا بکر منل کشت ایشان محمد شرف الدین چشتی گزشت یا منت بتائیں ہم سطر جاری ۱۱۱۱ دل سنہ ۱۲۲۲ ہجری در زبان علم اکبر شاہ بادشاہ شیخ الشیخ و سلطنت امین سنہ ۱۲۲۲ ہجری سے ہر کہ خواندہ دانی خبر باد کہتہ تھا“

شاہ عبد القادر نے قرآن شریف کے ترجمے کے علاوہ اس کا تفسیر بھی لکھا ہے۔ یہ ”موضح القرآن“ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اردو ادبیات اور دین میں ”موضح القرآن“ کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ یہ نسخہ بھی کتب خانہ امینہ کے مذکور بالا نسخے کی طرح نصف اول قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر ہے اس کا بھی اختتام سورہ کہف کی آیت کے ترجمے کی جہالت پر ہوا ہے۔ البتہ اس کا سنہ کتابت ۱۲۰۵ ہجری ہے۔ گویا اس کی کتابت اسی سال ہوئی ہے جس سال کو ترجمے اور

”کلام اللہ“ لکھا جاتا ہے کتابت کی غلطی ہے۔

”نصف تفسیر کلام“ (۱۹۶۱) اردو ادبیات اور دین۔

فیئر کا کام اختتام کو پہنچا ہے۔ اس کی اسے اس فنکار کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ترقی میں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ ترقیہ ۔

وقت نام شریف فیئر کا کام اٹل در دہائی ہے ہی گزرتا

حضرت مولوی صاحب قند شاہ جو القادر صاحب برادر

حضرت مولوی صاحب قند مولوی جو العزیز صاحب سرگڑ

قادیانی جاہریا بہت و دویم مشہور مولوی اٹلانی سنہ ۱۲۵۵

دعویٰ برکت چہار گھڑی شب گوسفند با تمام رسید ۔

فطو ذریہ بحث کے پہلے صفحے کی پریشانی پر سید احمد علی خاں نام کی ایک مسٹیک

مہر ثبت ہے۔ نام کے ساتھ سنہ ۱۲۵۵ بھی لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ

لکھی ان کی ملک رہا ہو گا۔ ذاکر زور کو بیان ہے کہ "ادارہ میں قریب قریب جنگ

بہادر نے بطور صلہ داغ لکھا ہے۔ اور اس کے آئینہ صوری دہلی پر ان کی ایک پینٹریا ہر

ثبت ہے جس پر ان کے نام کا کتب "صدر الافاق و قریب حسین سنہ ۱۳۲۶ء

لکھا ہے۔

کتب خداداد آمینہ اور ادارہ ادبیات اردو کے نغزوں کا آغاز و پاپے

سے جو ہے یہ پہلے میں شاہ صاحب نے اپنے قریب کے تعلق سے بہت ہی بائیں

بتائی ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ قریب کی دہائی کو ریکڑ نہیں بلکہ "ہندی شاداف" سے

موسم کیا ہے۔ مولوی جو الحق نے لکھا ہے۔

"شاہ صاحب نے یہاں ریکڑ اور ہندی شاداف میں

جو فرق کیا ہے وہ قابلِ غور ہے۔ "ہندی شاداف"

سے وہی زبان فارسی ہے جسے آج کل ہندوستانی سے

فیئر کیا جاتا ہے۔ اس قریب کے دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ

بد دوستی کی کہتے ہیں "۔

دیباچے میں قرآن مجید کے سبب اور سبب تالیف کے علاوہ قرآن مجید کی فوٹ بھی دیا گیا ہے اور لکھا ہے۔ "اس کتاب کا نام سورج قرآن ہے اور یہی اس کی صفت بھی اور یہی اس کی تاریخ بھی۔" اس سے واضح ہوتا ہے کہ تفسیر کا اصل نام "سورج قرآن" ہے وہ کہ سورج القرآن جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔ "سورج قرآن" انگریزی ترکیب سے چھپتی نام ہے اور اس کے اعداد ۱۲۵۵ تک تھے ہیں اور سند بکری کے اسی سال تفسیر کا کام ختم ہوا۔ برخلاف اس کے "سورج القرآن" (عربی ترکیب سے) کے اعداد ۱۳۳۶ چھپتے ہیں۔

دیباچے کی عبارت ذیل میں عقل کی بات ہے۔

"اپنی شکر بکری احسان کا اور انہوں نے کس زبان میں کہ
ہماری زبان کو گویا کی اپنے نام کو اور دل کو روشنی دی
اپنی کلام کو اور امت میں کیا اپنی رسول قبول کی جو
احرف انبیا اور بنی اہل حق حبس کی شفقت سے
امید وار ہیں کہ پادشاه دو جہان کی نصرت الہی اور
بنی امت پروردگار اپنی رحمت کاملی سے درجاست اعلیٰ
نصیب کو جو حد نہ ہو کئی مخلوق کی اور اپنی حمایت اور
پرہیز افزائی رکھ کر زیاد آخست میں۔"

اس کے بعد درج صحابہ کبار و اہل بیت اطہار ہے۔ آگے قرآن کی عبارت ہے۔
"اس کی کلام جیسا کہ ہدایت الہی دوسری میں نہیں پر کلام پاک

اور مکمل زبان ہی اور نہ دستاویز کو اس کا ادراک
 حال اس واسطی ہے۔ عاجز ہے اعتقاد کہ خیال آیا
 کہ جس میں ہماری دلائل بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ
 رحمہ اللہ ارحم کائنات دہلی ترجمہ فارسی کو لکھی ہیں سہل
 و آسان اب جدید زبانیں قرآن شریف کو ترجمہ کریں۔
 اللہ کے سہ ۱۲.۵ بارہ سو پانچ میں سر ہو۔ اب
 آگے لکھی زبانیں معلوم رکھی۔ اول یہ کہ اس جگہ ترجمہ
 مفاد بلفظ مزود نہیں کیونکہ ترکیب جدیدی ترکیب عربی
 ہے۔ پس یہی اگر میرزا وہ ترکیب دہی تو معنی معلوم ہوں۔
 دوسری یہ کہ اس میں زبان رفتہ نہیں جونی بکر ہندی
 مفاد کا طوام کو بے تکلف دریافت ہو۔ تیسری یہ
 کہ ہر چیز ہندوستانیوں کو معنی قرآن اس میں آسان ہوئی
 لیکن ابھی دستاویز سند کرنا لازم ہے۔ اول معنی قرآن
 بجز سند معتبر نہیں۔ دوسری ربط کلام مابقی و مابعد سنی
 پہچانا اور قطع کلام سے پہنچنا دستاویز نہیں آتا۔ چنانچہ
 قرآن عربی زبان ہی اور عرب بے محتاج دستاویز ہیں۔
 چوتھی یہ کہ اول مفاد ترجمہ قرآن ہر اہل ہند اور لکھنؤ کو
 خواہش کی کہ قرآن سے فائدہ داید بی مطلق تفسیر و نقل کئے ہوں
 فائدہ کہ ابتدا ذکر حرفات و کتاب رکھ۔ اگر کوئی تفسیر
 چاہی صرف ترجمہ لکھی اگر مفصل چاہی فائدہ بی داخل کرے باقی
 فائدہ خطا ہندی لکھی میں طوی ہے۔ دستاویز معلوم ہوں کی

اہل ہند میں بسنے پر نکلیں ہیں کوٹاری میں ہیں۔
 اسی سبب ہی کوٹاری قرآن اولیٰ اچھلتا ہے۔ دو جز
 دینی تو ماہر پر جادی اور اوس کتاب کا نام
 ”موضح قرآن“ ہی اودی ہی اسی کی صفت ہی اودی ہی
 اوس کے تاریخ ہی۔ اپنی وسیع ہی و مولائی تیری
 عنایت ہی اور قرہی قبول کو اپنی فضل سے یا رؤف
 دیا رحیم یا مالک الملک یا ذوالجلال والاکرام !
 اسی کے جو استفادہ ہے۔

”اعوذ باللہ پناہ پکڑتا ہوں میں اور اچھا کرتا ہوں
 میں پناہ جناب خدا کی کو پناہ دیتے وہاں اور پیدا کرتی
 وہاں ہی ہے میں اضیائی الرحیم برائی و موسیٰ یرو
 فریب دینی و اللہ سرکش سے یا دور رہنی والی رحمت
 خدا کی ہی نکالنا لگتا ہے اور راندنا کیا ہی با قزل کیسے
 یا دور کیا گیا ہے جفا توں آسمانی کیسے !“

استاذہ کے ضمن میں موزنیں سورہ خلق اور سورہ تاسیس ایسی مختار نگار
 کے پیش نظر ہے۔ ”موضح قرآنی میں“ علی اعوذ برب اضیق“ کے تحت لکھا ہے۔
 ”کہو کو پناہ پکڑتا ہوں میں پروردگار جرج روشنی کے سے
 یعنی دو پروردگار جرج روشنی کو پیدا کرتا ہے اس

۱۔ استفادہ اور اس کا زبردست خدا آمین کے نسخے ”زبور اعزازی“ میں نہیں ہے۔
 ۲۔ موضح قرآنی مطبوعہ سنہ ۱۳۰۲ھ

سے پناہ مانگتا ہوں میں ۔

پناہ خدا کی مانگی جاتی ہے مذکورہ سے ۔ سورہ ناس میں بھی آخری آیت کے تحت اسی طرح لکھا ہے :-

”یعنی وہ آدمی اور دوسرے لوگوں کو پہناتے ہیں اور پھرتے ہیں ان کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں پروردگار سے۔“

یہاں یہ وضاحت مناسب ہوگی کہ اور وہ اوس بات اور وہاں ”ترجمہ قرآن شریف“ اور کتب فائدہ آئینہ کا ”ترجمہ القرآن“ دونوں ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ ترجمہ قرآن شریف دراصل تفسیر ہے جسے مروج قرآن سے موسوم کرنا چاہئے تھا۔ اور ”ترجمہ القرآن“ ”ترجمہ“ ہے جسے نہیں کہیں مروج قرآن کے تفسیری جملے لکھے ہیں۔ اور افسوس کے غرض جہالت کے لئے ”ترجمہ قرآن شریف“ سے سورہ فاتحہ کی تفسیر ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

”بسم اللہ ساتھ نام خدا پیدا کرنے والے کی وہ لایق ہی اوس کے لئے کجاست کریں اوس کو اللہ تعالیٰ غیب اچھا بخش ہی اور خلق کے وجود حیات کا اللہ تعالیٰ بخشش کرنی والا ہی اور خلق کی کو ایمان لانی میں ساتھ اوس کے اور پانی والا ہی آمنت ہی دہی آخری ۔ سورہ فاتحہ کی ساتھ تفسیر میں لکھی ہیں اور یہی میں اور تو ہے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بزرگی اس سورہ کے بہت سی فرمائی اگر تمام کمال بزرگی اس کے ملنے میں آئے تو ایک کتاب دوسری ہوتی ہی اس

واسطے اوپر لائی چند روایت کی اکٹھا کی ۔۔۔۔۔
 اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنے کے لئے اور اس کے خواص پانچ صفحوں میں بیان
 کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد سورہ فاتحہ کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔

”الحمد لله رب العالمين تمام تریف ازل
 سے ابد تک موجود اور مظلوم حق اور ہی اور سب سے کی تمام
 وکمال خاص خدا کو کو سے معروف ہی ساتھ ناموں
 صفات کی یہ کے کو پیدا کوئی والا اور پر مددش کوئی
 والا اور کا ملکا جاتی والا تمام عالم کا ترستی ہی میرا الہی
 اور آدمیوں سے و دشمنی ہی اور پیور ہی اور سب بار
 حق اور میرا ناسخ ابی ہی اور جو سوا اولی کی مخلوق ہیں۔
 الو حمن الو حیو الخئی والا ہی درجہ دوسری
 بارز آفرینگر حق فنا جوتی جہاں کی اور دوبارہ بخشی والا
 ہی مسئلہ ان کو بخشش بشت کے جو لوگ کو ایمانی لائیں
 ہیں ساتھ اللہ کے اور ساتھ کتاب او اس کی کے اور
 ساتھ رسول او اس کے کی اور دلی محضرت کی اور
 اوپر تقدیر خبر کی اور شکر کے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں قال لا اله الا الله خاص
 شخص قبل یا رسول الله ما انا خاص قال انا بقرہ
 الخادم رسول خدا نے فرمایا ہی جو شخص کو ساتھ
 نیست خاص کے کہے گا لا اله الا الله ثم رسول الله
 بنی مشک داخل ہوگا جنت میں کہ کوئی پوچھا یا رسول الله

خدا کی اگلا میں یہ ہے۔ فرمایا کہ پھر ڈرنا حسد ام
 یہ چیزوں کو کہ جسے خدا فی سبغ فرمایا ہے۔ عادلانہ طور
 اللہ میں مالک دنیا قیامت کا یا لانا نکتہ کرتی
 والا اہل جہنم کی کو بیچ رہی نامہ اقبال کے غلطی
 جہنم دی یا قافلی ہی دنیا حساب کہ کو بیچ جہنم کی ساتھ
 حق کے علم کو لے کا یا موافق اقبال پر ہر کی ادس کو
 بد لادینک ایا اللہ تعبد وایا اللہ نستعین
 بقی کو عبادت کرتے ہیں ہم پس کوئی سوائی بتری
 مستحق عبادت کا ہیں ہی اور بقی سے مدد چاہتے ہیں ہم
 بیچ عبادت کی اور تہی سر انجام عبادت کرتی وانا
 اجتنب اور مصلحت ہمارے کا اھلنا الصواظ
 المستقیم دکھا ہم کو راہ سیدھی یعنی ثابت رکھ
 ہم کو اوپر راہ مستقیم کے کو دین اور اسلام اور سنت
 غیر ان نام جہ الصلوة و السلام کی بتیج اس معنی خواہ
 جہاد جس سرور فی خوب ایک نکلے گا ہی اور وہ یہ
 ہی کو ای بار خدا یا دکھلا ہم کو راہ سیدھے یعنی بیچ بہت
 ذاتی اپنی کی شرف کو ہم کو کو تمام کو غنہ ریسے ہم آوار
 ہو کر جری ہم گویہ ہمیں سوائی بتری و دیجیں ہم اور کوئی
 اندیشہ سوائی بہت بتری کی نہ کریں ہم صواظ اللہ میں
 انعمت علیہم دکھلا ہم کو راہ اولی رکوں کی کہ
 ساتھ فضل اپنی کے بخشش کے ہی توئی اوپر اونچے ساتھ

نعتِ جنت کے اور رسالت کے اور ولایت کے
 اور تصدیق کے اور مطہرات کی اور اپنی لوگوں کے
 کو اہلِ قریب کے ہیں اور ساتھ کمالِ نعت کے اور
 ظاہر کی کو قبول کرنا شریعت کا ہی اور ساتھ کمال
 نعت باطنی کے کو فرو رکھتے ہیں اور بعدِ حقیت
 کے غیور العنصوب علیہم ولہم الفضائل ہیں
 نہ وہ اولیٰ لوگوں کی کو غضب کیا گیا ہی اوپر اور
 یعنی کہ ابتدائی وجود سے یہاں غلبہ اور غلبہ
 جبر کی آئی ہیں اور ساتھ اس سبب کے اوپر کفر
 کی اقدام کیا ہی یا یہود کو اور یہود نے سبب شریعت
 کفر کی پہلی چیزوں سے بھڑکایا ہی اور جارتِ قدرت
 کی بدلتی ہے اس سبب یہاں غلبہ جبر کی آئی
 ہیں اور دیگر لوگوں کی یہی اولیٰ لوگوں کی پہلی چیز
 ہوئی ہی کو یہاں اختلاف کی بڑھ گئی بڑی
 ہیں مانند دوسری کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اوپر
 غلبہ ملی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تریخ دیتی ہی اور
 کہتی ہی کو مسیح بیٹا ہی خدا کا خود بادشاہ اور عادل یہاں کہ
 دو فیہنجر اسلام سے گراہ ہو ہی ای پروردگارِ بری
 لوگوں کی وہ نہ دیکھا غور ہم کو کہ غضب کے کئی ہیں جبری
 آئیں ای جبر ہو جو۔ پس چاہی ہر مسلمان کو کہ یہی
 دوسری غلبہ آئیں کا بھی کو حق تعالیٰ دعا اور اس بندے کی

بقول کریمای اور حضرت علی علیہ السلام
 فی فرمایا ہی آمین خاتم رب العالمین علی ساری
 بلاد الارضیں۔

تفسیر شروع دہائے ساقی کی گئی ہے۔ تفسیر کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے آیتوں
 کا ترجمہ کیا ہے اور پھر اسی سلسلے میں تفسیر کے بے امانہ کئے گئے ہیں لیکن الرحمن
 الرحیم کی تفسیر نیز ترجمے کے گراوی گئی ہے نیز ان اساتذہ الہی کی تفسیر بسط
 کے مطابق میں سورہ فاتحہ میں جہاں الرحمن کی تفسیر میں معنوی اعتبار سے
 وجود حیات کے احسنیت میں بحث ہانے کا ذکر ہے وہاں بسط کی تفسیر میں
 وجود حیات کی غفلت پر جو ہم مراعت دینی میثیت سے بھی ہانے کا احتمال
 پیدا ہوتا ہے۔ دونوں سے الرحمن کی تفسیر منظر سمیت ذیل میں نقل کی جاتی
 ہے :-

بلا سے ۔ "الرحمن غیب اچھا غیب ہی اوپر خلق کے وجود حیات کا۔
 سورہ فاتحہ سے ۔ "الرحمن بخشنے والا ہی وجود دوسری بار پنج اظہار
 کی پہلی کتاب کی جہاں کی ۔"

بسم الله الرحمن الرحيم کے ترجمے کے خلق سے مراد وجود الہی کے کھلبے،
 "اگر پرستار وجود اللہ درنے بچے میں فعل نہیں کھا ہے
 کیونکہ اصل عربی میں بھی نہیں اور مشاء دینے اور دینے
 فعل ترجمے کی خاطر داخل کیا ہے تاہم مشاء جہاں اللہ
 کا ترجمہ زیادہ عیسائی اور صاف اور صحیح ہے اور اصل عربی
 الفاظ کے زیادہ قریب ہے۔"

ترجمہ) "مشرعہ" اس کے نام سے جو ہر زبان کی حمایت و تم کرنے والا۔
 یہی مکتب خانہ اصفیہ کے نسخے میں بسط کے تحت میں نقل موجود ہے۔ "مشرعہ" اس
 کی نام سے جو ہر زبان ہے اور رسم والا۔ نیز یہ کہ اس میں دینی و دہم کے میں
 مبالغہ کی بھی رعایت نہیں ہے۔ بطور نمونہ میں اس کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔
 "مشرعہ" اس کے نام سے جو ہر زبان کی حمایت و تم کرنے والا۔
 یہ بالکل اور ترجمہ جس میں قرین اور اختصار کی رعایت ہے۔
 مشاہدہ اتحاد کے تحت کے بارے میں مولوی عبدالحی بڑی اپنی رائے رکھتے
 ہیں۔

"مشاہدہ اتحاد" کا ترجمہ بہت مقبول اور مشہور
 ہوا اور ابھی تک بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا
 جاتا ہے۔ یہ ترجمہ ٹیٹ اردو میں ہے۔ اس کا
 سب سے بڑا کمائی یہ ہے کہ عربی الفاظ کے لئے
 ہندی یا اردو کے ایسے برجستہ اور برحق الفاظ
 ڈھونڈ نکالے ہیں کہ ان سے بہتر نہ مل سکتے ہیں۔
 قرآن مجید کا ترجمہ تحت اللہ ہے جس کی وجہ سے ہمارے میں الفاظ کے تحت
 ہو گئے ہیں۔ گمانی یہ ہے کہ سب سے پہلے دیر بزرگوار مشاہدہ اتحاد
 کے ذریعہ تحت سے "ہندی مترادف" میں ترجمہ لیا ہے۔ وہیل میں دونوں ترجموں
 کا نمونہ بالعمامہ پیش کیا جاتا ہے۔

مشاء ولی اللہ

فارسی ترجمہ

از چہ چیز کا زانی با یک بگر سوال میکند
آری. سوال میکند از خبری بزرگی کو
ایشان درانی غلام اندنی فی
خاندان داشت باز میگرم فی فی خوانند
داشت

یا ساحت ایم دین را فرشتی دست خیز
ایم کو بھارایمہاد آفرینیم شمار از مادہ
و ساقیم طب مشا را حق
و ساقیم شب را برود و ساقیم
روز را وقت طلب میشت و بنا
کو دیم بالار غما ہفت آسمان حکم
و کو فریم چراغ در خشنود یعنی آفتاب
و فرود آردیم از ابر با آب بر بانی
تا بر آیم بسبب آن آب دہ
و گیاہ را در بسا نھار در ہمہ ہمیدہ

مشاء عبد القادر

ہندی متعارف ترجمہ

کیا بات ہم پہنچے ہیں لوگ آپس میں وہ
بڑی بھر میں ہیں وہ کی طرف بھرتے ہیں
یوں نہیں اب جانی میں گے پھر جانیوں
نہیں اب جانی میں گے۔

کیا ہم نے نہیں جانی زمیں پھوٹا اور بھاڑ
بھیں اور ہم کو بنایا جوڑے اور جانی
بند تھاری رخ مانہ گا
اور جانی رات اور بھٹا اور جانی دی
روڑ گا رو اور پنے تم سے اور رات
پہنائی مضبوط اور جانی ایک چوراہے
اور اتارا پکڑی بدیوں سے پانی کا ریتا
کو نکالیں اوس سے اکلج اور سبز
اور بار پتوں میں پٹ رہی۔

ذہب صریح حسن خانی کا بھی خیال ہے کہ مشاء عبد القادر نے یہ ترجمہ
اپنے والد کے فارسی ترجمے سے کیا ہے۔ چنانچہ جناب ا. ولیم صاحب نے
اس کے اس خیال کو "اکسیر فی اصول التفسیر" کے حواصی سے نقل کیا ہے کہ
"فلج آرمہای ترجمہ فارسی والد خود را در زبانی آورد"

بروزہ پہلے خوشی کا دورہ وسیفہ خاص و عام و قیاسیہ

زیدی تہذیب، احمد دو نواں، صاحبانِ تہذیب و تہذیب، اور شاہ جہاں اور
کی جہاد میں بے ترتیبی، افغانی کی تہذیب کرنے پر سے نکلنے ہیں۔

مولانا شاہ جہاں اور مولانا شاہ و تہذیب اور تہذیب

کے تہذیب و تہذیب کے پرانے ہونے کی وجہ سے ایسے
الکھڑے، الکھڑے نہیں معلوم ہوتے جیسے بے ترتیبی، افغانی
کی وجہ سے۔ یہ ہیں کہ ان بزرگوں کو بے ترتیبی، افغانی کا
علم نہیں ہوا یا ان کے وقت میں ایسی بے ترتیب اور دو
وضوح بھی جاتی تھی۔ ہیں یہ لوگ یہاں سے خود اردو کے لئے
سند تھے۔ مگر بات یہ ہے کہ ایک طرف تہذیب افغانی
قرآن کا پاس اور دوسری طرف اردو کی فصاحت و بلاغت
و خداوندی نے اجازت نہ دی کہ تہذیب افغانی قرآن کے
مقابلے میں اردو کی فصاحت کا پاس کریں۔
تہذیب و تہذیب کی کڑمت سے عربی پرستوں نے ان کے
ذاتی اردو پر یہ اثر کیا تھا کہ باوجودیکہ تہذیب نہیں سیکر افغانی
کی بے ترتیبی، افغانی کی اپنی اردو میں بھی ہے۔

بریں ہم شاہ جہاں اور کے تہذیب کی جہاد کا اندازہ اس سے ہو جسے کہ
بارہا شاہ جہاں نے کے باوجود اب بھی اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

۱۰۔ نسیم صاحب کہتے ہیں :-

”بہت محوڑے ہوئے ہیں اس کی بہت سی ایڈیشن
نکلیں ہیں کاغذی ڈکو بلوم وارث نے انڈیا آفس اور
برٹش میوزیم کی فہرستوں اکتب مطبوعہ میں لکھا ہے
ایک انگریزی پادری سکسپٹی بی۔ پی۔ ایچ۔ م۔ اے۔ جی۔
GARDNER جس نے مشرق وسطیٰ کی سیرات کے لئے سفر
کردا اور اسکے ذریعے کو رو میں رسم الخط میں تصویر کیا تھا
لکھتا ہے کہ :-

”مسلمانی علماء کے نزدیک مضافہ و اضافہ اور کاترہ

نہایت وقف اور احترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتے تھے۔

مشاء ربیع الدین احمد مشاء عبد القادر کے تربیت یافتہ ہیں۔ مشاء ربیع الدین کے پاس آیتوں کی کڑی تریب اور سخت کی زیادہ پابندی کی گئی ہے۔ اور مشاء عبد القادر کے پاس ان باتوں کی اس قدر پابندی نہیں ہے۔ اس طرح کے عمل سے مشاء ربیع الدین کے تربیت کے مقابلے میں مشاء عبد القادر کے تربیت میں جو حسن و خوبی پیدا ہو گئی ہے اس سے جو ریت عامہ حاصل ہو گئی ہے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں :-

یوں تو دونوں تربتے غلطی میں یکنواستہ و ریشہ المریض سے تربتے میں عربی جمعے کی ترکیب اور ساخت کی بہت زیادہ پابندی کی ہے۔ ایک حرف ادھر سے ادھر

ہو سکتے نہیں پایا۔ ہر طرف لٹکا ہوا جوت کا ترہو
 خواہ اردو زبان کے ہاوسے کچے پاد کچے انہیں
 کرنا ضروری ہے۔ مشاعرہ افادہ کے ترے میں
 اس قدر عقلی پابندی نہیں کی گئی ہے بلکہ وہ مہنوم کی
 صحت اور اصل علقہ کے حسنی کو بڑا در رکھنے کے
 علاوہ اردو زبان کے روز مرے اور افادہ کے کابی
 خیال رکھتے ہیں۔ دوسری غیبی ان کے ترے میں ایجاز
 کی ہے یعنی وہ ہمیشہ اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ
 جہاں تک ممکن ہو کم سے کم الفاظ میں پورا مہنوم
 صحت کے ساتھ اور اچھا ہو جائے۔

مولوی صاحب نے بطور نمونہ سورہ نعرہ کی چند ابتدائی آیتوں کا ترجمہ
 نقل کیا ہے۔ جیسے: ہر کے ترے کے ذیلی میں اور کیا جاتا ہے۔

مشاعرہ ریح الدینؒ مشاعرہ جبر افادہؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
شرور کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے	شرور کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے
بخشش کرنے والے میرا ہی کے	بخشش کرنے والے میرا ہی کے
آلہ ذالک الکتاب لا ریب	آلہ ذالک الکتاب لا ریب
فیہ ہدی للمتقیین	فیہ ہدی للمتقیین
اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ راہ جاتی	یہ کتاب نہیں شک ہے اس کے راہ دکھاتی

ہے واسطے پر ہر گاہوں کے
 الذین یؤمنون بالغیب و
 یتقون الصلوٰۃ و
 رزقناہم ینفقون۔
 وہ لوگ جو ایمان لائے ساتھ غیب
 کے یعنی جو ایمان رکھتے ہیں
 نماز کو اور ان کی چیز سے کہ دیا ہے ہم
 نے ان کو خرچہ کرتے ہیں۔
 والذین یؤمنون بما انزل
 الیک و ما انزل من قبلک
 و بالآخزۃ ہم یؤمنون۔
 اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ساتھ
 ان کی چیز کے جو اتاری گئی ہے طرف تیری
 اور جو اتاری گئی ہے پہلے تجھ سے اور
 ساتھ آخرت کے اور جو تیری رکھتے
 ہیں۔

ہے ذر و ازل کو
 الذین یؤمنون بالغیب و
 یتقون الصلوٰۃ و
 رزقناہم ینفقون۔
 جو یعنی کرتے ہیں ایمان اور درست
 کرتے ہیں نماز اور ہمارا کچھ خرچہ کرتے
 ہیں۔
 والذین یؤمنون بما انزل
 الیک و ما انزل من قبلک
 و بالآخزۃ ہم یؤمنون۔
 اور جو یعنی کرتے ہیں جو کچھ اتاری ہے
 اور جو اتاری گئی ہے پہلے اور آخرت
 کو وہ یعنی جانتے ہیں۔

۱۔ مملوہ سکھیں تو پر اس جہاں ۔ ”وہ جو ایمان لائے ساتھ غیب کے“۔

۲۔ ”یعنی جو کچھ“۔ مملوہ سکھوں میں نہیں ہے۔

۳۔ ”اور جو لوگ جو ایمان لائے ہیں“۔ مملوہ سکھ

نہیں۔ ”اور جو کچھ اترا“۔ غلوہ کتب نماز آئینہ۔

اولك على هدى عن ربهم اولك على هدى عن ربهم
 واولك هم المفلحون واولك هم المفلحون
 یہ لوگ اور ہدایت کے ہیں پروردگار انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب
 کی اور وہی مراد کو ہوئے۔ پائے واسے۔

دو فوجوں کے مقابلے سے مولیٰ جلالہ الخ نے مشاہدہ اتحاد کے ترتے
 کی فوجیت ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

”اول تو اس میں ایسا ہے یعنی باوجود برکونی صفائی اپنی
 طرف سے داخل نہیں کیا۔ دوسرے اردو و دہلوی
 جوں کی سخت کا خیال رکھا ہے تیسرے اجماع
 انہوں نے خواہ فرمایا ہے، ترجمہ دیتے ہیں نہیں بلکہ
 ”ہندی شہادت“ یعنی سند دستانی میں کیا ہے۔ اسی
 وجہ سے ترجمہ زیادہ سلیس اور صحیح ہے۔ مثلاً شہادت
 کا ترجمہ گائے پر ہیزگاروں کے ”ڈروالوی“ کیا ہے
 ”ہندیوں المصلوۃ کا ترجمہ“ درست کرتے ہیں غلط
 کیا ہے۔ مفلحوں کا ترجمہ ”وہی مراد کہنے“ کیا
 گیا ہے۔ مشاہدہ ریف الدی نے اسی کا ترجمہ ”چھکارا
 پائے واسے“ کیا ہے۔ اگرچہ یہ الفاظ ہدی ہے لیکن شاہ
 جہاد اتحاد کا ترجمہ زیادہ صحیح اور اصل سے قریب تر ہے

۱۔ فعل ناقص ہے۔ لکھنے کی عبارت میں نہیں ہے۔

اور اس سے اصل معلوم بہتر طور پر کچھ میں آتا ہے۔
 وہی جہوں کی ترکیب سو دو ذی تربے پڑھنے سے
 صاف معلوم ہوتا ہے کہ کثرت، جہاں سے اس
 کا زیادہ بیان رکھا ہے۔ مثلاً جہاں سے
 دوسرے تربے کے مقابلے میں اس قدر بہتر اور
 افضل ہے کہ کچھ میں نہیں آتا کہ اس کے ہوتے چند
 سال بعد دوسرے تربے کی ضرورت کیوں بھی گئی۔

مثلاً جہاں سے تربے میں یہی زائد و زمرہ کی پابندی اور جہوں کی
 درست ترکیب سے اظہار نہیں کیا ان کے تربے کے زیادہ میں اور اصل سے
 قریب تر ہونے اور اس سے اصل معلوم بہتر طور پر کچھ میں آئے اسے خلق سے
 مولیٰ جہاں کی رائے سے خلق ہونے میں ملتا ہے۔ متقیوں کا ترب
 "زرداوان" اچھا ہے مثلاً رفیع الدین نے اس کے لئے "پہرہ نگاروں"
 لکھا ہے۔ لکھا "پہرہ نگار" شاید اس وقت ہندی متعارف کی حیثیت رکھتا
 ہوگا لیکن مثلاً جہاں سے دوسرے کئی مقامات پر متقیوں کے لئے
 "پہرہ نگاروں" کا لفظ لکھا ہے۔ صاحب کے اس طرز کے تربے کے بارے میں
 شیخ الحدیث مولانا محمد حسن یار فرماتے ہیں کہ "بہت اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک لفظ
 کچھ فرماتے ہیں دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہیں مگر
 مقام کے صاحب ہر سے جو سے غرواں سے بیان فرماتے ہیں۔ جس سے فرما
 غرض اور مراد کچھ میں بڑی مدتی ہے۔ مثلاً صاحب نے سرخ فرما

یہ قدیم اور میں ۱۳۵۰

یہ ایک مقدمہ قرآن مجید مزمع دینی مصلح الحدیث مولانا محمد حسن یار

میں سورہ بقرہ کی اسی آیت ھدی للمتقین کا ترجمہ "ہدایت ہی واسطے
 پرہیزگاروں کی" کیا ہے اور اسی کی تفسیر کے لئے آگے یہ فقرہ لکھا گیا ہے یعنی
 ساتھ قرآن کے دلالت کرتا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے اور لوگوں کو کو وہ فتح لکھا
 ۱۰۱۔ ۱۰۲ کے اور ظاہر کرتے ہیں اور اس کے "مٹا دیا" نے صاف ایک
 ہی آیت کے ایک ہی لفظ کے لئے وہ لفظ ہی لکھا استعمال کے ہیں تو مقابلاً کہا
 جاسکتا ہے کہ اسی دونوں لفظوں میں "پرہیزگار" ہی زیادہ مرادوں معلوم ہوتا ہے۔
 چنانچہ پانچویں تیسرا حصہ نے بھی اپنے ترجمے میں متقین کے لئے لکھا "پرہیزگار"
 کا لکھا کیا ہے۔ ترجمہ کیا ہے:

"آگے یہ وہ کتاب ہے جس کے کام اپنی ہوسٹا میں
 کچھ بھی شک نہیں پرہیزگاروں کی رہنمائی ہے۔" ویسے
 لکھنے "مردانوں" کے "ڈرنے والوں" بھی مرادوں
 لکھا۔ موضح قرآن میں "ان للمتقین مقارناً حدائق
 واعیاناً وکواعباً اقرباً" کے تحت لکھا ہے "بیشک
 ڈرنے والوں کے واسطے آرزو اور مراد حاصل ہے اور
 چھٹکا رہا ہے غائب سے بارغ چاہا جس میں وہ غیب پر مایوس ہو
 اور انگور چاہا اور خوبصورت جوان عورتیں چاہا ہم عمر بہشت
 میں بھی کوئی اور بھی اور پھر نہ ہوگی۔ کہتے ہیں کہ بہشت میں
 عورتیں سب سولہ برس کی اور مرد سب تیس برس کے
 ہوں گے اور بعضی کہتے ہیں کہ عورت مرد سب نئی اور نئی
 برس کے ہوں گے۔"

"ھدی" کے ترجمے کے متعلق سے شیخ احمد لکھتے ہیں کہ "چونکہ" معنی

میں "ہدایت" حق تعالیٰ کی صفت ہے تو وہاں "پہلے" کا اضافہ ہے اس
 اور اس اہل حق و ملتقین کے (موضح پر ہدایت قرآن کی صفت ہے تو اس نے
 "راہ" بتائی "کا اضافہ صاحب نے بیان فرمایا ورنہ وہاں بجز عقول و عباد
 کا حرف اس لئے کہ مسلم حرم ہے۔ مگر شیخ الحداد نے قاضی موضح قرآن میں اس
 کا ترجمہ اضافہ فرمایا کہ وہاں "شاہ صاحب کے لفظ کے معنی کی اتنی نزاکت کا لفظ
 کے بغیر" ہدایت ہے واسطے پر ہیزگاروں کی "ترجمہ کر دیا اور آگے "یعنی" سے
 تفسیر شروع کر دی البتہ آگے تفسیر میں "راہ" لکھتا ہے "لکھا ہے۔ قرآن شریف
 میں نماز پڑھنے کا حکم کی جگہ کو یہ ہے جس کے لئے "اقامت الصلوٰۃ"
 کا لفظ بھی ملتا ہے۔ معنی اس لفظ کے وقت تفسیر میں نماز پڑھنے کی جہاد و اہمیت
 بیان کرتے ہیں۔ بعض نے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا مراد لیا ہے۔ بعض نے
 ادب و مشورہ کے ساتھ نماز ادا کرنے یا مطلق نماز پڑھنے کو اقامت الصلوٰۃ
 کا مفہوم قرار دیا ہے۔ اور کی آیت میں "یقیمون الصلوٰۃ" کا ترجمہ
 "شاہ الحداد نے "درست کرنے میں نماز کو" لکھا ہے۔ اسی ترجمے پر کئی
 اتحاد خیال سے قبل یہ دیکھا جانا مناسب ہو گا کہ شاہ صاحب نے اقامت صلوٰۃ
 کے ترجمے میں کیا کیا الفاظ استعمال کئے ہیں۔ "درست کرنا نماز" "کلمہ کرنا
 نماز" "نماز پڑھنا" اور "کلمہ کرنا نماز کو" یہ وہ الفاظ ہیں جو اس کے ترجمے
 میں عام طور پر پاسے جاتے ہیں۔

آیت :- یقیمون الصلوٰۃ و معارفنا ہم یففقون اسودہ ترجمہ
 ترجمہ :- "درست کرتے ہیں نماز اور ہمارا دیا کچھ غلط کرتے ہیں" اور ترجمہ قرآنی
 آیت :- یقیمون الصلوٰۃ ویوفون الزکوٰۃ اولئک علی ہدی

علی ہدی قرآن یہ ترجمہ دینی شیخ الحداد مراد کر جس میں :-

مختار یہ ہے۔ اولاً یہ کہ ہذا المفلحون (سورہ لقمان پکارا)
ترجمہ: ”جو لوگوں کی رکعتیں ہیں غار اور دینے ہیں زکوٰۃ اور وہ ہیں جو آخرت
کو دیکھتے کرتے ہیں یہ ہیں سو بخیر اپنے (رب) کی طرف سے اور
وہ ہیں جس کا بھلا ہے۔“ (ترجمہ قرآن مجید)

آیت: ”وَمَا أَمْرُوا إِلَّا لِعَبْدِ اللَّهِ مَخْلُصِينَ لَهُ الدِّينُ وَ
يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ
(سورہ البینہ ہے)

ترجمہ: ”اور نہیں کہا کسی کتاب والے کو مگر یہی کہ بندگان کو خدا سے نجات کی
پاک کر کے اپنے دین کو خدا سے نجات کے واسطے سب دینوں سے
بہتر کر اور سب دینوں کو چھوڑ کر خدا سے نجات کو اور لا شریک جانو
اور نماز پڑھو ہمیشہ پانچوں وقت کی اور زکوٰۃ دو سال کی اور بھی دیں
غصہ ملے اور عید و مسلم درست اور مضبوط ہے بیٹھے قرابت اور
انجیل میں یہی تھا ہے کہ خدا سے نجات کے سوا کسی کی بزرگی نہ کرو اور ایک
جانو خدا سے نجات کو اور آخری زمانے کے پہلے کا دین یہ ہے اسے
قبول کرو۔“ (موضح قرآن)

آیت: ”يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَهُمْ رُفْقًا هُمْ يَنْفَعُونَ“ (سورہ بقرہ)
ترجمہ: ”اور قائم کرتے ہیں غار کو اور جو کچھ کو دین دیا ہے اسے ان کو قربان
کرتے ہیں۔“ (موضح قرآن)

اس کتابت کو سیاق حق کے لحاظ سے ”انما الصلوة“ کا ترجمہ ہر جگہ
جو اہل انما سے کیا گیا ہو ایک ہی معنی، صاحب نے سورہ بقرہ کی ایک ہی آیت کا
ترجمہ ایک ہی سیاق حق کے باوجود ترجمہ قرآن مجید اور موضح قرآن میں قنوت

فلکوں میں کیا ہے۔ جب ”درست کرتے ہیں غار“ اور ”قام کرتے ہیں غار“ دونوں ہی تبتے مشاء صاحب کے نزدیک صحیح ہیں تو غار جاتے کیوں اولیٰ اللہ کہ تبتے کہ ما بعد پر ترجیح دی جاوے ”ترجمہ قرآن مجید“ میں لکھا ہے اور کیوں مؤلف تبتے کو مخرج قرآن میں رکھا ہے۔ اقامت الصلوٰۃ کے وقت تک تک سیر کا جواب جواب اور مذکور ہوا ہے اسی کے پیش نظر ”غار کو قائم کرنا“ نسبتاً صحیح ترجمہ معلوم ہوتا ہے پھر اسی میں آداب و مشرانہ کے ساتھ ان کو قائم کرنے کا مذہب متنا ہے لیکن دینی طور پر غار ادا کرتے دہتے کا مطلب نہیں پایا جاتا۔ اس لئے ”یگئے“ ”قام کرتے ہیں غار“ کے ”قام رکھتے ہیں غار“ صحیح اور زیادہ موزوں ترجمہ ہو گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشاء و ریخ اللہ میں نے اسی قائم بازن کو پیش نظر رکھ کر اس کا ترجمہ ”قام رکھتے ہیں غار“ کیا ہے اور یہ درست اور زیادہ موزوں ہے۔ ویسے مشاء جبرائیل کے ترجمہ قرآن مجید میں ”درست کرتے ہیں غار“ میں اگر ذرا سی تبدیلی کر لی جاتی تھی ”درست رکھتے ہیں غار“ ہوتا تو ایک حد تک یہ صحیح درست اور موزوں ہو جاتا لیکن ان قائم، انکشافات سے پہلے اور مجموعہ حاصل کرنے کے لئے مشاء صاحب کے پاس ”غار پڑھنا“ موجود تھا اس لئے کہ غار پڑھنا حقیقت میں ایسی ہے جو پابندی اور مشروط کی بجائے اس کے ساتھ ہو۔

سورہ النہاں کی مذکور بالا آیت یقیناً الصلوٰۃ وایاتہا
 التکوٰۃ اولیٰ علیٰ ہدیٰ من ربہم وھو المصلحون
 ”علیٰ ہدیٰ“ کا ترجمہ ”ہدایت پر“ کے مقابلے میں ”سوچ پر“ کچھ موزوں معلوم نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ یہ چنانچہ سوچ پر اپنے ادب کی طرف اوردہ ہیں جن کا بھلا ہے۔ ”اور بیانیہ کی گنجائش ہے کہ مشاء صاحب نے مخرج قرآن میں ”ہدیٰ

ظالمین " کا ترجمہ " ہدایت ہے واسطے پروردگاروں کے " کیا ہے۔ اور " ہدایت " کا اٹھا سوزوں ہے۔ دیئے " سوچ " کے ساتھ " راہ " کا لٹکا ہوا یعنی " سوچ " کی راہ " کا ترجمہ پھر بھی ٹھیک ہو جاتا۔ ڈپٹی نذیر اچھے " اولیاء علی ہدای " میں دیکھو " کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ " یہی لوگ اپنے پروردگار کے یہود سے دیکھتے ہیں " مثلاً جبرائیل نے سورہ بقرہ کے تحت اسی جہادیت کا ترجمہ " انھوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی " کیا ہے۔ " ہدای " کے تحت سے تو ترجمہ ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن ایک دوسری جگہ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ " منہاجم " ہے جس کا ترجمہ " صاحب نے کیا ہے " اپنے (رب) کی طرف سے " کے " اپنے رب کی " کیا ہے۔ " اپنے رب کی راہ پاتا " اور " اپنے رب کی طرف سے " ہدایت پر لگنا " دونوں میں بہت فرق ہے۔ پہلے آیت میں اپنی ساری کا دخل معلوم ہوتا ہے تو دوسرے میں غفلت رب کا۔ چنانچہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے آیت میں ان باتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ " ترجمہ . . . " وہی لوگ ہیں " ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے "۔ مولا اشرف علی صاحب تھانوی نے اس طرح ترجمہ کیا ہے۔ " پس یہ لوگ ہیں ٹھیک دوسرے جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے "۔

مثلاً صاحب نے سورہ فاتحہ میں " رب العلیین " کا ترجمہ کیا ہے۔ " جو صاحب سادہ چاہی کا " یہاں لٹکا " صاحب " کھٹکتا ہے۔ سورہ فاتحہ کی تفسیر کے ختم پر لٹکا " صاحب " کو اللہ کی صفات کے طور پر بھی کیا ہے " نفسانی " دینہ کے لٹکا ہے۔ یہ سورہ اللہ صاحب نے بندوں کی زبان سے فرمایا ہی کہ اس طرح کہیں "۔ کہیں " اللہ " کے ذمے میں صاحب لٹکا ہے۔ آیت " قل انما انا بشر مثکم یوحی الی انما الفکر انہ واحد

(سورۃ النکاح ۴)

ترجمہ: تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم علم آتا ہے بلکہ تمھارا صاحب
ایک صاحب ہے۔ اور کہیں "موتی" کے تبتے میں "صاحب"
استعمال کیا ہے۔

آیت:۔۔ ہو مو لکم فتعدوا للموتی و لتعدوا للنصیب (سورۃ النکاح ۴)
ترجمہ: وہ تمھارا صاحب ہے سو خوب صاحب اور خوب مددگار۔
شاہ صاحب نے "رب" کے لئے "پروردگار" کا لفظ بھی جگہ لکھا ہے
اور بعض وقت تو لفظ "رب" ہی قائم رکھا ہے۔

آیت: ضیج بحکمہ رب و استغفرہ (سورۃ نعر ۲)
ترجمہ: بڑاں کو بہت ساتھ قرین پروردگار اپنی کے اور گناہ بخٹوا اپنے
پروردگار سے۔ (موضح قرآن)

آیت: واذکور مسدود رب و قتل الیہ فبیقلا (سورۃ الزلزلہ)
ترجمہ: اور یاد رکھو نام اپنے پروردگار کا اور تو ذکر ساری خلقت سے رجوع کو
خدا نے قاتل کی طرف سب کو چھوڑ کر خوب طرا سب چیز سے بیزار ہو
جود پروردگار جسدا: (موضح قرآن)

آیت: والحمد لله رب العالمین (سورۃ الفاتحہ ۱)
ترجمہ: اور سب خوبی الہ کو جو رب ہے سارے جہان کا (موضح قرآن)
میر تقی میر نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں شاہ صاحب نے "رب" کے
پروردگار کو "دانا" استعمال کیا ہے۔ دیے اس زمانے میں اور اس کے بعد
"پاکیزہ" اور "پاسے دار" دونوں بھی ہندی متعارف کی حیثیت سے مروج
ہو جانے ان سارے لفظوں کو چھوڑ کر "رب" کے لئے شاہ صاحب نے "سارے"

مشاء ربیع الدینؒ نے ”پروردگار“ کا لفظ ترجمہ میں رکھا ہے۔

آیت: ۱۰۰ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۔

ترجمہ: ”سب تعریف واسطے اللہ کے پروردگار عالموں کا“۔

ترجمہ انجرائی کے خطوط اور مبلوطہ لکھے ہیں ”ایمانت فضیلت و ایمان

نستعین“ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

”حق کی بندگی کریں اور حق سے ہم مدد چاہیں۔“ ”بڑی ہی بندگی کریں“ کی بجائے شاید۔ ”حق کی بندگی کریں“ لکھنا چاہتے تھے۔ چونکہ روزمرہ ایب نہیں تھی اس لئے ”حق کی بندگی کریں“ لکھ دیا بندگی بمعنی ”عبادت“ یہی سبکی۔

”سبکی کو بندگی کرنا“ اور ”سبکی کی بندگی کرنا“ میں منووی اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے۔ غالباً یہ فرق اس وقت بھی تھا۔ مروجہ قرآن کی اکثر و بیشتر آیاتوں کے تحت کی اور عبارت سے اس فرق کے محسوس کئے جانے کا ثبوت ملتا ہے مثلاً سورہ مہملت کی آیت ”وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا أَرْضَكُمْ“ کا ترجمہ ہے ”اور جب کہا جاتا ہے ان کا زمینوں کو کہ بھلو گئے اسے تنہائی کی بندگی کرنے کو“ نہیں بھٹکتے۔ یہ جگہ ہے ان کو کہنا پڑا ہو تو نہیں پڑے۔ ”سورہ المائدہ“ کی آیت ”فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىَٰ فَيَنسِي أَمْرًا كَانَ مَوْعِدًا“ کا ترجمہ یہ ہے ”پھر سچا نہیں جانتا قرآن کو اور دُشمن سے اٹھ علیہ وآلہ وسلم کو سچا جانتا ہے اور نہ خدا پڑھتا ہے یعنی خدا سے تنہائی کی بندگی نہیں کرتا لیکن بھٹکتا جاتا ہے اور قرآن کو اور بزرگ منیٰ اٹھ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بھٹکتا جاتا ہے اور پھر وہ دین اسلام کے ”مشاء صاحب“ نے دیا پڑھیں ”بندگی“ کی اس طرح تفسیر کی ہے۔ اس کی روشنی کے کام کرنے بندگی ہے اور جو بندگی دیکھتے ہو بندہ نہیں ہے اور بندگی اسے لکھتے ہیں کہ جو صاحب ہے اس کام کو کہ جو لکھ کر ہے۔

اور اس کام کی بھلائی پرانی میں عقل کو نہ دوڑائے کسی واسطے کہ کہا مانتا ہی بھلا ہے اور جنت کا حکم میں کم سختی ہے۔ "ان سب کی روشنی میں بھی "تجو کو جنگی کرنا" ترجمہ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔ "و اعبد ربك حتى ياتيك اليقين" سورۃ الحزب ص ۱۶ کے ترجمے میں "رب کی جنگی کرنا" صحیح استعمال ہے (ترجمہ) "اور جنگی کر اپنے رب کی جب تک پہنچے یقیناً۔"

دوسری بات یہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں "نعبد" اور "نستعين" کا ترجمہ فعل حال مطلق کی بجائے فعل مضارع میں کیا ہے۔ "بجلی کو ہم جنگی کریں اور تجلی سے مدد چاہیں"۔ "نعبد" اور "نستعين" عربی قواعد میں فعل مضارع ہے۔ علی الترتیب حسب کا اردو میں ترجمہ "ہم عبادت کرتے ہیں یا کریں گے" اور "ہم مدد مانگتے ہیں یا مانگیں گے" ہوتا ہے لیکن شامس نے عربی کے فعل مضارع کا اردو کے فعل مضارع ہی میں ترجمہ کر دیا ہے۔ مثلاً رفیع الدین کے ترجمے میں اس قسم کے بہرہ نہیں ہیں۔ ان کے پاس اس کا ترجمہ یہ ہے "تجلی کی عبادت کرتے ہیں اور تجلی سے مدد چاہتے ہیں ہم"۔ "رب بات یہ ہے کہ موصی قرآن میں اسی آیت کا ترجمہ مثلاً رفیع الدین کے ترجمے کے ڈھنگ پر ہی ہے۔ عبادت ذیل میں نقل ہے۔

"تجلی کی عبادت کرتے ہیں ہم کوئی سوائی تیرے
مستحق عبادت کا نہیں ہے اور تجلی سے مدد چاہتے ہیں
ہم نزع عبادت کے اور تو ہی سر انجام عبادت کرنے
والا، محتاج اور مشکلات ہمارے۔"

مثلاً جہاد قادری نے ترجمہ کرتے وقت زبان اور لہجہ سے کا زیادہ خیال رکھنے کی کوشش کی ہے مگر بکا زکی دھن میں موزوں و مناسب الفاظ کا انتخاب

دکریا یا۔ موزوں الفاظ کو پکڑنے تو یکساں کام میں ہاتھ سے نکل جائے۔ زبان
 ہندی متعارف میں روزمرہ اور غامضوں پر دھیائی دینے سے مفہوم قرآن کہیں
 ہم ہو گیا تو کہیں غیر واضح رہ گیا۔ بعض مقامات پر قرآن سے پھر پھر سے نئی مفہوم
 قرآنی ہی بدل گئے۔ "وَلَا تَقْلِبْ وَكَلَّمَكَ اللَّهُ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ" "وَدَعَا أَزْهَرًا"
 "تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا" ترجمہ اور کہا مانی منکوں کا
 اور دغا بازوں کا اور پھوڑے الی کوستانا اور پھر دس کر اسٹ پر اور اسٹ پس
 ہے کام جانے والا۔ "دع اذ اھد" کے ترجمے "پھوڑے الی کوستانا"
 کا ایک عام قاری یہ مطلب لے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمایا
 منافقوں کوستانا ہے حق یا سنا نے کا خیال نہ رہا ہے حق اس نے آپ کو اس
 کام سے باز رہنے کا حکم تو فرمایا ہوا۔ حالانکہ مفہوم قرآن اس کے بالکل برعکس ہے۔
 حکم قرآن ہے کہ کافروں اور منافقوں کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا آپ خیال
 نہ کیجئے۔ مثلاً ربیع الدینی نے "ان کوستانا" کی بجائے اپنے ترجمے میں "ان کا ستانا"
 لکھا ہے یہ ترجمہ شاہ عبدالغفار کے ترجمہ سے ہنسی میسر ہے اس لئے کہ اس ترجمہ میں
 اس مفہوم کی بھی گنجائش ہے کہ کافروں کے سنے پر تو جبہ نہ دے۔ الی کا
 جملہ یہ ہے "اور مت کہانی کافروں کا اور منافقوں کا اور پھوڑے ایذا دینا
 اور توکل کر اوپر اللہ کے اور کفایت ہے اللہ کام جانے والا۔" مولانا قاسم رضا
 نے تو ترجمے میں شاہ عبدالغفار ہی کے الفاظ لکھے ہیں۔ البتہ "ان کوستانا"
 کی بجائے "ان کا ستانا" کو دیا اور یہ خیال یقیناً شاہ ربیع الدینی کے ترجمے سے
 پیدا ہوا ہو گا۔ "اور کہا ستانی منکوں کا اور دغا بازوں کا اور پھوڑے

ان کا ستان اور بھروسہ کر اٹھ پر اور انٹریس ہے کام بنانے والا " اس سلسلے میں ڈپٹی خیر احمد کا ترجمہ بہت واضح ہے۔ " اور اسے پیغمبر اکرمؐ کی باتوں اور منافقوں کا کھانا مانو اور ان کی ایذا دہی کی دیکھ اپروانہ کرو اور ظاہر بھروسہ رکھو اور خدا کا اس رہی ہے۔ " ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس آیت کے ترجمے کرتے وقت مشاء صاحب نے قرآن کے معنی کی یکائے اپنے والد بزرگوار کے فارسی ترجمے کو پیش نظر رکھا تھا چنانچہ " فتح الرحمن " میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے۔ " در زمان ہر کاروان را دو منافقانی را و از نظر اعتبار بگوار و تجدید ان ایشان را و قریب ہی برخلاف رہیں است خدا کا رساز "۔ اس ترجمے میں مشاء ولی اللہ نے " از نظر اعتبار بگوار " لکھ کر مہم کو بالکل واضح کر دیا ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مشاء مجدد اللہ نے اپنے والد کے ترجمے سے " از نظر اعتبار " کو نظر انداز کر کے " بگوار و تجدید ان ایشان را " کو لے لیا ہے اسی لئے انہوں نے ۔ " پھر زادے ان کو مستحق " ترجمہ کیا ہے۔

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكنى باالله شهيداً " ترجمہ اور یہ ہے جس نے بھیجا رسولی راہ پر اور کے دین پر کو اوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور پس ہے اللہ حق ثابت کرنے والا " رسول کو راہ پر اور پسے دین پر بھیجیں " اور " رسول کو ہر آیت اور دین حق کے ساتھ بھیجیں " دونوں میں معنوی اعتبار سے

سورہ فتح مجید و تسویر ان پیر ترجمہ مشاء مجدد اللہ "۔ " فتح الرحمن " میں غامدی ترجمہ ہے۔ " دوست انکو فرستادینا ہر خود را ہدایت و دین راست تا غالب کی پیش بردیاں پر آج وہیں راست خدا انکار کند حق۔

فرق ہے۔ سٹارینغ الدین کا ترجمہ الفاظ قرآن سے قریب ہے اور مفہوم قرآن سے بھی۔ اس کے مقابلے میں دیگر تراجم کا سامنا تھا کہ سے نکل جانے کی پروا کی نہ تھی۔ ہندی مصنفان زبان پوری زور دیا ہے۔ ہندی مصنفان کے الفاظ سے مفہوم کی سمجھ کے ساتھ اور اس وقت عام طور پر جو لے اور لکھے جاتے تھے بڑی غلطی سے برت گئے ہیں۔ بس اوقات تو قرآنی لفظ اور فعل ہی سے اردو ترجمے میں اضافی فعل اور اسم فاعل وغیرہ جایا ہے۔ سورہ فتح کی حدیث بالآیت کا ترجمہ کیا ہے۔ "وہ ہے جس نے یہ بھی پہنچ کر اس حدیث کے اور دینی حق کے تو کو غالب کر کے اس کو اپنی ساری کے کفایت ہے اس حدیث ہی میں دینے والا"۔ مولانا غفر جس نے قرآن و حدیث اور ہی کے ترجمہ کو اپنے ترجمے کی اساس کیا ہے۔ "وہی ہے جس نے یہ بھی پانچ رسول سید بھی اور پورے دین پر جا کر اپور رکھے اس کو ہر دینی سے اور کافی ہے اس حق ثابت کرنے والا"۔ دینی زیر احسن نے سٹارینغ الدین کے ترجمہ قرآن کی بڑی ترین کمی ہے لیکن یہ گنا ہے کہ اپنے ترجمے کے وقت مفہوم قرآن کے لئے سٹارینغ الدین کا ترجمہ زیادہ پیش نظر رکھا ہے۔ سورہ فتح کی اسی آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "وہ خدا ہی (قرآن) ہے جس نے اپنے رسول (محمد) کو ہدایت اور دینی حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے اور دینی اسلام کی صداقت کے لئے خدا اگر وہی کرنا ہے"۔ غیر حقانی میں بھی اسی طرح کا ترجمہ ہے۔ "وہی تو ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینی حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو ہر ایک دین پر غالب کرے اور اس کی مشہادت کافی ہے"۔

المستعان علی ما تصفون۔ اور جب رسول نے کہا اے رب فضل کو
 انعام کا اور رب ہمارا دینا ہے اسی سے دریا نکلتے ہیں اسی باتوں پر جو تم
 جانتے ہو تم ترجمہ میں "اسے میرے رب" ہونا چاہیے۔ قرآن مجید کے ثبوت
 سے اے خداوند ذات اقدس کا جس نے عیب ہی جانتے احمد "فتح الرحمن"
 کی غامدی جادو ہے۔ میں خابہ گشت ای پروردگار میں حکم کہ برستی پروردگار
 باقشایندہ است از وی مدح و عجب کردہ میثود بر پا کر باقشای کیندہ۔ اس کا یہ
 مطلب نہیں کہ مشاہدہ اور کا ترجمہ قرآن مجید اس قسم کی ذو گزشتوں سے
 پر ہے۔ بات کلام اللہ کی ہے۔ ایک در مقام پر ہی ہی ذو گزشت ہی ہے جو
 قابل اعتراض ہی جاتی ہے۔ فردا اسی کی وجہ کہ ہی ہو نگر کی چوک ہو یا سہو گزشت
 ہر حال قابل اعتراض ہے۔ ویسے مشاہدہ و عجب کا ترجمہ قرآن اپنے وقت کی نہایت
 با محاورہ و ذیالایہ ہے۔ ایچ کی قرآن میں مذکور کے ساتھ مزاحمت جاتی ہے۔
 جسے جسے دو چار کی قرآن اور جسے آیات کے قریبے و دوزن ملتا ہوا جاتا
 کے لئے ہوتے پیش کے جاتے ہیں۔

مشاہدہ و عجب

مشاہدہ و عجب

الحمد لله

بقرین اللہ کے

بقرین اللہ کو ہے

اهدانا الصراط المستقیم

دکھایم کو راہ سیدھی

چلا ہم کو راہ سیدھی

صراط الذین انعمت علیہم

راہ ان لوگوں کی کو نعمت کی ہے تو نے اوپر
 اچھے۔

راہ ان لوگوں کی جو پر تو نے فضل کیا

غیر المعضوب علیہم

۲ وہ بھی پر غصہ ہوا سو اسی کے جو غصہ کیا گیا ہے اوپر اُنکا
ولا الضالین

اور نہ پہننے والے اور نہ راہ گراہوں کی

الم نجعل الارض مهاداً

ہم نے نہیں جانی زمین اور بچھنا؟ کیا نہیں کیا ہم نے زمین کو بچھنا
والجبال اوتاداً

اور پہاڑ زمینیں؟ اور پہاڑوں کو زمینیں

وخلقت کھڑا فوجاً

اور تم کو جایا جوڑے جوڑے اور پیدا کیا ہم نے جوڑے تم کو

وجعلنا النهار معاشاً

اور بنایا دن روزگار کو اور کیا ہم نے دن کو وقت معاش کا

اس تہے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ دیگر مترجمین کی طرح قرآن

کا مطلب واضح کرنے کے لئے قرآین میں اپنی جانب سے بڑھائے ہوئے

الفاظ سے مراد ہے۔ چاہے کہ ہر لفظ کا ترجمہ اس کے چنے ہوئے

اور پھر عبارت کے با محاورہ رہنے کا کمال اس تہے میں ملتا ہے۔ یہ بھی

عجب بات ہے کہ سہارہ اور اس دور کے تہے قرآن مجید میں جہاں کوئی

کئی یا کمزوری موزوں الفاظ کے عدم اتھک یا مفہوم کی پائی جاتی ہے۔

موضح قرآین میں، انہیں آیتوں یا مشابہ آیتوں کے تہے یا تفسیر میں نہیں

پائی جاتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موضح قرآن سے اس قسم کی ذرا گشتوں

کی اصلاح منظور تھی۔ یہ دونوں یعنی قرآین مجید کا ترجمہ اور موضح قرآن

ایک الگ مترجم و مفسر کا یقیناً فکر معلوم ہوتا ہے۔ بات ایسی تو نہیں ابست
 قیاس پر تاسہ کہ شاہ جہاں کا ترجمہ سقرآن مجید ان کے بڑے بھائی
 شاہ رفیع الدین کے مطالعے میں ضرور آیا ہو گا۔ بڑے بھائی کی چشم بھرت
 نے تربے کے بعض گوشوں پر پڑے ہوئے الفاظ اور روزمرہ کے
 پردوں کے نیچے حقیقت معنی کی تلاشی کی ہو گی۔ اور چھوٹے بھائی کی علت
 مشہرت اور ان کی نگاہ کی جانب شخصیت کے خیال سے انھیں تربے کے
 شکوک مشتبہ اور غیر مت مست مقامات سے آگاہ کرنا مناسب تصور
 کیا ہو گا۔ اور غور ہی ایک ترجمہ کر دیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھیں آگاہ
 بھی کیا ہو پر حال شاہ رفیع الدین کے تربے سے انھیں بعض مقامات پر
 مفہوم قرآن کی ادائی کے لئے اپنے تربے کے غور کا احساس ہوا اور اس
 کی عکاسی کے لئے سادہ لکھنا شروع کیا۔ جو بعد میں "سورج قرآن" کے
 نام سے مشہور ہوا۔ مولوی جہاں نے جو لکھا ہے کہ شاہ جہاں کا
 ترجمہ دوسرے (شاہ رفیع الدین کے) تربے کے مقابلے میں اس قدر ستر
 اور افضل ہے کہ کچھ میں نہیں آتا کہ اس کے ہوتے چند سال بعد دوسرے
 تربے کی ضرورت کیوں کچی گئی۔ اس کی وجہ دی ہو سکتی ہے جو مستطاب
 میں بیان کی گئی ہے۔

مولوی سید محبوب علی صاحب دہلوی نے شاہ رفیع الدین کے تربے
 کے ضمن سے چند معلومات فراہم کی ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ "یہ ترجمہ
 شاہ رفیع الدین کے شاگرد سید نجف علی صاحب کیا ہوا ہے۔"

لے قدیم اردو نسخہ ۱۳۵۔

میں پکارا، دارالعلوم پٹنہ، ۱۹۵۵ء۔ مولوی سید محبوب علی صاحب دہلوی صاحب

تیسرے دفعی کے دیباچے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید جنت علی صاحب کی خواہش
پر شاہ صاحب نے اس ترجمے کا کام انجام دیا ہے۔ دیباچے کی عبارت
ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

”کہتے ہیں خاک و سیر جہاں مذاق میں سید بخش علی
المعروف یہ ترجمہ افغان کے والد بزرگوار نے
بخدمت جناب عالم باطل و قاضی بے بدل و احق
علوم معقول و منقول غلام علی صاحب فرمایا
مولوی رفیع الدین کے عرض کیا تھا کہ میں چاہتا
ہوں کہ ترجمہ کلام اللہ تحت نقلی آپ سے پڑھ
کر زبان اردو میں لکھوں۔ پھر اس کو ملاحظہ فرما کر
اصلاح دے کر درست فرما دیا کریں۔ چنانچہ
آپ نے قبول فرمایا اور تمام کلام اللہ اسی
طرح سے مرتب ہوا اور درج پایا۔“

دیباچے کی عبارت سے بظاہر ہی مترشح ہوتا ہے کہ مولوی رفیع الدین
کا ترجمہ شاہ جہاں آباد کے ترجمے سے کوئی نہایت علاوہ نہیں رکھتا بلکہ جس
مقصد سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ اس کی دقت و شائستگی کے
آداب کی متافی حق۔ اس لئے دیباچے کی عبارت ملاحظہ کر کے
قیاس کے خلاف دلیل نہیں بن سکتی۔

یہ ملاحظہ کرنا ضروری ہے کہ ۱۹۵۵ء۔ معزین مولوی سید محبوب صاحب

دعویٰ، تیسرے دفعی ص ۲ سے ۱۲۶۲

مورخ قرآن کی زبان بھی ”ترجمہ قرآن مجید“ کی ”ہندی مشارف“ میں نہیں ہے۔ اس میں سماء ریح ادیبی کے ترجمے کی زبان کی طرح عربی و فارسی کے بکے پھلکے الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ سماء صاحب کے ایسا کی وہ عربی ان کے ترجمے میں ہے۔ مورخ قرآن کی کڑی میں نہیں ہے اس کی زبان صاف ہے ایسی کہ مافی الضمیر پاسبانی سمجھ جاتا آجائے۔ گویا پے میں ”زبان کو گویا کی اپنے کام کو اور دلی کو درستی دی اپنے کام کو“ جیسے جملوں سے حیرت ہوتی ہے کہ سماء صاحب کی زبان پر دکنی اثر کیسے ہو گیا۔ ”کو“ ”بہنے“ ”سے“ خاص دکنی مادہ ہے۔ بایں ہمہ ایسے الفاظ صواب کی عبارت کو مت نہیں کرتے۔ سب سے بڑی اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ مورخ قرآن کے مطالب مفہوم قرآن سے دیا نہ فریب ہیں۔ (ادوات علم بالصواب)۔ بعض مقامات پر تو زبان کی معافی اور روانی برسوں بعد کی سحری زبان کا خود معلوم ہوتی ہے۔ ایسے مورخ پر ڈپٹی نذیر احمد کی یہ رائے مشتبہ ہو جاتی ہے کہ ”ترجمہ قرآن بہ کثرت سے عربی پڑھنے نے ان کے مذاق اور پر یہ اثر ظاہر کیا تھا کہ باوجودیکہ ترجمہ نہیں مگر الفاظ کی بے ترغبی ان کی اپنی اور میں بھی ہے“ مورخ قرآن سے خود عبارت نقل کیا جاتا ہے۔

سورة البروج کی تفسیر کے تحت ”اصحاب اللہ“ کے قصے میں

شاء صاحب نے لکھا ہے۔

”کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز اس

نام بادشاہ تھا اور اس کا پیر ایک بڑا جادوگر
 مشہر کے باہر راجا تھا۔ سارے ملک
 اور بادشاہت کا کام اس کے کہنے سے ہوتا تھا۔
 جب وہ جادوگر بہت بڑھا ہوا تب بادشاہ
 کو کہا کہ میرا وقت آفر ہے کوئی جوان اشرف
 عقل نہ پیدا کر کے لاؤ تو میں یہ علم اس کو سکھائی
 جو تمہارے کام آوے۔ بادشاہ نے ایک
 جوان بیباک اس نے کہا تھا مقرر کیا۔ وہ جوان
 ہر روز اس جادوگر کے پاس جایا کرتا۔ اس
 راہ میں ایک راہب کا مکان تھا۔ اس
 جوان کو راہب کا دین خوش آیا۔ جب وہ
 بچنے کے بہانے آتا اور اس راہب پاس رہتا
 اور راہ خدا سے تعلق کی اور دین حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کا سیکھا۔ یہاں تک کامل ہوا
 جو ایک دن راہ میں اڑدھا آیا اور دستہ بند
 کیا جو ان سے اسم اعظم پڑھ کر جو پھونکا اڑدھا
 چلا گیا لوگوں نے دیکھا۔ پھر ایک دن شیر
 نے آکر راستہ روکا۔ اس جوان نے کچھ شیر کے
 کان میں کہا شیر بھی چلا گی یہ بھی لوگوں نے دیکھا۔
 پھر جو کوئی اس جوان کے پاس اپنی حاجت
 لانا چاہے تھائی کے قتل سے اس کا

کام برآتا

اسی انداز سے تہ جہاری رکھا گیا ہے۔

مشاء صاحب کے ترجمہ قرآن کے جہت جہت اقتباسات نقل کئے
جا چکے ہیں۔ موضح قرآنی کے متعدد جہاں اقتباسات کی زبان کا ترجمہ قرآنی
کی جہات سے مقابل کیا جائے تو صاف اندازہ ہوتا ہے کہ اردو ترجمہ میں
عربی کوئی ترکیب کا استعمال مشاء صاحب نے قرآن کے الفاظ سے قریب
رہنے کے لئے قصداً کیا ہے اگر اس طرز کی جہات سمجھنے کا اثر ان کی عام
جہات پر ہوتا تو موضح قرآنی کی جہات میں کیس تو عربی کوئی ترکیب کا
نمودہ نہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۔ تفسیر قرآنی موسومہ حقانی

تفسیر قرآنی موسومہ حقانی کے مفسر سید شاہ حقانی نیرہ سید شاہ
برکت اللہ صاحب ہیں۔ یہ مادہ ہر ضلع ایڑہ کے متعلق تھے۔ یہ تفسیر فہرست
ہے۔ مودی جلالی نے ۱۲۶۱ ہجری اس کا سد تفسیر لکھا ہے لیکن یہ
دجایا کہ اس میں قرآن کے کسی جرم تک تفسیر ہے۔ تاریخ نثر اردو میں
اسے اچھے نود عبارت سے جو غالباً کتاب کا آغاز ہے۔ سد تفسیر ۱۲۶۱
تھی کہتا ہے۔ ۱۲۶۲ کی عبارت میں مفسر نے سب تفسیر بھی بیان کیا
ہے۔ نیز اس سے پورے قرآن کی تفسیر جو نے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اللہ تعالیٰ

کا تاف اور اس کے حبیب اور اس کی آل و

اصحاب صلوات اللہ علیہم اجمعین کے ناموں

پر ذکر کیا گیا ہے کہ احوال اس کے

لکھے گئے ہیں۔ جو قرار کے دیکھا تفسیر زبان

۱۔ قدیم اردو میں ۱۳۵۰ء میں تیار ہوا دو حصہ اول مرتبہ اس میں مادہ ہر لکھو (۱۲۶۱)

مجلد مسلم یونیورسٹی لی گزشتہ ۱۳۵۰ء

عربی میں اور فارسی میں۔ عالمانِ فاضلوں بزرگوں
 نے اس بارہ سے پچھ برس کے عرصے میں تیسف
 کر دی ہیں اور اپنے جن عقل کے دوز سے صیغوں
 کو آیت آیت حرف حرف کے ساتھ فصاحت
 اور بلاغت کے نکلے ہیں اور زیر و زبر کو قاعدہ
 صرف و نحو کے سے ثابت کیا ہے اور شان
 نزول اور احوالِ پیغمبروں کے موافق حدیث
 اور روایت صحابہ رضی اللہ عنہم کے داخل
 کرے ہیں۔ جو ان تفسیروں کو نثر کیا دیا علم کا
 اور ہدایت کا ہے کہ سورج مارتا ہے، جاری
 ہے اور ہر ایک کو اس کے مدعا کو پہنچا بے اتار
 بیا کچھ چاہیے بھٹل ہے۔ پھر آخر کار کتبِ غلام
 استادِ قاسم رضی اللہ عنہ حضرت بھائی صاحب وقت
 حضرت سپہ شاہ حرہ صاحب قدس اللہ سرہ عنہ
 کے سے تفصیر جدا کر کے حرف حرف کے صیغوں
 کو احداثِ نزول ہر ایک نکلے اور آیت اور
 سورت کا دریا فصاحت کے اور سب احوالِ پیغمبروں
 کا کچھ کہ موافقِ وقت اور عقل اپنی کے ہر ایک
 نکلے اور آیت اور سورت کے ساتھ مقرر کر کے
 نکلے داخل کیا تاکہ ان پڑھوں کو جلد سمجھنے میں
 آوے۔ عبارتِ عربی کو موافق کیا کس واسطے

کہ دل عالم کے تنگ ہو گئے ہیں۔ زیادہ جہالت
کے پڑھنے سے ابلتے ہیں تنگ آتے ہیں بلکہ
پڑھے الٹ پڑھوں سے زیادہ جی چھاتے ہیں۔
نورۂ ترجمہ ذیلی میں نقل کیا جاتا ہے :

” درخ میں دڑا سے کچھ عداوتی لگی کہ کنگ موافق
طاقت اس کی کے۔ اسی کو ہے جو قتل کیا اور
پھر اس کے جو بھی دیکھا۔ اسے پروردگار میرے
غضب مست پر کڑوا کر پر جو بھول جاؤں میں یا
خطا کروں میں۔ اسے پروردگار میرے اور
جو بھست دے تو اوپر میرے جو بھ بھاری
بجے جو بھ رکھا تو نے اوپر اس کو رکھے کہ
پہلے تھے بلستے۔ اسے پروردگار میرے
اور مست رکھ اوپر میرے کے جو بھ بھاکہ نہ
اٹھا سکوں میں اور درگزر کہ خطاؤں میری سے
اور بخشش تو میں جوں میرے کو اور دم کہ تو
اوپر میرے۔ تو ہے غافل میرا۔ پھر غالب
کہ تو بلکہ کہ اوپر قوم کا خدوں کے تہ

یہ سورہ بقرہ کی آخری آیتوں کا ترجمہ کیا ہے۔ آغا ذکریاب کی جہالت
سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مفسر نے اس تفسیر کے سلسلے میں بڑی کشت کی ہے۔
مولوی عبدالحق نے بطور تبصرہ لکھا ہے کہ ”توبہ کے ساتھ تفسیر تفسیر بھی ہے“
لیکن مولوی صاحب نے جو خود مولانا حامد حسن مابہروی سے نقل کیا وہ

صرف تنگی تربے کا ہے۔ اہتہ کہیں کہیں ایک آدھ فکا عبارت کی وضاحت کے لئے اخذ کیا گیا ہے۔ مثال کے لئے ایسے اضافہ والا ذکر ہدایس میں رکھا گیا ہے۔

”اس کو ہے جو اعلیٰ کیا اور اس کے جو

انگاہ کیا۔ اسے پروردگار میرے (غائب)

مت پر تو بل پر۔“

لا یکنف الله کا ترجمہ ”روح میں نہ ڈالے گا نہ اتنی“ کیا گیا ہے۔

ترجمہ بہ فعل مستقبل کی بجائے بہ فعل حال مطلق زیادہ موزوں تھا۔ دوسرے

یہ کہ وقت ترجمہ غائبہ ”کلفت“ بمعنی ”روح“ مترجم کے پیش نظر

تھا اس لئے ”روح میں نہ ڈالے گا“ ترجمہ کیا گیا ہے۔ ویسے ”نہیں

تکلف دینا خدا نے تعالیٰ کی کو۔۔۔۔۔“ زیادہ موزوں ترجمہ ہے۔

”ربنا“ میں غیر متصل جی حکم ہے لیکن ہر ایسی جگہ بہ میز واحد حکم ترجمہ

کیا گیا ہے۔ یعنی اسے پروردگار ہمارے ”کی جائے“ اسے پروردگار

میرے۔ اسی طرح آیتوں میں غیر فاعلی و مفعولی جہاں جہاں جی حکم ہے

وہاں تربے میں میز واحد حکم ہے۔ ”بل پر۔“ بحوالہ جہاں یا خدا کی

میں ”بوجھ“ مت دے تو اوپر میرے ”درگزر خطاؤں میری سے“

”رہم کر تو اوپر میرے“ وغیرہ وغیرہ۔ شاید مترجم نے ترجمہ بیحد واحد

میں زیادہ غلطی ہوئی ہوگی۔

”بی پھانا“ غائب اس زمانے میں محاورہ تھا۔ تربے کی طویل عبارت

دستیاب ہوتی تو اس زمانے کے متحد محاوروں کا علم ہوتا۔

مولانا احسن مارہروی نے جبرہ و کیفیت میں لکھا ہے ”یہ تفسیر راقم کے

اسلاف میں ایک بزرگ نے لکھی ہے۔ جو فرج مبطوط ہے۔ یہ خود معروف
 اس لئے دکھایا گیا ہے کہ اس زمانے میں اردو کا عام اثر اسی ہو گیا تھا کہ
 گوشہ نشین اور قبیاحی اہل علم بھی اس کی ترویج پر مائل ہو گئے تھے اور ان
 کو بھی اس کا احساس ہونے لگا تھا کہ اب فارسی کی جگہ اردو لینے والی ہے۔

۲۔ ترجمہ قرآن مجید

فہرست ولیم کالج

”ترجمہ قرآن مجید“ کے نام سے ایک محکمہ کتب خاں سلاربنگ
 میں ہے۔ یہ پورے قرآن مجید کا ترجمہ ہے اور معنی سے مولا ہے۔ اس کا
 آنا ذمہ دار خانہ کے ترجمے سے ہے اور اس کے بعد آئندہ سے شروع
 ہو کہ سورہ نام کے ترجمے پر اختتام ہوتا ہے۔ اس کے تعلق سے مولوی فیروز
 ہاشمی نے فہرست کتب میں لکھا ہے کہ ”ڈاکٹر لگی کرائسٹ کی کتاب میں فہرست
 ولیم کالج میں جو درجہ تمام ہوا تھا اس کے بعض مترجمین نے لی کہ اس
 ترجمہ قرآن کو مکمل کیا۔ جن میں مولوی بہادر علی صینی اور امانت علی مشا
 ہیں ان کے علاوہ بعض اور اصحاب بھی مشاغل تھے۔“

زیر بحث نسخے میں دیہا چہ، غارت میں بیا ترجمہ دیگر جیسی کوئی کرا
 نہیں ہے جس سے ہاشمی صاحب کے بیان کی تصدیق ہو سکتی۔ انھوں نے یہ بھی
 لکھا ہے کہ ”مجدد آباد کے دوسرے کتب خانوں میں اس کے نسخے نہیں ہیں۔“
 مؤلف ارباب نثر اردو کے حوالے سے بتایا ہے کہ یہ نسخہ شاخ ہرچک ہے
 اور یہ بھی وضاحت کی ہے کہ مؤلف ارباب نثر اردو کا بیان ہے کہ

لے محفوظ فیروز آباد راکو ڈی ۱۹/۸ صفحہ ۲۶۱ (۴۷) خط استغیث۔

یہ دسے قرآن کا ترجمہ نہیں ہوا تھا۔ مولانا جلال الدین نے ہی قدیم اردو میں قرآن
 ولیم کا جائیں کئے گئے قرآن شریف کے ترجمے کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کا
 بیان ہے کہ "معین دہلوی سے یہ ترجمہ چھپ کر شائع نہیں ہونے پایا۔"
 حاجی صاحب نے کتب خانہ سالار جنگ کے نسخے کی کتابت کا سہ
 اوائل ۱۲۰۰ ہجری بتایا ہے جو قریباً ہی سن نہیں ہے۔ اس سے کہ مولانا جلال الدین
 داسے نسخے میں خانہ کتاب کی عبارت موجود ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا
 ہے کہ ترجمے کا کام سنہ ۱۲۱۰ ہجری سے شروع کیا گیا اور سنہ ۱۲۱۹ ہجری
 میں اختتام کو پہنچی۔ یوں بھی مولانا صاحب نے اس کے آغاز کی تاریخ
 نسخے کے سرورق کی عبارت "مراۃ المستقیم الخ" ہے بالکل سے ۱۲۱۰
 ہجری لکھی ہے۔ غالباً یہ تاریخ اس کے ایک دو کے تحریر کے بعد لکھی گئی
 ہے۔

کتب خانہ سالار جنگ کا نسخہ دیا ہے "خانہ کتاب اور ترجمہ دیفہ
 سے مرقا ہے۔ اس سے مترجم "سنہ ترجمہ و کتابت دیفہ کے بارے میں
 کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں، البتہ مولانا جلال الدین نے جن سورتوں کا ترجمہ
 اپنے معزوں میں بطور نمونہ نقل کیا ہے ان کا متناظر دیفہ نسخے کے ترجمے
 سے کیا گیا۔ ترجمہ یک ہی ہے اس سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اصل سے نقل کیا
 ہوا نسخہ ہے۔ اس کتاب میں آئینہ سے سورہ اقبال اپارہ ۱۱۱ کے دو کما
 تک ترجمے میں سورتوں کی ترتیب دوسرے ہے۔ لیکن اس سورت کے آخری
 دو کما کی دوسری آیت کے ترجمے سے ترتیب اور ادا میں فرق آگیا ہے۔
 درمیان میں سورہ صفہ دوسری سورتوں کے آگئے ہیں۔ اور یہ سورہ فرقہ
 آخری دو کما کی آخری آیتوں "وَقُلْ اِنِّیْ اَنَا الْمَنَّانُ الْعَبْدُ"
 در کلام اللہ ص ۱۰۰۔

سے سورہ نمل اور سورہ بنی اسرائیل کے پچھلے رکوع کی ابتدائی آیتوں ۔
 ” قُلْ اَدْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِیْ فَلَا یَمْلِكُوْنَ کَشْفِ
 الضُّرِّ عَنْکُمْ وَتَرْجِیْے کے اور ان ہیں۔ پتا پڑا سورہ بنی اسرائیل کی مابقی
 آیتوں اور مابقی سورہ نمل کے ترجمے کا کچھ حصہ جو کلموں کے بعد ملتا ہے۔
 اور ان کی بے ترتیبی غالباً جلد سازی کے وقت ہوئی ہے۔ اس کتاب میں
 مولوی جلال الحق داسے نسخے کی طرز پر قرآن کا ذکر عبارت ہے اور وہ خاتم
 کتاب کی۔ مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ان کے نسخے کے سرورق پر یہ عبارت
 نکلے ہوئی ہے۔ لے

” ترجمہ قرآنی شریف، بزبان ہندی
 اس کے شروع کی تاریخ مضافی سنہ ہجری کے تمام اس مصرع سے
 نکلتی ہے۔

مراد المستقیم الحق ہے بالکل (۱۵۱)
 ترجمہ قرآن شریف کا ہند کے اہل اسلام کی خاطر
 سلطنت میں کل سبھانی شاہ شاہ عالم شاہ غازی
 فتح اللہ ملکہ اور حکومت میں دبدبہ نور آئینہ
 نعیم ارشاد میں شاہ شاہ کبیراں بارگاہ انگلستان
 مارکوٹس و لڑائی گور و جنرل بہادر دام نکل کے
 صاحب القلم صاحب والا قدر عایشان مدرس تقریب
 جانی گلکرت صاحب دام حیشقہ

کے کیا اور اب اسے انتہا تک جو جو احوال گزرا
 ہے غاسخے میں گھاڑ اس کے منہ سے تمام
 حقیقت معلوم ہو گی۔

غاصخہ صاحب کی ہدایت بھی کاظم علی جوانی کی گئی ہے۔ اس سے اس
 تربیت کے آغاز و انجام اور انجام پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ ہدایت کی نقل
 ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

الحمد للہ والدین کو ماہ مبارک رمضان کی خیر تاریخ سنہ ۱۲۱۹ ہجری
 باعثة الثانیں ہجری میں بخشینے کے روز بھر کے اول وقت قرآن شریف کا
 ترجمہ زبانی وقت میں تمام ہوا۔ شروع اس کی صابہ الحکم صاحب عایشی
 جان گل کرست صاحب دام اقبال کے ذی الجہین کو سہ ماہ سے سترہ
 سترے ہوئی تھی۔ مولوی امانت اللہ صاحب اور میر بہادر علی صاحب میرمنشی
 اور اختر تربتے اور خادمہ کے لئے معزز تھے اور چندے مولوی فضل اللہ
 کو بھی اور مشاد صندوق ہوا کہ تم بھی شریک ہو کہ بدوں دو مولویوں کے یہ امر
 عظیم تربتے کا بخوبی سرانجام نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ تمام ان کا شروع میں شروع
 ہے۔ پانچ سپارے جب ترجمہ ہوئے ایسی کچھ نواس علی ان دونوں
 صاحبوں کے درمیان آئی کہ ان میں سے مولوی فضل اللہ صاحب رہے اور
 دوسرے صاحب کے عوض عاقلاً غوث علی صاحب معزز ہوئے۔ یہ دونوں
 بدستور ترجمہ کرتے تھے جب صاحب مدور ذیقعدہ کی دسویں تاریخ تھی
 بارہ سے ۱۲۱۹ میں ۲۴ فروری سنہ ۱۲۰۲ میں ولایت کو تشریف لے

گئے اور اساتذہ مداری پکنی موبٹ صاحب دہم عشقہ کو حضور پر نور سے مزار
 ہوئی اسی طور سے موافق ان کے ارشاد کے کام قرآن کا جاری رہا۔ چنانچہ
 اسی طرح میں ایکس سپارے ہوئے تھے کہ صاحب عایشان نے جو کچھ
 مونیوں میں سے ایک مونی تربہ کر کے اور تو بھی غلام سے کیا دوستی میں
 وہ اجول کر کے مونی فضل اللہ صاحب تربہ کرتے رہے اور بندہ غلام
 کرتا رہا۔ اور اب حق سہادہ و حقانی کے تقاضات سے وہ کام سر انجام کو
 پہنچایا مگر فکر خانی باقی ہے۔ جس طرح سے ارشاد دہاگا کرنے میں آدے گئے۔
 لیکن دے لوگ جو ہمیشہ تصنیف و تالیف اور ترجمہ کرتے ہیں ان کی خدمت
 میں اتنی سی ہے کہ مہربانی سے نگاہ کریں۔ قرآن شریف کہ کلام الہی ہے
 اور فصاحت و بلاغت ایسی کہ چشم و گوش خشک سے بھی نہ رکھی داسنی اور
 جس طرح میں کہ اس کا نزول ہوا ہے کیسے کیسے اہل فصاحت و بلاغت عربوں
 میں تھے۔ اسی کی عبادت جو سر اسر مضمون سے بھری ہوئی ہے اور تمام
 سمجھ اور عقاب ہے، نگاہ کر کے چراغ تھے۔ بشر کا کیا مقدور ہے کہ اسی کے
 ایک حرف کی عربی بیان کرے اور ایک زبان تو کیا اگر تمام دو زبان بدی
 کے زبان گویا ہوں دونوں جہاں کی۔ حتیٰ خلقت ہے تو بھی ذرے کے
 برابر مداح و شاعر کر سکے۔ الفح کہ کہاں کلام خالق کا اور کہاں زبان مخلوق
 کی۔ پس جو صنائع و بدائع اس میں ہیں سبحانہ و تعالیٰ اس کا ترجمہ کسی سے ہو سکتا
 ہے مگر فارسی قرآن اور فقیروں سے جس لفظ کے جو معنی مترجموں اور
 مفسروں نے لکھے ہیں زبان ہندوستان میں ان کے موافق لکھنے میں آیا ہے۔
 تفسیر مفاد و اور مدارک و بلائیں میں عربی تفسیریں مکرر موانع اور غیر سیبی
 کہ یہ وہ فارسی ہیں ان سے ترجمہ کیا ہے۔ جہاں کہیں جو کچھ اختلاف ہے

ان پانچوں قیروں میں دیکھ لے۔ ایک، ایک میں موافقت پائی جائے گی اور کہیں کہیں جو اتفاقاً ماضی و حال و مستقبل کے ہیں اور مغزوں نے ماضی کو حال اور حال کو مستقبل کیا ہے۔ یہاں بھی اسی طریق کی پیروی ہوتی ہے مگر جہاں کہیں زمانے کی مطابقت سے ہندی عبارت کے مطالب میں اختلاف نظر آیا چاروں یا پانچوں محاورے کے رہنے دیا۔ اور اگرچہ لفظ کے قریب کی رعایت سراسر رکھی ہے پر کہیں کہیں اصل مطلب یہاں ہے کیونکہ لفظ کی مطابقت سے معنوں کا فرق ہوتا جانتا عظیم ہے۔ اس بات کو ترجیح دی۔ بہر حال مطلب نہیں چھوڑا۔ اس لئے محاورے کو چنداں دخل نہیں دیا کہ کتابی عبارت کا ادب روزمرے کی بول چال سے اور ہے۔

جو دو مقطعات کا ترجمہ جو بالاتفاق نہ پایا نہ کیا۔ اور منقول مطلق ہندی میں مثلاً درودا رہے کہیں جو وہ مکہ تو رکھا والا نہ پایا چھوڑ دیا لفظ تاکہ دیا یا کی کہ اس سے تاکہ عزم ہے۔ اور عربی میں التفات بہت سا ہے اور ہندی میں کم لیکن وہ قاعدہ رہنے دیا کہ بہت جگہ اور ہے۔ واکو حافظہ اور حرف ف اور وہ اتفاقاً کہ معنی میں غلطی کے آتے ہیں قرآن شریف میں بہت ہیں اور زبان عربی میں ضامست رکھتے ہیں۔ ہندی میں گو کہ ان کی کثرت محاورہ کی رو سے اس قدر نہیں لیکن ترک کرنا ان کا جائزہ نہ دیکھا اس سبب سے جس جملے میں جس قدر آئے ترجمہ کیا۔ اور تمام کلام اٹھ قلیل عبارت و کثیر المعنی ہے۔ جتنے اہل اسلام کے فرقے ہیں سب کے دین و ایمان کی بناء اسی سے ہے۔ اجتماع کر کے ہر ایک اپنا۔۔۔۔۔ اصل اصول یہیں سے راست کرتا ہے اور مثلاً نزول ہر ایک آیت کی ہے۔ اگر لکھنے میں آتی تو عبارت بہت طویل ہو جاتی۔ اگر پر بعض جگہ چاہا اتفاقاً کچھ بیان جگے۔

پہلے میں صاحب مودوں کی فرمائش تھی انھوں نے ارشاد کیا کہ یہ ترجمہ کلام اللہ کا اگرچہ ہندی زبان میں ہے ہند کے لوگ بخوبی سمجھیں گے تاہم جب تک علوم و ہنر انھیں نہ ہوگی کیوں کہ مطلب کو سمجھیں گے۔ ہر ایک جی کو کب یہ استدلال ہے کہ کتاب کی عبارت لکھی گئی کہ اس کی عبارت میں جو کر سکے۔ یہ اہل اہم و ذکاوت کے لئے ہے کہ اگر آپ کا قصہ نہ سمجھ سکے لکھی صاحب استدلال سے دریافت کرے یہی ہے کہ صحیح کتابیں کہ اس صہر میں عربی و فارسی سے ہندی ہوتی ہیں اور ان کے مطلب میں طبعاً چاہئے ہر ایک زبان میں لکھنا یہ تو کلام اللہ کا ترجمہ ہے اس کو ہر ایک اس طرح بخوبی سمجھے کہ کتاب لکھی استدلال کے پر پھٹے کا دہرگا۔ جہاں نہیں کہ عالم و فاضل میں عبارت کو بخوبی سمجھتے ہیں اور سمجھوں کہ کم استدلال ہے وہ اس کی دریافت میں عاجز ہیں ان کی آسانی کے لئے بطور حاشیہ ایک خلاصہ عرض کر کے مطلب کو بڑھا دیا ہے تاکہ اس کتاب سے معلوم ہو کہ یہ ترجمہ سے جو زیادہ ہے ہندی زبان کے ربط کے لئے بڑھا دیا ہے۔ پھر یہ اپنا طرف سے تصرف نہیں کیا۔ فقہروں کی رو سے ہے اور شروع قریب میں غفلت نے اس بات میں بہت سی غلطی کی تھی کہ جہاں اس ترجمہ کی ہوتی ہے نہایت ایجاد آئینی سے بر خلاف ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ ہندی زبان میں ہوتا ہے۔ آخرش جو اہل اہم اور حراست تھے انھوں نے جواب دیا کہ اگر فارسی میں ترجمہ ہوتا ہے تو ہندی میں کیا کمزور ہے۔ عرض کر تھی اپنی سے وہ آغاز انجام کو پہنچا۔ حق تعالیٰ انھیں اس کا بڑا اجر دے سمجھوں نے اس کی ابتداء کی اور سمجھوں نے انھیں کو پہنچا دیا۔ اہل اسلام پر ان کا بڑا احسان ہے کہ جب تک کوئی صرف حق اور منطقی و مستورات اور بہت سے علوم حاصل نہ کرتا ہرگز کلام اللہ کی عبارت کے معنی

دریافت نہ کر سکتا۔ مگر ترجمے فارسی اور فارسی تفسیر میں ان سے معنی بہت
 قریبی وقت پر یاد دہا رہتے ہیں ان کا تفسیرات ہے کہ برائے خود ایک ایسی
 کتاب ترتیب دی کہ جس صورت میں جس آیت کا ترجمہ چاہے پڑھ لے۔
 اور پہلے اس کی صلاحت و مشورت بہت سی ہوئی کہ ہر ایک منظور کلام اللہ کی
 جائے اور اس کے مقابل دوسرے صفحے پر ترجمہ ثبت ہو۔ یعنی صحت کے
 لئے یہ امر موقوف رکھا کہ ہر گاہ کتابت میں باوجود ہزاروں مقابلوں کے
 غلطی احوال کی رہتی ہے۔ اس کا تو منظور چھاپا ہے کیونکہ غلطی نہ رہے گی اور
 جب کہ غلطی رہی رہی ایک زیر و زبر پیش میں یا سبکی کرنے میں سے غلطی
 کے اور ہو جائیں گے۔ ترجمے کی مطابقت میں غلطی وارج ہوگا۔ ہاں جس کو
 یہ فرض ہوگی کہ قرآن کے جملے اور آیت و مطلق ترجمے سے مقابلہ کرے
 قرآن شریف بحرث میں مقابلہ کرے گا۔ چنداں وقت نہیں۔

ارشاد مافی اس سرکار دولت مدار کو قائم رکھے کہ ان کی بدولت
 دین و دنیا کے اہم و بڑی سرانجام پاتے ہیں۔ یہ مستحکم نام نیک ان کا
 حضور روزگار رہے گا۔

کاظم علی جو ان نے یہ فائدہ موافق ارشاد عجب عہدوں کے رکھا
 ہے اور جو کچھ آغاز سے انجام تک جنت گزری ہے وہ سب اس میں
 حدرج کی ہے۔

یہ انما ہے خدمت میں سب کے کام دھور
 امید و ابرو کا ہے یہ بسندہ مضطر

فاتر کتاب کو اس جہارت سے یہ بھی معلوم ہو گا ہے کہ ترجمے کا کام
 کسی ایک شخص کا نہیں ہے۔ ابتدائی پانچ پاروں کا ترجمہ امانت امیر اور

مولوی فضل اٹل دونوں نے ملی کر لیا ہے۔ چھ سے اکیس پاروں تک مولوی فضل اٹل کے ساتھ تربے میں عافیتا حوث علی صاحب بھی شریک تھے۔ اور بایں سے آخری پارہ تک صرف مولوی فضل اٹل نے تربہ کیا ہے۔ ویسے تو کائنم علی جواہی شروہ سے آخر تک دہان کی اصلاح اور عمارے کی درستگی پر مامور تھے۔ لیکن شروہ سے بایں پاروں تک میر بہادر علی بھی ان کے شریک کار تھے۔ باقی پاروں کی عہد تک اصلاح دہان کا کام صرف کائنم علی جواہی کے سپرد تھا۔

مولوی بدیع الخ نے اپنے معنوں میں علامہ جبارت کے لئے سورہٴ قاتر اور سورہ بقرہ کی ابتدا یعنی چند آیتوں کا تربہ نقل کیا ہے۔ یہاں سورہ بقرہ کے اسی عہد تک تربے کی نقل پیش کی جاتی ہے۔

”یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں۔
 راہ دکھانے والی ان پریزگاروں کی ہے جو
 ہیں دھمکے ایمان لاتے ہیں اور عازیا کرتے
 ہیں اور جو کچھ کہ ہم نے روزی ان کو دی اس
 میں سے جرات کرتے ہیں اور جو کہ ایمان لائے
 ہیں اس پر جزا دی جائے گی اور اس پر جو بخ
 سے آگے نازی کی گئی اور قیامت پر دے ہی
 جتن لاتے ہیں۔ دے اپنے پروردگار کے
 فضل سے سبھی راہ پر چلا اور دے ہی
 مطلب کو پہنچیں گے۔ جتن وہ لوگ جو کافر
 ہوئے انہیں برابر ظاہر تو ان کو ڈراوے

یاد ڈر اسے اچانک لاویں گے۔ خدائے الہی
کے دلوں اور کافوں پر مہر کی ہے اور پر اسے الہی
کی آنکھوں پر ہیں۔ انہیں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ترجمے کی ذمیت اور اس کی زبان کے خلق سے کامل علی جوانی نے بہت کچھ
دعائت کر دی ہے اس پر مولوی صاحب نے اپنی رائے سے جو ہر تقدیری بہت
کی ہے وہ بھی ذیل میں درج کی جاتی ہے :-

”جہاں تک اردو زبان کی ساخت اور ترکیب
کا تعلق ہے یہ ترجمہ پہلے کے تمام ترجموں کے
مقابلے میں زیادہ باقاعدہ اور سلیس ہے۔ اگرچہ
انگلا کی رعایت نہ نظر رکھی ہے کیونکہ ایسے محضوں
کے ترجمے میں اس کے بیز چارہ نہیں تاہم حتی الامکان
اردو کے روزمرہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور بلکہ
کی ترکیب طوطی پنج پر نہیں بلکہ اردو کے ڈھنگ پر ہے۔
یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ بزرگی دقت کے صاف صاف
کہ میں آتا ہے“

مولوی صاحب کی رائے بالکل درست ہے تاہم یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ ”اردو
کا ڈھنگ“ ترجمے میں ہر جگہ نہیں ہے۔ ترجمے میں آیتوں کی ترکیب اور ساخت
کی سخت سے پابندی بھی کی گئی ہے اور جہاں ایسی بات پیدا ہو گئی ہے وہاں قرآن
کا مفہوم بالکل تشدد رہا ہے اور ترجمہ کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں آتا۔ صراحت
کے لئے ”کہ“ ”اذا“ ”بھی“ ”عند“ ”نہیں“ ”کے“ ”گئے“ ”مثال“ ”کے“ ”سورہ“ ”جا“ ”کی“ ”بتائی“

پند آیتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

” (میشا، لوقا) کس چیز کا سوال کرتی ہیں

(عن ابنہ، اعظم) خبر بزرگ سے (الذی

ہم فیہ مختلفون) میں میں کو دی اختلاف

کرتی ہیں (کلا سیعلمون) عقائد جانیں

(شہ کلا سیعلمون) پھر قسم ہے کہ جلد جانیں۔

کسی چیز کا سوال کرنے کا مطلب عام طور پر ”مانگنا“ ہوتا ہے۔

”میشا، لوقا“ میں ایک دوسرے سے یا آپس میں پوچھنے کا منہم ہے۔

”تفسیر جلالین“ میں ”یہاں بعض قریشی بھٹا“ لکھا ہے۔ ذرا دلیم کے

ترجمین نے جتانوں کا ترجمہ کرنے میں قرآنی ہی کے حکم سے فعل جایا جیکر

”پوچھنے“ کا لفظ بآسانی استعمال کر رکھے تھے۔ مثلاً بعد ازاں در نے

”کس چیز کا احوال پوچھنے ہیں یہ کافر“ ترجمہ کیا ہے۔ ”پوچھا“ یا ”پوچھنے“

پاس اس کا ترجمہ اس طرح ہے۔ ”یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز

کا حال دریافت کر رہے ہیں۔

ذرا دلیم کا لفظ کے ترجمے میں ”ابنہ، اعظم“ کا ترجمہ ”خبر بزرگ“

کیا گیا ہے۔ اردو میں ”بزرگ“ عزت و احترام کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اس لفظ سے ترجمے پر فارسی کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ ملائین و افلاک کا لفظ

کی ”تفسیر مسیحی“ میں اس کا ترجمہ ”ابنہ بزرگ“ ہے۔ کلا سیعلمون

”تفسیر فطوح (ام) کتب خاندان بزرگ۔ یہ ترجمہ شمس سوری ہے۔ جامع سہولت

کا حامل یہاں آج بھی لکھ دی گئی ہیں۔

اور مشرکوں کے لئے "تیسرے" کی تائید کی گئی ہے۔
 اس کا ترجمہ "مست" سے کیا گیا ہے۔ عداوت قرآن میں اس کا مفہوم نہیں
 نہیں ہے بلکہ ایک قرآن و وحی اور تاکید ہے۔

سورۃ بقرہ کی آیت "هَذَا يَوْمُ الْاٰثِمِ الَّذِي يَوْمُنَا بِالْاٰثِمِ
 وَيَقِيْمُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا كَاٰثِمِ" سے کیا گیا ہے۔

"راہ دکھانے والی ان پرہیزگاروں کی ہے
 جو جی رہتے ہیں اور غافل کرتے
 ہیں۔۔۔۔۔"

اس ترجمے پر پرہیزگاروں کی اہمیت اور "مست" کی "مست" کی
 علامت مفعول ہونا چاہیے تھا۔ حرف "مست" کی "مست" سے ترجمہ کرنے کی
 وہ مفہوم قرآن میں بھی ہے۔ اگر حرف "مست" کی "مست" سے ترجمہ کرنا
 مقصود تھا تو "پرہیزگاروں کی رہتا" موزوں ترجمہ ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ
 قرآن شریف پرہیزگاروں اور خدا سے ڈرنے والوں کو راہ دکھانے والا
 ہے وہ ایسے ہیں جو غیب پر ایمان لاتے اور غافل کرتے ہیں۔۔۔۔۔
 نسخہ زیر نگین اس مطلب کے متضاد ہے۔ اس سے یہ مطلب
 نکلا ہے کہ قرآن ان پرہیزگاروں کی راہ دکھانے والا ہے جو غیب پر ایمان
 لاتے اور غافل رہتے ہیں۔۔۔۔۔ "وَمَعَا رِزْقَانَا هُمُ يَنْفَقُونَ"
 کے ترجمے میں الفاظ "غیرات" سے معنی "مست" کر دیے گئے ہیں۔ "غیرات"
 کرتے ہیں۔ "مست" میں دست ہے۔ "مست" کے معنی ہیں غیرات کے علاوہ
 ہر ایک کام میں غفلت کرنے کا بھی مفہوم ہونا چاہیے۔ "وَبِالْاٰثِمِ"

۱۔ یونان " کے تربے " اور قیامت پر دے ہی یقین لاتے ہیں "۔
 میں حرف تھیں میری غائب " دے " کے ساتھ لانے کی بجائے
 " قیامت " پر " بھی " داخل ہونا چاہیے تھا۔ " اور قیامت پر بھی دے
 یقین لاتے ہیں "۔ " ولہو عن اب عظیم " کے تربے " انھیں کے
 لئے بڑا عذاب ہے " میں صحر کے وہ عذاب کے مستوجب صرف وہی
 لوگ رکھے جائیں گے جو " ان الذین کفروا " کے زمرے میں آتے
 ہیں اس لئے بغیر صحر کے تربہ درست ہو گا۔ " اور ان کے لئے بڑا عذاب
 ہے "۔ بسلا میں رخصتی اور دیم کا تربہ " بڑا خوشی والا نصرت دینے ہارا "۔
 کیا گیا ہے۔ اس کو تربہ نہیں کہا جاسکتا۔ دقن اور دیم دونوں بہانے
 کے مینے ہیں بھ کے معنی " بے مد ہر بان اور حمایت دیم والا " ہیں۔ یہ
 دوسری بات ہے کہ اٹا تھا ہے مد ہر بان اور نہایت دیم والا ہونے
 کی وجہ سے خوش دے اور اپنے فضل سے نصرت عطا فرمائے۔ یہ الہ کے
 مرادی معنی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس سے ایک غلط فہمی یہ پیدا ہوتی ہے کہ تمام
 الہ کو دقن اور دیم کا ہی تربہ رکھنے لگیں گے۔ دوسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ
 اس طرح کے تربے سے میڈ بہانہ کا اختیار بھی نہیں ہونے پاتا۔ رب العلیس
 کا تربہ ہی اسی طرح کا ہے۔ " وہ ملک سب کا بخشنے ہارا روزی دینے
 والا۔ "

تربے میں اسم فی مل " بخشنے ہارا " اور " بخشنے والا " دونوں طرح
 کیا ہے۔ روزی دینے والا نصرت دینے ہارا ویزو۔ " تھیں "۔ مع موصف
 غائب کا تربہ " ہون " مصدر سے " بویاں " کیا ہے۔ " انھوں نے اپنی
 ہاتھ کاٹی اور بویاں عاٹ کاٹی یہ آسمے نہیں ہے بلکہ عاٹ رٹ کی کیا ہے

۲۔ دقن اور دیم دونوں عاٹ رٹ کا ہذا بشرآ۔ سورہ یوسف ۱۸

مترجم نے حادثہ اٹھ کھڑا ہے اور یہ درست ہے۔ دلی کی غریبیں حادثہ بٹ
 کی بجائے "حادثہ اٹھ" ہی کہتی تھیں۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر احمد خزانہ حید کے اپنے
 ترجمے میں عاصیہ پر لکھتے ہیں "حادثہ بٹ غریب کے اعتبار سے تو سبھاں
 اٹھ کا ہم عصر ہے اور سرائے ہسپتال اردو میں جدا جدا ہیں۔ حادثہ بٹ
 میں دورا دور دیا ہے اور دلی کی غریبیں اب ایسے موقع پر حادثہ اٹھ بونتی
 ہیں جس میں ایک مشابہ قسم کا بھی پایا جاتا ہے؟

سورۃ البقرہ کی آیت "انھم کانوا لایرجون حسابا وکذابوا
 بالیقین کذا جانا" کے ترجمے میں "جھٹلایا کی جگہ" جھٹلایا "استعمال
 کیا ہے۔ ترجمہ یہ ہے "یقین وہ ایسی ہیں کہ حساب ہی نہیں ڈرتی اور
 ہماری آیتوں کو جھٹلایا"۔

سورۃ الصفا میں "ووجہ لک عاتلا فاعنی" میں عاتلا کا ترجمہ
 خیال دار کر دیا۔ لکھا ہے۔ اور یقینی خیال دار پایا پس تو لکھی "عاتلا کے معنی
 فقیر جلاہین میں "فیتر" لکھے ہیں۔ قطع نظر اس کے تمام مترجمین اور مفسرین
 نے اس کے معنی مفلس اور نادار ہی لکھے ہیں۔

قدرت ولیم کالج کے اس ترجمے میں ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں
 اس قسم کی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ نہیں کہ ان غلطیوں کی دہر دہری
 کس حد تک مترجموں پر ہے اور کس حد تک دیا وہ غلطی کی اصلاح کرنے
 والوں پر۔ قرآن میں قدرت ولیم کالج کے ترجمے کے چند الفاظ کو مشاعرہ ریح ایچ
 اور مشاعرہ غلامی کے ترجموں سے مقابلہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ
 حق و ترجمہ مقدم ترجموں سے بہتر ہو سکا یا نہیں۔

ترجمہ فرٹ ولیم کانا

راہ دکھانے والی ان پر ہر گاردی کی۔

هٰدِیُّ الْمُتَّقِیْنَ

اور غا ذکیا کرتے ہیں۔

وَيَقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

فیرات کرتے ہیں۔

یَنْفَقُوْنَ

وے ہی مطلب کو پہنیں گے

اَوْثٰكُ هُمَا الْعٰقِلُوْنَ

ترجمہ شاہ رفیع الدینی

راہ دکھاتی ہے واسطے پر ہر گاردی کے۔

هٰدِیُّ الْمُتَّقِیْنَ

اور قائم رکھتے ہیں غا ذکو

وَيَقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

خرچ کرتے ہیں۔

یَنْفَقُوْنَ

یہ لوگ وہی ہیں چھکارا پانے والے

اَوْثٰكُ هُمَا الْعٰقِلُوْنَ

ترجمہ شاہ جہاد قادری

راہ جاتی ہے ڈر والوں کو

هٰدِیُّ الْمُتَّقِیْنَ

اور درست کرتے ہیں غا ذ

وَيَقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

خرچ کرتے ہیں

یَنْفَقُوْنَ

وہی مراد کو پہنچنے

اَوْثٰكُ هُمَا الْعٰقِلُوْنَ

فرٹ ولیم کانا والا ترجمہ شاہ جہاد قادری اور شاہ رفیع الدینی

کے ترجمے سے دو دہ پندرہ سال بعد کا ہے پھر بھی ان دونوں بھائیوں

کا ترجمہ فرٹ ولیم کانا کے ترجمے کے مقابلے میں قرآن کے مطلب

سے زیادہ قریب ہے۔ مثلاً جہانگیر نے اپنے تہجد کی زبان کو برکت
 نہیں بلکہ "ہندی متعارف" لکھا ہے اور فرسٹ ولیم کالج کے ترجمہ خزان
 کی زبان کو کائنات علی جوہر نے ریختہ اور ہندی دونوں جابجا ہے۔

ناتھ

ناتھ

۴۔ تفسیر قرآن

از حکیم محمد شریف خان دہلوی

موسوی بدائع الحق نے قدیم اردو میں حکیم محمد شریف خان کی تفسیر قرآن کا
 بھی تذکرہ کیا ہے۔ حکیم صاحب عہد شاہ عالم ثانی میں دہلی کے نامور طبیب تھے
 ان کے والد حکیم محمد اکمل خان بھی اپنے زمانے کے نامی گرامی طبیب تھے۔
 فاضل مترجم و مرتب تذکرہ علمائے ہند لکھتے ہیں :-

حکیم محمد شریف خان علم و فضل اور مشہرت
 و ناموری میں باپ سے سبقت لے گئے۔ شاہ
 عالم کے یہاں شاہی طبیب رہے۔ اشرف نقی
 کا خطاب ملا ہے۔

ان کی تصنیفات میں 'جامعہ لانا'، 'تاریف شریانی'، 'علاج الامراض'،
 'سور الخلد'، 'حاشیہ نقی'، 'حاشیہ شری' اسباب و فیروز ہیں۔ مشکوٰۃ شریف
 کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا ہے جو کاشت افشکوٰۃ سے موسوم ہے۔

طبہ قدیم اردو میں ۱۳۶۔

تذکرہ علمائے ہند میں ۶۴۳۔

موسوی جہا الحق نے زیر بحث فقیر کے تعلق سے لکھا ہے کہ "یہ ترجمہ اعلیٰ ہے۔ اس وقت حکیم محمد احمد خاں صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے اور مولانا ابوالکلام آزاد کی وساطت سے ہمیں اس کی زیارت نصیب ہوئی۔" فاضل ترجمہ و مرتب تذکرہ علامہ ہند سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ حکیم محمد احمد خاں استوفی، ۱۹۴۱ء کے پاس کا یہ خطوطہ مترجم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ قیاس ہے کہ یہ پورے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر ہے۔ ترتیب میں مفسر اور کاتب دونوں کا نام ملتا ہے۔ اختتام فقیر کا دلہا اور تاجریا بھی اس میں درج ہے لیکن سند نہ اور۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمد شریف خاں صاحب نے محمد شفیع عالم خانی بادشاہ کی ایما پر اس کام کو انجام دیا ہے۔ ترتیب کی عبارت زین میں نقل کی جاتی ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 ارفع اثرات اعلیٰ بادشاہ مجاہد دین پناہ السلطان
 ابن السلطان الخاقان ابن الخاقان احمد المبارک
 و الخاقانی جلالت الدین محمد شفیع عالم بادشاہ غازی
 عکرمہ ملک و مسعود و افاض علی العالمین پیر و امراء
 ذرہ خاک و بے مقدار حکیم محمد شریف خاں ابن عاتق
 الملک حکیم محمد اکمل خان مرحوم شروع در تصوید و تقریر
 آن نذرہ بود بمساعدت توفیق الہی و مساعدت
 اقبال مشہد شاہی در شکر توفیق از سنہ ۱۲۸۲ھ

زیب و زینت اختتام پذیر رفت۔ الحمد للہ
الذی یوفی بکلماتہ الذی یغفر لکم الذنوب
معاذی اللہ و بعد الخیر محمد و آلہ
بنی فیض اللہ۔۔۔۔۔

گوسد اختتام تفریحی میں نہیں ہے تاہم اس کے جیسے ہی حکم
صاحب کے سد وقات سے کسی حد تک دوری ہو چکی ہے۔ لیکن سد
وقات میں بھی اختلاف ہے۔ مولوی جلال الحق نے حکم صاحب کا سد وقات
جو انہیں حکم محمد احمد خاں صاحب کی زبان سے معلوم ہوا ۱۲۱۲ ہجری مطابق
۱۸۰۱ء عیسوی لکھا ہے۔ یہ مولف تذکرہ علما کے ہند نے ان کی وفات کا
سد ۱۲۳۱ ہجری مطابق ۱۸۱۵ء عیسوی بتایا ہے۔ اور سد میں کسی مشاعر
کا یہ قطعہ تاریخی وفات پیش کیا ہے۔

”قطعہ تاریخی انتقال حکیم شریف خان دہلوی“

دریغ ازین داروں فی گزشت

حکیم و طیب و لطیف و خریف

خردگفت سال وفاتش بمن

صد افسوس مرزا محمد شریف

۱۲۳۱ء

فاضل مرقم و مرتب تذکرہ علما کے ہند لکھتے ہیں :-
”مولف تذکرہ علما کے ہند نے تاریخی وفات ۱۲۳۱ء لکھی ہے۔“

بعض تذکرہ نویسوں نے ۱۲۲۲ھ تحریر کی ہے۔ اور دغل الجنت بلا
حساب مادہ تاریخ لکھا ہے۔ حکیم شریف کے مزار پر جو نو سا کندہ ہے اس
پر نیز "ق" کے دغل الجنت بلا حساب تحریر ہے۔

کتاب مزار یہ ہے

برالکیم

بذام قد اسرٹ افکی رخصتہ شریف خان الدہلوی

دغل الجنت بلا حساب سنہ ۱۲۲۲ھ "ق"

"دغل الجنت" نیز "ق" کے نہیں بلکہ نیز غلوں کے ہوگی اور یہ
کتابت کی نقلی ہے۔ "دغل الجنت" میں "ق" بلا حساب نہیں تاریخ
"دغل الجنت بلا حساب" میں ہے۔ "ق" کے عدد (۲۰۰) جوڑے جانے
کے بعد ہی ۱۲۲۲ ہوتے ہیں۔

حکیم صاحب کے تہیے کی زبان کے بارے میں مولوی عبدالحق نے لکھا
ہے :-

"اس کی زبان شاہ جہانقادر مرحوم کے تہیے
کے مقابلے میں زیادہ صاف ہے اور عقلی پابندی
میں اتنی سختی نہیں کی گئی ہے۔ اردو زبان کا ترکیب
کا نسبتاً زیادہ خیال رکھا گیا ہے نیز شاہ صاحب
کی طرح ہندی میں نہیں بلکہ دیکھتے ہیں (زیر تکرار) ہے۔"

تذکرہ صاحب ہند میں ۱۲۲۲ پر "دغل الجنت بلا حساب" کے بعد سنہ ۱۲۱۶ء تحریر لکھا

ہے۔ کتابت کی نقلی ہوگی سنہ ۱۲۲۲ء تحریر لکھا ہے۔ یہ قدیم اردو میں ۱۲۱۶ء

نور جہارت کے لئے سورہ فاتحہ استعاذہ و بھوکا زبور و غیر
زبور میں نقل ہے۔

”و اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اپنا دھوکا ہوں
میں اور اپنا کرتا ہوں میں ساتھ اللہ کے ہدی
شیطان و سوا میں ہولانے واسے کی سے کہ دور
رحمت سے ہے اور نکال گیا بہشت سے۔

ابسم اللہ الرحمن الرحیم (مبسم) شروع کرتا ہوں میں
قرآن کو ساتھ ساتھ اللہ کی بندگی کے بہت بخشنے
والا اور خلق کے وجود دینے سے دنیا میں
مہربان ہے اور ان کے آخرت میں۔

ترجمہ سورہ فاتحہ :-

”جو قرین کہ اول سے آخر تک موجود ہے دائمی
ہے واسطے اللہ کے کہ پائے والا ہے تمام عالموں
کو بخشنے والا وجود کا آخرت میں مہربان داخل
کرنے بہشت کے سے۔ ایک دنیا میں سے کہ
عرفت کرنے والا اس دنیا جو پتا ہے کیا کہے۔
خاص بھی کہ بندگی کرتے ہیں ہم اور خاص بھی سے
درومانگے ہیں اور بندگی یقینی کے۔ دیکھا تو ہم کو
واسے سید علیہ السلام کے اور فضل کے اور اخلاق
کے اور اولی آدمیوں کی ... ہے

یہ ساری جہالتی نہ لکھا ہے کہ اس مقام سے چند نکات مل گئے ہیں۔ ختم حدود ص ۱۳۱۔

اور وہ راہ گمراہوں کی ۔

”ہندی مصارف“ میں لکھنے کی کوشش کی وجہ سے شاہ جہاد اللہ کی زبان جہاں سہل ہوئی ہے وہیں اس زبان میں دقیق معامب و معانی کے انبار میں الجھاؤ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ خود شاہ معامب کی دوسری کتاب مروج ذراں میں الجھاؤ نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اظہار نے ہندی مصارف کے اہتمام کی بجائے علی زبان ریختہ کا استعمال کیا ہے۔ زیر نظر تیسری چوتھی مرتبہ میں ہے اسی لئے اس کی زبان شاہ معامب کے ترجمہ کی زبان کے مقابلہ میں زیادہ صاف اور سہل و سلیس ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے حکم معامب کی زیر بحث تفسیر کو ترجمہ قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں :-

”حکم معامب اسے تفسیر کہتے ہیں لیکن درحقیقت ترجمہ ہے۔ ہرگز کہیں کہیں ایک آدھ لفظ عربی کی تراجم کے لئے بڑھا دیا گیا ہے جیسا کہ خود سے معلوم ہو گا“۔

مولوی صاحب کے نقل کئے گئے فقرہوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تفسیری یہی لیکن یہ تفسیر ہی ہے اور بعض ہی مقامات تفسیر سے روئے گئے ہیں۔ اسی سورت میں شاہ جہاد اللہ کے ترجمے سے اس کا موازنہ مناسب ہو گا۔ ویسے اگر اس کو ترجمہ تسلیم کر لیا جائے تو اس میں مٹا معامب کا ایسا ترجمہ کیا کہ انہیں مروج ذراں کی زبان سے کابل ایک حد تک درست ہے۔ یہ صحیح ہے کہ

عظیم صائب کی فکر کی دہائی صاف ہے۔ اور عقلی پابندی میں انھی سختی نہیں کی گئی ہے بلکہ جہاں کی گئی ہے وہاں مطلب پیچیدہ ہو کر رہ گیا ہے مثلاً احوذ باط کے تہے میں "چاند پکڑنا اور الجھ کر ماط کے ساتھ" کے تہے۔ اس کے "احوذ باط" کے "ب" کا ترجمہ "ساتھ" کرنے پر انھوں نے اپنے آپ کو بغیر پایا اگر یہ روزمرہ ہوتا تو سٹا، جہاں اور بھی اسی طرح ترجمہ کرنے والوں کا ترجمہ بالفاظی درج کیا جاتا ہے۔

سٹا، جہاں اور دھڑی	عظیم لکھ شریف خاں دھڑی
پناہ پکڑنا ہوں اور الجھ کر تھوں	پناہ پکڑنا ہوں میں اور الجھ کر تھوں
یہاں جہاں خدائی پناہ دیتے والا	میں ساتھ اللہ کے ہدیہ شیطانی
اور پیدا کرنے والا دیکھ ہے۔ برائی	دوسرا اس دھڑے کی سے کہ
دوسرے سر پر فریب دیتے والا	دور رشت سے ہے اور نکالا گیا
سرکش سے یا دور رہنے والی	پرست سے۔
رحمت خدائی ہی نکالا گیا اور	
دلفیہ لکھ ہے 'بافوں کیسے یاد اور	
کیا گیا ہے جہاں آسمان کیسے۔	

بات یہ ہوئی ہوگی کہ عظیم صائب نے ہم اللہ کے تہے سے "ب" کے معنی "ساتھ" کے لئے اسی طرح "احوذ باط" کے "ب" کا ترجمہ "ساتھ" کرنے پر انھوں نے اپنے کو بغیر پایا ہوگا۔

"ہم اللہ" کے تہے میں اللہ "قرآن" اخذ کر کے معنی دہار کر رہے۔ "طرح کرنا ہوں میں قرآن کو ساتھ ہم اللہ لائی زندگی کے ... " سٹا، جہاں اور کی طرح عظیم صائب نے بھی "الرحمن" اور

"اریم" کے ترجمے سے گزیر کر کے شاہ صاحب کی تفسیر کے انداز پر ہی تفسیر
کی ہے۔

حکیم صاحب :-

الرحمن الرحیم :- "بہت بخشنے والا اور خلق کے وجود دینے
سے دنیاں میں بہرہ والا ہے اور اولیٰ کے
آخرت میں :-"

شاہ صاحب :-

الرحمن الرحیم :- "خوب بخش ہی اور خلق کے وجود عبادت
کا بخش کرنے والا ہی اور خلق کی کر
ایمان لاتی ہیں ساتھ اس کے اور
بھائی والا ہی آفت میں دن آخرت
کی :-"

مالک یوسف الدین کا ترجمہ شاہ صاحب کے پاس :- "مالک دن قیامت
کا" ہے۔ حکیم صاحب کے پاس وہی الفاظ ہیں لیکن دو حرف اضافت
نعل کے آخر میں ملکتے آنے سے تلافی پیدا ہو گیا۔ "مالک دن قیامت
کے کا"۔ یہ صحیح ہے کہ اس وقت حرف اضافت نعل کے آخر میں لانے
کا عام رجحان تھا اور اس سے متعلق کوئی حرف ربط بھی آتا تھا مگر اکٹھے
دو حرف اضافت کا استعمال شاذ تھا۔ ایسا کہ لغت و ایانک نسخوں
کے ترجمے میں شاہ صاحب ہی کے الفاظ اور ترکیب قائم رکھی گئی ہے البتہ
لفظ "خاص" خاص طور پر اضافہ کیا گیا ہے۔ "خاص تھی کہ بدگی کرتے
ہیں ہم اور خاص تھی سے مراد ملکتے ہیں۔ اور بدگی تیرے" شاہ صاحب

کے "ترجہ قرآن" کے تذکرے میں "کمی کو بدگی کرنا" اور "کمی کو بدگی کرنا" میں فرق ظاہر کیا جا چکا ہے۔ "تجہ کو بدگی کرنا" کو اس وقت کے مؤلفہ کی حیثیت سے قبول بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ سورج قرآن سے ایسی شامیں پیش کی جا چکی ہیں جہاں مشابہت نے "خدا کے خلاف" بدگی کرنا" تحریر کیا ہے۔

ایں مسلم ہوتا ہے کہ حکیم مشابہت نے مشابہت، ریخ اور مشابہت، بد اعتقاد کے ترجمہ قرآن ایہ اور سورج قرآن کا مطالعہ کیا اور اس کے بعد انہیں بھی قیصر لکھنے کا خیال ہوا۔ "قیصر قرآن" نیز یہی مدعی بکری کے ربیع اولیٰ کی اپنی تحریر کا نمونہ ہے اور ہنوز یہ قیصر زیور جماعت سے باز نہ نہیں ہوئی۔

علامہ ایک دو جگہ اس کا تشریح دیتا ہے یہی پایا جاتی ہے۔ اور کیس کیس ایک آدمی اس کتابت سے بھی رہ گیا ہے۔

ذاکرہ دور نے مغربی ہمارے میں صرف اس کا لکھا ہے کہ حضرت سید احمد صاحب نے تیسرا لکھ بڑے کے طور پر اپنی زبان فصیح و بلیغ سے کہہ کر مولانا ہمدانی سے لکھو یا "شیخ مولوی یحیٰی الدین ہاشمی نے قریہ صاف لکھ دیا ہے کہ "ان کے حلق کوئی سلامات ہم دست نہیں ہوئے۔ یہ سر سید احمد خان نہیں بلکہ کوئی اور سید احمد ہیں جو مرنے لگے۔"

صاحب یحیٰی سرورہ خانہ حضرت سید احمد شہید کا حلق ٹکڑے بریلی کے خانہ الی سادات سے تھا۔ مغرب سے ۱۲۰۱ ہجری مطابق ۱۷۸۷ء و ۱۷۸۷ء میں راجہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ یہ مشاہیر العزیز دہلی کے مرید اور فیض تھے۔ سنہ ۱۲۳۷ ہجری میں فریضہ حج ادا کیا اور سنہ ۱۲۳۸ ہجری مطابق سنہ ۱۸۲۲ء میں وطن لوٹے۔ پھر جہاد کی سنہ ۱۲۴۱ ہجری مطابق ۱۸۲۶ء عیسوی میں جہاد فی سبیل اللہ کے ارادے سے ہجرت کی اور ۲۲ ذی قعدہ سنہ ۱۲۴۶ء مطابق ۱۸۳۱ء عیسوی پنجاب میں متصل بالاکوٹ شہید ہوئے۔ مولوی سید احمد شہید کے حالات پر کئی کتابیں ہیں مثلاً "سوانح احمدی" از مولوی محمد جعفر تھانی شری "سیرت سید احمد شہید" از ابو الحسن علی ندوی "سید احمد شہید" از خاتم رسول ہر "دہلی اور اسی کے اطراف" از مولانا حکیم جہاد الی "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" از مسعود عالم ندوی وغیرہ۔

یہ تذکرہ خطوط جلد سوم ادارہ ادبیات اردو۔

تہذیب خطوط جلد دوم کتب خانہ امیر۔

ترقی کی جہارت ذیلی میں درج ہے :-

” احمد شاہ کو فقیر، شاہ کی ہندی زبان میں جو حضرت ریشی الحرمین امام امدار فیضیہ نے قدوقا اس الکیں پر د مرشد حضرت سید احمد صاحب نے فتح پہنچانے تم کو اور سب مسلمان بھائیوں کو ان کو بقا سے اور زائد کرے فیض اور اورشاد ان کا آپ اپنے دماں فیض و ہدایت ترجمان سے لے کر ما کے جامع علوم ظاہرے و باطنی جناب مولانا محمد علی صاحب دام فیض سے عزیز کو دانی اور حقیقت صلاح کے طریقہ کی ناز پہنچا ہے اور کے فائدوں کے ساتھ جسے ایک فاضل کامل نے حضرت پیر د مرشد کے مریدوں میں سے حضرت کے زبان اقدس سے کسی کے ہندی زبان میں لکھا ہے اجماع سے ماحی پیر خاں اور وارث علی کے جناب مولوی سید محمد علی صاحب کی فتح سے مولوی بدر علی صاحب کے چاہے مانے میں خاص دعا کے فائدوں کی سے پہنچا ہوئی، اگر عالی ہمت

کے کتب خانہ آصفیہ کے خطوط میں اس طرح لکھا ہے ”آپ اپنی زبان فیض و ہدایت سے ترجمان فرما کر“ ہے ”جو زبان“ کتب خانہ آصفیہ۔

کے مقام پر جہاد کے نام سے کے فی لف پاویں
 تو زبان سے کہنے کے دراز نگری کیونکہ مقصود پھاپ
 نے سے محض غیر خواہی جماعت ملیں کے اور
 بہتری خواہی و عوام مومنین کے ہی نہ اور انہیں
 انفاظ کی بہذا جو تھلی مولوی صاحب مدوح
 کا تھا اگرچہ بعض مقام پر خلاف میں دورہ
 مولوی یحییٰ جہاد کے افراد کی بایکویں جائیں
 سنہ ۱۲۳۷ ہجری میں علی ہاجر با الصلوٰۃ
 والسلام طبع ہوا۔

ترقیہ کی مندرجہ بالا جہاد میں صاحب فقیر حضرت سید احمد صاحب
 کے علاوہ مولوی جدالی صاحب کا بھی نام ہے۔ ان حضرات نے رسالے
 کو قلم بند کرنے کی خدمت انجام دی ہے۔ مولوی جدالی دہلوی شاہ
 جد العزیز دہلوی کے داماد تھے اور حضرت سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیت
 ہوئے تھے۔ ۸ شعبان سنہ ۱۲۳۳ ہجری مطابق ۱۸۲۸ عیسوی میں
 دہلی پائی۔ "سیرت سید احمد شہید" "سوانح احمدی" وغیرہ میں تفصیلی
 حالات ملتے ہیں۔ فاضل مترجم درج مذکورہ علمائے ہند نے بالانفاظ لکھا
 ہے :-

"مولوی جدالی علی بن شیخ بہت اہل بڑا حد فاضل
 مفسر نگہ کے رہنے والے تھے۔ شاہ جد العزیز
 کے داماد تھے۔ علم و فہم میں ان کا شمار
 ہندوستان کے نامور علما میں تھا۔ فقیر میں

مولانا کا درجہ بہت بلند تھا۔ شاہ جہاں علی
 مولانا جہاں علی کو شیخ الاسلام سمجھتے تھے۔ مولانا
 جہاں علی سید احمد شہید کے ہاتھ پر بیعت ہوئے
 اور سید احمد صاحب کے رنگ میں رنگ گئے۔
 پنجاب راجہ راجہ راجہ سید احمد شہید پر تقدس کیا۔
 یہ ان کی پاک لٹریچر اور پاک فنی اور طبیعت و
 علوم کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ امر بالعرف
 و نہی عن المنکر میں نہایت چست و مست رہتے
 تھے۔ ان کا علم و قلم زبان اور لہجہ کی دی ہوئی
 برکت و قابلیت اسلام کی خدمت اور حق کی
 اشاعت کے لئے وقف تھی یہاں تک کہ انہوں
 نے سید احمد شہید کے قدحوں میں جانا دے دیا۔
 مجاز میں اہل عرب کے لئے انہوں نے عرانا مستقیم
 کا قاری سے عربی میں ترجمہ کیا۔ "لے

مولوی جہاں علی حضرت سید احمد کے خاص مریدوں میں سے تھے اسی لئے
 سید صاحب نے اپنے فرمودات کو قلم بند کر دینے کی خدمت مولوی جہاں
 علی سے لی۔ اور مولوی سید محمد علی صاحب کی تصنیف اور پیر غانی اور وارث علی
 کے اہتمام سے مولوی بدر علی کے چھاپے خانے میں یہ کتاب سنہ ۱۳۳۷
 ہجری میں چھپی۔ ڈاکٹر ذہود کا قیاس ہے کہ یہ کتاب غالباً ۱۳۳۷ میں چھپی تھی

اور یہ نقطہ اسی سے نقل کیا گیا ہے۔ ۱۔

سہ ترجمہ کے تعلق سے کوئی قطعی بات نہیں کہی جاسکتی۔ سہ جماعت
ہی اسد انظم رسالہ ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ انظم کے کچھ حصہ
بعد جماعت ہوئی ہو۔

رسالے میں محدثت شریف کے بعد مریدوں اور عام مسلمانوں کو
خاندانہ کی تعلیم کی گئی ہے۔ ترکیب خاندانہ کے ساتھ خاندانہ کی ہیبت بھی بیان
کی گئی ہے اور ساتھ ہی سورج سورج سے کئی خاندانے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

مثلاً: "خاندانہ:۔ اور اٹھارہ درویشوں کا جگر میں

دست بردار ہونا درویشوں جہاں سے۔"

"خاندانہ:۔ نیت اور جگر فرما ہے بعد اس کے دھار

استغفار ہی اور اس میں تعلیم اور

ترید ہو۔"

"خاندانہ:۔ درگاہ ولایت کرنا ہے اسی بات پر کہ

حضور میں بیب غفلت کے پشت میری

جھک گئے۔" دیرہ۔

چونکہ خاندانہ میں سورہ خاندانہ اور اس کے ساتھ کوئی ایک سورہ کا نام کیا

جانا ضروری ہے اس لیے سورہ خاندانہ اور سورہ انعام کا ترجمہ لکھا گیا ہے

اور رسالے کے آخر میں سورہ خاندانہ کی تفسیر لکھی گئی ہے۔ مثلاً یہ ایسا ہے یہ

رسالہ "تفسیر سورہ خاندانہ" سے موسوم ہے۔

لکھنؤ: مکتبہ خاندانہ، دارالحدیث اور جامعہ اسلامیہ۔

رساے میں جہاں غازی میں تھا "سبحانک اللہم وجعلک
 وبقارک اسمک وبقافی جلالک ولا الہ غیرک" کے پڑھنے
 کا ذکر کیا ہے وہاں اس کے بعد استعاذہ کرنے یعنی اعرز بائٹہ من
 الطیف الرحمن پڑھنے کی ہدایت کی ہے اور ساتھ ہی اس کے سنی
 بھی لکھے ہیں۔

"پتاہ مانگتے ہوں میں ساتھ اللہ کے شیطان کے پھٹکارے سے
 اس کا راندے لگتے سے" پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اس کا
 ترجمہ لکھا ہے:

شروع اللہ کے نام جو ہر حال ہی رحم والا ہے اس کے بعد ایک
 قائدہ کے ساتھ سورہ فاتحہ کے ترجمے کا اس طرز آفاذ کیا ہے۔

"قائدہ۔ یہ شروع سورہ الحمد اللہ کا اور الحمد اللہ یہ ہی
 الحمد للہ رب العالمین"

ترجمہ اب تشریف اللہ کو ہے جو صاحب ساری جہاں کا ہے۔
 سورہ فاتحہ کا سارا ترجمہ دیکھنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ صاحب نے
 شاہ مجدد القادری کا ترجمہ قرآن مجید مزور دیکھا ہے۔ بلکہ وہ صاحب ہی کا
 ترجمہ ایک دو جگہ اور اسی تبدیلی کے بعد اپنے رسالے میں لکھوا دیا ہے۔ ذیل
 میں دونوں ترجمے بالمتقابل درج کئے جاتے ہیں:-

ترجمہ سورہ فاتحہ مجددیہ ص ۱۰۰ ترجمہ سورہ فاتحہ از شاہ

فیہ سورہ فاتحہ مجد القادری مطبوعہ سنہ

الحمد للہ رب سب تشریف اللہ کو ہے جو سب تشریف اللہ کو ہے جو

العالمین صاحب ساری جہاں کا ہے ساری جہاں کا۔

الرحمن الرحيم بہت مہربان نہایت رحم والا بہت مہربان نہایت رحم والا

عالم يوم الدين مالک انصاف کے دن کا مالک انصاف کے دن کا
ایمان قبل و بخجی کو ہم بندگی کرتے ہیں بخجی کو ہم بندگی کریں اور
ایمان نستیں اور بخجی سے ہم چاہتے بخجی سے ہم چاہیں۔
ہیں۔

اهدنا الصراط چلا ہم کو راہ سیدھی چلا ہم کو راہ سیدھی
المستقیم

صراط الذین راہ ان کی جن پر تو نے راہ ان لوگوں کی جن پر
انعم علیہم فضل کیا تو نے فضل کیا۔
غیر المعضوب نہ جن پر عذاب ہے نہ وہ جن پر عذاب ہو۔
علیہم

والا الضالین اور نہ بہکنے والوں کی اور نہ بہکنے والے

سورہ فاتحہ کے شاندار دوائے تربی میں سید صاحب نے ایک
جگہ فضل کی تہذیبی کی سے اور یہ تہذیبی معج بھی ہے۔

”بخجی کو ہم بندگی کرتے ہیں اور بخجی سے ہم چاہتے ہیں۔ بسو کے ”الوہنی
الوحید“ کے تربی میں میڈ ”ہائز کا لٹا ق نہیں رکھی گی۔ اسی طرح کا
ایٹنی میڈ ”ہائز کے معنی کو طوفان گئے بیز (زبردست) جدہ اور کے ”زبرد
زمان کے ایک نئے میں ہی موجود ہے۔ ”شروع اٹل کی نام سے جو ہر بان

کے غیر خطوط (۱۰۰) کتب خانہ آمیز۔

یہی دم والا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت استغاثہ کا معلوم نہ اٹھ
کی بنا نہ مانگا۔ کے ساتھ۔ اٹھ کے ساتھ پناہ مانگنا۔ محاورہ بھی مرقوم
تھا۔

حضرت سید احمد صاحب نے شاہ جہانپور کے دیباچے سے یہی
استغاثہ لکھا ہے۔ لکھا جیسا لکھے کے لئے دونوں کے دیباچوں کو ذیلی
میں نقل کیا جاتا ہے۔

دیباچہ از حضرت سید احمد شہید	دیباچہ از شاہ جہانپور
اپنی مشکل تیری اسان کا اور کروں	اپنی مشکل تیری اسان کا اور کروں
کس زبان سے کہ ہمارا زبان	کس زبان سے کہ ہمارا زبان
گو گیا کی اپنے نام کو اور دل کو دشمنی	گو گیا کی اپنے نام کو اور دل کو دشمنی
رو اپنی کھام کو اور است میں کیا	رو اپنی کھام کو اور است میں کیا
اپنی رسول مقبول کی جو اثرات انبیاء	اپنی رسول مقبول کی جو اثرات انبیاء
اور بنی ابرقت جس کی شفاعت	اور بنی ابرقت جس کی شفاعت
سے امید دار ہیں کہ پاویں دو جہاں	سے امید دار ہیں کہ پاویں دو جہاں
کی نعمت اپنی اوس بنی است پر ہو کہ	کی نعمت اپنی اوس بنی است پر ہو کہ
پہنچا وقت کامل کھلا جات اعلیٰ	پہنچا وقت کامل کھلا جات اعلیٰ
غیب کر تہ نہ ہو گی مخلوق کی اور	غیب کر تہ نہ ہو گی مخلوق کی اور
پہنچا قیامت اوس پر بیش از ہر	پہنچا قیامت اوس پر بیش از ہر
دیکھ دینا د آخرت میں۔ اور اوس	دیکھ دینا د آخرت میں۔ اور اوس
کی اصل اچھا پر اور اصحاب کبار پر	کی اصل اچھا پر اور اصحاب کبار پر
اور اوس کی است کی عطا و عطا پر	اور اوس کی است کی عطا و عطا پر

اور ادویہ بجا مصلحت پر اور عذاب و مصیبت
پرست پر آمین یا رب العالمین۔
بعد ازیں سنا چاہیں کہ مسلمانوں کو
لازم ہی کہ اپنی رب کو پہچانی اور
اوس کی صفات جانی اور اوس کی
حکم معلوم کریں اور مرنے اور نامرغی
تحقیق کریں۔

مسلمان کو لازم ہی کہ اپنے کو رب
پہچانے اور اوس کی صفات جانے اور
اس کے حکم معلوم کرے اور مرنے یا مرنے
اس کی تحقیق کرے کہ بغیر اوس کے زندگی
نہیں اور جو زندگی بجا نہ لاوے بعد
نہیں۔۔۔۔۔

کہ بغیر اوس کی زندگی نہیں اور
جو زندگی نہ لاوی وہ بندہ نہیں۔۔۔

چوتھی دس تحقیق درکیب غاڑے مشق ہے، اس لئے آفریں نے
میں حضرت سید احمد صاحب نے اپنے اسی مقدمہ کو پیش نظر رکھ کر اپنے طور
پر بڑے ہی دل نشیں انداز میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کی ہے۔ سورہ فاتحہ کی
ضمیمات کے بیان کی چند آخری سطروں کا تفسیر سے اس خوبی سے رہا رکھا
گیا ہے کہ گویا وہ تفسیر کا جزو یا مثنوی خود معلوم ہوتی ہے۔
”..... حاصل ایسا ہی کہ سوا مال مانگا ویسا ہو کہ
مزد و قبول ہو جاوے۔ طریقوں کے بیان کرنے
سے اور مالک کے اقرار سے کہ ہاں آپ ہی
جو نجات تو کہتا ہے کیا بڑا کرم طلب ہے کہ اوس
نے آپ ہی بندوں کو سکھایا کہ کیسے اللہ سے
سب خواہش ہی کو ہی۔ ہم کہتے ہیں جی اور
قرین خوب کرنے کو مسلمان آدنی جب اوس

کہ کہیں تب چاہیے کہ اس کو تحقیق اسی طور
 پر کچھ میں اور اللہ کے سامنے اپنے اس معجز
 کو کہ جسے اللہ سے بڑا کیا ہی مفصل نہیں اور
 دل میں یقین نہ کہ اللہ کے حضور اس مفصل کو
 اپنے اعتقاد موجب اجازت پہنچا دیں۔ اور
 اجازت کرنے کی طرز دل میں یہ بھی کہ جس کی
 قرین کو قبول کرے کہ اللہ ہی کی
 فی الحقیقت یہ قرین ہی مثال حسن کی جیسا
 کسی خوبصورت کو جو بڑے درجے کا خوبصورت
 ہو دیکھے اور اس کے حسن کی قرین کرے
 تو غور کرے کہ اس کی قرین جو میں کرتا ہوں
 اس کا حسن اس کے قابو کا نہیں اور اس نے
 اپنا حسن آپ نہیں کر پا۔ یہ اللہ نے اپنے کرم
 سے بنایا وہ اس کا خالق ہی۔ فی الواقع حسن
 کا ایک وہی ہے اور قرین اسی کی چاہیے۔
 اس آراء کی قرین کوئی ایک طرف کی طرف
 ہے۔ ہر چند درست نہیں ہے اور اسی طور پر
 حسن کی قرین کسی چیز کے واسطے سماعت پر
 یا شجاعت پر سب میں یہی بات کہے کہ اللہ ہی
 کا یہ چیز ہے۔ تو اللہ کی ترغیظوں کا لانا کرے
 کہ یہی ہی شمار ہیں اور جس بندے میں کوئی

و صف ہی سو وہ اس کی ایک ادنیٰ بخشش
 ہی کو اُتے اپنے بندے کو ایک حریف
 کی جزدی ہی رب العلیس پرورش کرنے
 والا سارے جہانوں کا۔ سو خدا تعالیٰ
 کے جو چیز کے عالم میں ہی نسب کی پرورش
 دیا کرتا ہی۔ پرورش کچھ کھانے پینے
 ہی پر موقوف نہیں۔ کھانا پینا بھی ایک
 پرورش ہی۔ فرشتوں کی پرورش یہ
 ہے کہ اللہ ان پر ایسی نایت فرماتا ہے کہ
 جس سے ان کا کمال بڑھ جاوے اور
 خوشی زیادہ حاصل ہو، سو پرورش سے
 وہ بھی غالی نہیں، جیسے کوئی آدمی کو ایسا
 خوش کرے یا اس پر مہربانی فرمائے
 کہ وہ آدمی اس کے سبب تازہ مزہ ہو جائے
 یہ کھانا دینے سے بہتری اور بڑی پرورش
 ہی اللہ کی نایت اسی طور پر ہوتی ہی فرشتوں
 کی پرورش یوں ہی کرتا ہی۔ رب العالیس
 کا دم بڑا دم ہی۔ کیونکہ وہ پرورش
 کرتا ہے تمام جہانوں کی کہ جن کا کچھ پابان
 نہیں، دوست دشمن بھلے برے کہ بہتوں کو
 اپنے دل کے پابان ہی جو ایسا رب ہو تو وہ

اجازت سوال قبول کرتا ہی۔ تاکہ وہ جب مسئلہ
 اٹھ کے ساتھ کھڑا ہو کہ اوس کی تعریف
 ایسی کرے کہ اوسے دل سے لگے اور تنگ
 ہانے کہ اسی طرح ہی اس میں کچھ تفاوت
 نہیں فی الحقیقت وہ ایسا ہی تو اٹھ اوس
 پر متوجہ ہو کہ اس کا جواب آپ ارشاد
 فرماتا ہی کہ ہاں میں ایسا ہی ہوں اور اوس
 جہ کی کو بھی جانتا ہی اُس جو اس پر ہر ایک
 جہ و اپنے مرتبے کے موافق یا کلام سنتا ہی
 یا اُسے الہام ہوتا ہی یا دل کو تنگیں اور
 اقرار اور خوشی اٹھ کے متوجہ ہونے اور
 قبول کرنے کی۔ حضور دل سے مجھ کے سوال
 کرنے کے سبب یہ بات ہوتی ہی اس میں
 تفاوت نہیں ہوتا ہی۔ الرحمن الرحیم
 بہت رحم والا ہمیشہ کو رحم کرتا ہی جو
 شخص کو رحم اور پروا دے جس کو ماری اگر
 اوس سے ہر کوئی کوفت جو قت مانگے
 تو گھبرا جاتا ہے۔ اور بھی کچی غذا ہو کہ
 سخت کہنے لگتا ہی اور جھلکتا ہی۔ اٹھ کا
 اب رحم بہت اور ہمیشہ ہی کہ اس کو
 کچی کچی سے مانگے اور پروا دے جس کو

سے نکلی اور جھنڈا ہٹ نہیں آتی، جس کوئی مانگے
 وہ اتنا خوش ہو اسی لئے اسے الرحمی الرحیم
 فرمایا۔ مالک یوم الدین مالک ہی جو اس کے دل
 کا جو اکا دن قیامت ہی اور اللہ کی ملکیت ہمیشہ
 ہی، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مگر ان
 دونوں میں اختلاف ہی کہ دنیا میں بظاہر اور بھی
 مالک کہلاتی ہیں گو وہ ملکیت عاریت اور ناپائیدار
 ہی کیونکہ اصل مالک اللہ ہی ہی لیکن قیامت میں
 یہ عاریت کی ملکیت بھی اودھ جاوے گی ابہاں
 زمیندار اور اس کی رعیت کی مثال دی ہے اس
 کے بعد، ایک جہد بھی کو پوچھتے ہیں ہم یعنی
 جہاد تری اللہ کی ہی۔ جہاد اصل میں تقیہ
 کا نام بھی۔ تقیہ کی دو طرح ہیں ایک وہ کہ اللہ
 نے خاص اپنے واسطے مقرر کی جیسے غازیرو
 حاج۔ غازیروں کے لئے پڑھے روزنامہ کی کے
 واسطے نہ رکھے سوا اہل کے اور جو کوئی سوا اہل
 کے اور کے واسطے کچھ بھی کرے سرک ہو تہا ہی
 اور اوس کے سوا تقیہ کرنی اوس کو بھی اللہ
 کے واسطے ایک طرح خاص جانے کہ اللہ کے
 حکم سے کرتا ہوں۔ ماں باپ کی تقیہ اور
 خدمت سب اللہ کے حکم سے بھلاوے کہ اللہ

کی مرعنی ہی اس واسطے کرتا ہوں اس وجہ سے
 ساری تعلیم کی صورتیں انڈ کی ہر جاتی ہیں
 خاص کر۔ دیانک نستیں اور بھتی سے
 اعانت چاہتے ہیں ہم۔ اعانت کا بھی حال
 عبادت کا سا ہی۔ ایک اعانت وہ ہوا کہ
 انڈ کے ساتھ خاص ہی جیسے رزق اور کار
 بزرگی مانگی۔ کسی سے یہ چیزیں مانگی نہیں
 درست ہی اور کچی کے اختیار یہ چیزیں نہیں۔
 اور ایک اعانت ایسی ہے کہ ظاہر ایک
 آدنی دوسرے سے چاہتا ہی جیسے پانی مانگتا
 کھانا پکوانا اس کو بھی انڈ کے حکم سے جانے
 تو یہ بھی استعانت انڈ سے ہے۔ انڈ کی
 مرعنی مطابقت ہم اعانت چاہتے ہیں وہ بھی
 انڈ کی اعانت ہی جیسے کوئی امیر کھدے کہ
 پانی میرے خدنگاروں سے مانگے۔ جو۔ اور
 کھانا ان سے پکوائے۔ ہم ان خدنگاروں
 سے یہ کام لینے اوس امیر کی اعانت ہی۔
 اسی طرح ایک بادشاہ نے فرمایا کہ میرے
 غلامی غلام کی ایسی تعلیم کہ اوس غلام کی تعلیم
 بادشاہ کی تعلیم ہی۔ اس واضح سے عبادت
 یہ معنی تعلیم کے اور اعانت خاص خدائے

بکے تو اس کہنے والے کا ایسا حال ہو جاتا ہے
 جیسے کسی کا قلام کہ ہرگز اور ہر دم پر نہیں جاتا
 اور کسی سے کہہ نہیں سکتا مگر بھوک تھکن میں
 مرسے پر اس دور سے نہ نئے اور نیا صفت
 اپنے مالک کی کرے اپنا اعتراف
 المستقر جیام کو راہ سیدھی . مراد الیقین
 سے اللہ کی رضا بکھا چاہئے . اور ہر جز اس
 مقام پر بکے لائق نہیں . اس واسطے کہ جو
 کوئی کچھ مانگے بہت ہی خوب سے خوب مانگے
 اللہ کی خواہشوں میں ہزار چند اس سے بہتر
 ہو سکتا ہی . مثلاً کوئی اللہ سے مانگے ایسی
 بہشت اس طرح کی جو یہاں کے ہیں اور اعلیٰ
 عہدوں کے یہاں ہیں فرمایاں اس کے خیال
 میں گزریں بلکہ جو اسے مخلوق کے خیال
 میں گزریں وہ سب بکے اور اس کے سوال
 مطابق اللہ تعالیٰ عنایت فرمادے . پھر
 اللہ اپنی قدرت سے ایسی عہد پیدا کرے کہ
 یہ عہدیں جو اس کے مانگنے کے موافق ہیں
 اس سے دور کے آگے کوئی نہی سے ہو جائیں .
 اس واسطے اچھا سوال یہی ہے کہ اس کی
 رضا مانگے اپنی تجویز دیکھئے

اور رضا خاں کی ہر پہلے کام پر ہوتی ہی اور
 اچھا کام بھی بروں سے بھی ہو جاتا ہی ۔۔۔۔
 جسے کافر جوں کو دیتے ہیں مال خرین کرتے
 ہیں ۔۔۔۔ یہ رضا کچھ کام نہ کرے گی دنیا
 میں اللہ چاہے بدعا دے پر آخرت میں اللہ کو
 کچھ غایب نہیں ہی۔ چاہے اللہ کی رضا جسے پہلے
 کام کو بروں سے کہتے ہیں اولیٰ پر بھی ہوتے
 ہی تو اس واسطے عوام المستقیم کا بیان بجا لایا
 کہ عوام اولیٰ انتم علیہم کہ راء اللہ کا حق پر
 فضل کیا تو نے ۔ وہ لوگ پتھر اور صوفی اور
 شیعہ اور صابغ ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ اپنی دوری
 میں دے جو ایسے لوگوں کو دی۔ نہ وہیے
 رضا کہ جیسے کئی اپنی کام پر جسے بڑے لوگوں کو
 ہو جاتی ہی کہ اولیٰ پر جسے بھی ہو تباری اولیٰ کی
 ہر اولیٰ سے اسی واسطے فرمایا جزا غضب علیہم
 نہ دی کہ میں پر غضب کیا جیسے گو کار خاں کو خدا
 کے غضب میں ہیں ہر چند کوئی کام اولیٰ ہی اچھا
 بھی ہو جاوے کہ اللہ کے یہاں سرفراہی ہو دلائی میں
 اور نہ گمراہ جسے کافر ہر چند اولیٰ سے بھی کبھی
 کوئی کام اللہ کی رضا ہی کا ہو جاوے پر اولیٰ کی
 راوی بھی ہو گز نہیں مانگن اللہ کے غضب وہ رضا ہی

نہیں کہ جو آیت میں فائدہ دے م

اس عبارت پر رسالہ تفسیر سورہ کا تو اختتام کو پہنچا ہے۔ جسے میں
تفسیر کی زبان کو ہندی سے موسوم کیا ہے۔ زبان صاف اور سہری ہے البتہ
ایک جگہ لفظ "کر" بہن "سے" لکھا ہے۔ یہ خاص اس کی خاطر ہے جس
کا تعلق شمالی ہند سے ہے۔ نہیں مسلم کس طرح یہ ظاہر ان کی زبان میں داخل
ہو گیا ویسے مثلاً جہاد کا اور کی بھی زبان میں یہ لفظ پایا گیا ہے۔ غیر ذریعہ
"راتا" اور "بکتا" یکساں "اتنا" اور "کتنا" بھی ہے۔ لیکن مثلاً
جہاد کا اور کے پاس یہ لفظ "اتنا" ہے۔ چنانچہ سورہ کے بیان میں لکھا ہے
"حق تھا اپنی رسول کو سورہ کی رات کی گیا کہ سے رستہ اللہ میں برائی
پر اور آگے لے گی آسمانوں پر۔ یہاں اتنا ہی ذکر ہی باقی سورہ بقیم میں
تمام حضرت سید احمد شہید کے پاس "اوپر" اور "پر" "اوس" اور
"اس" دونوں طرح لکھے جاتے ہیں زبان کی اصلاح کا رجحان پایا جاتا
ہے۔ اس تفسیر کا تعلق اردو دنز کے ارتقا کے اسی دور سے ہے جب کہ اردو دنز
لکھنے کی طرف عام توجہ ہونے لگی تھی۔ خصوصاً سید احمد شہید اور ان کے پیروں
وہاں کے مسائل کی تفہیم کے لئے چھوٹے چھوٹے رسالے لکھنے لگے تھے اسی
سے ہی اردو دنز کے ارتقا کو کافی پتہ چلتا ہے۔

۶۔ تفسیر مجددی المعروف بہ رؤفی

از

شاہ رؤف احمد

تفسیر مجددی المعروف بہ رؤفی کے مؤلف شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی ہیں۔ یہ مصنف "آباد کے رہنے والے تھے۔ ۱۲ غزیم الحرم سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شاہ شہور احمد ہے۔ شاہ رؤف احمد مؤلف نے کے علاوہ فیقہ اور محدث بھی تھے۔ تذکرہ طائے ہند میں لکھا ہے کہ :-

”علوم ظاہری کی تفصیل شاہ عبد العزیز دہلوی سے
کی مانند اسی نقشبندیہ میں فرقہ خلافت شاہ نظام
علی دہلوی سے پایا اور بحر پال میں مقیم ہو گئے۔۔۔
اپنے مرض کے منوالات دارالعارف کے نام
سے لکھے۔ دایم الرافت ہندی اور فارسی اشعار
میں الہامی کیفیت ہے۔ اشعار میں راضی ٹھکس کرتے
تھے۔“

فاضل مترجم و مرتب تذکرہ علامتے ہند 'صاحب فقیر شاہ روف احمد
کے بارے میں لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب کا :-

"تاریقی نام رکن بخش ہے ۔ عزم حق سے
فراغ حاصل کر کے شاہ درگاہی کی خدمت
میں حاضر ہوئے ۔ بارہ سال خدمت میں
رہے ۔ تمام سلاسل میں اجازت و خلافت
سے معترف ہوئے ۔ پھر شاہ قلام علی کی
خدمت میں رہی حاضر ہوئے ۔ اجازت و
خلافت سے سزا دی ہوئے ۔ شاہ علی میں
جرات کے ساتھ گرو تھے ۔ شاہ روف احمد
کی تعلیمات میں ۵۰ مثنوی امرا و فیہ ۔
(۱) امرا تب انمول اس امر میں نام
(۲) اردو نثر (۳) مثنوی یوسف زلیخا (اردو)
(۴) ارکان اسلام (اردو) ہیں " طے

مولف تذکرہ علامتے ہند نے شاہ روف احمد کا سبب وفات ۱۲۰۳
ہجری لکھا ہے :-

"بھوپال سے حج بیت اللہ کے ارادے سے
روانہ ہوئے تھے کہ بھانگی سواری میں سب
سوار ۱۲۰۳ھ ۹۰۹-۱۰۱۰ء میں فوت ہوئے " لے

لیکن یہ سہ نفل ہے۔ فقیر مجددی کے ترقی کی جہالت سے معلوم
ہوتا ہے کہ فقیر کا آغاز سہ ۱۳۳۹ء میں اور اختتام سہ ۱۳۴۰ء میں
ہوا۔ چنانچہ لکھا ہے :-

”... تا یف ایجا کتاب کر منی بہ فقیر

مجددی است سر و عش دوسد یک ہزار

دوسد دسی و نو افتادہ بعد از ان چند سال

بہوار ضاعت مشقی معل ماہ ۲۰ از الامر علیہ انعام

و اختتام با قالی تک . السلام بروز چار مشنبہ

وقت حج یا ذریعہ مشہر ذی قعدہ در سہ

بکھزار و دوسد و چل و ہشت ہجری در بدہ

دارالابوابی بکوبالی پر شیدہ“

و ایسے مولوی رحمت علی مولف تذکرہ نے فقیر کے آغاز و اختتام کا
سہ تذکرہ میں خود بھی یہی بتایا ہے :-

”اس کا آغاز ۱۳۳۹ء ۱ ہر ۲۳ ۱۰۲۳ء میں اور

اس کا اختتام ۱۳۴۰ء ۳ ۱۰۲۳ء میں ہوا“

لیکن سہ اختتام فقیر کو پیش نور لکھتے ہوئے سہ وفات کے

دو دن کو نے میں ان سے کہہ دیا۔ غافل مترجم و مترتب تذکرہ علما نے ہند

نے سہ ۱۳۴۰ء م سہ ۲ ۱۰۲۳ء سہ وفات بتایا ہے۔ لکھ

نے تذکرہ علما نے ہند میں (۱۹۸۰)

نے تذکرہ علما نے ہند میں (۱۹۹۰)

تفسیر جہ دی دو جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔ دوسری جلد میں سورہ ہاس
کی تفسیر کے بعد ایک شتوی بھی حدیث ہے۔ جس میں مٹ عمرے اور اس کے رسول
کی محبت میں اپنی حالت بیان کی ہے۔ آخر میں تفسیر کے مثنیٰ سے لکھا ہے کہ
کلام الہی کا اردو زبان میں لکھا ترجمہ صاف آئینہ سال ہے
تجاریہ آئی ذخایف سے یوں کہ تفسیر قرآن ہندی زبان ہے
آگے لکھا ہے۔

تفسیر کتاب آسمانی ایسی کہ ہر ایک کے دل نشیں ہے
اردو میں بایں دیباچہ و قافیں قبل اس کے کوئی ہوئی نہیں ہے
اشعار میں سفر کا نام رون اور تکلیف کا قطعہ تجاریہ (۱۲۴۸) بھی ملتا
ہے۔

جو اہل دیباہی اسے سمجھتا آوے گی اسے پسند نہیں ہے
تجاریہ میں اس کے دل یہ بولا
۱۲۴۸

تفسیر قرآن میں پہلے آیت لکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ترجمہ و تفسیر
شروع کر دی گئی ہے۔ تفسیر کے دوران حب سورج اعلیٰ تھنر نے اپنے اخبار
میں لکھے ہیں۔ سورہ ہاس سے ترجمہ و تفسیر بطور نمونہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔
”تم بتاؤ کہ کس چیز سے سوال کرتے ہیں کافر
کہ مجھے مگر پیغمبر خدا علی اور ابراہیم و اسماعیل جو
دعوت اسلام کی ظاہر فرمانے گئے اور قرآن
شریف پڑھا کہ روز قیامت سے ڈرانے گئے
کافر جو کہ ہیں آپ کے اور نزل قرآن میں

اور وقوعِ بعثت میں اختلاف کر کر آپس میں
 پوچھنے لگے یا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 سے اور مومنوں سے سوال کرنے لگے۔ حق تعالیٰ
 نے ارشاد فرمایا کہ کس چیز سے پوچھتے ہیں کافر
 عن ابن عباسؓ العظیم خبر بڑی سے کہ قرآن شریف ہے
 اللہ ہی ہم فیہ فتنوں وہ خبر کہ یہ نزاع اوس کے
 اختلاف کرنے والے ہیں کہ شریعت کون یا کہاوت
 بھراتے ہیں اور جھوٹی باتیں اور پہلی کہانیاں بتاتے
 ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ نبیؐ عظیم نبوتِ حضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ کافروں کو مشتبہ
 تھا کہ یہ پیغمبر ہیں یا ولی یا مٹا کر یا سارا جہان
 اور بعضوں نے کہا ہے کہ نبیؐ عظیم بعثت ہے کہ
 اس میں کافر اختلاف کرتے تھے کتھے کتھے کہتے تھے
 بد مرنے کے نہیں لگے نہ انھیں لگے۔ ان ہی
 ان جڑتیاں لہجہ اور کتھے کتھے کہتے تھے قیامت کو
 انھیں لگے لیکن خلافت ہماری ہمارے بت
 کریں گے۔ یہ لاف لگاتے تھے اللہ اور کتھے
 شک میں تھے کہ قیامت ہوگی یا ہوگی بل ہم
 فی شک میں آپس اللہ تعالیٰ نے فرمایا مٹا
 مسعیلون ہم گمراہ ہیں ابتر شباب
 ہائیں گے وقتِ خراج کے کہ جس میں اختلاف

کرتے ہیں وہ جی ہے تم کلاسیکوں پر برگز
 نہیں یوں البتہ بد جائیں گے ولایت کے
 بھرتے قول پیر عیدہ اپنے کو۔ الم غل الارض
 عدا کیا نہیں کیا ہے ہم نے دجی کو پھرنا پھا
 ہر انا قرآن کا چار بار دہرائی اور
 پہاڑوں کو بچھن دجی کی تا انا سے حکم رہے۔
 و لکنکم ادوا ہا اور پیدا کیا ہم نے تم کو لا
 اور عداہ کا سنی چہاری باقی رہے یا طرا طرا
 کے سیاہ اور سفید دراز اور کوتاہ خوب و
 زشت و جلتا نو حکم سیاہ اور کیا ہم نے
 نیند چہاری کو آرام پہن کا چہارے۔ بکہ
 بچے کو نیند سے حسن و حرکت جاتی ہے
 قوائے حیرانہ اسائن پاتے ہیں۔ مانگی
 دور ہوتی ہے و جلتا ایللی باب اور کیا
 ہم نے رات کو پردہ کا غلٹ سب چیزوں
 کو چھپا ہے۔ شیخ فی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ
 نے کہا ہے قوائے حیرانہ کی رات باسی
 محابیل ہے۔ گلا دینا رے چپ کر
 اس میں لات سکاڑ کی یا محفروہ کی یا شاہدہ
 کی موافق اپنے اپنے اسٹوڈ کے اٹھاتے
 ہیں۔

بکروں بھائی ز عاشقوں کو رایتیں محبوب سے کرتے ہیں یہ باقی
 پاتے ہیں حضور اس میں راحت کھینچتے ہیں مشہور حق کی لذت
 شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ شب پر وہ درد نگاہ راہ ہے روز
 با دار بیداران سرگاہ ہے۔

شب غم راز عاشقاں ہے شب غموت خاص عارفانہ ہے
 دھندلا انکار معاش اور کیا ہم نے دن کو وقت طلب معاش کا خاک
 فیل میں اس کے جیسو کرور۔

تفسیر طرز و بہا کے ساتھ کی گئی ہے اب معلوم ہوتا ہے کہ مفر نے
 ملا حسین دہلوی کا شفی کی تفسیر معنی سے خصوصیت کے ساتھ استفادہ کیا ہے۔
 دکنی کا دورہ کر کر "مفر" و روف کی بھی زبان میں دیا ہے۔ بعض الفاظ جو
 آج کل مرنٹ ہوئے جاتے ہیں مثلاً روف نے انہیں مذکر استعمال کیا
 ہے شاید یہ اس وقت مذکر ہی ہوئے جاتے تھے مثلاً "کیا نہیں کیا ہم نے
 زمین کو بچھو تا پچھا ہوا ہوا خوار گاہ تھا ہوا"۔ میں خوار گاہ کو مذکر بنا دیا
 ہے حالانکہ ایسے مرکب الفاظ کی تذکرہ و تائید کا نہیں ان کے لائحے کی
 تذکرہ و تائید کے لانا سے ہوا کرتا ہے۔

ترجمہ تحت عقلی اور با کا دورہ دونوں کے لئے اسلوب میں ہے۔
 فقیری عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفر یا کا دورہ زبان میں حق کی ملائمت
 دکھاتا ہے بریں ہم اس نے بعض آیتوں کے ترجمے میں قرآنی الفاظ
 کی ترتیب کی سختی سے پابندی کی ہے۔ مثلاً دھندلا تو حکم سب کا ترجمہ
 "اور کیا ہم نے نیند جہاری کو آرام دینا کا جواب ہے"

بعض جگہ ترجمے کے ساتھ کے فقیری الفاظ میں بھی بے ترتیبی پائی جاتی

ہے۔
 "تم کلاسکین پر ہرگز نہیں یوں ابنت جلد
 جانیں گے دنیا قیامت کے جھوٹے قول پلید
 جیتہ اپنے کو"

مشاد وروف کے پاس جہاں قدیم طرز تحریر مٹا ہے وہیں تازی کا
 ترقی یافتہ اسلوب بھی مٹا ہے۔ مثلاً سورہ کوثر کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-
 "یہ خبر بوستانی معرفت الہی کی ہے جو اس
 سے سیراب ہو ابد الابد تک خشکی
 جہالت سے چھا۔"

ربائی :-

رافت جو جہاں کے دیکھتا ہے قیام و
 ملک طراز تو کر کہ اس میں کیا ہے یہ نواز
 اسے یہ بجز غم و دل کی داکر اور دیکھ
 کھڑت میں ہے غل و عدت حق موجود"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفسر کا ذوق شری تفسیر میں بلکہ افسانہ نقل
 کر دینے ہی سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ نثر میں بھی کہیں کہیں بیج اور مٹی اُبارتا
 کا اسلوب اختیار کر رہتا ہے۔ مثلاً انٹرنیشنل ہوا لائبریری
 کا ترجمہ تفسیر :-

"تحقیق دشمن جڑا عامی وہی ہے دم بیدار
 اور کٹا ہوا غیر سے اور بے نسل اور
 بے اوریت اور ہرگز ذریت بسیار اور"

غریبوں کا غلغلہ اور اشتہار اور آثار
 نقل ہے شمار حار و شمار باقی رہے گا۔
 باقاعدہ اس شری ذوق کی جان ایک شریہ جا کر ہی ٹوٹتی ہے ۔
 گل مراد رہے کیوں نہ تیرا تازہ و تر
 کوٹ لیا جیسا ہے حد کے ترے ہوا لابر

۷۔ تفسیر پارہ عم

”تفسیر پارہ عم“ کے نام سے ایک محکو و کتب خانہ آمیزہ میں ہے۔ جس میں قرآنی کہتیں سرفی سے اور ترجمہ سیما سے لکھا گیا ہے۔ اس میں سورہ بناسے سورہ ناس تک کا ترجمہ دیکھ رہے۔ مولوی فیروز علی ہاشمی کے نزدیک اس کو حقیر کی بجائے ترجمہ کہنا چاہئے کیونکہ ان کی رائے میں آیاتوں کے ”لفظی معنی“ کو بعض مقامات پر مزید تفصیل کی گئی ہے۔ ”اور یہ کہ“ ”دیباچہ“ میں پر لکھا گیا ہے۔ ”تہ حقیقت“ آیت ہے کہ عبارت کے بارے میں تفصیل ”اور پھر مزید تفصیل“ سے لکھے جانے کے اعتراف کے بعد اس کو حقیر کی بجائے صرف ترجمہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ اور پھر ہاشمی صاحب نے سورہ بناسے آغاز تک جو اردو عبارت بطور خود نقل کی ہے اس کی ذمیت حقیر ہی کی ہے نہ کہ ترجمہ کی۔

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں
 انکارا لوگوں کو رہا اسلام کی طرف جانے
 گئے اور قیامت کے دن کا خوف بتائے بعض
 کا وہ بھڑکی میں حضرت کی اور قرآن میں اختلاف
 کئے اور آپس میں پر پھٹے گئے کہ یہ کیا دینا اور

اور قرآن کیا ہے۔ کسی نے کہا شر ہے کھانے

کہا سحر ہے۔

اصل تھے کے لحاظ سے ترجمہ کی جادو تک پہنچنے کے لئے فیر کی
مدرجہ ذیل ایک اور سطر باقی رہتی ہے۔

”کسی نے کہا اگلی قسم ہیں اس واسطے حق تعالیٰ نے فی

جناب محمد علی رضی اللہ عنہ وسلم کو ان کی مال کی

خبردار کیا اور فرمایا اعلیٰ جبرائیل

اس کے علاوہ آیت ”والله يجعل الارض هاداً والنجباء

ادقاً“ کی تفسیر میں زمین کے خلق سے کافی سلامت پیش کی گئی ہیں اسی

درا ”وینا فوکلہ سبباً مغلداً“ کے تحت آسمانوں کی بھی تفصیل

و تشریح کی گئی ہے۔ دینز آیتوں کے ترجمے کے دور ان عرب مزدت غفر

تفسیر بظاہر افادہ کے لئے ہیں اس دریا یہ تفسیر ہے اور اس کو تفسیر کے

موسم کرنا چاہئے۔

کتاب کے آخر میں سورہ ناس کے ترجمے و تفسیر کے بعد حب ذیل درجہ

لکھی ہے۔

”اللہ تعالیٰ سب مومنوں کو قسم اور شیطانی کا دغا

سے بچا دے اور آفت اور حسد سے محفوظ رکھی“

خصوصاً اسی مرتبہ کتب سر پاپا ریا اور روایت

میں اعلیٰ کے گرفتاری اور حق تعالیٰ تمام امت

کو ملے اللہ علیہ وسلم کا عاقبت بخیر کرے ان صبح کی

جیل سے اسی ماحول میں دھار کا بھی غارت بخیر کرے

آمین یا رب العالمین :-

اس میں مفرغے سب غوثوں کے ساتھ اپنے لئے بھی دعا کی ہے لیکن
 اپنا نام نہیں لایا۔ اور دہی کتاب میں اول و آخر کہیں حضرت کا نام ہے اور
 نہ کتاب کا۔ دس دس قیر درج ہے دس دس جہات۔ اور کتاب کے آخر کے
 صفحے کے عاصیے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے پنے "یا حضرت شیخ علی
 حسینی روح اللہ علیہ و اولادہ و آلہ و پیروانہ علی حسینی" لکھا ہے۔ لیکن اس سے
 مفریاد کتاب کے نام پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ قیاس ہے کہ یہ نام کسی علی
 کے سلسلے میں لکھا گیا ہے۔ دعا یہ عبارت کے بعد حمد و صلوة و سلام پر کتاب
 خاتم کو پور ہو چکی ہے۔

خاتم کتاب :-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی ہدانا لهذا

والا سلام و الصلوة علی محمد و آلہ الذی

استنقذنا من عبادة الالهة و النفاق و الکفر و الضلال

و علی اولادہ و صحابہ و الخلفاء البررة و الکرام سلام

بد سید الانام علی اللہ علیہ و اولادہ و سلم و السلام

اسے صاحب خلق عظیم السلام اسے مدد

لطف عظیم السلام ای عزلی اسرار

مکن سلام ای مشرق و المغرب و السلام ای

ای کلمات و ربیب سلام ای مطلع نورین

السلام ای مددنی علم و حیا :-

موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے معزز چچ میں ایک "خیر پارہ" نام کا ذکر کیا

ہے۔ معقول میں سوزہ بناسے ترجمہ کا لفظ جس حد تک نقل کیا گیا ہے وہ
کتب قاضی امین کے نسخے کی عبارت ترجمہ سے بالکل مل جاتا ہے ابستہ
مولوی صاحب کے پاس کی یہ فقیر حق سے سرفرا ہے۔ مولوی صاحب نے
اس پر صرف ترجمہ کا لفظ پیش کیا ہے اور حق اور آقا کی فقیری عبارت
پھوڑ دی ہے مگر اس فقیر کے بارے میں مولوی صاحب کی رائے ہے کہ یہ
”ترجمہ ہے کہیں کہیں بطور تشریح کے کچھ کچھ اضافہ کر دیئے گئے ہیں“ اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ طویل فقیری عبارت پھوڑ کر صرف ترجمہ کی حد تک نقل کرنے
کی کوتاہی مولوی صاحب کی طرف سے نہیں ہوئی ہے اس لئے چاہتا ہے کہ
کاتب نے اصل نسخے سے نقل کرتے وقت حق اور اس کے آقا اور دریا
کی کسی قدر طویل فقیری عبارت کی ضرورت محسوس کر کے صرف قریبے اور اس
کے ساتھ کے فقیر فقیری جوں پر اکتفا کیا ہو گا۔ چاہے اس سورہ کی آیتوں
میں ذیل کے حلق سے جو تفصیل کتب قاضی امین کے نسخے میں بیان کی گئی ہے
وہ مولوی صاحب دے گئے نسخے میں موجود نہیں ہے۔ واقعہ جو کچھ بھی پر ترجمہ
کی عبارت کی بنا پر ان دونوں کو ایک ہی فقیر کی تفہیم قرار دینا مناسب ہو گا
ذیل میں دونوں نسخوں کی عبارت کا لفظ پیش کیا جاتا ہے۔

نوزہ عبارت مخلوط کتب قاضی امین	نوزہ عبارت مخلوط مولوی عبدالحق
”میں نے سونے کس چیز کی سوال کی۔“	”کس چیز سے سوال کرتے ہیں وہ“
”کہتی ہیں وہ کافر آپس میں پھر اچھی“	”کافر آپس میں پھر آپ فرماتے“
”فرمایا عن ابنہ العظیم سوال کرتی ہیں“	”سوال کرتے ہیں وہ فرماتے کہ بڑی“
”وہ جبرسی کٹ بڑی یعنی قرآن“	”ہے یعنی قرآن شریف اور جنت اور“
”اور نبوت اور قیامت سارا الائی“	”جانتے سے۔ ایسا جبرہم کہ وہ کافر“

یہ اس کے اختلاف کرنے والے ہیں
کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔

حق تعالیٰ نے فرمایا حق ہے کہ قریب
جائیں گے وہ جب قیامت آئے گی
کہ سب پرچے تھے اور قرآن حق تعالیٰ
کا کلام تھا۔ پھر حق ہے کہ قریب
جائیں گے وہ وہی قیامت میں کہ برا
کیا ہم نے جو ایمان لایا ہے۔

کیا جنس کے ہم نے زمین کے بیٹے
پھوٹا جاکر رجوع اور پھاڑوں کے
بیٹے۔ بیٹے۔

ہم نے یہی بزرگیم کہ وہ کافر ہیں
اس کی شکوک اختلاف کرنے والی
ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔

حق تعالیٰ نے فرمایا کلاسیکوں
حق تعالیٰ کہ قریب ہائی گی وہ
جب قیامت آئے گی کہ سب پرچے تھے
اور قرآن حق تعالیٰ کا کلام تھا
تم کلاسیکوں پھر حق تعالیٰ کہ قریب
جائی گی وہ وہی قیامت میں کہ
برا کیا ہم نے جو ایمان لایا ہے۔

ام بخیر الامراض ہمارا دیا جنس تھی
ہم نے زمین یقیناً۔ پھوٹا جاکر رجوع
وہ ایمان اور پھاڑوں کی
تین بیٹے یعنی جب کہ حق تعالیٰ
نے زمین کو پیدا کیا وہ پانی پر تھی
تھی پھاڑوں کی زمین اس کو کھام
کیا۔ غار۔۔۔ جانا چاہی کہ چرخ کر
پانی کی زمین ساتھ گیند کی بڑی اور
سما دیا وہ پانی میں غرق ہی اور وہی
کی کم باہری اور جو کی کھیر کا دو
قسم پر ایک قسم تو بعض دیر انہی

کے منتقلی آبادی کی سس میں
 ہرگز نہیں ہیں اور دوسری قسم بہادر
 ہی کہ اس کی روح سکون کہتے ہیں
 اور سس میں دیباچے اور پھاڑیں
 اور میدا میں اور جنگیں۔ اور شرمی
 تہذیب ہیں اور سائنس اس کی ایک
 سوچیں برسوں کی راہ ہیں۔

دھنیا کم اڑوا جا اور پیدا کئی ہم
 اور پیدا کئے ہم تھارے میں جوڑے
 نے تھادی میں جوڑے کہ تم سس۔
 اور تھادی دھنیا تو کم سبھا

اور کئی ہم نے تھادی میں ہی رام
 بد لکھا مانہ کی دھادی دور ہو دی۔
 اور کئے ہم نے تھادی میں تھادی
 اور ہم بد لکھا مانہ کی دھادی دور ہو دی۔

دھنیا ایل بہا اور کئے ہم نے رات کیتی بہا کی سب کو تھادی
 ہی اپنی دھادی تھادی کہ رات کو تھادی رات کو تھادی تھادی
 کی تھادی ہیں کہ رات بہا کی تھادی تھادی تھادی تھادی
 تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی
 تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی

یہ تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی

تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی
 تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی تھادی

کر دسات کب کے اور پکا دکھاؤ دینا کو حکم اور جانی ہم نے اور قاری
 سبباً شاد دسات آسمانی کی ہیں کہ سخت ہیں ایسے حکم اور دستور کو
 اون کی کچھ مزید اور فعل نہیں کرتا فی نقصان کی ہی ۔ قائمہ ۔ پہلا آسمان
 خاک قر ہے ۔ دوسرا خاک عمارت حیرانک زہر جو تھا خاک ٹھس پا پتھر مر رہا
 چٹا خاک مشتری ساراں زحل اوس کی اوپر کر ہی ہی اوس کی اوپر
 شمس ۔

مولوی صاحب نے بھی اپنے پاس کے نسخے کے منظر کا جب پاس
 تفسیر کے حلقے سے کچھ نہیں جایا ابرز سند کتابت ۱۲۵۲ ہجری لکھا ہے لیکن
 اس سلسلے میں آغاز دین ب یا خاتم کتاب یا ترقیہ و جزوہ کا کسی بھی عبارت
 کا ذکر نہیں دیا ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو سکا کہ اس کتاب میں ترقیہ و جزوہ
 کی قسم سے کوئی عبارت بھی ہے ۔

کتاب غار امینہ کے غلوٹے کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ مفر نے
 اس تفسیر کی چار ہی ہیں " روضۃ العنا " اور خلاصہ " الکاشفہ کی تفسیر حسینی
 سے بھی مدون ہے ۔ اس میں " خلاصۃ الحفظ " اور " شریعۃ مشارق الانوار " و
 جزوہ کے بھی حوالے ملتے ہیں ۔ " کاسیہ لونٹم کاسیہ لون " کا ترجمہ کیا
 گیا ہے " حق ہے کہ قریب جاییں گے ۔ ۔ ۔ پھر حق ہے کہ قریب ہو جائیں
 گے " ۔ اگر بعض مترجمین نے صفا " حق " اور " تحقیق " کے ساتھ بھی
 ترجمہ کیا ہے مگر " ہرگز نہیں اب جان میں گے پھر بھی ہرگز نہیں اب جان
 میں گے " ترجمہ زیادہ موزوں ہے ۔ تاہم زبان و بیان کے لحاظ سے اس
 کو وسطی ترجمہ ہی کہنا چاہئے کہ اس کا ہرگز نہیں کہا جاسکتا ہے ۔

زبان کے اعتبار سے مفر شافعی ہند کا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ قریب بات

ہے کہ اسم کی جمع حالت منفری میں "ین" سے اس طرح جاتا ہے جیسے کہ
 قنیر قنیر اور قنیر وہابی کے دکنی معروض نے بتایا ہے اور یہ مجوز منفریک
 ہی دہانے سے خلق رکھتے ہیں۔ قنیر دیر نظر کے معنے "دریا میں"
 "پہاڑی" "میدانی" "جنگلی" اور "مشہری" اسباب میں
 جمع بحالت منفری رکھتے ہیں۔ نکاہر ہے کہ اس طرح کی جمع خلاف قاعدہ ہے۔
 دکنی میں اس طرح کی جمع مرنی اشکال عربی سے تک مردعہ رہی ہے لیکن
 غلطی ہند میں جمع کی یہ شکل بارہوی مدی بحرہ کے اور آخر کے شری سرمانے
 میں کہیں نہیں ملتی۔

(۱۱)

تیسرے چراغِ ابدی

از

شاہ عزیز اللہ ہرنگ اورنگ آبادی

تیسرے چراغِ ابدی پارہ عم کی تیسرے ہے۔ یہ "چراغِ ابدیت" سے بھی
موسم ہے۔ اس کے حضور شاہ عزیز اللہ ہرنگ اورنگ آباد کے متوفی
تھے۔ ان کے والد شاہ میر عالم حسینی ایک مولوی بزرگ گزرے ہیں۔
یہ قادر یہ اور نقشبندیہ دونوں سلسلوں میں بیعت کیے تھے۔ ہرنگ بھی
مولوی اور شاہ تھے ان کی علمی قابلیت بھی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اردو میں تیسرے
اور درویشی کے علاوہ ان بھی کتابیں ان سے منسوب ہیں۔ چنانچہ فی حق
ہیں ایک رسالہ "درویش دیا" بھی لکھا ہے۔

تیسرے چراغِ ابدی جدید عالم کا کارنامہ ہے۔ اس کا سہ قیر
۱۳۲۱ ہجری ہے۔ قدیم اردو میں مولوی جلال علی نے بھی تیسرے چراغِ ابدی

نے تیسرے غلط (۱۸۰۱) سال کو (۶۱۱) مکرر (۵۰) سال کی غلط (۱۸۰۱) ایک غلط (۱۸۰۱)

کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کا آغاز زیبا ہے۔ جس میں مفرغے سے
 قنبر کے عاود قنبر کا نام بھی آیا ہے۔ اور اپنا نام بھی بتایا ہے۔ نیز قنبر کی عزت
 اور دھیمت اور دہائی کی قیمت کی بھی وضاحت کی ہے۔ ویسا ہے کی بابت ذیل
 میں نقل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 ”بہتر میں قنبر کا نام لیا ہے۔ اور قنبر کی قریبی فکر
 نہت رسالت پتاری علی اللہ علیہ و آلہ وسلم و جہ
 صلواتہ علیہ و آلہ و سلم
 یسار۔ عرفا کرتا ہی دوست اور دوستی
 آشنا ہوئی ہم گدوں سہی
 زاویہ قنبر کو جس کم نڈی دہی استواری
 طالب منصب و ارستکی و آزادی۔
 غیر عزیز اللہ ابن میر عالم الفیض القادری
 انقشبدہ کی اورنگ بہاری الفیض
 بہرنگ علی اللہ علیہ و آلہ و سلم و احسن
 الیہ و الیہ کہ جب دیکھا میں اکثر قنبر
 کلام اللہ کی دہائی ہوئی اور قنبر کی
 واضح میں اور کم علی بعض اہل ہند کی

”پروانی اور میں قنبر کا جید کے قریبی اور قنبر کی“ علی و آلہ
 سے مراد بہر علی کے پاس دیکھا کہ پہلی سورت میں لکھی گئی اس نے نامزد سے آگے دیکھا ہے یا
 یہ کہ کوئی صاحب نے اس کے نقل کرنے کی عزت نہیں کی۔

دریافت سے جسے اللہ کے مانع ۔ اگرچہ بعض
 عربیوں نے (عربیوں نے) زبان دکنی
 آریز میں غیر جو آفری کی تھی ہیں ۔ لیکن بسبب
 الفاظ دکنی کی لطف زبان ہندیکا پرورائیں
 پانچ اور دل یا روں کا واسطی مٹانے اور اس کی
 رغبت کم کرنا ، اس واسطی خاطر قمر میں اس فیر
 کی آیا کہ غیر بلا فیر کی زبان ہندی میں کہ بافضل
 اور ملک آباد کی لوگوں کا غور رہی تھی اور
 بعض ذائقہ کہ دوسری غیروں میں نہیں ہیں کتب
 بہتر سے جمع کر کے اس میں داخل کر کے عوام
 اسی باوجود محنت ہضامت کی غائد و تمام انشاء میں
 اور اس فیر کی رجاء منفرد سی یاد لادیں
 تا اسی بعد وسیدہ بعض
 بکرت کو جینہ روز جسٹرا

بعد تقدیم استخاری کی اور استخانت حضرت
 باری کی ہر سورۃ کی فضیلت اور فتح اور غایت
 اور ختم اور غیر اور بعض سورۃ کی فضیلت اور
 غایت کہ بعض نماز کی اندر پڑھنے میں یا بعض

۱۔ "کریم" (عربی جہان) میں "یاد لادیں" (عربی جہان)
 ۲۔ "اور سب کو" (عربی جہان) میں "تا جہا" (عربی جہان)

آیت یار آیتوں میں تھی تمام قیدِ قلم میں ذکر
 اول خرد اور تسبیح اور سورہ فاتحہ کی
 سبب یمن و برکت کا ہی خاص بون کر
 شروع کیا اور واسطی شافی کی اول حرف
 ایک سری سی علامت دکھا اور اسطرح اولیٰ
 حرفوں کا اس قلمی میں کیا۔

ف ضیلت کی نشانی میں سی ہی منت
 اور صلاۃ و ختم کی رنگی علامت مادمیم
 علامت بقبر کا بیگ اشارہ رخ و ت
 ہی امید ہر رنگ کو حق سی مدد ملت لیم
 اور نام اس کا "پیرایہ ابدی" اس
 ۱۲۰۰ ہجری اگر سال تاریخ کا اس کی ہی
 گھٹی سی لکھا ہی رکھا۔ قریح علیٰ ترد و کار
 اور بلائی ہر دیار سی اور قنات نکلائی اعمار
 اور ضحائی اعمار سی وہ ہی کہ اگر اس میں
 سہو یا خطا کی متغنی بشریت کا ہی پادیں تو
 قلم الطاف رقم سی اصلا دیویں اور راد

۱۔ "غایت" کا "فاتح" کتب خانہ اصفیہ کے نسخے میں نہیں ہے۔ کتابت
 کی نقل ہے۔

” اعراف اور فاضل کی دہریہی۔ قلعہ

کا طوں سے توجہ ہی ہرنگ

کر تو یہ سہاوی کی ہونٹ لٹا

پادری گریج اس کی ہمدرد

صفت اپنی تسبیح کریں املا

دوسری اصطلاح توفیق و بیدار اور تحقیق

دیباچے کی اس جہالت کے بعد متعدد ذیلی علامات قائم کئے جہاں شفا
علائیہ پر ”ذکر توفیق“ اس میں استخوانے کی نفی اور ضرورت بیان
کی گئی ہے اس کے بعد ملازم سے غیر مستعد ہے۔ ملازم سے ”ذکر توفیق“
اور ملازم سے ”غیر مستعد“۔ ذکر سورہ فاتحہ ملازم سے ”ملازم“
ہوتا ہے اور اس کے بعد ملازم سے ”غیر مستعد“ سے سورہ فاتحہ کی غیر بیان کی گئی
ہے۔ اسی کے بعد غیر میں سورہوں کی ذیب قرآن مجید کی ہی ذیب کے
مطابق سورہ جاس سے سورہ مائتہ تک رکھی گئی ہے۔ ہر سورہ کی غیر سے پہلے
اس سورہ کے پڑھنے کے جو فیوض و برکات بھی غلبہ کئے گئے ہیں۔ آخر میں قرآن
سے پہلے قلعہ ثابت ہے۔ اس سے بھی غیر کا نام اور سبب نفی معلوم ہوتا
ہے۔ قلعہ

” اعراف اور فاضل کی دہریہی۔ ” یہ قلعہ ”ذکر توفیق“ میں ملتی ہیں ” ہونا چاہیے۔

اعتراف ” اعراف“ کے معنی چشم پوشی اور درگزر کے ہیں اور اعراف کے

معنی آبرو گھانا اور درگزر۔ اور اعراف چھ

ت سورہ صاب کے پاس یہ نعرہ نہیں ہے۔

بقایہ چہارم شہر ربیع الثانی ۱۲۳۳
ہجری جری سے اٹھ علی غیر تقیؑ در مقام
جد رہا در تمام نمود شد *

چہارم ہجری کے خطوط ۱۹۱۶ء کا سد کتاب ۲۲، خزانہ الحکم سے
۱۲۳۶ ہجری ہے۔ اسی کا کاتب محمد وجہ الدین ابن محمد امین عرف خا صاحب
مؤمل بنید رہے۔ اور کتابت جد رہا در میں ہوئی ہے۔ ترقی کی جارت کا کچھ نہ
یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔ اس سے عشر کے نام کے علاوہ فقیر کی زبان کی نوعیت
اور سد کتابت کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

* الحمد للہ والحمد للہ علی ما شاء فیہ الکتاب

یعنی فقیر "ایضاً" بنی النون زبان ہندی میں

تالیف حضرت شاہ عزیز اللہ اور نگہ باری

قدس سرہید فقیر فقیر کثیر اللہ و التفسیر خادم

ارطالین محمد وجہ الدین ابن محمد امین عرف

کاسے خاں صاحب مرقوم مؤمل بنی پری پر گئے

بنو رنی سرکار تاجدار صوبہ محمد تہا بدیدہ و علی اللہ

و علی الدیہ مرقوم کریدہ و جابریہ بیست و دوم

شہر خزانہ الحکم سے ۱۲۳۶ ہجری روز

چہارم شنبہ وقت اشراقی یا غمام رسیدہ *

فقیر چہارم ہجری کا خطوط ۱۹۱۶ء تا قس الاول ہے۔ خطوط ۱۹۱۶ء

سے "ہجری تقی" ہونا چاہیے۔ کتابت کی نقل ہے۔

۲۔ سورۃ الطہ ۳۔ سورۃ النہار ۴۔ سورۃ النہار ۵۔ سورۃ النہار

۶۔ سورۃ النہار ۷۔ سورۃ النہار ۸۔ سورۃ النہار ۹۔ سورۃ النہار

غیر کی ذہنیت بھی ہے۔ ہر سورۃ کی غیر اس کی آیتوں کی ذہنیت سے
کرنے کی جائے اس میں معنی کی سادہ سادہ طور پر لکھی گئی ہے۔ چنانچہ سورۃ فاتحہ
کے خواص کے سلسلے میں سورۃ فاتحہ کی جملہ ۶۱ آیتوں میں سے
فاتحہ سبقت سبقت سے نامزد الایہ الکبریٰ تک سترہ آیتوں کا بھی ترجمہ و
تفسیر بیان کر دی گئی ہے۔ اس طرح آگے سورہ میں کی غیر میں تفسیر آیات
کا لفظ نہیں رکھا گیا اور یہ خود سورہ تکویر کی غیر کے ضمن میں ہے اور ہر سورہ
تکویر کی باقی چند آیتوں کی غیر اور ہر سورہ فاتحہ کے خواص کے تاکہ اس میں معنی
ہے۔ اس طرح کی بے ترتیبی سے سورتوں کی اکثر آیتیں غیر سے جھوٹ گئی ہیں
مثلاً سورہ میں سے "ثم اذا رآہ انظر" کلام یقیناً سورہ فیلتر الاصل
ای ہمارہ انہما امارہا ثم شققتا الارض شقاً فاما بنتا فیہما
جاء اجنا وحبہ" اور سورہ تکویر کی آخری آیت "انہ لقرآن رسول
کریم" سے "رب العالمین" تک آیتیں غیر و ترجمہ سے رو گئی ہیں۔ اس
میں شک نہیں کہ غیر بالقرآن میں سورہ سے قرآن خریف کی مختلف
آیتیں معنی اور سبب جہالت کی موذیت کے اعتبار سے مذکور ہو سکتی
ہیں لیکن یہ عمل کہ سورہ آیتیں جو غلط کسی دوسری سورۃ کی غیر کے ضمن میں آچکی
ہیں اس سے نئے ذریعہ غیر سورۃ میں الایہات کی کمرہ غیر کو غیر عزاد کی بجائے
تفسیر ہے۔ لیکن اس کا پتہ نہ چل سکا کہ اس طرح کی تائید خود ہر ملک مختلف
غیر چرچا ابدی نے کی ہے یا کسی اور نے ہم معنی باقی اور ایک سے دلائل
کو مختلف سورتوں سے اکٹھا کر کے کتاب کی شکل دی ہے۔ جیسا کہ ہے کہ یہ

کوشش مفر کی طرف سے نہیں ہوئی ہوگی درود وہ رہا ہے جس اس امر کا
عز و شکر کرتا اور شاید اس کتاب کا کوئی اور چھڑوں نام رکھتا یا کم از کم
اس کو فقیر پر اسے ابدی سے موسوم نہ کرتا اس لئے کہ اس نام کی ایک مکمل
فقیر پارہ غم مروج رہا ہے۔

ذیل نظر غلطی میں فقیر کا اختتام سورۃ انعامات کے جو آیت
"والمحکات سبھا" کے تہے و فقیر پر ہوا ہے۔ "والمحکات سبھا اور
قسم ہے ان فرشتوں کے جو آتی ہائی و اسے میں زمین پر امر خدا اسی جلدی۔
اس کے بعد خاتمہ کتاب کی جارت ہے جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

"تحت نام بالیز مالک این کتاب علی عبد الرحمن

است و لد غمد بصرہ وری است اگر کے

و طر کند و حوا آن باطل است *

ہاشمی صاحب کا یہ کہانی حقیقت پر مبنی نہیں ہے کہ "یہ فقیر سورۃ الحمد سے
شروع کی گئی ہے۔ اس کے بعد سورۃ ناس اس طرز نام میں کوئی پر فقیر غم ہوئی
سورۃ بالا میں و نامت کر دی گئی ہے کہ اس کا اختتام سورۃ انعامات کے
عرف "والمحکات سبھا" کے قبوہ و فقیر پر ہوا ہے۔ اس میں سورۃ ناس
کا فقیر نہ کیا اس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ ابتداء سورۃ الحمد سے ہو رہے ہیں
یہ "ذکر سورۃ الحمد" ہے مگر "فقیر سورۃ الحمد" واقعہ یہ ہے کہ غلط پیر
(۹) عز و شکر خدایا در ملک کے مرتب نے اصل فقیر "جو اسے ابدی"
کے عنوان "ذکر سورۃ ناس" کے تحت کی جارت اس میں نیز میں نقل کرنی
ہے۔ اسی جارت سے ہاشمی صاحب کو فقیر سورۃ خاتمہ کا دعوہ کہ ہو وہ
جارت ذیل میں نقل کی گئی ہے۔

”ھول انکوین ہیں آیا ہی کہ روایت گئی ہیں
 ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ کہتا ہی بندہ
 اللہ رب العلیٰ کہتا ہی حق تعالیٰ مشکوٰی
 بندے نے میرے تمام نعمتوں پر اور جب کہ
 کہتا ہے الرحمن الرحیم کہتا ہی خدا سے تعالیٰ
 شکا کہ میرے پر بندے میری اور جیکہ کہتا ہی
 مالک یوم الدین کہتا ہی خدا سے تعالیٰ اقرار
 کیا بندے نے میری اور جیکہ کہتا ہی ایک بندہ
 کہتا ہی خدا سے تعالیٰ اقرار کیا بندے نے میری
 بندگی کا اور جیکہ کہتا ہی وایک تسخیر کہتا ہے
 خدا سے تعالیٰ توکل کیا بندے نے میرے (پر)
 اور حوالی کیا کام اپنا طرف میرے اور جیکہ
 کہتا ہی ابدنا العراۃ المستقیم الی آخر کہتا ہی
 خدا سے تعالیٰ قسم کے گئی ہی غازی یعنی پڑھتا
 سورہ فاتحہ کا اندر نازی درمیاں میرے
 اور میرے بندے کے لفظ لفظ یعنی آراہو آرا

۱۔ ”بڑائی سے یاد کیا بھی نہ ہی نے میری“۔ غلط ۱۸۰۱) کتب خانہ اسماعیل

۲۔ ”ج“۔ غلط ۱۸۰۱)

۳۔ ”خبر کا گئی غازی یعنی پڑھتا سورہ فاتحہ کا“۔ غلط کتب خانہ اسماعیل

اور پادشہ گلابند میرا جو کچھ ذکر کیا ہے گا
 اور لب الہجار میں آیا ہی کہ رسول اکرم
 صلعم نے فرمایا جب تک کہ پڑھتا ہی مومن وقت
 سونے کے خاتمہ کتاب کو باہر آتا ہی گا ہر
 سے اپنی مانند کسی ایک کے کہ جاتا ہے ماں نے
 اوس کی اپنی اور رانگی رہتے ہی نزدیک
 سر اوسکی ہزار فرشتے ۔۔۔

یہ نئی وہ عبارت جس سے ہاشمی صاحب کو تفسیر سورہ فاتحہ کا ملاحظہ ہوا
 اب تفسیر سورہ فاتحہ کا نمونہ خطوط نمبر ۱۰۱ سے یہاں نقل کیا جاتا ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 " الحمد للہ تمام حمد یہی شکر کرنا اور خصلتیں نیک
 کی زبانی اور شکر کرنا اور غنیمت ہی اے اعراض
 کی حق ہی میں عادی ہوئی طرف حمد کی یہ سب
 غایت ہی خاص اللہ تعالیٰ کیتوں کہ وہ لائق ہی
 اس چیز کی اور جنت رکھتا ہی اس چیز کی اور
 سوائی اوس کی لائق نہیں ہی کہ سردیا جادی
 سے ان صفوں کمال کی رب العالمین ایا
 اللہ کہ مالک ہی اوپر پرورش کر فی داتا ہی

۱۔ "جاوید جا" خطوط ۱۰۱ سے "کو" خطوط ۱۰۱

۲۔ "جنگ" "راستہ رچتی ہیں" خطوط ۱۰۱

کل عالم کا کیگو روزی کا برکتا پرورش کر تاجی
 اور کیگو روزی باطن سے اور کیگو سات طاقت
 کی پرورش کرتا ہی اور کیگو سات محبت کی اور
 کیگو سات معرفت کی اور کیگو سات دھرم کی
 اگر ہر ایک کوئی اور یا ضاعت کی شکوہ نہ تھی
 کا یہاں تادی اور دیار کی نعمت کی طلب کری تو
 حق تعالیٰ کرم اپنی سی واسطی مشکوفا کر کی نعمت زیادہ
 کرتا ہی اپنی طاقت کو مرتبہ محبت کا دیتا ہی اور
 اہل محبت کو رتبہ معرفت کا اور اہل معرفت کو رتبہ
 وحدت کا عطایت کرتا ہی (اسی کے بعد "عالمین کی
 مختلف اقوال سے تشکیک کی گئی ہے) الرحمن الرحیم
 رحمٰنی رزق دینے والا دیتا میں تمام کا قرب تمام کو
 علی العلوم کی اور رحیم صاف کرنی والا آخرت
 میں تمام کو منونگی علی الخصوص کی ہی اور اسی
 واسطی رحیمیں کہا جاتا ہی کہ یا رحمٰنی الدینار
 رحیم افرقا یا رحمٰنی رحمت کرنی والا طرف
 خلق کی علی العلوم اور رحیم رحمت کرنی والا
 طرف خلق کی علی الخصوص کی ہی اور معنی رحمت
 کی چاہتا خدا استثنائی کا نیکی کو طرف مانع اوس
 نیکی کی جس یا سنی رحمت کی دیکھ کر نا مذاہب کو
 مستحق بھی مذاہب کی اور نیکی کرنا طرف اوسکی

کہ جو لائق کی نہیں ہے ہیں۔ مالک یوم الدین
 مالک ہی روز جزا کا اور قادر ہی اوپر پیدا
 کرنی ذاتیں ہم ہی طرف وجود کی کہ سوائی
 اونکی دوسرا قادر نہیں یا جزا دین والا ہی
 روز جزا دین کی بندہ کو موافق اعمال اور
 احوال اونہی کی کہ جسزنا مطعون کی جنت
 ہی اور جزا عید کی قربت اور جزا عارفون کی
 وصلت ہی اور جزا موعود کی تجلی خاص اس
 سلسلے میں ملک احوال پیش کئے گئے ہیں
 . . . ایک ضد تقی ایک برہمتی ہیں اور
 پورہ جنت ہیں ہم اور خاص جد کی اور قربان برداری
 یقیناً کرنی ہیں ہم ابدات کے بارے میں
 غلام کی تفصیل بیان کی گئی ہے . . .
 پس قول بیزر فعل کی وہاں ہی اور عبادت
 ہی اخلاص کی بہ حال۔ قطع

جو کوئی بجزی کو پرستاعت میں درگاہی
 کافر ہی جو پھر دیکھی در وہاں کیسکا
 ہر رنگ بجز یار کی اس دل میں غرور
 مست بجز کو آیت یا نہیں کام کیسکا
 و ایک نشیمن اور خاص بقی یاری چاہتی
 ہیں ہم عبادت اور بندگی کہ نہیں کہ تقی بیزر

شرک اور دیریا اور جلب اور رعونت کی

پاچیس ۴

ترے کانچ دی نکلی ہے لیکن طوبی یہ ہے کہ وہ تیرے الگ نہیں ہے۔
 دو دن ایک دوسرے میں اس طرح۔ ہم چاہے کہ تیرے عذر نہیں کیا جاسکتا
 ترے کی جہارت کہیں تو تیرے پہلے شروع ہوتی ہے مثلاً الحمد للہ کے وقت
 اور کہیں درمیان تیرے مثلاً "رب العالمین" اور "ارحم الراحمین" کے
 وقت کی جہارت۔ اور جہاں تیرے عذر بیان کا گئی ہے مثلاً سورۃ کی شان
 نزول وغیرہ کی جہارت یا درمیان سورۃ کسی چیز کی تشریح جیسے زمین آسمان
 وغیرہ تو وہاں نکلی ترے کا سبب اور بہت کم پایا جاتا ہے بلکہ دیکھا جائے
 تو جہارت ایک حد تک سلیس اور کہیں کہیں غفلتی بھی پائی جاتی ہے۔ نیز درمیان
 تیرے مروجہ عمل تیرے منہم کو اپنے اشارے سے تھمت بھی دیا ہے
 مثلاً ایاک نعبد کے تحت قلم لکھا ہے:-

جو کوئی تیری کو براعت میں در آوی

کا قرنی جو پھر دینی در و بام کیسا

ہم رنگ بجز یار کی اسس دلیس خردار

مت یز کو آئندہ نہیں کام کیسا

ہم رنگ کے اسلوب اور زبان کے بارے میں معلومات کی خاطر

سورۃ ابنۃ کی تیرے بھی کچھ حد نقل کیا جاتا ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حق کو طرف دینا اور اسلام کی بلاق

اور حکام الہی کا پڑھ کر سنائی اور پیوستہ کے
 دن کا خوف بتائی کا فرد فی الکافروں نے پیغمبری
 میں رسول جبریل اور اوڑنی میں قرآن الہی اور مری
 کی ہند اور شفی میں اختلاف کیجئے اور ایک دوسری
 سی پر چھٹی کی یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سی
 اور مومنوں پر سستی کرتی تھی سبھاہ شافی
 فی فرمایا ہم یثاہون کس چیز سی پر چھٹی ہیں
 کا قرآن میں البنا، اعظم پر چھٹی ہیں خبر بڑی سی
 یعنی قرآن اور ہوس سی اللہ ہم ایسی دو خبر
 کہ یہ کا قرآن پنج اوس خبر کی مشکوٰۃ اختلاف
 کہ فی اللہ ہیں یعنی قرآن کو جادو اور شر اور
 کہا شد سی نسبت دیتی ہیں اور نوید اور
 کہا فی پر تھی ہیں اور پیغمبر علیہ صلوات اللہ علیہ
 کو کہتے ہیں کہ دو پیغمبری یا نہیں یا ساحر یا شاعر
 یا مجنون اور دن قیامت کا بعضی کہتے تھی کہ
 ہو یگانہ اور جان ہماری شفاعت کریجئے اور
 بعضی کہتے تھی کہ دن قیامت کا ہرگز نہ ہو یگانہ
 اور سوائے زندگی دنیا کی پھر اور زندگی نہیں
 ہی اور بعضی شک میں تھی کہ ہو گی یا نہیں تھی
 سبھاہ شافی نے فی فرمایا کلا سیکون
 حقا کہ مستحالی ہی کہ جائیں گی کا قرآن و دن

قیامت کا نزدیک جان کھانی کی اور مرنے
 کی دو دنیا حق ہی واسطی ظاہر ہوتی نکالیاں
 اوس دن کی بیچ اس وقت کی تم کا سبکوں
 بھی حق سنا ہی کہ جائیں گی دنیا قیامت
 کی جھوٹی باتیں اور افکار پیدا ہوتی، ام بھل
 امارتیں آیا نہیں کیا بھی زمین کینیں ہمارا
 زمیں ایک پچھا ہوا جا کر مکانا رہے کا جہاں
 ہر وہی۔

تنبیہ۔ جو جا پہنچ کر اندر کتاب کی زمین
 مانتے گینے کی پری ہی ایسی کہ آدمی ہی زیادہ
 پانی میں غرق ہی اور آدمی ہی کم باہر ہی
 اور جو کہ باہر ہی پھر دو دو قسم پر ہی۔ ایک
 قسم تو غرض ویران ہی کہ کشتی سمور کا
 بیچ اوس کی اصلا نہیں ہی اور دوسری قسم
 سمور ہی کہ اسی دن سکون کھتی ہیں اور
 اسی میں دریا میں پہاڑی اور میدانیں
 اور جنگیں اور مشہر ہوا وارش ہیں اور
 ماحول اس کی ایک سو بیس برس کی راہ
 ہی۔ اوس میں سے تو دس برس کی راہ
 تو یا جو جگہ اور ناجو جگہ جو ذمہ دن سہی
 یافت ہی تو اس طبع اسقام کی ہیں رہتی

ہیں اور بارہ برس کی راہ جیشہ بسحق ہیں
 اور آٹھ برس کی راہ دروم اور تین برس
 کی راہ خوب رستی ہیں اور سات برس کی
 راہ تمام لوگ دوسری ساکن ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ انہ علیہ
 نے بھی بخاری کی شرح میں اس قدر کی
 تفصیل بعض کتابوں سے نقل فرمائی ہے اور
 یہاں شرح مذکور میں لائی ہیں کہ زمین میں
 مخلوقات ہوتی ہی اتنی کہ بہ نسبت فرشتوں
 کی اور مشیاطین کی اور جن اور جی آدم کی
 ہزار ہیں کا ایک حصہ ہی۔ فائدہ :۔

تیسرے بقائی میں لائی ہیں کہ زمین پانی پر
 ہی اور پانی پہلی پر اور پھر تیلی پر اور تختہ
 فرشتی کے سر پر اور فرشتہ ہیل کے سر پر
 اور ہیل پھر پر اور پھر کف پر دریا کی اور
 دریا لڑی پر اور تری دوزخ کی سر پر
 اور دوزخ اندھاری پر اور اندھاری
 کا پانی سوئی خدا سے تبارکی کی کوئی جانتا
 جنہں ہی کہ کیا ہی دلائل اعلم و احکم۔

دریچال۔ اور نہیں کیا، یعنی پہاڑوں کیتیں اور تار
 جینیں زمین کی تابیب اولیٰ کی زمین معبوط رہی۔
 و خلقتکم اور پیدا کیا، یعنی تم کو ازواجاً ہر طرح
 کی جوڑی تراود مادہ جاکہ نسل تہاری باقی رہی
 پاپید کیا، یعنی تہیں طرح طرح کی کالی اور
 گوری دراز اور کوتی خوب اور نا خوب و جملہ
 اور کیا، یعنی تو کم نیند کو تہاری سبب راحت
 بدن کی تہاری کہ نیند حسن و حرکت کو موقوف
 کری تا قوت حیوانی آرام بخوری اور ماندگی تہاری
 زائل ہوئی۔

تفسیر شری و بسا کے ساتھ کی گئی ہے اس سلسلے میں چند کتب و
 خاصہ شفا تفسیر رد، جات میفر، تفسیر تنزیل، معالم التنزیل، تفسیر کشف،
 تفسیر کفی، وقت اعلیٰ، لغات یکہ، تفسیر صبیحی، تفسیر بیضاوی،
 اصول الکونین وغیرہ سے مدد لی گئی ہے۔
 دیباچے میں خود مفسر نے تفسیر کی زبان کی مراحت ان الفاظ میں کردی
 ہے۔

”... ہندی زبان میں کہ با فضل اور نگ آباد
 کے لوگوں کا واسعہ۔“

اس سلسلے ہاشمی صاحب نے اس کو ”زبان دکنی سے زیادہ شمالی ہند
 کی اردو سے ملتی ہوئی“ لکھا ہے۔ مولوی عبدالحی نے اس سلسلے میں جو

سے بہت لغات کتب و رسائل اور نگ فی تفسیر لغت (۱)

رائے لکھی ہے وہ بھی ٹریل میں درج ہے ۔

۔ اس میں ایک جہلی قربات یہ ہے کہ مولف نے اورنگ آباد کی زبان کی علامہ حیثیت قرار دی ہے جس کا دکنی زبان سے تعلق نہیں ہے اور ہے بھی جی کہ ابتدا سے اور خصوصاً شاہجہاں اور اورنگ زیب کی صوبہ داری میں اس کا تعلق دیا وہ ترشالی ہند کی زبان سے رہا اور وہاں کے اہل زبان اور شہر نے جو زبان لکھی ہے وہ مجدد آباد، بیجاپور اور طلاق آباد کی زبان سے بالکل الگ ہے۔ وہ زیادہ تر شالی ہند کی زبان کی تقلید کرتے تھے۔

صاحب قیصر نے قید میں اس قیصر کے حکم بند کرنے کی غایت یہ بتائی ہے کہ دکنی تقاسیر کی زبان اہل اورنگ آباد کے لئے عام فہم ہی ہے۔ اس لئے انھوں نے یہ قیصر اورنگ آباد کے عمار سے لکھی ہے تاکہ اس علاقے کے رہنے والے اس کو دلچسپی کے ساتھ پڑھیں اور سمجھ سکیں۔ ہرنگ نے واقعی یہ قیصر اورنگ آباد کے عمار سے لکھی ہے۔ قیصر کی زبان کا جائزہ لینے سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اورنگ آباد کی زبان کی کیا خصوصیات ہیں۔ شالی ہند سے اورنگ آباد میں قدیم اردو کی دو لہریں تھیں۔ ایک لہر محمد تعلق میں دکنی دالوں کے ساتھ آئی جو سہلت، ہمید کے قیام کے

بعد جگر پہنچی اور پھر جگر سے بچا پور 'اچھٹو' اور گوگٹہ میں پھیل گئی۔
 زبان کی دوسری لہر اورنگ زیب کے ساتھ آئی۔ جو دکن کے اطراف واکٹن
 کی بویوں سے متاثر ہو کر حتیٰ کے منڈلے کر دی گئی۔ اور دکن میں سری
 قلم اور دودھن میں تھی۔ جو بعد میں تعلق میں آئی تھی۔ فتح دکن کے بعد شامی ہند
 والوں کا تانا دکن کی طرف ہندوستان پر یہ سب آکر اورنگ آباد میں مقیم ہونے
 لگے اور ان کی ترقی یافتہ زبان کا اثر اورنگ آباد کے ان باشندوں پر
 پڑنے لگا جنہوں نے اپنے آپ کو اجداد سے وہ زبان سیکھی تھی جو بعد میں تعلق
 میں اورنگ آباد آئی تھی۔ ویسے اورنگ زیب نے پورے دکن کو فتح
 کر لیا تھا لیکن اس کا دارالخلافہ اورنگ آباد تھا اور اس کے ساتھ آئی
 ہوئی فوجوں کی چھاؤنی بھی یہیں تھی۔ اورنگ زیب کے بعد ایک عرصے
 تک شامی ہند سے خراسان، اہل اور اہل ہند آتے رہے اور دکن کی زبان کا
 اثر اہل اورنگ آباد پر پڑتا رہا جس کی وجہ سے اہل اورنگ آباد کی زبان
 وہ زبان رہی جو گوگٹہ اور بچا پور میں کیا رہی تھی جس کی وجہ سے
 موسم ہوئی اور نہ تو اہل اورنگ آباد بالکل طور پر شامی ہند کا مادہ اختیار
 کر سکے۔ اس طرح اہل اورنگ آباد کی زبان دکنی مادے اور شامی ہند
 کے مادے کے امتزاج سے ایک نیا لہجہ بنی زبان بنی گئی۔ چنانچہ آج تک
 بھی اہل اورنگ آباد کی زبان کی یہ خصوصیت برقرار ہے اور یہ خصوصیت
 اس کو حیدر آباد کی دکنی زبان سے میز کرتی ہے۔ ہرنگ کی زبان میں بھی
 یہ خصوصیت ملتی ہے۔ دکن والوں کے برخلاف وہ حالت "نے" بحرست
 استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ استعمال کہیں درست بھی ہوتا ہے اور کہیں
 غلط بھی۔ مثلاً "کافروں نے ہنری میں رسول مقبول کی اور اور ترقی میں

قرآن کی اور مری کے بعد اونٹنی میں افلاک کی کہتی ۔ " بعض عربیوں کی زبان
دکھنی ہندی آریز میں قیسر جڑاقر کی لکھی ہیں ۔

ان جوں میں علامت فاعل " نے " شمالی ہند کے عمارے کے مطابق
استعمال کیا ہے لیکن فعل کو یکائے معمر ل کے تابع کرنے کے فاعل کے تابع
کر دیا ہے ۔

" حق سبحانہ تعالیٰ مشافہ نے فرمایا " امام ابو خلیفہ قطانی رحمہ اللہ
علیہ نے جمع بخاری کی شرح میں اس طرح کی تفصیل بعض عربوں سے نقل فرمائی
ہے ۔

ان جوں میں " نے " کا درست استعمال ہوا ہے ۔

" انھا " فعل لازم کے ساتھ بھی " نے " کا استعمال کیا ہے ۔

نام میں چاہا رکھوں ایسا کر نکلے جائیگا

نکل کر دل نے انھا برل " یہ جرم مذہبی "

ان فون سے منع جانے کا قاعدہ دکھائی کا غامض ہے ۔ ہمرنگ الف

فون سے بھی منع جاتے ہیں اور وہ فون سے بھی ۔ جیسے " جاننا ہماری شخصیت

کریں گے " جانیں گے کا زمانہ کی قیامت کا " ۔ " جھوٹی باتیں " اور " پھاؤ

کیتیں " یہ منع کی جمع شائیں ہیں ۔

ہمرنگ کے پاس جمع مونث کی ایک رپٹ شمال بھی لکھی ہے ۔ شمال ہند

کے عمارے میں مونث جس کے آخر میں " ی " نہ ہو لکھی جمع " ی "

سے جاتے ہیں لیکن ہمرنگ نے اسی قاعدے سے مذکور اسرار کی جمع بخاری

ہے ۔ جیسے پھاڑیں ۔ میدانیں جنگلیں اور شہر ہیں ۔ جمع جاتے گئے

طریقہ " شمالی ہند کے عمارے کے مطابق ہے ۔ مذکور کی عمارے کے

مطابق ۔

دکن میں اسم ذکر ہو یا موصوفہ حالت قافیہ پر یا مثنوی ہر صورت میں بحر بحر اہل
فون کے اٹھانے سے جانتے ہیں۔ اس کے برخلاف شمالی ہند میں بحر بحر جانے کے
قاعہوں میں بڑا اتوار ہے۔ ہر گنگ نے "سی" سے بحر جانے کا قاعہ و شمالی ہند
سے آیا اور بلا لحاظ منسوج جانے کا رجحان دکنی زبان سے آیا۔ اور دونوں
کو ملا کر جمع کی جو شکل بنائی تو وہ اپنی مثال کے مطابق ہے اور نہ اپنی دکن کے۔

مطلق فعل وقت کے لئے مشرقی کا لفظ صرف اپنی دینی استعمال کرتے ہیں
اہل دکن کبھی استعمال نہیں کرتے۔ ہر گنگ نے یہ لفظ کثرت سے استعمال کیا ہے
اسی طرح اہل دکن کاف پرانہ بہت کم استعمال کرتے ہیں ہر گنگ نے مرکب
جوں میں جہاں ضرورت ہے کاف پرانہ کو قاعہ کی پوری پابندی کے
ساتھ استعمال کیا ہے۔ جس کی وجہ سے اہل دکن کے جوں کی ترکیب کو ہی بالکل
شمالی ہند کی زبان کے قاعہ کے مطابق ہے اور اسی خصوصیت کی وجہ سے
ان کی عبارت دکنی عبارت سے بالکل مختلف اور میسر ہو گئی ہے جیسے

"بو جا پائے کر اندر کہ آب کے زمین مانند گیند کے بڑی ہے ایسی کہ
آدھی سے زیادہ پانی میں غرق ہے۔" تو دوسری قسم صحر ہے کہ اسے رن
سکون کہتے ہیں۔ "اہل دکن اس مفہوم کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"رن سکون کہتے سو دوسری قسم صحر کہ ہے۔" بو جا پائے بو جا پائے کی
جگہ پر خاص شمالی ہند کا قاعہ ہے۔ اہل دکن کبھی اس طرح نہیں کہتے
مہرت "عالم دکنی ہے۔ شمالی ہند والے اس لفظ میں کبھی دائر استعمال
نہیں کرتے۔ اسی طرح "فلی" بھی "بھی" دکن کی زبان ہے۔

۲۔ تفسیر قرآن مجید

تفسیر قرآن مجید کے نام سے کئی دینی بزرگ نے پارہ قلم کی تفسیر لکھی ہے۔ تفسیر کا غلط اور اہم ادبیات اردو میں موجود ہے۔ غلط لکھی ہے۔ تفسیر سورہ جاس سے شروع ہو کر سورہ ناس پر ختم ہوتی ہے۔ اور سب سے آخر میں سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ مگر اس میں دیا چاہے نہ تفسیر اس لئے صاحب کا نام ہی معلوم ہو سکا اور نہ تفسیر اور سند کتابت ہی کا پتہ چلا سکا۔ غلط کا عنوان تو "تفسیر قرآن مجید" ہے لیکن یہ معلوم ہو سکا کہ زیر نظر پارہ قلم کے علاوہ اور کئی پاروں کی تفسیر لکھی ہے۔ تفسیر کا آغاز سورہ جاس کی شان نزول کی حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے :-

"ہر گاہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دعوت ظاہر کرائے اور قرآن خلق اللہ کیتن مستانی اور روز قیامت کا خوف بجائی اور کھارخوت میں صورت کی اور نزول میں قرآن کی اور بحث میں موت کی آپس

سے ہر غلط (۱۶۰) ساکڑ (۶۱۸) ورق میں مولیٰ صفحہ (۱۵۱)

ادارہ ادبیات اردو۔

میں انکاف کرینے کی پرچنی تھی۔ اس پر اس
 خانی فرمایا ہی "تم جی سونہ کس چیز کی سہل
 کرتی ہیں کا زمانہ یعنی بعض کا زمانہ قریض کی ..."
 تیرے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر شادی تھا۔ تشریف لے گئے
 بعض مقامات پر اشعار بھی لکھے ہیں اور ثابت یہ انھیں کے اشعار ہیں۔ ہند
 شریلی میں پیش ہیں۔

باقی ذرا ہے کس کا غریب غریب پر
 تار و دو خود آوے گا جب پر دو دہری پر
 مانع سے کہاں اوداؤ کا رہے تھی
 باطن میں جو ہیں اپنے مغرب ہنری پر

بارغ دنیا گر چہ یا خورسند ہے
 بات سے باد خیزاں کے بد ہے
 گر چہ یک سال ہی ہے دنیا کے بھول
 چرنا کے ناز میں قرین چند ہے

خدا دیا ہے تجھے گزرتگی میں رخصت
 اوسال گورنگ ریگ رفیق بعد رخصت
 اگر چہ امر مقدسے طاقت باغیر
 بدی کے فہرے اکثر ہیں پیش اہل دول

مخبرہ عبارت کے لئے سورۃ فاتحہ کی تفسیر ذیل میں نقل کی جاتی ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 " الحمد للہ رب العالمین تمام تعریف اول سے
 آخر تک مزاد اور ہی اللہ تعالیٰ کے لئے تھیں ایسا
 اللہ کو پرورش کرنے والا ہی تمام عالم
 کا الرحمن بننے والا ان کا دوسری بار
 بعد خدا ہونی دنیا کی الرحیم بننے والا رحمت
 سے دوسری بار پشت میں داخل کرنی غافل
 مالک یوم الدین مالک ناری روزِ عشر
 کا جو چاہی حکم کرے ایسا بندہ تیرے یسوی
 بند کی کرتی ہیں ہم کہ لائقِ عبادت کی ہی توں
 وایک نستیں اور غافل تیرے مدد توں
 بند کی پہنچتے ہیں ہم کہ صاحبِ اعانت ہی توں
 اے اصرار المستقم ۱۰ ایت فرما ہمارے
 تیری راہ منہواریں اسلام مراطہ الزین
 انعت علیہم ایسے راہ کو منت دین ایمان
 بخشیا توں ہم پر فضل سے اپنے سات غایدہ
 ۱۰ ایت جنت اور رسالت کے فیضانِ غضب
 علیہم ۱۰ راہ ان شیخوں کا کہ غضب کے گئے ہیں
 تیرے حکم کو دل کوئی سے وہ العالمین
 اور راہ ان گمراہ ہو گئے تیرے جب کی

رسالت کی قبول نہیں، میں بھی ایسا ہی ہوں

قول فرشتہ کا بھی تحت تمام شد :

مفر نے آیتوں کا کہیں تو حرف تو بڑا کر دیا ہے اور کہیں توبے کے ساتھ قیصری جملے، امثال ذکر ایسے لگے ہیں۔ بعض مقامات پر تو ہمز تبت کی قیصر کر دیا ہے مثلاً الرحمن الرحیم :-

”الرحمن :- بخشے ہارا اور دوسری بار بد خدا ہوئی دنیا بھی :-

”الرحیم :- بخشے ہارا رحمت سے دوسری بار پشت میں داخل کرنی

خاطر :-

یوں بھی الرحمن کی قیصر میں اصل معنوں و جو ریا زنگی ہونا چاہیے جو جہاں مذکور نہیں ہے۔ چنانچہ مشاہدہ اللہ در نے الرحمن الرحیم کے تحت قیصر میں لکھا ہے :-

”بخشنے والا ہی و خود دوسری بار زنج آفریت کی

پہنچی خدا ہوئی جیانی :- دو بار بخشے والا یا مسلمانوں

کو نہیں پشت کے :-

ایک جہ کے تبت میں مفر نے ”کونانی جہادت کی ہی قون“ سے حرا کام لیا ہے۔

”میرے تبت بند کی کرتی ہیں ہم کونانی جہادت

کی ہی قون :-

اسی طرح دیا کہ استیسیں کے تبت میں لکھا ”خاس“ سے حرا

کام لیا ہے۔

نعت علیہم کے تبت میں قیصر معنوں جی مذکور غائب کر گئے میزج حکم

استعمال کیا ہے۔ "نعت دین ایمان غصیا قرآن ہم پر فضل سے اپنے۔" مگر
 الغضب یلهم۔ اور "انسانیں" سے کہ لوگ مراد ہیں یہ نہیں بتایا۔
 سورہ ناس کی آیت اسی آیتوں کے قریب ہیں صاحب تفسیر نے "خدا کی پناہ
 لینے" کی بجائے "خدا سے پناہ لے لیا ہے۔" پناہ لینے کے اعتبار سے یہ
 ترجمہ شاہ جہاد قادری کے قریب سے ملتا ہے۔ دونوں کے قریب اہل
 میں بالمتقابل درجہ کئے جاتے ہیں :-

ترجمہ از مروج قرآن اشد و جہاد	ترجمہ از تفسیر ذیل نکر
قل اعوذ برب انکس کبر ای	قل اعوذ برب انکس کبر ای
مختر پناہ میں یوں میں پروردگار	مختر پناہ میں یوں میں پروردگار
آدمیان سے	آدمیان سے
ملک انکس بادشاہ مردمان سے	ملک انکس اور بادشاہ آدمیوں
کے سے۔	کے سے۔
ادامی محمود سے آدم کے	ادامی اور بن گئے آدمی کے
آدمیوں کے سے۔	آدمیوں کے سے۔

ذیل میں ایک ایسی آیت پیش کی جاتی ہے جس کی تفسیر بے نزہت ہے
 اور پھر اس کے حسب حال اشارے ہیں۔ ان اشارے سے جہاں تفسیر کی شری
 مباحث پر روشنی پڑتی ہے وہاں "دورانِ ذر" (Circulation of wealth)
 کے قرآنی نکتہ کی وضاحت بھی ہوتی ہے۔

آیت :- وَاِنَّ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدًا (سورۃ احزاب پ ۳۰)
 تفسیر :- انسان جاہلوں سے مال کی ہر آئندہ سختی یعنی بخل اسکا
 نہایت پور پوری شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر مال بیک وقت دوسرے مال کی تر

دی جسے خبر کو بتائی پھر دیوں اور واسطے وارثوں کی مستحکم کردار حضرت
دل پر قری باقی رکھیں۔

اس کے بعد اخبار ہیں :-

مال وہ بہتر کسی کام آئی	فرہا کہ محتاج کوئی آرام پائی
غیر میں دی فرہا کہ بر حسب حال	جمع کرتی ہیں ہا سنگ و سلاخی
وضع اسکا فرہا کہ کھانیکا ہی	جمع کرنا طور و بچانیکا ہی
دیگی دیناں جاسے دینا بھی	حاک اس کہانی پر ترے گوشت لگی
بندگی کہ کب اگرا رہی تھی	بار دین کا بھی نکار رہی تھی

دبان کی قدر پرانی ہے۔ اسما کی جمع الف فون سے جانے کا طریقہ
دکن میں بہت بدستور بھی رہا ہے لیکن "یہ" کے لئے "ای" اور "یہ کو"
کے لئے "ایک" کا استعمال تھا "مراد ایک نیت یک وہ کار دل سے
انجی ہا ہر لا رہی یہ کو کوئی عمل نیت سے غالی نہیں" اور فعل یا معنی مطلق
یا الف کے ساتھ "بخشیا" دبان کی کئی قدر قدامت کو ظاہر کرتا ہے۔
ویسے نثر کے مقابلے میں شری دبان زیادہ صاف ہے۔

اس لئے کہ قرآن کے حق کی پابندی کی وجہ سے دبان میں
شکل اور بیان میں الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں اخبار میں
آزادی کی وجہ سے دبان صاف اور سلیس ہو گئی ہے۔ تاہم ترجمہ و تفسیر کی
دبان بھی بہت پرانی نہیں ہے۔ اندازاً یہ تفسیر ترمذیوں صدی پوری کے ادراکی
کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔

یہ لفظ "خبر" کتب کی شکل ہے۔

۲۔ تفسیر تنزیل یا فوائد البدیہیہ

تفسیر تنزیل کے نام سے سید بابا قادری حیدر آبادی نے پورے قرآن مجید کی تفسیر کی ہے۔ یہ تفسیر بھی اپنے زمانے میں بہت مقبول ہو گئی اور دیگر مقبول عام تفاسیر کی طرح اس کی بھی حدود نقیص کی گئی ہو چکی مگر اس وقت تک اس نام کے صرف پانچ غلطے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک کتب خداد سالارنگ میں ہے۔ آدر وادارہ ادبیات اردو میں ہے۔ ایک کتب خداد امیز میں ہے۔ اور ایک غلطے کا پڑ مولوی محمد الفی کے نسخوں سے

۱۔ تفسیر غلط ۵۱۹ ساکڑ (۵۱۹) صفحات (۳۷۸) سورتی متن (۳۷۸) خط ختمتہ کا قدوسی
دکھی۔ کتب خداد سالارنگ۔

۲۔ تفسیر غلط (۵۲۹) ساکڑ (۵۲۹) اوراق (۳۷۸) سورتی متن (۳۱)
خط صاف غنی نستعلیق۔ ادارہ ادبیات اردو۔

۳۔ تفسیر غلط (۸۵۲) ساکڑ (۶۱۹) اوراق (۹۷۰) سورتی متن (۳۱) خط صاف
غنی نستعلیق۔ ادارہ ادبیات اردو۔

۴۔ تفسیر غلط (۶۶) تفسیر تنزیل جلد چہارم ساکڑ (۱۰۱۵) صفحات (۷۰۲) سورتی
متن۔ خط نستعلیق و نسخ۔ کتب خداد امیز۔

۵۔ تفسیر غلط (۶۷) تفسیر تنزیل جلد پنجم ساکڑ (۱۰۱۵) صفحات (۶۷۷) سورتی متن (۷۷)
خط نستعلیق و نسخ۔ کتب خداد امیز۔

میں ہے بلکہ آفرانہ کر مخطوطہ ناقص الاول ہو گا۔ اسی لئے مولوی صاحب نے اسی کے آغاز کے بارے میں کوئی مصلحت یہم نہیں بنائی اور بطور توجہ عبارت سورہ انعام کے پانچویں رکوع کی درمیانی آیتوں کا ترجمہ نقل کیا ہے البتہ آخر کتاب سے سورہ ناس کی تفسیر کے بعد ترجمے کی عبارت درج کی ہے جو ذیل میں پیش ہے۔

”خدا سنے اللہ تعالیٰ نے یہاں کہ اس سورہ دعا میں اے تین پانچ نامیں
پر نام کیا اس طرح اس تفسیر میں ذیل کو بھی پانچ شخصوں پر نام کیا
اول یہ تین یعنی مصطفیٰ، عیسا، وادی دوم عیسیٰ، عیسیٰ، عیسیٰ
ثالثہ، انصور، غانیہ، دونوں اس امر میں بہت
کوشش رکھتے تھے۔ چارم عیسیٰ، عیسیٰ، عیسیٰ
سارا اور لائق، عیسیٰ، عیسیٰ اور عیسیٰ
اور پنجم عیسیٰ، عیسیٰ، عیسیٰ کہ یہ دو شخص تین کے لئے
دائے تھے کہ خدا سنے اللہ تعالیٰ ان دو شخصوں کے
لکھنے سے تیس نام کر دیا۔“

”خدا سنے اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے تین حرف
بے سے شروع کیا اور غم قرآن کا حضرت
میں پر ہوا۔ ان دو حرفوں کے تین مرکب
کر دو حرف بس کا حاصل ہو گیا یعنی ان
دونوں حرفوں کے پنج میں جو نام قرآن ہے

یہ تیس (۱۲۰) یہ لفظ ”غیر“ ہونا چاہیے۔ کتابت کی فعل ہے۔

بہن کرنا ہے ترے تیں ۔

۱۱ (۱) اول و آخر قرآنی زچہ با آمد وین

یعنی اندر وہ دین رہی تو قرآنی بی اور

تصیف بھی ۔ تفسیر کی پانچ سال میں تمام ہوئی

کس واسطے کہ میں چالیس میں شروع ہوئی

اور سن بیستالیس میں تمام ہوئی دو سال کمال

تاکہ ہوئے تمام شد تفسیر تنزیلی جاریہ میت

وچشم مشہوری قندہ در سن یک ہزار یک صد و

پچھل دہشت ہجری بنوی ۔

قندہ بہان توحی کی عبارت سے عہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے ۔

۱۔ تفسیر تنزیلی کے مصنف سید بابا قادری ہیں ۔

۲۔ مصنفین کے نام یہ ہیں :-

(۱) حاجی میاں محمد علی (۲) محمد عبدالغفور خان

۳۔ کاتب کے نام یہ ہیں :-

(۱) غلام محمد (۲) غلام احمد علی ۔

۴۔ سنہ آغاز تفسیر ۔ ۱۲۰۰ ہجری

۵۔ سنہ تکمیل تفسیر ۔ ۱۲۰۴ ہجری

سنہ آغاز و تکمیل تفسیر میں کتابت کی غلطی ہے ۔ اصل میں یہ سنہ ۱۲۰۰

اور سنہ ۱۲۰۴ ہجری ہونا چاہیے ۔ آئندہ مخطوط میں اس پر روشنی ڈالی

گتا ہے۔

۶۔ سب کتابت درج ذیل ہے غالباً سب
تکمل تیسرے اور سب کتابت ایک ہی ہے
یعنی سب ۱۲۲۰ ہجری۔

کتاب خاندان نازجک کے خطوط میں حرف پارہ نم کی تیسرے ہے۔
آغاز سورہ "انبار" کی تیسرے کیا گیا ہے۔
"جس وقت کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم رحلت ایمان کے آشکارا کئے
اور قرآن شریف علیہ پر پڑھی ہے اور
قیامت کے روز سے ڈرائی ہو کر کھڑا
حضرت کے نبوت میں اور قرآن کے نازل
ہونے میں اور قیامت کے آنے میں اختلاف
کئے۔۔۔"

خاندان کتاب کی عبارت دی ہے جو مولوی عبدالجبار داسے لکھے کی
ہے ابستہ اس میں خوشنویس محمد مسافر کا اصل نام غلام علی الدین
ظاہر کیا گیا ہے۔

"..... چارم محمد مسافر نام غلام علی الدین
جو ان صاف اور لائق خوش مزاج اور
خوش نویس۔"

یہ اس ترقی کی عبارت سے آغاز اور اختتام تیسرے سب
مطابق ترتیب ۱۲۲۰ ہجری اور ۱۲۲۰ ہجری معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی

صاحب کے تھے میں کاتب نے "دومد" کے داؤ اور داؤ دونوں کو ملا کر جکے سے "ھ" لکھ دیا اور مولوی صاحب کو محسوس میں "یک" ہونے کا شبہ ہوا اور اس نے لکھا ہے یک مد ہی لکھ دیا۔

مولوی صاحب کے سنوں میں سہ قیر کی جارت پر ترقیر غم ہو گیا ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس سے آگے کوئی ترقیر نہ ہوگی اور اگر ہے تو مولوی صاحب نے اس کے نقل کرنے کی ضرورت دیکھی ہوگی لیکن کتب خاں سالار جنگ کے تھے میں اس کے بعد اور بھی جارت ہے جس سے عمر کے دمانے کے قیاس میں اور بھی مد ملتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"... در عهد ناصر الملک والہی نواب

ناصر الملک و بیاد ارام اللہ لکھ و اقبال

و حفظ اللہ الحاکم الخلیفی و عن الاوقات

والا بعد از کاتب الحروف کوثر فرغ اللہ

و نو بہ دستریو بہ *

نواب ناصر الملک و آصف جاہ رابع پتر ہو گیا مدی میں لکھراں تھے کہ باد ہو گیا مدی بکری میں چہا کہ مولوی جہ الخلیفی کے تھے میں لکھا ہے۔ اس طرح یہ کہا جا رہا ہے کہ قیر تزیل کا آغاز سنہ ۱۲۴۰ ہجری میں ہوا۔ جبکہ سکندر جاہ آصف جاہ ثالث حاکم وقت تھے۔ اور تکمیل قیر سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں بزمان ناصر الملک و آصف جاہ رابع ہوئی۔ اس طرح مولوی صاحب کے تھے میں مدد سنہ ۱۳۱۰ غلط ثابت ہوتا ہے۔

کتب خاں سالار جنگ کے ذریعہ لکھوٹے کے ذریعے کی آخری جارت میں مزید دو تین سطریں درج ہیں۔

”بتاریخ ۴ ماہ ذیح الاول سنہ ۱۲۵۲ ہجری بمطابق
 شیخ احمد چوہدری
 درخدادت مکتب خانہ نوشتہ شدہ“

اس سے مزید دو عین بایں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ نسخہ زیر نمونہ
 کی کتابت کی تکمیل ۴ ذیح الاول سنہ ۱۲۵۲ ہجری کو ہوئی اور دوسری یہ
 کہ اس نسخے کی کتابت شیخ احمد ثانی چوہدری کی فرمائش پر یا اس کی خاطر
 ہوئی ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس نسخے کی کتابت ”خیزاد مکتب خانہ“
 میں ہوئی۔ اگر اس مکتب کے نام کی ترکیب غلط ہے اور کیا قیاس کہ اس
 بہتے ترکیبی میں کاتب کی کارگزاری مثلاً علی علی سرہی جو تاجم بھی جاسکتا ہے
 کہ اس وقت حیدرآباد میں دینی تعلیم کے لئے اس قسم کے نام کی کوئی درسگاہ
 ہو گی۔ لیکن ہے کہ یہ وہاں خانقاہ یا درسگاہ ہو جہاں سید بابا قادری صغر
 قیصر تزیل و درس قیصر دیا کرتے ہوں۔

خانقاہ مکتب اور تزیل کی عبارت کے بعد مکتب کی انتظام کو نبی جاتی
 ہے لیکن زیر نمونہ کے متن غنیمت کی پشت داسے متن پر سورہ فاتحہ کا
 ترجمہ درج ہے اور یہ ترجمہ و تفسیر تین سطروں پر مشتمل ہے۔

ادارہ ادبیات اردو کے نکلنے پر ۱۵۲۹ میں نصف اول قرآن
 مجید کی تفسیر ہے۔ تفسیر کا آغاز سورہ فاتحہ سے ہوا ہے اس کے بعد سورہ
 بقرہ ہے اور انتہام پندرہویں جزد کی آیت ”لقد جئت بشا کبرا“

یہ یہ الفاظ ”برائے“ ہو گا۔ کتابت کی غلطی ہے۔ ”خیزاد اچاہ“ کے ساتھ
 ”قیصر پارہم“ کا مطالعہ اے اسحاق
 پر نہ کیجیے وہاں سورہ فاتحہ کے ترجمہ و تفسیر
 پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔

پر ہوا ہے۔ آغا زقیر سے پہلے ایک دیباچہ بھی ہے جس کی ابتداء اسی دس
سویں عربی میں اور طبعی دس سو یا فارسی میں لکھی ہیں۔ جو نہت کے بعد
کی جہات سے سبب قیصر کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

غلامریہ ہے کہ سید بابا قادیانی کے وقت محمد علی کے مطلقوں میں جو حضرات
شریک ہوتے تھے ان میں سے ان کے غرض دوستوں شہید علی شاہ
دوسید قلندر بخش متوطن سرہند (جو حضرت بدگامین کی اولاد میں سے تھا)
اور بالخصوص مرزا غلام بیگ ابن مرزا عابدی کو صراحتاً بیگ خان نے اس
خیال کے پیش نظر کہ پہلے کے عناصر نے عربی اور فارسی میں قیصر پر لکھی ہیں
اب ان سے "ہندی" میں قیصر لکھنے کی فرمائش کی۔ آغا زقیر کے بارے میں
لکھا ہے۔ "پس شروع کر دوں کہ وہ درجہ کتاب فی شہر ذی قعدہ ۱۲۴۰
۱۲۴۰۔ اربعین و ماہی بعد الاف میں الجہت المہارک" درجہ نواب
مستطاب سکندر خاں و فرید و ان حضرت نواب سکندر جاہ بہادر اوام اللہ
لکھ و مع السلیس بطول بقائے و حقا اللہ الخافقہ الحق من الافات
و ابدیات و اقصیٰ قبل اللہ العلیب علیہ تو کھت و ایر این نام
تہام این قیصر راہ قیصر تزیل و اللہ الموفق بالانعام"۔

مذہب بالا جہات سے بھی یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ سید بابا
قادیانی نے نواب سکندر جاہ نصف جاہ ثالث کے عہد میں ۱۲۴۰
ہجری سے قیصر کا کام شروع کیا اور قیصر کا نام "قیصر تزیل" رکھا۔
زیر فکر تھے میں کا جب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ ترقی میں صرف یہ جہات

ہے یہ لکھا "ایں" ہو گا۔ کن بہت کی غلط ہے۔ "میں الجہت المہارک" ہونا چاہیے۔

”قیرپا نژاد جو جاوید بزم شہر مزارقبر
سہ ۱۲۵۴ ہجری تمام رسید۔“

ترقیے میں مدد دینا سہ جفت میں قیر تزیل کے اصل سنے کی کتابت
کایا تکمیل قیر کا سہ نہیں ہے بلکہ یہ اصل سنے سے زیر نگر غلطے کی نقل
کا سہ ہے۔

”قیر تزیل“ کا بابا تاریخی نام ہے اور اس سے تکمیل قیر کا
سہ ۱۲۴۷ برآمد ہوتا ہے۔ چنانچہ دیباچے کے آخری فقرے ”نام تمام
اس قیر دا بہ قیر تزیل دا اللہ الموفق بالانعام“ کے کماذی ماحیثے پر
مکرم ”قیر تزیل“ سرخی میں لکھا ہے اور اس کے اوپر ۱۲۴۷ کا جہد
دونا ہے۔ ترقیے کی دس ہجرت کے چنے خواب حیات جگ بہاد کی یک
مستعمل ہر ”حیات جگ سہ ۱۲۴۲ ہجری“ ثبت ہے۔ غلطے کے پہلے
ورن کے دایچ ماحیثے پر بھی لکھا ہے۔ ”ذکر دور نے لکھا ہے کہ :
”یہ نسخہ خواب صاحب موصوف ہی کا طبع ہے۔“

ادارہ ادبیات اردو کے قیر تزیل کے دوسرے غلطے (۸۵۲)
میں صرف ابتدائی دو جو واسطہ اور سبوت کی قیر دونا ہے۔ اس کی جہد
پہلے سنے (۵۲۹) کی طرا ہے اور زیر نگر غلطے (۸۵۲) کے دیباچے
میں مفر کا پر نام کتاب ہے۔

”ابا بد یقول القیر بل ابعادت سید محمد
در ویش بابا ابا ابا در ویش ابا ابا در ویش...“

سے تذکرہ غلطیات جلد سوم ادارہ ادبیات اردو۔

اس میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ اختتام دوسرے جود کی آفری آیت
 کے ترجمے پر یہ ہے اور اس کے بعد تیسرے جود کا حرف نام لکھا ہے۔
 "ہمارے حکم سے جبریل اور جبریل سے پڑتے
 ہیں باقی سات راستی کے یعنی جبریل اور جبریل
 پر لکھا ہے۔ ایک اور تحقیق ہم اسے بعد
 علی اٹھ علیہ وسلم لمن المرسلین ابنہ رسولوں
 میں سے ہو۔ تک الرسل"

کتاب فائدہ آمیزہ میں تیسرے جود کی حرف، جود چارم اور جود پنجم
 ہیں۔ جود چارم قرآن مجید کے دسویں جود کی آفری آیتوں کے معنی وغیرہ
 سے شروع ہوتا ہے :

"دو تے ہوئی چلی گئے۔ ابن عمر اور حضرت
 عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور
 لوگوں کی توجہ اور سواریاں دے کر اپنے
 ساتھ لے گئے ہیں خدا کے تعالیٰ فرماتا ہے
 کہ اگر اس قوم سے لڑائی میں نہ آویں اور
 کچھ نہ لکھیں۔ ان اسبیل میں ہی کچھ لکھ
 علی الدین اور اولیٰ لوگوں جو بے سامانے
 کے سبب سے یستاد فرنگ حکم طلب کریں
 تمہارے گھر میں رہتے کا وہم اختیار اور

وہ لوگ کہ تو نگر ہیں اور قوسٹ اور سواری اونچی
 ساتھ چار ہے رخنہ بان یکو نوارا مٹی ہری ساتھ
 اس باغی کہ رہیں مع الخواص ساتھ گھر میں
 رہنے والی مٹی مٹی ساتھ طور قچی اور چوکی و
 طبع اٹھ اور ہر کیا خدائے تالے گراہی کے
 علی تلو بزم اوپر دونوں اونچی ختم مایہمون
 پس وہ لوگ نہیں جانتے ہیں اپنے طاقت
 کے تین کہ اس نامہ مانے کے بب سے سخت
 مذاب روزانہ کے ہر مٹی۔

یہ بعد اکوین پارہ کی پہلی آیت "اتل ما ادنیٰ ایک من الکتاب
 و اتل الصلوات ان الصلوات تنقی عن الفتن و الذلک" کی تفسیر کے سلسلے
 پر ختم ہوتی ہے :-

مروایت ہے کہ انصار میں سے ایک جوان
 تھا کہ ہمیشہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت
 کے نماز پڑھتا تھا اور کوئی قسم کا نامش
 نہیں چھوڑتا تھا جو وقت لوگوں نے یہ کیفیت
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رد و عرض کے۔

اس تفسیر کا سلسلہ جلد بیستم میں آغاز کی جہالت کی حیثیت سے جاری
 دکھایا گیا ہے :-

"تو حضرت نے فرمائی کہ قریب ہے کہ وہ
 نماز اس شخص کثیر نامش سے باز

دیکھیں گے حضورؐ کے زمانے کے بعد وہ شخص

فاحش سے توبہ کیا اور دہاؤ محابہ میں ہوا۔۔۔۔۔

بدیع بن خرمین قرآن مجید کے تحت آفری تفسیر ہے جو سورہ ناس پر مضمون
ہو قاسم ہے۔ اختتام کی جہالت وہی ہے جو سلاسل جنگ کے کتب خانے کی
تفسیر تنزیل (۱۶) کی ہے۔ لیکن اس میں ترقی کی آفری جہالت "کاتب
الحروف" کے مسطورہ حضرت ڈانہ دستریجوہ "نہیں ہے اس لئے ذرا فکر
ظلمے کے کاتب کا نام سلوم دیا سکا ابنت بدیع چارم کے مسطورہ
پر فاحش خطا جملہ بھی کتاب کے نام کے علاوہ مفرد مساویں کے بھی نام
عبد ذیل ترتیب میں درج ہیں۔

تفسیر تنزیل

مصنف

سید بابا صاحب قادری

مساویں

(۱) حاجی پیراں محمد علی صاحب (۱۶) محمد بدیع الغفور صاحب

(۱۷) محمد مسافر صاحب خوشنویس محمد داود علی صاحب خوشنویس

تاریخ ابتدا و انتہا سنہ ۱۲۴۰ ہجری

تاریخ تکمیل ۱۲۵۵ ذی قعدہ سنہ ۱۲۴۰ ہجری

مگر یہ مندرجہ بالا ترتیب اور اس کی کتابت عاید دور کی سلوم ہوئی
ہے جو برقت بدیع بن خرمین میں مائی گئی ہو گئی۔

سید بابا قادری کی تفسیر تنزیل کا نام "فوائد باہرہ" بھی ہے۔ اس

نام کی تفسیر کتب خانہ آمید میں موجود ہے۔ یہ تین جلدوں پر مشتمل

ہے۔ پہلی جلد میں دیباچے کے بعد سورہ خاکہ اور اس کے بعد سورہ بقرہ سے بارہویں جلد کے تقریباً دو دو کو تک ترجمہ و تفسیر ہے۔ دوسری جلد کا آغاز پہلی جلد کے خاتمے کی قرآنی آیت کے سلسلے سے ہوا ہے اور اختتام انھارویں جلد کی سورہ نور کی چند آیات پر ہوا ہے۔ ان آیاتوں کا سلسلہ تفسیری جلد میں جاری رکھا گیا ہے اور سورہ ناس پر ختم ہوا ہے۔ اس فرائد ابدیہ تکمل تفسیر ہے۔ لیکن مولوی عبدالحی نے اپنے تفسیر میں اس کو معرفت ناقص الاقراب یا ہے بلکہ اس کا تذکرہ سید بابا قادری کی ایک ملاحظہ ہی تفسیر کی حیثیت سے کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

”ایک صاحب سید بابا قادری متوطن حیدرآباد
 دکن نے بھی ایک تفسیر لکھی ہے جس کا نام
 ”فرائد ابدیہ“ ہے۔ اصل میں یہ قرآن شریف
 کا ترجمہ ہے تفسیر برائے نام ہے کہیں ایک آدھ

نے تفسیر فرائد ابدیہ جلد اول و ثلث اول (۱۳۹) سائز (۵/۹) صفحات (۱۳۳)
 سطر فی صفحہ ۱۵۱۱ خلاصہ و تشیلین۔

تفسیر فرائد ابدیہ جلد دوم و ثلث دوم (۱۴۰) سائز (۵/۹) صفحات (۱۰۱۳)
 سطر فی صفحہ ۱۵۱۱ خلاصہ و تشیلین۔

تفسیر فرائد ابدیہ جلد سوم و ثلث آخر (۱۴۱) سائز (۵/۹) صفحات (۱۲۰)
 سطر فی صفحہ ۱۵۱۱ خلاصہ و تشیلین۔

لفظ ”برائی اور دوسری قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیر یا“ صفحہ ۱۴۱ قدیم اردو۔

جلد یا الفا بطور قیصر کے آجاتا ہے۔ خود مرقی
نے بھی اسے تربتے ہی سے موسوم کیا ہے
جیسا کہ آئندہ سطور سے معلوم ہو گا۔ یہ بھی شاہ
جد القادری کی طرف اپنی زبان کو چڑی سے
بغیر کرتے ہیں۔ سنہ تصنیف ۱۲۲۰ ہجری کی
ہے اس کا ایک مکتب خانہ آصفیہ مرکار
عالی میں موجود ہے۔ آفری حصہ نہیں ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ قیصر تزیل اور فائدہ بدیہہ ایک ہی قیصر کے
دو نام ہیں۔ مولوی صاحب کو تاریخ ہے جس کی پہلی وجہ بظاہر یہ
معلوم ہوتی ہے کہ قیصر تزیل کا سنہ مولوی صاحب کے معنوی میں قلعہ
دہلی ہے۔ سہوکت بت سے بجائے سنہ ۱۲۲۰ کے سنہ ۱۲۴۰ ہجری
تک دیا گیا ہے۔ جس کے حلق سے پچھلے صفحات میں وضاحت کر دی گئی
ہے۔ اور یہی سنہ فائدہ بدیہہ کی قیصر کا بھی ہے۔ اور دونوں کا مضر
سید بابا قادری ہی ہے۔ تاریخ کی دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ
قیصر تزیل کا سنہ جس کا مولوی صاحب نے تذکرہ کیا ہے ناقص الاول
ہو گا اس لئے کہ فائدہ بدیہہ کے آغاز کے سلسلے میں تو مولوی صاحب
نے دیباچہ کی عبارت میں تین مضر کے نام، سبب قیصر اور سنہ
قیصر کی مراد موجود ہے، معنوی میں تنک کی ہے لیکن قیصر تزیل کے
آغاز کے حلق سے دیباچہ یا حمید کی قسم سے کوئی بھی عبارت مکرر
نہیں کی۔ مولوی صاحب کی تنک کی ہوتی فائدہ بدیہہ کے دیباچہ کی عبارت
تزیل میں درج ہے اور یہی دیباچہ مکتب خانہ آصفیہ کے نسخہ فائدہ بدیہہ

جی بھی ہے۔

”ابا بد نیتول انیز الخیر با بغاوت سید
 بابا القادری الیدر آبادی بن سیدی و
 مرشدی و علامہ الصغر الجراح جی ظوم الظاهر
 و ابا طیب و صاحب التصانیف فی القتل و
 القتل و القتل سیدی و فی یوسف القادری
 بن سید شاہ محمد اسکنم اللہ الخیر بہ بنانہ
 انی قد اخذتک الخیر من انی الخیر منی حضرت
 شاہ عہد اللہ القادری المتعارف بہ قطبی صاحب
 نقض اللہ بہ دعوہ الخیر شہر اکبر روزے چند
 بدریس و دوقہ اشتغال داشت کہ بسنے
 از دوستان صبی سید علی شاہ و سید قلندر
 بخش متوطن سرہند از اولاد حضرت ہندگی
 امینل دس سرہند خدوہ مرزا محمد بیگ بن مرزا

۱۔ کتب خداداد صید کے لئے (۱۳۶) جی ”بہرہ منہ بناد“ ہے۔ اصل میں بحریر جہدہ
 برنا چاہیے کتاب کی نقل ہوگی۔

۲۔ ”خلاف“ ہونا چاہیے کتابت کی نقل ہوگی۔

۳۔ ”من انی الخیر“ ہونا چاہیے۔

۴۔ کتب خداداد صید کے لئے (۱۳۶) جی ”حضرت سید شاہ عہد اللہ الخیر“ ہے۔

۵۔ کتب خداداد صید کے لئے (۱۳۶) جی ”ابا بد نیتول“ ہے۔

مابقی بیگ خاں و میاں محمد علی باغی کہ
 شدی (۹۱) طوائف پیشین علی قدایم
 تقابیر عربی و فارسی تالیف فرمودہ انھوں
 انا کہ ہم بایان منسوب انصوری از دریا
 آبی قاصر باید کہ تفسیر بہنوائی ترجمہ کلام یہ
 بزبان ہندی در تحریر آید کہ فائدہ و غیرہ
 قصص مرتب الاحوال گردد۔ لہذا نظر و قدر
 اشتہار ایٹان نمودہ خواست کہ آپ
 در فہم قاص آید بزبان ہندی ترجمہ
 کلام ربانی و بعضے کلام سنان نزدلی
 مفید بہ قلم آوردیم لہذا مستعدی از ناظران
 عالی فطرت آنست کہ ہر جا کہ خطاد ہو

سے کتب خداد امینہ کے تحت (۱۳۵۱) میں طاعت استقام نہیں ہے۔ "ہفت خندہ کو ملائے
 پیشین علی قدیم" ہوگا۔ کتاب کی نقل ہوگی۔

سے کتب خداد امینہ کے تحت (۱۳۵۱) میں "کریم بایان" لکھ ہے۔ "اناکرم بایان" ہوگا
 کتابت کی نقل ہے۔

سے کتب خداد امینہ کے تحت (۱۳۵۱) میں "نور و نور" لکھ ہے۔ "نور و نور اشتیاق"
 ہوگا۔ کتابت کی نقل ہے۔

سے کتب خداد امینہ کے تحت (۱۳۵۱) میں "بعض کلام مٹ لکھنؤ ول میں ہم" لکھ ہے۔
 "مٹ لکھنؤ ول میں کلام" خاص تھا۔ سے کتب خداد امینہ کے تحت (۱۳۵۱) میں
 "رہا" لکھ ہے۔ کتابت کی نقل ہے۔

واقع شود قلم اصلاً بران جاری دارند و از
طعن صاف فرمائید۔ پس شروع کردم این کتاب
فی مشہرہ بیعتہ سنہ ۱۲۴۱ھ اربعین و ما بین
بعد االاف من الجمرۃ المبارکۃ۔ درجہ جواب
مستجاب سکندر نژاد فریدون صحر نواب سکندر
جادرہادر ارام اللہ کھڑک مسیح المسیح بطول
بقائہ و نام نہادم تفسیر را فائدہ

محمد ابراہیم ۔

”تفسیر تزیلی کا دیباچہ بھی یہی ہے۔ اور اس سے یہی معلومات حاصل
ہوتی ہیں۔ اتنا جس ارادہ ادبیات اردو کے خطوط ”تفسیر تزیلی“ کے سلسلے
میں اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ دونوں دیباچوں کی جارت میں فرق صرف
نام کا ہے۔ ایک میں ”نام نہادم تفسیر“ کے بعد ”تفسیر تزیلی“ ہے تو

اس کتاب فائدہ آمیز کے خطوط (۱۲۴۹) درج کتاب فی مشہرہ بیعتہ . . . بعد االاف
من الجمرۃ المبارکۃ۔ ”کھا ہے کتابت کی نقل ہے۔ اس کتاب فی مشہرہ بیعتہ
۔ . . . بعد االاف من الجمرۃ المبارکۃ“ ہونا چاہیے۔

اسے مولوی جلالی نے چنگے حاشیے میں لکھا ہے کہ ”کتاب نے اس کتاب میں نقل سے سنہ
۱۲۴۲ھ لکھا ہے۔

اس کتاب فائدہ آمیز کے خطوط (۱۲۴۹) میں اس بگڑے جارت ہے۔ ”مکملہ لائیکس
الحقیقی من الائنات و البیانات و مقتضات العمل الخیر“ لایکس و البیانات
اصل میں ”مکملہ“ لائنات و البیانات و مقتضات العمل الخیر لایکس و البیانات

دوسرے میں "فائدہ بدیدہ"۔ اس کے علاوہ فائدہ بدیدہ کے دیباچے میں
 فرمائش کنندگان کے ناموں میں ایک نام مرزا غلامیگ بھی مرزا غلامیگ
 خاں لکھا ہے فقیر تزیلی میں اس نام کو "مرزا غلامیگ خاں" بھی مرزا
 غلامی غلامیگ خاں " لکھا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بعض الفاظ کی
 کتابت کی غلطیوں اور فقیر کے ناموں کے اختلاف سے قطع نظر دونوں
 ناموں کی فقیروں کا دیا ہوا ایک ہی ہے۔ نیز فائدہ بدیدہ کو فقیر تزیلی
 ہی سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ فائدہ بدیدہ کے دیباچے میں تو "نام
 ہمام فقیر فائدہ بدیدہ" لکھا ہے لیکن اس کے ترتیب میں اس کو
 فقیر تزیلی سے موسوم کیا ہے۔

"مصنف فقیر تزیلی سید بابا قادری کاتب المودن
 فقیر حیرت افصحا عباد اللہ العزیز ابھاری محمد
 رجب ولد محمد احمد ولد محمد فی الدین ابھی بیامرزا
 ایما ہر سہ را " مصنف و قاری نویندہ را
 بروز سر مشینہ در ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۸۱
 بوقت سنہ ہر باقام رسیدہ "

مولوی عبدالحق کے لکھنؤ میں فقیر تزیلی کے ناضق ادلی ہونے اور
 فائدہ بدیدہ کے ناضق الافر ہونے کی وجہ سے مولوی صاحب کو دونوں
 کے دیباچے "فاضلے اور ترتیبے کا مقابلہ کرنے کا موقع دہی لگا ہوگا۔

۱۔ قلمی فقیر فائدہ بدیدہ (۱۱۱) جلد سوم کتب غلامیغیر۔
 ۲۔ "افصح عبارات العزیز ابھاری" جو ناچاہیے کتابت کا غلط ہے۔

اور وہ دونوں کو غلہ غلہ بکیر قرار دینے پر مجبور ہو گئے۔ یہ قیاس اس
 و بر سے ہو چاہے کہ مولوی صاحب نے فوائد بدیہہ سے صرف دیباچے کی
 جہارت نقل کی ہے۔ اور بکیر تزیل سے غالتے اور تزیلے کی جہارت لی
 ہے۔ بصورت یہ کہ ہر ایک سے دیباچے اور غالتے و تزیلے کی جہارت
 پیش کی جاتی۔ نیز یہ بکیر تزیل کے تاقص الاول ہونے کی دلیل ہے کہ اس
 کے بحالت موجودہ پہلے معترضہ جو بھی جہارت تاقی غلہ کے لئے نقل کر دی گئی
 اور یہ جہارت سورہ انعام کے پہلے آیتوں کا ترجمہ
 ہے۔ فتحتنا علیہم ابواب کل شئی حتیٰ نوحوا بہا
 اولوا .. اربعہ۔ نقل کے لازمی آیت کے ابتدائی کلمات "فتحا
 فنوا ما لکموا بہ" اور اس کا ترجمہ درج نہیں ہے۔ یہ اس لئے
 کے تاقص الاول ہونے کا ثبوت ہے ورنہ مولوی صاحب آیت کو نامکمل
 صورت میں نقل کر اس کا ادھر اور ترجمہ نقل کرنا گوارہ کرتے۔
 مولوی بکیر الدین ہاشمی نے بھی اپنے معترضہ میں بکیر تزیل اور
 فوائد بدیہہ کو ایک ہی بکیر کے دو نام بتائے ہیں۔ اس سلسلے میں یکسانیت
 جہارت کے ثبوت میں آیات "قل اقلع المؤمنون الذین ہم
 فی صلواتہم خاشعون" "یا ایہا المزمیل تمنا للیل"
 اور "قل اعلو بوب الفلق" کا ترجمہ و بکیر بھی دونوں بکیروں سے
 نقل کیا ہے۔ لیکن ہاشمی صاحب نے اس پر غور نہیں کیا کہ یہ دونوں

سے "کتب خاندانہ" (میدر آباد کن) میں اردو قرآنی طریق کے ذریعے اور بکیر ہیں۔

رسالہ اردو باہرہ جلدی سہ ۱۹۵۴ء۔

ایک ہی قیصر ہونے کے باوجود دونوں کے خاتمے کی جہاتوں میں کمی بیشی کہیں پائی جاتی ہے۔ دہلی میں دونوں کی جہات پیشینگی جاتی ہے۔

قیصر تریل لے قیصر خاندان بدیسہ (مملکت جلد سوم)
کتب خاندان بدیسہ

خدا کے بتائی انسان میں ظاہر کے	انسان میں خدا کا بتائی ظاہر کے
پاپا ہوا اسی دیا۔ باہرہ ساسر	ہوا اسی پاپا دیا۔ باہرہ ساسر
خوار زانک کاسر اور باطن	خوار زانک کاسر اور باطن
کے بھی پاپا ہوا اسی دیا	کے ہوا اسی بھی پاپا دیا اور دین
بھی پاپا فرمیں پر تمام ہوا اول	پاپا فرمیں پر تمام ہوا اول
کلر توجہ اور خاز اور روزہ اور	کلر توجہ اور خاز اور روزہ اور
راج اور زکات اور خدا کے بتائی	راج اور زکات اور خدا کے بتائی
خدا ان بھی پاپا فرمیں کیا۔	خدا ان بھی پاپا فرمیں کیا۔
نہر عمر مزب عشا۔	عمر مزب عشا۔ خدا کے بتائی
اس کے بعد کی جہات۔۔۔۔	جہاں اس سورت کے تین

نے قیصر تریل (۱) کتب خاندان بدیسہ (۲) قیصر تریل (۳) کتب خاندان بدیسہ

تے "کتب" "اس" "ہوا پاپا" کتابت کی گئی ہے۔

تے یہ "کتب" "نہر" "ہوا پاپا" کتابت کی گئی ہے۔

کی جہاں "کتب" "بھی" "ہوا پاپا" کتابت کی گئی ہوگی۔

یہ مودعہ صاب کے سورت میں خاندان بدیسہ کی جہات کی نقل یہاں سے لی ہے۔

یہ مودعہ صاب نے مودعہ اس کا نام "اس" میں اپنی طرف سے دیا ہے۔

میر تقی قرآن بس • ملک قیصر سے
 میں نہیں ہے (

پاپا ناس پر تمام کیا اکی طرح اس
 قیصر عزیز کی بھی پاپا غصوں پر
 تمام کیا • اول یہ قیصر کیلئے صنف
 سید بابا قادری دوم عابی یاں
 محمد علی سیوم محمد جواد الغفور غاں یہ
 دونوں شخص اس امر میں نہایت
 کوشش رکھی تھی پہلے چارم محمد سائغر
 جو ان صانع اور لایق فاضل مزلان
 اور خوشنویس اور محمد محمد علی
 کہ یہ دو شخص تصنیف کے اگلے والی
 تھی کہ خدائے تعالیٰ ان دو شخصوں
 کے لکھنے سے قیصر تمام کر دیا •
 خدائے تعالیٰ قرآن شریف کے
 یسین حرف بے سے شروع کیا اور

۱۔ مولوی صاحب نے پائے • قیصر کے • قیصر لکھا ہے • خطا قیصر کی بجائے تمام ہو چکا ہے
 ۲۔ قیصر عزیز (۱) اکبر خاں صاحب نے لکھا ہے • اور مولوی صاحب کے پاس
 • لکھتے تھے • ہے •

۳۔ قیصر عزیز (۱) اکبر خاں صاحب نے لکھا ہے • اور مولوی صاحب کے پاس محمد سائغر محمد علی اور محمد جواد
 لکھی فاضل مزلان اور خوشنویس لکھا ہے • اور مولوی صاحب کے پاس محمد سائغر محمد علی اور محمد جواد
 پاپا جاس • کے مولوی صاحب کے پاس کے لکھے ہیں یہ نام • محمد جواد جاس • ہے •

ختم قرآن کا وقت سب پر ہوا۔
 ان دو فرقوں کیسے مرکب کر دو
 بس کا حاصل ہوتا ہے یعنی ان
 دو فرقوں کی بیچ میں جو تمام قرآن نہیں
 ہے بس کرنا ہے بقیہ قرآن
 اول و آخر قرآن پر ہوا آدھ دین
 یعنی اندر وہ دین و سر تو قرآن کا بس

اور تفسیر بھی تفسیر کے پانچ سال
 میں تمام ہوئی کس واسطے کرپش
 پانچ سال میں شروع ہوئی آفرین
 پانچ سال میں تمام ہوئی۔ دوسرے
 کا طے نادر ہوئی۔

تفسیر تخریج کا یہاں بہت دیر غم شہر
 ذی قعدہ سن ۱۰۸۰ ہجری کو مکہ و مدینہ
 حضرت تخریجی سید بابا خانہ گوردی
 کا جب المردنی تفسیر حیرت افشاں

۱۔ تفسیر تخریجی (۱) کتب خانہ آمینہ اور مولوی صاحب کے پاس یہ کتاب دیکھی ہے اور
 یہ کتاب ہے۔ کتابت کا خطی ہوگا۔

۲۔ تفسیر تخریجی (۲) کتب خانہ آمینہ اور مولوی صاحب کے پاس "نامہ تفسیر تخریجی" کتاب ہے۔
 ۳۔ مولوی صاحب نے کتب خانہ ہزار یک صدہ چل و پختہ ہجری ۱۰۸۰ ہجری کی ہے۔ اسے
 کے خط سے پہلے اس کتاب میں تفسیر پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد کی عبارت "اور مولوی صاحب
 مولوی صاحب نامہ ایک دور ... الخ" ان کا نام "مولوی صاحب کے پاس نہیں ہے
 اور مولوی صاحب کے تفسیر مقام و مدینہ و خاندان ہوئی۔

وہنت در جہد تا مر الحاق والہین
 خراب تا مر الدولہ چہ اور ادا ام اللہ
 اللہ العزیز ابہاری تہ رجب اولہ
 محمد احمد ولد محمد علی الدین اہل حق یا مرز
 حکم و اجارہ و محکمہ اللہ المافک
 امین ہر سہ روزہ معظف و تقاری
 فرید و راہ روز سہ شنبہ در ماہ
 رجب المرجب سنہ ۱۲۵۱ ہجرت

سہ پیر ہاشم دسیہ

اس قسم کے حذوف و اضافہ کو بالقرض کاتب کی غلطیوں پر غور کر بھی
 کیا جائے تو ان کلمات کے بارے میں کیا کہا جائے گا جہاں فقیر تزیلی اور
 فوائد جیدہ میں ایک ہی حق کے قبیحے و فقیر میں بیت بڑا فرق پایا جاتا ہے
 اور فرق بھی اتنا ہی پایا کہ دونوں کے معنی الگ الگ معلوم ہونے لگتے ہیں
 پچھلے اور اسی میں مذکور ہو چکا ہے کہ مولیٰ صاحب نے فقیر تزیلی سے سورا
 انعام کے پانچویں رکوع کی مدد یا فی آیتوں کا ترجمہ نقل کیا ہے اور وہ بھی
 آیت کے ابتدائی کلمات اور ان کا ترجمہ چھوڑ کر کیا ہے لیکن یہاں فوائد
 جیدہ سے آیت کے ابتدائی کلمات کے ساتھ ان کا پورا ترجمہ نقل کیا
 جاتا ہے۔

۱۔ اس کے بعد کی عبارت فقیر تزیلی (۱۶) کتب خانہ سلاہنگ میں یہ ہے۔
 "کتاب الحروف الحسد" (عزراٹہ ذوق و دستریوہ)۔ یہ حدیث
 مولانا صاحب کے پاس بھی نہیں ہے۔

فلنصوا پس جس وقت کہ فراموش
 کئی بھڑپنے والے یاد کر دایہ
 اوس خبر کیتن کہ نصحت کئے کجی تھی۔
 سات اس خبر کے نختے اور عزت
 سی تھا عظیم کہ وہی ہم اور پر اولی کی
 ابواب کل کٹی اور وادی تمام چربنگی
 یعنی نعت اور راحت کے جس وقت
 کہ بلا اور وقت سی نصحت نہیں پکڑی
 تو اس نے اور کنیش رزق سے
 استغاثی کئے۔

(نعتا عظیم ابواب کل شے)
 کول دیا ہم نے انا کے اوپر
 درد و اذہ ہر شے کا جو ان کو چاہا
 سہلا۔

دعای او فرجوا بما او تو اب میں
 کہ وہ خوش ہو دے اوس پر جز
 سین کہ دی گئی۔

۱ اخذنا ہم جنتے اپکو دے ہم
 نے اولی کو یکایک۔ (۱) اخذنا ہم
 بلسون پس یکایک و پختی

تھی اذ او فرجوا اما و تیک خوش ہوئی
 بما او تو اسات اوس پر جز کے جو
 دی گئے تھی منوں اور دل اوس
 ہی بانہی اور خدا کے منوں کا شکر
 نہیں کئے اخذنا ہم بلسون پکڑی ہم
 اونکتیں یکایک اخذنا ہم بلسون
 پس اوس وقت مذاب ظاہر ہونے

کے پیشانی اور نا امید ہو رہی تھی۔

فَتَقَطَعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِي تَعْلَمُوا أَنَّهُمْ

اوں قوم کا جو سنا کرتی تھی یہی ہم

اپنی دوستوں کو خدایہ دشمنوں پر

اور اپنی دشمنوں کو جاگ کئے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اور تمام قریبوں ثابت ہیں۔ وہی

خدا کے شافی سے ایسا پر درمگر

کو پرورش کرنے والا تمام عالم

کا ہے۔ یہی بڑی نعمت ہے کہ

دوستوں کو دشمنوں کی ہاتھ سے

بھات دیا۔ قل ارايتكم کہوئے

خدا معلوم کیا دیکھو گے تم ان اقدار

اگر پکری خدا کے شافی مسک

سنو ان کیس تمہارے ساتھ ہو

و ابصارکم اور بصارت کیں

تمہاری تاکہ اندھی ہو و غم علی کلوبکم

اور ہر کری اوپر دل تمہاری تاکہ

اور نا امید ہو دے۔

اَفَتَقَطَعَ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِي تَعْلَمُوا أَنَّهُمْ

کاں گی آخر اوس جماعت کا جنوں

نے ظلم کیا تھا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اور خدا کو ہے جو پروردگار

عالم کا ہے۔

اَقْل ارايتكم ان اخذ الله

مسک و ابصارکم و غم علی کلوبکم من

ار جزاء یا تکم یہ کہو کہ دیکھتے

ہو تم کہ اگر یوں خدا تمہارے

میں کو یہی میرہ کرے اور یوں

جہاری آٹھوں کوں کہ اندھا

کرے اور ہسرا کرے اوپر

۱۔ "الذین" جو نا پائیدہ۔ کتابت کی غلطی ہے۔

۲۔ "یہاں کا بھی" خدا کی قوم کا۔ "خبر" کتابت کی غلطی سے "یہاں کا بھی" بھرت گیا ہوگا۔

۳۔ "میں" مروجی صاحب نے پڑنے کا طریقہ میں لکھا ہے۔ "کہا" کا تہا کی غلطی ہے۔ "ہر" کے "ہو" کا پہلی

تہارے دلوں کے کبے شور کے
تو کوئی سا خدا ہے بیزار اوس کے
کہ وہ دوسے تم کوئی یہ جویا ہے۔

الفر کیف لغرف الايات

دیکھو ہم گر کہاں پھرتے ہیں ہم آیتوں
کوں اولائے بکھارنے کے واسطے۔

ہم اور ہوش دل میں تہاری
زہے تو میں از بزار کوئی خدا
ہے سوا خدا اے قتالی کے یا حکم
ہر کہ لادیں تہاری تھا یہ چیزوں
یعنی سماعت اور بھارت انکو دیکھو
تم اے محمد صلیم کیف لغرف الايات
کیونکہ پھرتے ہیں ہم آیتوں کیس
یسے کئی ایساں تزیف کے نازل
کرتے اور کئی نصحت اور تنبیہ کے
نازل کرتے ہیں

اثم ہم بعد ذل ایچھے نہیں مانتے
ہیں اور میں پھرتے ہیں۔

قل ادایکون ان انا کون عذاب
الشد بفتہ او جھوٹا کہو کہ
کیا دیکھتے ہو تم گر آدے تہارے
پاس عذاب خدا کا یکا یک یا ظاہر
ہوئے اوس کی علامت

(اہل یسک ص ۱۱۱، ص ۱۱۲، ص ۱۱۳)

اثم ہم بعد ذل پس کفار منہ
پھرتے ہیں ایسے
قل ادایکون کہو اے محمد صلیم یا
دیکھتی ہو تم ای کفار کہ ان اثم عذاب
الشد اگر ادا تہاری ہیں اور عذاب
خدا اے کفار کا بفتہ یا یکا یک یسے
راٹھو او جھوٹا یا اٹھارہ دھوٹو ہیں
یسک نہ چاک ہوئی اوس عذاب

۱۔ "الایات" ہونا چاہیے۔ یہ بات کی غلطی ہے۔

۲۔ "اہل یسک" کے بعد "ال" کتابت چاہیے۔

سے انا القوم انما لہون مگر قوم شکار
 یعنی مڑکھیں۔ ومانو مسل العوسلین
 اور میں بھی بہر خبر و نکتہ

انا بشریٰ مگر خوشخبری دینی ہماری
 ہیں وہ خبر اہل ایمان نکتہ پشت
 کے وہ مندرجہ اور دُرانے و اے
 ہیں کا فرو نکتہ و درغ سے۔

قیاس تو یہی ہوتا ہے کہ مضر نے اپنی فقیر کا نام پہلے پہل "فقیر تزیل ہی
 رکھا۔ دیا پہلے میں انا دوستوں کے نام لکھے ہیں جن کی ذمہ نشین کی جا پر مضر نے
 فقیر لکھنے کا ارادہ کیا۔ اور غارت کتاب میں سادہ نہیں کار کے نام بتائے گئے۔
 ان سادہ میں کا تب کا بھی نام آگیا ہے۔ فقیر تزیل کی تکمیل کے بعد ایسا
 معلوم ہوتا ہے کہ مضر مطلق ہو کر مٹ نہیں گیا۔ درس و تدریس کے سلسلے میں
 فقیر تزیل میں بعض مقامات ترمیم طلب آئے ہونگے۔ بوقت درس قرآن مجید
 کی جن آیتوں کی جس انداز میں ترمیم و تشریح ہوئی اس کو فقیر میں داخل
 کر دیا۔ اس طرح بد میں اس ترمیم شدہ یا افادہ شدہ فقیر تزیل کا نام
 قرآن بد یہ رکھ دیا اور دیا پہلے کو اپنی حالت پر رکھ کر حرف آخر میں "نام
 خدام فقیر دا" کے بعد لکھا ہے "فقیر تزیل" کے "قرآن بد یہ" لکھ دیا گیا۔
 قابل اسی لئے قرآن بد یہ کے قاتل کی جاوت سے فقیر تزیل کے سادہ میں
 کار کے نام خارج کر دئے گئے۔

زیر فکر فقیر کے مضر سید بابا کا دوری حیدر آباد کے ایک فاضل

طریقت کے چشمہ پر آنا تھے۔ ان کے والد سیہ شاہ یوسف ابن سید شاہ
 محمد بدایہ قادری نظام علی خاں آصف جاہ خانی کے جد ہیں ایک ذی اثر
 بزرگ گزرے ہیں۔ مرشد زادہ خانی جاہ کی جلالت ہیں ان کا بھی ہاتھ
 معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ غلام حسین مصنف گلزار آمینہ نے ان کے بارے
 میں لکھا ہے۔

”مقبورہ ایشان پیر و بی کمرنگی بودی صاحب است
 در حد حضرت خزان آب گویند در مسطرت
 خروج مرشد زادہ خانی جاہ بہادر ایشان
 ہم شریک بودند حامی معرفت چشم خود دیدہ۔
 بسیار زبان آلود و از ہم امرا و اہلکاران
 سرکار رہا تمام فی داشتند و غیرہ بقور
 ایشان عرصت یار خاں بی ادوہ و نیزہ و زنی
 اند۔“

گلزار آمینہ میں شاہ یوسف کے مقبرے کی دو نشانہ بھی کی گئی ہے وہ
 حیدر آباد میں دیر پورہ سے متصل پورے شاہ صاحب آباد علی شاہ صاحب
 کی کمرنگی کے پاس ہی قبرستان میں ہے۔ وہ سنہ ۱۲۳۰ ہجری کے قریبی زمانے
 میں فوت ہوئے۔ پہلے یہ کمرنگی حیدر آباد کی مشرقی فیصل میں پرست تھی۔
 اب فیصل باقی ہے و کمرنگی۔ اس قبرستان کو شاہ محمد یوسف بنانے جایا

نے گلزار آمینہ صلا (۳۶۸)

یہ تذکرہ مخطوطات ہند سوم ادارہ ادبیات اردو ص ۵۶۔

تھا۔ یہاں حضرت یار الہی اور جی مشہور شخصیتیں بھی دفن ہیں۔ اسی قبرستان ہی سے متصل ایک چھوٹی سی مسجد "موتی صائب" سے موسوم ہے۔ آگے چند قدم کے فاصلے پر کھیت میں ایک باؤلی بھی ہے وہ بھی "موتی صائب کی باؤلی" کے نام سے مشہور ہے۔ قیاس ہے کہ یہ "موتی صائب" شاہ یوسف کے بیٹے سید بابا قادری صنف شیر تزیل کا ہوں گے اس لئے کہ وہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ موتی بھی تھے۔ ایک زمانے میں یہ علاقہ بالکل یزک آباد تھا لیکن اب اس قبرستان کے اطراف آبادی پھیل رہی ہے۔

زیر نظر قبر کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہ غلام یوسف نامہ عرف عالم اور مرشد تھے بلکہ مستقل مشول اور نقوش کی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

"طائفتہ الصوفیاء الجامعہ میں علوم انکشاف و باطنی
و صاحب التصانیف فی العقول و المتعقل
و النقص"

لیکن وہ کسی سید بابا قادری ہمارے اسی کی تصانیف کے نام بتاتے ہیں اور وہ گلزار آمینہ بی سے کچھ پتہ چلتا ہے۔ سید شاہ غلام یوسف کے دو بیٹے تھے۔ سید شاہ جہان قادری معروف بہ جلی صاحب اور سید محمد درویش بابا قادری۔ ڈاکٹر ڈور نے محبوب الازمی اور گلزار آمینہ کے حوالے سے لکھا ہے:

سید محمد کریم خاں سے جلد سوم اور درویش بابا (۵۶)

محبوب الازمی ص ۱۶۷

گلزار آمینہ ص ۱۶۷

”قبلی صاحب اپنے والد کے علاوہ ایک اور
 بزرگ شہاد خاموشی کے بھی پیدا تھے۔ یہ
 شہاد خاموش صاحب شہاد امیر دہلوی کے
 مرید تھے اور پیشہ خاموش رہا کرتے تھے۔
 درویش خانی و غیر خانی تھے۔ ان کا مکان
 دروازہ چادر لگاٹ کے اندر واقع تھا۔ اس
 جگہ کے مورخوں نے ان کو شہاد خاموش اول
 کے لقب سے یاد کیا ہے۔“

قبلی صاحب کے نام سے حیدر آباد میں ریزیدنٹ کی کوٹھی سے متصل
 ایک محلہ قبلی گوڑہ آج تک مشہورہ معروف ہے۔ قبلی صاحب اور ان کے
 مرشد شہاد خاموش اول اور ان کے فرزندوں کے بارے میں ڈاکٹر زور
 نے تذکرہ ملحوظات جلد سوم میں معلومات بہم پہنچائی ہیں۔
 مولوی فیروز الدین ہاشمی لکھتے ہیں:-

”سید بابا قادری کے والد کا نام سید شہاد
 محمد یوسف قادری تھا۔ بابا قادری کو باپ
 ہی سے خلافت ملی تھی۔ وہ معروف ایک صوفی
 تھے بلکہ عالم بھی تھے۔ شریعت اور طریقت
 دونوں کو ساتھ لے کر پھرتے تھے۔ آصف جاہ
 ثالث سکند جاہ کی بہن میراٹا بیگم کو سید
 بابا قادری سے بڑا غلوں میں تھا وہ ان کی مستقر تھیں۔
 میراٹا کی فرمائش سے کئی کتابیں لکھیں ان میں

سے ایک مثال ایسی بھی ہے :-

بابا قادریؒ کو اپنے والد سے خلافت ملنے کے حلق سے ہاشمی صاحب
کا بیان خود سید بابا قادریؒ کے بیان سے اختلاف رکھتا ہے۔ تفسیر ترمذی کے
دیباچے سے ظاہر ہے کہ بابا قادریؒ نے فرقہ خلافت اپنے بڑے بھائی
قبلی صاحب سے حاصل کیا تھا چنانچہ لکھا ہے۔

”انی قد اخذت الخلق والخلافت من اخی

ایسی حضرت سید خواجہ عبد اللہ قادری

المقارن بہ قبلی صاحب فتح اللہ دہلوی

الکبریاں کبر۔“

سید بابا قادریؒ کی دوسری کتاب ”مثال ایسی“ کا ترجمہ ہے۔

کام سنہ ۱۲۵۶ ہجری میں طبع ہوا۔ اور سنہ ۱۲۶۶ ہجری میں

ترجمہ ہوا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ۱۲۶۶ ہجری تک زندہ رہا تھا

بابا قادریؒ کے حالات اس کتاب میں بھی ملتے ہیں۔

سید بابا قادریؒ کے ترجمے اور تفسیر کے تعلق سے حوالہ خطوط۔

”تفسیر اذاجا“ کے تحت ملاحظہ فرمائیے اور اوراق

ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ سورتہ اور سورہ غالا کے ترجمے و تفسیر یہاں نہیں

کیا گیا ہے۔ اس لئے یہاں سورہ انعام کی اوپر دی گئی آیتوں کے تفسیر ترمذی

۱۔ کتب قاد آمین میں ”اور (ملاحظہ فرمائیے) سورہ یوسف میں

یہ تفسیر ترمذی خطوط (۵۶۶) کتب قاد آمین اور

۲۔

۳۔

۴۔ فتح اور دہلی (۱۲۶۶)

اور خاتمہ بدیہیہ میں کئے گئے زنجوں پر ایک فقر ڈالی جاتی ہے جو بلا غلویت
انگ انگ معلوم ہوتے ہیں۔

”تھانوا“ کا عام طور پر ترجمہ ”پس جب وہ بھول گئے“ یا ”پھر
جب وہ بھول گئے“ ہے۔ اور یہی ترجمہ اکثر مغربیوں نے لکھ لکھ کر چلا کر
شیخ احمد مولا نا غلام حسنین نے بھی ”پھر جب وہ بھول گئے“ ہی ترجمہ کیا ہے۔
لیکن سید بابا قادری نے خاتمہ بدیہیہ میں ”پس میں وقت کو ذرا عرض
کئے جو مائے دوائے“ لکھا ہے یہ ظاہر ہے کہ ”جو مائے دوائے“ بھولنے
دوائے کے لئے استعمال ہوا ہے اور اس سے خاص ضرورت پیدا ہو گئی
”بھول جانا“ بھلا دینا اور بھولے رہنا۔ ان چیزوں کے معنی میں فرق پایا
جاتا ہے۔ کسی اہم اور ناقابل فراموش امر یا واقعہ کے ساتھ چیزوں فعل میں
آخری فعل ”بھولے رہنا“ کا استعمال جرم کی نوعیت میں اختیار کرنا
ہے۔ اور ان کا نسبت سے اس کی سزا بھی تخریص کی جاتی ہے۔ اس
کے مقابلے میں فعل ”بھول گئے“ کا استعمال امر واقعہ کی اہمیت کو گنا
ز بھی دے تو اس کے تحت ارتکاب جرم کی سزا میں یقیناً تفریق کی گئی نہیں
پیدا کر دیتا ہے۔ ”جب وہ ان فیوض کو جو انھیں کی گئی تھیں بھولے رہے“
کے منہم کو سید بابا قادری نے ”پس میں وقت کو ذرا عرض کئے جو مائے
دوائے اس طرح کی کیفیت کے لئے“ کے الفاظ کا جامہ پہنایا
ہے۔ ”بھولے رہنا“ اور ”جو مائے دوائے“ کا استعمال رعوت اور
انرا سے کہتے ہیں بھی ہوتا ہے۔ پنا پر ”حق اذا ضررھوا بما اوتوا“

میں اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ جب وہ لوگ ان یمنوں کو جو انہیں
 کی گئی تھیں بھروسے رہے تو خدا نے انہیں موات سے پہلے اٹھاتا
 ان پر دستِ پیش کے درد اذی کوئی دے اور وہ ان نعمتوں اور
 راحتوں پر بیتِ خوشی ہوئے اور اذانے لگے اور پکارتے مشکِ گزاری
 کے عطیان و عیانا میں اور بھی عرق ہونے لگے۔ اب خدا نے انہیں
 نے دفعۃً انہیں پکڑ لیا۔ ایسے موقع پر منکروں کے حیرت زدہ ہونے
 سے زیادہ موزوں لفظ "پیشمانی اور ناامید ہونا" ہے۔ سید بابا
 قادری نے اسی طرح کا ترجمہ اور تفسیر کیا ہے۔ "فاذا اھد مبسوٹاً"
 پس اس وقت غداً بظاہر ہونے کے پیشمانی اور ناامید ہوئی تھی۔
 مولانا محمود حسن نے یہ ترجمہ کیا۔ "پس اس وقت وہ لگے ناامید۔"
 اور مولانا اشرف علی تھانوی نے "حیرت زدہ" کے الفاظ سے ترجمہ کیا
 ہے۔ "ہم نے ان کو دفعۃً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ ہو گئے۔"
 گوشت میں "ابلیس" "تیر" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ لیکن کسی امر واقعہ
 کو منکر جھوٹا سمجھیں اور پھر جب اچانک خدا انہیں پکڑ لے تو وہ سخت
 ناامید ہوتے ہیں اور مسکندہ غم میں پیشمانی کا لگاؤ بھی ہوتا ہے۔ مبسوٹاً
 مصدرِ بلاس سے اسمِ فاعل کا جمع مذکر ہے۔ جس کے معنی "آپس توڑنے
 والے امید توڑنے والے" ہیں۔ ابلیس کو ابلیس بھی اسی لئے کہا گیا
 ہو گا کہ وہ دنیا میں اپنے دعوے کو پورا کر دکھانے کی وجہ قیامت
 میں پیشمانی اور ناامید ہو جائے گا۔ اور ادھر مشرکین نے جو اس کو

لے مولانا اشرف علی تھانوی۔

اور اس کی ذریت کو خدا ٹھہرایا تھا وہ قیامت میں ان کی بھی آکس
 توڑ دے۔ یا ایلیس اس وجہ سے کہا جی کہ وہ "خلافت اور مٹی" اور
 "رحمت الہی" دونوں سے نا امید ہو کر ہمیشہ کے لئے ٹیگن ہو گیا۔
 ڈیٹا نذیر احمد نے ان آیتوں کا ترجمہ یہ کیا ہے :-

"جب اس کو بھول بسر بیٹھے (تو) ہم نے
 ابھی ان کو مٹا بیٹھے میں ڈالنے کے لئے، ان
 پر ہر طرف کی (دنیادی) نعمتوں کے دروازے
 کھول دئے۔ یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو
 دی گئی تھیں جب ان کو پا کر خوش ہوئے
 یکایک ہم نے ان کو اذہاب میں (دھر دیا)
 اور اذہاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہو کر نہ گئے۔"

فوائدِ برہیدہ میں "رب العالمین" کا ترجمہ "پرورش کرنے والا تمام
 عالم کا" کیا ہے اور فقیر تنزیلی میں "پروردگار عالم کا ہے" چونکہ جو وہ
 مخلوقات کو عالم کہتے ہیں غالباً اسی لئے مترجم اس کی جگہ نہیں دیا۔ مگر
 سورہ فاتحہ میں اسی جود آیت کا ترجمہ "پرورش کرنے والا تمام عالم کا"
 کیا ہے۔ یہاں مترجم کے ہمیشہ نگر یہ بات ہو گی کہ عالم سے مراد ہر ہر
 جنس خلقِ عالم "ہی" عالم طائر "عالم انس و جن" ہیں۔ اس لئے "عالم
 عالم" ترجمہ کیا۔ اس زمانے میں اسمِ قافل بنانے کے لئے مصدر کے
 آخری الف کو "ے" سے بدل کر اس کے آگے "والا" اور "ہا" کا
 دونوں بڑھا دیتے تھے۔ چنانچہ فوائدِ برہیدہ میں "والا" اور "ہا" کا
 استعمالی "بشریہ و مندرجہ" کے قلم میں ایک ساتھ ہوا ہے۔

”خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے۔“

تیسرے تزییل میں قرآن مجید کا زیادہ تر لفظی ترجمہ ہے۔ لفظ پر غلط تفسیر ہے
 الفاظ کا بھی آسان اور عام فہم ہیں۔ فوائد بدیہ میں ترجمہ میں عربی اور
 فارسی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ علاوہ بریں تیسرے بھی شراب و بھانکے ساتھ
 لکھی گئی ہیں۔ سورہ انعام کی متعدد جہاں آیتوں کے تیسرے تزییل اور فوائد
 بدیہ میں کئے گئے ترجمے سے چند الفاظ بالفاظی پیش کئے جاتے ہیں۔
 ان سے بھی دونوں تفسیروں کی زبان کا فرق معلوم ہوگا۔

الفاظ یا جود آیت	تیسرے تزییل	فوائد بدیہ
ابرار کی شمشعی	دروازہ ہر شئی کا	دروازے تمام چیزوں کے
مقی	تب تیس	سادہ تھیکہ
الادین ظلموا	جنہوں نے ظلم کیا تھا	قوم جو ستم کار تھی
رب العالمین	پروردگار عالم کہتے	پروردگار کو پروردنی کہتے
		وہ تمام عالم کا۔
مسلم	تمہارے سننے کو	شنوائی کی تھیں تمہارے
ابصارکم	تمہاری آنکھوں کو	بصارت کی تھیں تمہاری
القوم الظلمون	قوم ظالموں کا (قوم مذکور)	قوم ستمکار
	استعمال ہوا ہے	
بشری	بشارت دینے والے عربی	خوشخبری دینے والے
		لفظ سے ہی اسم فاعل بنایا ہے
انذار ہم بنیت	پکڑنے ہم نے ان کو یکایک	پکڑی ہم اور نیکوں کو یکایک
	”نہ“ علامت فاعلی استعمال	ایضاً علامت فاعلی

ہو اسے لیکن فعل فاعل کے ساتھ ہے۔

قبر تزیلی کی زبان میں خلق فعل کو منقول ہونے کے ساتھ لکھا گیا ہے مثلاً
 "کیا ان پر پھرتے ہیں ہم آیتوں کو ان" آیتیں بھی منقول ہے۔ خلق فعل بعید
 جمع "کیا ان" استعمال کیا گیا ہے لیکن فاعل ہر ایک میں خلق فعل کی بدل چا
 گیا ہے۔ "مگر اگر پھرتے ہیں ہم آیتوں کیں"۔ بعض وقت "کیں" اور "کو"
 دونوں ایک ہی جگہ میں استعمال ہوئے ہیں۔ "اور کیسے کیں ایک دوسرے
 کو مزار پر جانے کی قدرت نہ ہوگی" اسودہ کو شہ بابا قادری کے زمانے میں بھی
 لفظ کی اصلاح بول چال کے لحاظ سے ہوتی تھی مثلاً "میں نے لکھا ہے کہ پھیلائی پھلتے
 پھیلاں۔ اونٹنی کے آگے بڑھ کے ساتھ رکھائے اونٹنی ٹھیک رکھائے
 نزدیک۔ دست بکھارے دور۔

بعض فقہاء جمع و طے کی صورت میں مستعمل تھے مثلاً آگے کی تفسیر میں لکھا
 ہے۔ "اسی حروف مقطعات میں آیت سے علامتوں نے تاویلات کیے ہیں"۔
 اس منقبطے میں دیگر تفسیر سے زیادہ قسودہ جاکے قریبے اور
 قبر کا توجہ پیش کیا گیا ہے اس نے قبر تزیلی سے بھی قسودہ جاکے تفسیر کا کچھ
 حصہ پیش کیا ہے۔ اگرچہ کہ سید بابا قادری نے عامیوں کو لفظ کا فنی کی تفسیر

نے فاعل و مفعول میں جمع لکھا ہے۔ "نہ"

تہ سورۃ اسرائیل میں سورۃ کے واقعے کے ساتھ میں یہ لکھا گیا ہے۔

سورۃ طہ کی تفسیر میں یہ لکھا گیا ہے۔

یہ سورۃ طہ کی تفسیر میں یہ لکھا گیا ہے۔

یہ سورۃ جنت کی تفسیر میں یہ لکھا گیا ہے۔

حیثی سے استفادہ کیا ہے تاہم اس سے دوسرے معجزین کے مقابلے میں
سب بابا قاری کی زبان کا اندازہ ہوگا۔ نیز اس سے معجز کی شرما و بے کا
ساتھ تیسرے کی ملاحتوں پر بھی روشنی پڑے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس وقت کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
دعوت ایمان کے آئندہ آئے اور قرآن شریف
خلق پر پڑھی اور قیامت کے روز سے ڈرائی ہو کر
کھار حضرت کے نبوت میں اور قرآن کے نازل
ہونے میں اور قیامت کے آنے میں اختلاف کئے
اور آپس میں ایک دوسری سے سوال کرتے تھے
یا پیغمبر سے اور صحابہ سے پوچھتے تھے جیسا کہ خدا نے
کئی فرما دی تم میں انہوں نے کس چیز سے سوال
کرتے ہیں کفار میں اجابہ الیقین فر عظیم سے لینے
قرآن سے انہی ہم ایسے جڑ کو وہ کفارین
مختلف ہیں اور اس قدر کے اختلاف کرنی والی
ہیں لینے قرآن شریف کتب بحر اور شعر اور
کہانت کے نسبت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
کتابوں اولی گزری ہوئی ہیں اور یہ قرآن اول
سے بنایا ہوا ہے بسے منکر کہتے ہیں کہ بنا عظیم سے
مراد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی کہ کفار یا کفر
سوال کرتے ہیں کہ کیا تم پیغمبر سے یا نہیں اور تمہارا

ہے یا شاعر ہے یا دیوانہ ہے زبدۃ القاموس میں
 آیا ہے کہ بعضے کفار اذراہ مغزی کے عوفین
 سے سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی بعضے
 طغر کہتے ہیں کہ ہاں عظیم اسے ہمارا قیامت ہے
 کفار اس میں اختلاف کرتے تھے بعضے کہتے تھے کہ
 قیامت آتا ہی ہے لا کھا بت ہماری شلاحت
 کریں گی ہمارے خضابہ خدا طر وہ بت ہماری
 شلاحت کرنے والی ہماری ہیں نزدیک خدا ہے
 قیامت کے اور بعضے کفار مطلق انکار کرنے والی
 تھی قیامت سے کہتے تھے ان ہی الا حیوتنا
 اللامینا نہیں ہے وہ قیامت مگر زندگی ہماری
 دنیا ہے اور بعضے کفار قیامت کے آنے میں شک
 کرتے تھے فلا سیعلمون تحقیق قریب ہے کہ
 معلوم کریں گی کفار روز قیامت کتیں وقت ملکات
 موت کے جن چیز میں کہ اختلاف کرتے تھے وہ
 تھی ہی ثم فلا سیعلمون پس تحقیق قریب ہے
 کہ معلوم کریں گی کفار کہ روز قیامت تھی ہی اور
 عتیدہ انما باطل خدا۔ الم یخجل الارض مہاداً
 آیا میں گردانی ہم زمین کتیں فرش بچایا ہوا
 ہمارا زمین قرار پکڑنے کے جانی ہوئی۔ والجبل
 او قاداً اور میں گردانی ہم پہاڑوں کتیں میخان

سما اوس سے زمین مضبوط ہو دی اور حرکت ٹکری
 و خلعنا کمر افزا جا اور پیدا کئے ہم تہاری
 یس جوڑی ہر قسم کی نر اور مادہ تا مثل تہاری
 باقی رہی یا پیدا کئے ہم تہاری بھی قسم قسم
 سیاہ اور سفید دراز اور کوتاہ خوبصورت اور
 بہ صورت و جھولنا تو ملکہ سبباتا اور گردانی
 ہم نیند کتیں تہاری آرام بہ لکائیے نیند تہاری
 حس و حرکت قطع کرتے ہی تا قوتہ حیوانی آرام
 پا دی اور ماندگی تہاری دھنے ہو دی و جھولنا
 اقلیل لباسا اور گردانے ہم رات کتیں پردہ
 کرنے والی کہ بیب نہ جیرا کے تہاری چھوٹو
 پوشیدہ کری فتوحات کی میں آیا ہی کر رات
 خدائے تعالیٰ کی دوستوں کا پردہ ہے کہ اوٹکتیں
 خردوں کی فکر سے پوشیدہ رکھتے ہی تا اپنے
 غلوں میں مشہور سے لذت پاویں موافق اپنے
 اسعدی کی و جھولنا انہما را معاشا اور
 گردانے ہم رات کتیں وقت شب میشت کما
 معاشا کے جہز کرد و بنینا تو فکر اور بنا
 کئے ہم اوپر تہارے سبباً شل ادا سات
 آسماں سمت پہنچے مضبوط کر اوس میں
 شرف یافتی ہیں ہے و جھولنا سواجا

و حاجی اور گراسے ہم آسان ہیں چسپورا
روشن پگھلا ہوا سینے آفتاب ...

آخر میں ہر دو قیروں کے بارے میں مولوی جہد الحق کی بھی رائے ذیل
میں نقل کر دی جا رہی ہے۔ فیئر تزیلی کے بارے میں لکھا ہے کہ :-

”اس کتاب کی زبان صاف ہے اور بارہویں
صدی کے وسط کی زبان کا بہت اچھا نمونہ ہے۔
زبان سے بظاہر قیاس کرنا مشکل ہے کہ مصنف
کس مقام کا ہے چونکہ ایک آدمی تھا کہیں کہیں
دکنی آگیا ہے اس لئے یہ خیال ہو رہا ہے کہ
دکن کا باشندہ ہے۔ اس عبارت میں صرف
سنے کا لفظ ایسا آیا ہے جو دکنی ہے۔ اور
باقی ساری عبارت ایسا ہے جس میں شمال
جنوب کی زبان کا مطلق کوئی فرق نہیں پایا
جاتا۔ پوری قیصر اسی زبان میں ہے۔“

زبان کے شوق سے مولوی جہد الحق کی رائے دوست ہے ظاہر ہے کہ
یہ قریباً ۱۷۷۱ء کی زبان ہے مولوی صاحب چونکہ اس کو بارہویں صدی
ہجری کی زبان سمجھتے ہیں۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ اظہار نے زبان
کی معائنہ کا ذکر کیا ہے۔

یہ فیئر تزیلی خطوط (۱۷۷۱ء) کتب خداداد لاہور میں ہیں۔

سے قدیم اردو نسخہ (۱۳۶۹ء و ۱۳۷۰ء)

خاندان ہید کے حق سے حب ذیل راستے قائم کہے :-
 ”اصل میں یہ قرآن مبین کا ترجمہ ہے تفسیر برائے
 نام ہے کہیں کہیں ایک آرمہ جلا یا لٹکا بطور تفسیر
 کے آجاتا ہے۔ خود مولف نے بھی اسے تفسیر ہی
 سے موسوم کیا ہے جیسا کہ آئندہ مسطور سے معلوم ہوگا :-
 یہ بھی شاہ جہاد اللہ کی طرف اپنی زبان کو بند کرنا سے
 قہر کرتے ہیں؟“

مولوی صاحب نے خاندان ہید کے حق سے یہ جو راستے قائم کہے کہ یہ
 ترجمہ ہے۔ تفسیر برائے نام ہے۔ اس ضمن میں پچھلے صفحات میں وضاحت کی
 جا چکی ہے۔ اور تفسیر تزیلی کے مقابل میں خاندان ہید کی زبان پر بھی روشنی
 ڈالی جا چکی ہے۔

۴. تفسیر اذاج

تفسیر اذاج کے نام سے ایک مخطوط کتب خانہ ادارہ ادبیات اور دین میں ہے۔ اس کی موجودہ صورت جو میں صفحات کے ایک رسا رہی ہے۔ اس کے بعد ان تین صفحوں میں ترجمہ اور تفسیر ہے اور باقی صفحوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیات میر کے آخری زمانے کے حالات بیان کئے گئے ہیں اس نئے میں کتب کا نام ایسا دیا گیا تو موجود ہے لیکن سہ تفسیر اور مفسر کا نام درج نہیں ہے۔ اس سہ ترجمہ میں کتابت کا سنہ ۱۲۰۶ ہجری لکھا ہے۔

”تمام شد تفسیر سورہ اذاج بخط عربیہ بندہ سرالکھندہ

عاصی قاک رکڑی ایسا دینا جا دینا بست ہنم

ذی الحسہ ۱۲۰۶۔ یہ پاسن خانہ۔ خانقا

منصب علی صاحب تحریر یا منت۔“

اس ترجمہ کی جائیداد اکثر ذوق نے بھی سہ کتابت ۱۲۰۶ ہجری ہی لکھا ہے۔ نیز زبان و اسلوب بیان کے لحاظ سے اس تفسیر کو قبل سہ ۱۵۰۰ ہجری

سہ تفسیر مخطوط (۱۵۱۳) اور اوراق (۱۵۱۳) سطور (۱۵۱۳) تقطیع (۱۵۱۵) خط نستعلیق شکستہ

کی تیسرے اور چوتھے نسخے سے تصانیف تحریر ہوئے ہیں۔ اس کا نام مسلم
نہ ہو سکا۔ بات یہ ہے کہ تاریخ میں مذکور سب کتابت کی محنت مشکوک ہے
اور انکے زور سے بھی جو تیسرے نسخہ قبل ۱۱۵۰ ہجری لکھا ہے۔ وہ بھی محنت
پر مبنی نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس کے مندرجہ بالا قاری حیدر آبادی ہیں۔ انھوں نے
سنہ ۱۲۴۰ ہجری میں قرآن شریف کی تیسرے کام شروع کیا تھا۔ جو سنہ
۱۲۴۱ ہجری میں تکمیل پایا۔ جس کا نام ”تیسرے نسخہ“ لکھا گیا۔ دیگر تیسرے نسخہ
میں اسی تیسرے نسخہ سے سورہ اذہبہ کی تیسرے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ
کے حالات نقل کئے گئے ہیں۔ اس سے دیگر خطوط کے نسخے میں مذکور
سب کتابت (۱۲۶۰ ہجری) صرف مشکوک ہو سکتا ہے۔ کتابت کا سنہ
بعد ۱۲۴۱ ہجری ہونا چاہیے تاکہ ۱۲۶۰ ہجری۔ متاثرہ کار کا تعلق اس سے ہو
اس کی کتابت سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں ہوئی ہوگی۔ کتاب نے نقلی سے مندرجہ
وہابی لکھ بک میں لکھا گیا ہوگا۔ اس نسخہ کی چونکہ کتابت سے قراء اہل بیت کے
سب تیسرے نسخے وقت بھی ہو گئی ہے۔ اس کے بھی مندرجہ بالا قاری ہیں۔
اس کے یہاں ہے کی جہاں اس میں تیسرے نسخہ کا سنہ درج نہیں ہے۔ یہ ہے:-
”پس شروع کر دوں اس کتاب فی مشہر زینت“
سنہ ۱۲۴۰ ہجری اور بعض دہائی تین بعد اٹھ
الہجریۃ المبارکۃ :-

یہ تذکرہ اردو خطوط کا سب سے پہلا تذکرہ اور یہاں مذکور ہے۔

یہ تیسرے خطوط (۱۶) کتب خانہ آصفیہ

ہندوؤں میں مندرجہ ذیل ۴ تاریخ اور جہاد سے جو تاریخ تعلق ہے دونوں میں
صرف مندرجہ ذیل بزرگ فرق ہے۔ دیگر خواہد سے بھی جو تاریخ تعلق برآئی ہے وہ
عربی جہاد کا یہ عہد ہے یعنی ۱۲۴۰ ہجری۔ موصوفی جہاد الحقیقی نے قیصر فوجیہ
کے سلسلے میں اس کو کاتب کی غلطی جاتے ہوئے صحیح ۱۲۴۰ ہجری ہی قرار
دیا ہے۔ خود قیصر کے تعلق سے تحلیلات اس کے اپنے مقام پر بیان کی گئی ہیں
یہاں صرف کتابت میں اس قسم کی غلطی کا امکان ظاہر کرنا مقصود تھا۔ اس قرآن
در نظر "بشر اذا ہاجر" کا سنہ قیصر ۱۲۴۰ تا ۱۲۴۱ ہجری اور کتابت کا سنہ
۱۲۶۰ ہجری عیناً برآتا ہے۔

ترجمے کی جہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب علی صاحب نے
ثواب دینے کے لئے اور عوام کے استغاثہ اور فیروہ برکت کی خاطر سے قیصر
تذلیل سے سورہ نصر کی تفسیر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جہاد فیہ
کے حالات نقل کرنے کی خدمت امین اعلیٰ سے لیا ہے۔

قیصر اذا ہاجر کے تعلق سے ڈاکٹر دور کے قیاس سے قیصر کی جا پر ہانچی
صاحب نے اس قیصر کی جہاد کو "دکن میں اردو" کے قیصرے دور قرار
۱۲۶۰ ہجری (مظہر دور) کی تشریح لڑائی میں نقل کر لیا ہے۔ اور اس کے
ساتھ بطور توجہ "ترجمہ صرف اسلوب" کی بھی جہاد نقل کی ہے۔ غالباً
قیصر کے اسی حوالے سے موصوفی نے عالم غازی کو مخاطب کر لیا ہے اور اردو
ترجمہ و تفسیر کی مروجہ خدمت میں "قرآن مجید مترجم اردو" کے نام سے

۱۔ دکن میں اردو مظہر اردو مطبوعہ سنہ ۱۹۶۲

۲۔ ترجمہ صرف اسلوب ۱۱۲۵ م مطبوعہ دکنی انڈسٹریائی۔

تہ کہ سورہ قلموں میں ترجمہ و تفسیر کی یکسانیت کے ثبوت کے لئے ہر قلموں
سے سورہ قلم کے قبل و تفسیر کی جہالت کا خود اصل تفسیر تشریح کی جہالت
کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر سورہ الزا جہا ۔	تفسیر تشریح ۔ کتب قلم آدمینہ	تفسیر سورہ الزا جہا ۔ تفسیر
ادارہ ادبیات اردو	جلد پنجم (جدید طبع) تفسیر	پارہم کتب قلم آدمینہ
پیشتر علی اللہ علیہ دلی اور	پیشتر علی اللہ علیہ داد و سلم	پیشتر علی اللہ علیہ
دجر و سلم کے پیچھے جا	کر پیچھے	داد و سلم کی پیچھے
لہ ایتھائے کی یہ نکت	میں خد رتھائے کے یہ نکت	میں خد ایتھائے کی یہ نکت
تھے کہ مقام	تھی کہ مقام	تھے کہ مقام
اخلاق کو تمام کرنا اور	اخلاق کو تمام کرنا اور بنا کر	اخلاق کو تمام کرنا اور
بنا کر توجید کے	توجید کے	بنا کر توجید
مجنوہ کرنا اور دین اسلام	مجنوہ کرنا اور دین اسلام	مجنوہ کرنا اور دین
کو کا ہر کرنا	کو کا ہر کرنا	اسلام کو کا ہر کرنا
اور غلابی کو ہدایت کرنا	اور غلابی کو ہدایت کرنا	اور غلابی کو ہدایت کرنا
جو وقت کی یہ	جو وقت کی یہ	جو وقت کی یہ
امور پر جو احسن تمام	امور پر جو احسن تمام	امور پر جو احسن تمام
ہوئے	امور پر	امور پر
تو خد ایتھائے	تو خد ایتھائے	تو خد ایتھائے
اپنے رسول معظم پر یہ	اپنے رسول پر یہ آیت	اپنے رسول پر یہ
آیت نازل کیا کہ	نازل کیا کہ	آیت نازل کیا

ایہم اکلک نکم دیکم	ایہم اکلک نکم دیکم	ایہم اکلک نکم دیکم
آج کے روز کا ٹی کیا	آج کے روز کا ٹی کیا	آج کے روز کا ٹی کیا
جہاں واسطے جہاڑی لے	جہاں واسطے جہاڑی لے	جہاں واسطے جہاڑی لے
کیتس جہاڑے دانت ہیکم	کیتس جہاڑے دانت ہیکم	کیتس جہاڑے دانت ہیکم
ضقی	ضقی	ضقی
اور قیام کیا میں اور بر	اور قیام کیا میں اور بر	اور قیام کیا میں اور بر
جہاڑی غنت	جہاڑی غنت	جہاڑی غنت
کیتس میرے یہ آیت غنت	کیتس میرے یہ آیت غنت	کیتس میرے یہ آیت غنت
میں	میں	میں
نازل ہوئی تھی جھوٹ کر	نازل ہوئی تھی جھوٹ کر	نازل ہوئی تھی جھوٹ کر
حضرت علیؑ اٹھ بیروار	حضرت علیؑ اٹھ بیروار	حضرت علیؑ اٹھ بیروار
وہم تہا میں تشریف	وہم تہا میں تشریف	وہم تہا میں تشریف
کاسے قریہ سورہ نازل ہوا	کاسے قریہ سورہ نازل ہوا	کاسے قریہ سورہ نازل ہوا
اسی واسطے	اسی واسطے	اسی واسطے
رسول خدا علیؑ اٹھ بیرو	رسول خدا علیؑ اٹھ بیرو	رسول خدا علیؑ اٹھ بیرو
اور دھیر دھیر	اور دھیر دھیر	اور دھیر دھیر
جزہ اور دھیر میں خٹے میں	جزہ اور دھیر میں خٹے میں	جزہ اور دھیر میں خٹے میں

لے "جہاڑی" کے بعد غنت "میں" کتابت میں پھوٹ گیا ہے۔

لے اصل میں "وہم" ہے غنت میں کتابت میں "وہم" لکھا گیا ہے۔

لے یہ غنت "تہا" ہے۔ "میں" کتابت کی غنت ہے۔

قام نامک

جام بیاں فرمایا اور کہے

کہ میرے نام

نامک جام یگو سفید

کہ سال ایک

میرزا ہو گا پس میرا نیکل

عید اسلام

یہ سورہ ناسے کہ اذ ابھ

نفرات

جس وقت کہ آئی مدد

خدا ایسا سے کہ تبارک

تیس قریش

پر رخ بیا دا رخ اور

رخ کو تبارک تیس

اور رخ نام شہر دیکھ

جہاں راست کے تیس

دراست احسان اور

دیکھتے ہر دم سے لکھ

اٹھ عید و عزا اور عید

اسلم درگویش یہ عید

قام نامک

جام بیاں فرمایا اور کہے

کہ میرے نام

نامک جام یگو سفید

سال آئندہ

میرزا ہو گا پس میرا نیکل

عید اسلام

یہ سورہ ناسے کہ اذ ابھ

نفرات

جس وقت کہ آئی مدد

خدا ایسا سے کہ تبارک

تیس قریش

پر رخ بیا دا رخ اور

رخ کو تبارک تیس

اور رخ نام شہر دیکھ

جہاں راست کے تیس

دراست احسان اور

دیکھتے ہر دم سے لکھ

اٹھ عید و عزا اور عید

اسلم درگویش یہ عید

قام نامک

جام بیاں فرمایا اور کہے

میرے نام

نامک جام یگو سفید

سال ایک

میرزا ہو گا پس میرا نیکل

عید اسلام

یہ سورہ ناسے کہ اذ ابھ

نفرات

جس وقت کہ آئی مدد

خدا ایسا سے کہ تبارک

تیس قریش

پر رخ بیا دا رخ اور

رخ کو تبارک تیس

اور رخ نام شہر دیکھ

جہاں راست کے تیس

دراست احسان اور

دیکھتے ہر دم سے لکھ

اٹھ عید و عزا اور عید

اسلم درگویش یہ عید

فی دیجاتو داخل ہوتے فی دیجاتو داخل ہوتے فی دیجاتو داخل ہوتے



یہاں اسلام خدائے یحییٰ دین اسلام خداوند تعالیٰ یحییٰ دین اسلام خداوند تعالیٰ کے احکامات کو گروہ۔ اور اپنا گروہ۔

100

مازل ہوئے کے بعد چلتا مازل ہوئے کے بعد چلتا مازل ہوئی کے بعد چلتا

جماعت ایمان لاتے تھے جماعت ایمان لاتے تھے جماعت ایمان لاتے تھے

میا کر بنے اسد الہ بنے، چھا کر بنے اسد الہ بنے، کر بنے اسد الہ (چین الہ بنے)

قرینہ اور بے مرہ و غیر قرینہ اور بے مرہ و غیرہ مراد حضرت ام سلمہ

حضرت علیؑ و حضرت سلم
اللہ علیہ والہ

۱۱۱۱

۱۔ جاب میں آکر مشرف
۲۔ جاب میں آکر مشرف
۳۔ جاب میں آکر مشرف



33



2

6

پس جع کروم اے ۱ پس جع کروم ای ۱ پس جع کروم ای ۱

عليه السلام عليه السلام

و صبح دہم کے ایک ایک ایک ساتھ پڑھنا دہم کے ایک ایک ساتھ

1000 1000

۱۔ اس نئے جہان میں ہمارے کا لفظ "خود" زیادہ ہے۔

جی "مشرق" کا ہائے "مشرق" لکھا ہے۔

کچھے قلی کا اتر کر دے کھی قلی کا اتر کر دے کھی بھلی کا اتر کر دے
 یا استغفار کر دے یا استغفار دے گھوں یا استغفار کر دے گھوں
 است اپنی است اپنے است کے اپنی
 تحقیق وہ خدا کا ہے از تحقیق خدا کا ہے از تحقیق وہ خدا کا ہے
 کان کان کان
 تو ہا ہی تو بہ قبول تو ہا ہے تو بہ قبول تو ہا ہی تو بہ قبول کرنے
 کرنے ہارا کرنے والا والا مغزے
 مغزے مغزے چائی والوں سے۔
 دانے چاہنے والوں سے

ہر دم ہاں غلطیوں کی جہالت میں کتابت کے سید رسولی اور قادیانی لکھو
 ہیں اس سے بڑے کہ ان کی وجہ سے جہالت کی یکسانیت کا ٹریس ہوتی اور یہ
 بات پایہ تجسس کو پہنچا ہے کہ زیر فکر غلط فہم یعنی ادارہ اربابیت اور
 کی "تیسرا اذاجہ" اور کتب نماز امینہ کی "تیسرا اذاجہ" کے دونوں غلط
 "تیسریں" سے نکلنے ہوئے ہیں۔

تیسرے سورہ نصر کے سلسلے میں سفر نے سورہ کی آفری آیت کے عند جہاں
 رب کے بعد شہد عزیزی اور مفید علامات تجلید کا ہیں چاہے رسول کریم

نے اس سے "کچھے قلی" لکھا ہے بلکہ دوسرے لوگوں میں ہی ازبیب "کھی قلی"
 اور "کھی بھلی" لکھا ہے۔ جہاں "دے قلی" لکھا ہوا ہے "لکھا ہے اور دوسرے
 لوگوں میں ہی ازبیب "دے قلی" لکھا ہوا ہے "دے" اور "دے قلی" لکھا ہوا ہے
 ہی "لکھا ہے۔ جسے اس سے قلی میں لکھا "لکھا ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے واقعات کا تذکرہ قریش کے اہل
میں شروع کیا ہے :-

”جس واقعہ کو یہ سورہ نازلی ہوا تو حضرت
جاسس بن ریحی اللہ علیہ السلام کو روئے۔ حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چلے گئے
جاسس تم کس واسطے روئے ہو۔ حضرت
جاسس عرض کئے یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اس سورہ کے نازل
ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یقین دینا
سے سفر کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ قریشی رسول
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے گئے
جاسس تم حق ہے۔ میں حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم جبریلؑ سے کہے گئے
جبریلؑ امیر ہیں میں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا
اس سورہ سے یقین موت کے بعد دینا یا جبریلؑ
تمام عرض کئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم تم کی موت ہو وہاں آ
خبر تک میں اللہ والی اور اجستہ آفرست ہوتی
کا واسطے جاری دینا ہے۔ پس حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفرست کے
کام میں دیا کہ شش کرنے ہی اکثر تھے

اور محمد اور استغفار کرتے تھے :

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے آپ کی آفریں معروضات اور وصیتوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس حصے میں گفت و مباحث اور روایات کی مشہور قوں سے مدد لی گئی ہے۔ آفریں ایک نیا عنوان "احوال قریب وصال" کا نام کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے آفریں سورہ تغویٰ سے لے کر سورہ اسس کے قراب کی تفصیل بیان کی گئی ہے جس میں تغیر و تزج الدور اور تغیر بیضاوی سے مدد لی گئی ہے۔ کتاب کا اختتام مندرجہ ذیل عبارت پر ہوتا ہے۔

"اور جو شخص کہ سورہ تغویٰ قراب میں پڑھا تو
خدا نے توفیق دیا کہ وہ دشمن پر فتح پائے گا
اور تمام شکلات اس کے حل ہو جائیں گے۔ اور
بعضے کہتے ہیں کہ یہ قراب روایات کریمہ
سورہ کے نزدیک ہونے پر خفا ہے۔"

سورہ تغویٰ کے ذیل کے تعلق سے کہا جاتا ہے کہ یہ تغویٰ قریب ہے۔ آیتوں
کی تغیر کافی شرم و ہشامی کے ساتھ کی گئی ہے۔ آیت "از اہا مغراٹہ داخ
ورایت انا سوا راج" کے ذیل میں اختلاف ہے۔ بعض نے "از اہا" اور
"رایت" کا ترجمہ نقل معنی مطلق کیا ہے یعنی جب اللہ کی مدد اور فتح آئی تو گئے

یہ یہ مسئلہ ۳۲ ملاں تک جاری رکھا گیا ہے۔

یہ درج ۱۶ باب کے آفریں تغیر از اہا "اور" اور روایات اور

دیجئے : زیر نظر میں مصنف نے بھی اسی انداز کا ترجمہ کیا ہے۔

”جس وقت کو آئی“ اور

بلکہ بعض مترجمین نے عربی قواعد کی پابندی کی ہے اور فعل ماضی پر ازا اور اقل
ہونے سے فعل مضارع کے معنوں میں ترجمہ کیا ہے۔ یہی ”جب آئے“ لفظ ”آئی“
اور ”آئے“ کی کنایت ہیں پہلے یا نے معروف اور مجهول کو کوئی فرق نہیں کیا
ہاں تھا اس لفظ سے یہ قیاس کر لیا جاسکتا تھا کہ یہاں بھی مترجم نے ”آئے“
ی کا ترجمہ کیا ہوگا بلکہ مرادیت ”کے ترجمے“ دیکھتے ہو ”تم“ سے اس کی تردید
ہو جاتی ہے۔ یہاں مترجم نے فعل حال ترجمہ کیا ہے۔

”قبیر بارشتم“ کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اس کے دونوں معنوں کے آغاز
و اختتام کی جہات ایک ہی ہے آغاز سورہ فاتحہ سے ہے اور سورتوں کا ترتیب
ایسا ہے جتنی اور فاتحہ کا پھر سورہ ناس اور آخر میں سورہ یاز۔ آیتیں
مرفی سے ملتی ہیں اور اس کے بعد ہی سیاہی سے ترجمہ دینتر کی جہات کوئی
کا لگتا ہے۔ یہاں سورہ فاتحہ کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

”بسم اللہ سے شروع کرتا ہوں اسی کتاب

یعنی سات نام اللہ کے کہ سزا اور پرستش

کامی اور عطا کریم بخشے ہمارا ہر بان اللہ

رب اعلیٰ تمام تر بظاہر ثابت ہیں اوسے

اللہ کے پرورش کرنے ہمارا تمام عالم کا۔

ارحم الراحمین ایک یوم الیہ میں پہنچے ہمارا آخرت

میں اور ہر بان اور مسلمان کے مالک ہے روز
 قیامت کا۔ ایک بندہ و ایک نستیعین ترے
 تئیں جہالت کرتے یہ جام اور تری سے در چلتے
 جام جہالت ہیں۔ اہل انحراف المستقیم راہ
 دکھایا ہمارے تئیں مدی یسے ثابت رکھ چکی
 تئیں اور راہ معبود کے۔ مراد الذی انفت
 یلم راہ اولی لوگوں کی کہ نعت دیا تو نے اولی
 لوگوں کے یسے راہ دکھایا راہ اولی لوگوں کی کہ
 اہل قرب ہیں یسے متول ہیں۔ جزا مغرب یلم
 مراد اولی لوگوں کے کہ غضب کیا گیا اولی پر
 مراد لوگوں سے مشرک اور سید ہیں دلائل انہیں
 اور مست راہ دکھا کر انہوں کے آئین یسے ایسا
 ہے مدوی اور نکتہ آئین کا داخل کلام اٹھ میں
 نہیں ہے۔

"الرحمن الرحیم" کا ترجمہ "خشنے ہارا ہر بان" کیا گیا ہے۔ اسی ترجمے سے
 بظاہر ہی معلوم ہو جائے کہ رحمن و رحیم کے جو دو اسماء استعمال کئے گئے ہیں۔
 معنی "خشنے ہارا" ہر بان سے الٹا اور اسماء کا ترجمہ کیا ہے حالانکہ "خشنے
 ہارا" رحمن "کا ترجمہ ہے ہر بان رحیم کا ترجمہ۔ غالباً معنی صرف رحمن
 کا ترجمہ ہر بان سے کیا ہے۔ حالانکہ رحمن بابت کا یہ ہے جس کا ترجمہ تمام
 معنی بڑا ہر بان کرتے ہیں۔ اسی فقیر کے معنی میں بابت کو حذف کر کے
 "خشنے ہارا" کے نکتہ سے رحمن کے مراد ہی معنی نکتہ ہر بان پر اضافہ کر دیتے ہیں۔

جس سے صرف یہ کہ وسط جہان کا انبار نہیں ہو تا بلکہ اسے اس سے یہ فوائد پیدا ہوئی مگر باوقی اضطرار یہ دونوں اسم مشتق ہوا اور ہر بان رقلی اور دیم کا طرز و عذر و ترہ معلوم کرنے کے۔

یہاں بیابک بغدادی ایک نسخہ کا ترجمہ نیز حرف تھیس "ی" کے ساتھ ہے۔ حالانکہ غیر تہریل کے دوسرے نسخوں میں حرف تھیس صوم دہئے۔ غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ "انخت یہلم" کی تفسیر یہاں نہیں کی گئی صرف اصل قرب یعنی "مقبول" لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسی طرح "المغلوب علیہم" سے مراد مشرک اور یحود و نصاریٰ سمجھے گئے ہیں اور "والغنائین" کا حرف ترجمہ کر دیا گیا ہے حالانکہ تمام مغربی نسخوں میں "المغلوب علیہم" سے مراد اور "الغنائین" سے لغاری مراد دیتے ہیں۔ کتب خانہ امینہ کے پہلے خطے اسکی فلوٹ ۱۹۵۱ میں اسد کتابت درنا نہیں ہے ابتر دوسرے خطے الفلوٹ ۱۸۲۳ میں تہریل کی عبارت سے اس کا اسد کتابت ۱۲۶۸ ہجری اور کاتب کا نام میرلطیف علی معلوم ہوتا ہے۔

"ایں جو لم چارو لکھ نہ ترجمہ جاریہ شان دوم
شہر دیرج اٹلی سہ ۱۲۶۸ ہجری بروز شنبہ
جو وقت یک پاس روز بروز آمد یہ پاس خاطر

لے غیر تہریل ۱۰۱ کتب خانہ سالار جنگ۔ قادیان یہ جدید اول ۱۰۱۱ میں کتب خانہ امینہ
دیرج ہوا کہ غیر تہریل اور قادیان یہ ایک ہی غیر کے دو نام ہیں۔ غیر تہریل کے قسے اس
پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ابتر حوالہ ابیات اردو کے نسخہ غیر تہریل فلوٹ ۱۲۶۱ میں حرف
بیابک بغدادی کے ترجمہ میں حرف "تھیس" پایا جا رہا ہے نہ بیابک نسخہ کے ترجمہ میں موجود
جیسا ہے۔ یہ بھی کتابت کی غلطی ہے۔

حضرت قبلی صاحب قلم مدظلہ العالی بقناہ حق

عالمی میر عطف علی قلم رسید :-

اس قلم کے کاغذ اور غریب پچلے قلم کے مقابلے میں نسبت پرانی ہے۔ نیز اس میں بعض بعض الفاظ کی اصلاح فرمائی ہے۔ مثلاً "فقط پڑا" "جیسے" "پرٹھا" "تھا ہے"۔ ان شواہد کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اس قلم کے کتابت اولیٰ ذکر قلم کے سے پہلے ہوئی ہوگی۔

اور ترقی کی جہازت میں قبلی صاحب کا بھی نام مذکور ہے۔ ان کا پورا نام سید جہانگیر قادری اور قبلی عینیت تھی۔ ان کے نام سے جہاد آباد میں ایک محل قبلی گورڈ اب تک مشہور ہے۔ یہ سید بابا قادری مفسر "مفسر تزیلی" کے بڑے بھائی تھے۔ ان کے والد سید شاہ فرید قادری ولد سید شاہ فرید احمد قادری نظام علی خان آصف بادشاہی کے عہد میں ایک صاحب اثر بزرگ گورڈ میں۔ ان کا مرقہ بروہی شاہ صاحب اچھوت علی شاہ صاحب کی کمرنگی کے باہر فیصل سے متصل قبرستان میں ہے۔ اس قبرستان کو انھوں نے ہی بنایا تھا۔ ان کی وفات سنہ ۱۲۵۰ ہجری کے قریب زمانے میں ہوئی۔ مفسر سید بابا قادری کے مزید حالات اور ان کی زبان و بیان کے بارے میں تفصیلات "مفسر تزیلی" کے متن دی گئی ہیں۔

یہ تذکرہ خطوطات جلد سوم صفحہ (۶۰) مکتب خانہ دارالحدیث اورنگ آباد میں موجود ہے۔

۵۔ "تفسیر تفرق" و "تفسیر پارہ نم بتا لون و "تفسیر پارہ نم و تبارک"

پارہ نم کی ایک بشر کا خطوط "تفسیر تفرق" کے نام سے اور وہ ادبیات اور
جاسے۔ اس کے مندرجہ ذیل صاحب شجرہ الدین حسین صاحب "جد و آباد" کے
ایک بڑے عالم صاحب تہذیب اور مولیٰ بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے بعد
جد بکری میں جد دستا آئے تھے اور ان کے والد مولیٰ کریم اللہ صاحب نے
برہا لاپور میں اقامت اختیار کر لی تھی اور وہیں سادات خاندان کے ایک
مگر انے جد و ستا ہاشم قدس اللہ سرہ کی اولاد میں سے تھا شاری کی مولیٰ
شجرہ الدین حسین "سنہ ۱۱۷۸ ہجری میں برہا لاپور میں پیدا ہوئے۔ ایک
ای سال بعد والد انتقال کر گئے۔ یہ والدہ کے زیر سایہ پر والی پسر تھے۔
برہا لاپور میں رہنے میں علم و فضل کامر کرتے تھے۔ مولیٰ شجرہ الدین حسین "یہاں

کے بڑے بڑے باکمال اور ذی علم اصحاب سے مستفیض ہوئے۔ شیخ و زیارت
کے بعد سب ۱۱۰ ہجری میں جدو آباد ہوئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ چاہتا
کے پاس میں جاتے تھے۔ میرزا صاحب نے اختیار کر لی۔ یہیں جہد کو درسیا دیتے تھے۔
راجا چند دلال اور نواب غنیمت احمد اور امیر بکرمووی صاحب کے بہت حشود
تھے۔ محمد کے کمرے ان کے شاگردوں کے قیام کے لئے درست کر دیا گئے تھے۔
مووی شجاع الدین صاحب کو مولانا شاہ پرغ الدین قادری (اردکان) سے
بیعت اور خلافت حاصل تھی۔ مووی صاحب نے روضہ ہدایت کے ساتھ درس
و تدریس بھی جاری رکھی تھی۔ قاضی امیراٹھ قادری نے مووی صاحب کی سواغری
کھلی ہے۔ یہ "حاشیہ شہادہ" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ ان کے حالات
اور تصانیف کی تفصیل اردو ادبیات اردو کے تذکرہ خطوطات ہمد آؤں میں
بھی درج ہے۔ عربی فارسی اور اردو کا پندرہ تفسیروں میں دس اور علم قرأت اور
کشف الخفا یہ دونوں میں اردو میں ہیں۔ کشف الخفا منظم دس اور ہے۔
اس کے متعدد خطوط اردو ادبیات اردو میں ملے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ
ذکر نکر غیر بھی اردو میں ملے گئے ہیں۔ مووی صاحب کے درجے کے حالات
مووی فیض الدین ہاشمی نے اپنی کتاب "جد آسمانی کا حقیقی قبیلہ" میں بیان
کے ہیں۔

ذکر نکر خطوط کے سردار کی جانت میں جو سربراہ دوستانہ میں ہے
مفسر نے دانش گندہ اور کاتب یمنوں کا نام دیا ہے۔

"اس کتاب اللہ غیر مووی میر شجاع الدین صاحب

برائے عاقل عاقل امام الدین صاحب سید محمد اٹھ

امکانی درشتہ دادہ شد۔"

اسی کے چنے سید و حکم میں اسی قسم کا ایک اور عبارت ہے مگر یہ کمی اور کاظم

ہے۔

”ایسی کتاب اللہ یقیناً مقرر فرمائے گا جس میں

صاحب مقرر ہو گا سید محمد اللہ ولد سید

یوسف اللہ میر خزانہ ولد مولانا آجی۔“

مذکورہ بالا فقرہوں میں اسی فقرہ کا نام کتاب اللہ لکھا ہے اور ترتیب میں

اسی کو ”قیر تقریاً“ سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔

ترتیب۔

”بسم اللہ تعالیٰ قیر تقریاً میر خزانہ اللہ میر صاحب

والا کتاب بر زبان ہندی فرمودہ اند۔ اللہ اللہ

واللہ تعالیٰ یقیناً مقرر فرمائے گا کہ میر خزانہ

بروز سرسبز ہو و وقت پھر روز و نیک سہاوت

در زمانہ خواب مستطاب علی اللہ اللہ پھر رکاب

خواب نامہ اللہ ولد میر خزانہ آجی ولد سید

دکن فرزند دنیا راجہ آباد۔ با تمام رسید و

خط خام کثیف کترین سید جہ اللہ ولد سید

حبیب صاحب برائے خاطر خاطر حضرت امام

اللہ میر صاحب فرستادہ شد۔“

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقرر نے اسی قیر کا نام قیر تقریاً رکھا ہے۔ کتاب نے

اسی نام کے ساتھ اس کو ”قیر اللہ“ سے بھی موسوم کیا ہے۔ اس کا دوسرا نام یہ ہے

ہے کہ چونکہ حرام پادشہ کو ”اللہ کا پارہ“ کہتے ہیں اس لئے کتاب نے حرام کے

بکھنے کے لئے ان کے قادیان کے مطابق قیصر پارہ اولہ کی کتاب "قیصر الملوک" ہے۔
 ترقی کے جہاز سے واضح ہے کہ اب سید جہاڑ ولسیہ جیب صاحب نے سید
 امام الدین صاحب کی خاطر قیصر کی نقل کی اور سید جہاڑ امکان ولسیہ یوسف کوڑی
 اور اردو ادبیات اور دینی ایک مخطوطے (۸۹۱) میں اسکا آتش گرد برآیا کا کلام
 موجود ہے۔ اگر یہ اسکا کتب سید جہاڑ ولسیہ یوسف ہی ہوں تو ان کے کلام کی
 تفصیلات اور ان کے ہرست مخطوطات جلد چہارم (۱۵۱-۲۵۵) میں مشاعر
 پر مبنی ہیں۔ زیر نظر قیصر کے حدود و بالا ترقی کے جہاز میں سید عیسیٰ قیصر دہلی میں
 ہے۔ ڈاکٹر آؤر نے بھی قیصر سے سید قیصر نہیں ہیں یا۔ حرف "قبل سنہ
 ۱۲۵۰ ہجری کی تہیف" لکھا ہے۔ ابن ترقی کے جہاز سے قرب نامہ اور
 کے نام کا تین ہوتا ہے۔

کتب لانا آمینہ جی بھی سواری پر شہزادہ الدین صاحب کی قیصر کا ایک مخطوطہ
 "قیصر دارم بناسون" کے نام سے موجود ہے۔ اس کے ترقی سے پتہ چلے کہ
 یہ قیصر ماہ ربیع سنہ ۱۲۵۰ ہجری میں انعام کو پائی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
 اس کی کتابت سر فرم المرام سنہ ۱۲۵۰ ہجری چار شنبہ کے دن تکمیل پائی۔
 اس کا کتب شیخ محمد عرفان کے قادیان ہے۔ ترقی کے جہاز اور علی میں پیش ہے۔

"تاریخ" ماہ ربیع المربیع سنہ ۱۲۵۰ ہجری

تمام شدہ قیصر تمام شدہ قیصر حضرت مولانا پر شہزادہ

تاریخ" مشتم فرم المرام سنہ ۱۲۵۰ ہجری روز

چهار شنبہ تکمیل پائی اور روز برآمد ہوا۔

تقریر یافت

بہارِ فیروز علیہ لکھنؤ کے خاں صاحب

فرمودہ: "میرزا محمد علی خاں صاحب"

اس کے بعد دوسرے خط پر حضرت کی قربانی کے وقت پڑھنے کا ذکر ہے جو غالباً
کسی نے بطورِ دعا و اخلاص لکھا ہے۔ "میرزا محمد علی خاں صاحب" کے تہذیبی و فنی کام کا
نام نہیں جاسکتا ہے۔ ان کے غالباً بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ "میرزا محمد علی خاں صاحب"
جس کو "میرزا محمد علی خاں صاحب" کے نام سے منسوب ہے۔ یہاں پر سے خطوط کتب خانہ "میرزا محمد علی خاں صاحب" کے نام
سے ملے۔

مولوی صاحب نے بھی اپنے سوانح میں مولوی شجاع الدین صاحب کی تقریر کا ذکر
کے ساتھ کیا ہے۔ اس کے تہذیبی و فنی کام "میرزا محمد علی خاں صاحب" کے نام سے
میں تمام ۱۲۰۰ جہز کیا ہے۔

"میرزا محمد علی خاں صاحب" کے نام سے مولوی شجاع الدین

صاحب کے خط لکھے ہیں جن میں "میرزا محمد علی خاں صاحب" کے نام سے

فرمودہ: "میرزا محمد علی خاں صاحب" کے نام سے مولوی شجاع الدین

۱۲۰۰ جہز کیا ہے۔

مولوی صاحب نے بھی حضرت کا سنہ قیام نہیں کیا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ قریب
تقریباً ۱۲۰۰ جہز ہے یا اس کا سنہ کے قریب زمانے میں یہ تقریر لکھی گئی ہے وہ لکھے
ہیں۔

خط لکھنؤ پر خیر احمد صاحب (۱۲۰۰ جہز)

خط لکھنؤ پر خیر احمد صاحب (۱۲۰۰ جہز) کے نام سے مولوی شجاع الدین

ہے کہ اس میں دیباچے یا تہذیبیہ و جزو کی کوئی ایسی چیز نہیں پائی جہاں ہی کی حد سے
مضر یا سہ فحش اور سہ کنہیت کے بارے میں ملاحظات ہو سکیں۔ بدقیقہ بسیار
معلوم ہے کہ چند سال پہلے کتاب ”فقر بارہم و جہاد“ کی اس جلد میں دو نمونہ تہذیبی
اور بی شائستگی تہذیبی جو بعد میں اس فقیر نے طرز کرنا چاہی ہیں۔ عاقل و جس سے بڑا چاکر
طرز کرنا کتاب میں ”غلام حق“ ”کشف الغامہ“ اور ”غلام حق“ ہیں۔ جب میں
ان کے بعد فقر بارہم و جہاد تک پہنچا۔

زیر نظر ہے نام و نشان فقیر کے فقیر تقریباً سے نکالی جملہ کے بعد جو دسے
جام کی گنجائی کی کہ سووی شجاع الدین حسین بی کی فقیر ہے۔ اب دس لوں سے اس کی مزید
تائید ہو رہی ہے۔ چنانچہ کہ میں اور فقیر ہی ایک ہی غلام حق علی یارین، انگریزوں کو کاغذ
پر لکھ کر ہیں اس لئے ان سب کا ایک ہی کتاب میں تحریر میں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ ان کی کتابت فقیر حسین میں ہوئی ہو۔ اور پھر بعد میں ان کا ایک جلد میں ان
کو دیا گیا ہو لیکن یہاں اس کی کوئی بھی نشانی نہیں اس لئے کہ ان کتابوں کے ہر
ورق کے اختتام پر دوسرے ورق کے پہلے صفحے کا رکاب لکھا گیا ہے۔ یہ پورے کتب خانے
کے رقم پر صفحے کے نیچے آگئے ہیں۔ حالانکہ ”غلام حق“ کے آغاز کے
صفحے ہیں۔ اس طرح ”غلام حق“ کے اختتام پر صفحے کے نیچے آگئے ہیں۔ ”بسم“ لکھتے اور
یہ فقر بارہم کے آغاز کا نشان ہے۔ اس سے یہ جہاد جہاد ہے کہ خود یہاں کتابوں
کا کتابت ہائے عربیہ میں آئی ہے۔ ”غلام حق“ کے صفحے (۱۵) پر خود جہاد
سے اس کا سہ کتابت ۱۵۵ جہاد کا ثابت ہوتا ہے۔ جہاد زیل جہاد ریش کی باقی

ہے۔

”فقر بارہم و جہاد“ عنوان کے نام میں المشرکین۔

غلام حق غلام حق جہاد جہاد جہاد جہاد جہاد

شجاع الدین صاحب آدم (۱۰۸۰ھ) اٹھ لکھ ہزار
 حب اہم جلیل القدر جناب مولوی عبد العظیم صاحب
 دہلہ مرحوم و مفتوح حضرت مولوی ڈاکٹر صاحب
 نور اٹھ مرتبہ یہ خاک خطیں رسول انجیل
 حسین خلف مرحوم نے سلیم لکھ اٹھ فرمائے سند
 ۱۲۵۰ ہجری مقدس صلی علیہ وسلم یا ان مشہر حضرت (یعنی)
 کو بچا ہے کوئی ایک ایک کر کے یہ ہو کہ کتاب غلام
 "کشف الغم" کے قریب کی جارت حب ذیل ہے :-
 "تخریر فی التاریخ من مشہر ذیل سند ۱۲۵۰ ہجری
 مقدس صلی"

کشف الغم کے آخری کلمے کے اختتام پر اسی خانہ خط میں یہ کتاب
 تخریر شریف لکھی ہے۔ اس کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب جس میں تخریر کی شان
 ہے تخریر شریف کی لکھی صاحب کی ہو گی۔ تخریر پارہ ۱۴ و ۱۵ کا حصہ آتا ہے۔
 اس کے علاوہ کتاب یا قریب کی کوئی جارت دستیاب نہ ہو سکی۔ لیکن جو سند کتابت
 ۱۲۵۰ھ مشکوٰۃ کی آوں کا ہے وہی سند کتابت "تخریر کی کتابت کا بھی ہو گا۔ چونکہ
 غلام صلی "کشف الغم" کا خط صلی اور تخریر کا قلم اور کاغذ ایک ہی ہے اس لئے
 غلام صلی کا خط برابر ہوا جارت کی، لکھی جاتا ہے جاسکتا ہے کہ تخریر کا کتب ہی
 نے حسین خلف نے سلیم ہے۔

اس قلم سے جیسا پارہ ۱۴ کا تخریر و صفحات پر مشتمل ہے اور باقی آٹھ صفحات کی
 تخریر کا تخریر و صفحات ذیل میں آتا ہے :-

دسہ فاقہ پڑا صلی سورہ یونس پڑا صلی

۱۔ سورہ بقرہ ۲۸۵ سے ۲۸۶ تک
 ۲۔ سورہ آل عمران ۱۵۹ سے ۱۶۰ تک
 ۳۔ سورہ ابراہیم ۱ سے ۱۲ تک
 ۴۔ سورہ مزمل ۱ سے ۴۰ تک
 اور ان غائب ہیں۔

موسوی جہد الحق نے کونجا جہاد کے لئے غیر مقررہ سورہ بنائے تھے وہ دیگر
 کو کچھ حد تک نقل کیا ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس جہاد میں موسوی صاحب کے معنی
 میں نہیں ہے۔ غالباً موسوی صاحب نے اس کا نقل جہادِ مذہبی اور مذہبی انتقام
 بتا کر دیا ہے۔ "وہجنا انتصار صاف" ایک تہذیبی و فکری کونجا جہاد کے لئے کافی
 ہے۔ یہ کونجا جہاد میں شہادتِ شہداء بھی ہوتا ہے۔ اس کے ذیلی میں حق کے تہذیبی
 و فکری کے ساتھ اس جہاد کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔ جہاں جہاں اللہ ناکہات سے
 بھرتے لگے ہیں یا کہیں ہم ذوقِ پایا تو ماحیثیہ جہاد کی وسعت کو دیکھ گئے ہوں۔
 بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب یہ غیر معنی اٹھائے، مسلم کو میں انکار لوگوں کو اسلام
 کے طرف بولائے گئے سب کا درمیان جب سے آپس میں
 پر پھٹے گئے کہ یہ دینی اور دنیاوی کی یا کہنے کا غرض
 کہنے کا سرچہ کہنے کا گئے تھے ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ

یہ دیکھ سکتے ہیں اس کا احوال "جہاد" ہے۔

یہ "کافر" (اصول ۱۰)

یہ "یہ یار" (اصول و کتب جلد ۱، ج ۱)

یہ "حق سبحانہ" (اصول و کتب جلد ۱، ج ۱)

اور نئے حال سے جو بیخبر تھا اور نہ پہلے کو خبردار کیا (گن) نہ
 ہم جن کو کسی چیز سے آپس میں ایک کر ایک پوچھتے
 چنانچہ کا ذکر آپ ہی ممکن ہے اب فرمایا میں، لہذا، اس میں
 الہی خبر دینا سے کہ یہ دو قرآن ہی ہیں یہ اب قرآن کو
 وہ کھاراد میں قتلوی اختلاف کرتے ہیں کوئی کہ
 کہتے ہیں اور کوئی کہتے ہیں اور کوئی کہ کاسیروں
 تحقیق بدل دی جائیں گے جب یاسم آئے گا کہ بیخبر
 سے ہے اور قرآن کا کلام ہی تم کاسیروں
 پر قسیمی بدل دی جائیں گے کہ یہ کیا جو ایسا ہی ہے ہم
 الم بخل اور من معاد آیا نہیں کہ ہم نے دین کو
 بچوں کو سب اوس پر خبریں دی ہیں اور

۱۔ کو "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ)

۲۔ "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ) اسم اعظم قریب ہے "براہین میں ہیں جو

۳۔ "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ) پھر یہ (ایسا اكتب عا دسا در بگ) پھر آپ

فرمایا "آمینہ" اور "عا دسا در بگ" "عا دسا در بگ" فرمایا کہ "اكتب عا دسا در بگ"

۴۔ "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ) "اكتب عا دسا در بگ" "اكتب عا دسا در بگ"

۵۔ "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ) "اكتب عا دسا در بگ" "اكتب عا دسا در بگ"

۶۔ "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ) "اكتب عا دسا در بگ" "اكتب عا دسا در بگ"

۷۔ "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ) "اكتب عا دسا در بگ" "اكتب عا دسا در بگ"

۸۔ "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ) "اكتب عا دسا در بگ" "اكتب عا دسا در بگ"

۹۔ "اكتب عا دسا در بگ (آمینہ) "اكتب عا دسا در بگ" "اكتب عا دسا در بگ"

پہاڑوں کو بھیں۔ جب زمین کو بہا دی تو پانی پر بہتے
 تھے پھر پہاڑوں کو بھیں اور پھر دھبے زمین پر
 دفن کر ڈالا جاتا اور بہا کے ہم نے تھیں جوڑے
 جوڑے کو ہم نے اولاد پرستے یا بھات بھات
 جس کا بے گارے اوپلے چنے اپنے برے و جھٹا
 تو کم سپنا اور کئے ہم نے خند کو تھری آدم کے واسطے
 کہ بد لیا کو راحت ہوئے اور نہ گارے ہوئے و جھٹا
 ایل ہاس اور کئے ہم نے سات کو پاس کو سب
 کو نہ جاری سے ڈھانٹے تھے و جھٹا و جھٹا
 اور کئے ہم نے دھان کو سات کو دھٹ کو دیں روزی
 پیہا اور پھر دھٹ پکا ڈکا ڈکا ...

سہا جانے تھے و خیر کے تھیں میں اس کا بے میں اکثر سات پر و جھٹا

۱۔ "تو" (سنو موروہ الی) کے "کی" سنو موروہ الی (سنو موروہ الی)

۲۔ "ے" دیگر نسخوں میں نہیں ہے۔

۳۔ "ہم" "وکتب لہو امید" کتابت کی نقل ہے۔

۴۔ "یا" سنو موروہ الی میں نہیں ہے۔

۵۔ اور کئے ہم نے خند کو تھری کہ "ہا کا آدم پو پو" (سنو موروہ الی) اور کئے ہم نے خند

تھری کہ آدم کہ "ہا کا آدم پو پو" (وکتب لہو امید) و جھٹا

۶۔ "وہرے" "ہیز" نے "کے" "ہا" "ڈھانٹے" (دیگر نسخے) کے "وقت نہ گارے"

(دیگر نسخے) کے "خیر تھری" (وہرے) و جھٹا

کی جانچ ہے کہ "مہم جی مولیٰ" میں خاص معنویت ہے۔ ایک قرآن کریم کی بات
کا کوئی ٹکڑا ہے جس اور میں بڑی تفتیش میں فتنوں میں وہ دراصل ہے کیا وہ قرآن الہی
ہے یا جنت ہے یا قیامت یہاں مفسر نے صرف بتا دیا اور قرآن کی طرف اشارہ
کیا ہے اور آگے کا سبیلوں کی تفسیر کے کیا قدر و عظمت اور فائدہ دکھایا ہے۔

یقیناً یہی باتیں گے جب قیامت آئے گا کیرے پڑے گئے اور قرآن کا حکم ہے۔
دوسرے یہ کہ اس قسم کی پوچھ پچا ہے کیا وہ بات ان کی کجی میں آسکتی ہے۔ جو کہتا ہے
کہ ان میں اس کی اس کے اور یہ ہو۔ اس سلسلے میں ایک بات اور بھی وعظمت جب
ہو کہ ہے وہ یہ کہ یہ پوچھ پچا کس کے درمیان ہو رہا ہے۔ کھار آپس میں ہی کر رہا
ہیں یا ان کے غلط رسول کریم صلیم اور مومنین بھی چھ مفسر نے صرف "آپس میں
ایک کو ایک پوچھتے ہیں" سے معنویت میں تکیہ پیدا کر دیا اور بنا "حکم سے قرآن
چھ مہم دیکھئے۔

مولوی شجاع الدین صاحب "مفسر فقیر درمکر اور سید بابا قادری مفسر فقیر
تشریحی وہ دونوں ہم عصر تھے بلکہ وہ دونوں کی تفسیر کا سبب فقیر ایک ہی اس کے ۱۲۷۰
ہجری ہے اس لئے مواضع میں سمجھوتہ کی خاطر یہاں سید بابا قادری کی تفسیر سید
بنام سے بھی نود جہالت پیش کیا جاتا ہے۔

"میں وقت کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعوت
ایمان کے آفلاہا گئے اور قرآن شریف نازل ہوا
اور قیامت کے روز سے ڈراؤں لگا رکھا حضرت کے
جنت میں اور قرآن کے نازل ہونے میں اور
قیامت کے آنے میں اختلاف کے "اور آپس میں
ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے یہ تفسیر سے اور

صحابہ سے پوچھنے لگا جیسا کہ حدیث شریف فرماتی ہے
 تم جتنا دین کسب و حیات سوال کرتے ہیں کھارو ہی اپنا
 البیض فریض سے بیٹے قرآن سے ان دین ہم اپنے ہر کو
 وہ کھارو نہ قتل و جرح اسی ہر کے اختلاف کرنے
 والی ہیں بیٹے قرآن شریف کیتھ صحرا اور شر اور
 کھانے کے نسبت دینے ہیں اور کھنے ہیں کہ کھانے
 اول گزری ہوئی ہیں اور یہ قرآن دل سے بنایا ہوا
 ہے۔ بیٹے معز کھنے ہیں کہ بنا عظیم سے مراد جنت
 حضرت علیؑ اٹھ بیٹے مسلم کے ہی تو کھارو بلکہ اگر سوال
 کرتے ہیں کہ کیا علم نیز ہے یا نہیں اور کھانا ہے
 یا نہ ہو جیسا کہ روایت ہے۔ کہ وہ کھانا سیر جیسا
 ہے کہ بیٹے کھارو اور کھانے کے مومنین سے سوال
 کرتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔ بیٹے معز کھنے
 ہیں کہ بنا عظیم سے مراد قیامت ہے کھارو اس میں
 اختلاف کرتے ہیں۔ بیٹے کھنے لگا کہ قیامت آنا
 حق ہے ہاں کہ بت ہمارے قیامت کریں گی۔
 ہوا کہ کھانا کھارو اور کھانے ہمارے قیامت کرنے
 والی ہمارے ہیں۔ نزدیک خدا کھانے کے اور
 بیٹے کھارو مطلق کھارو کرنے والی قیامت سے
 کہتے ہیں کہ ایسی آلا جیلتا اور دنیا نہیں ہے وہ قیامت
 گردہ لگانے ہمارے دنیا ہے اور بیٹے کھارو قیامت

کے آنے میں خشک کرتے تھے :

سید بابا قادری نے قیامت شراب و بھکے ساتھ قیصر کی ہے اور مولوی شجاع الدین صاحب کی قیصر رسم اور تشہیر ہے۔ قطع نظر اس کے سید بابا قادری کی زبان بھی صاف ہے۔ جہارت میں عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً جہاں مولوی صاحب کے پاس "جلدی" "بایں گے" "نہیں کے" "پلکھنا" "شیرنا" "دور ہونا" "اوپر چلنے" "رٹھانے" "الفاظ ملتے ہیں وہاں سید بابا قادری کی جہارت میں ان کے لئے عربی اور فارسی اسماء و صفات اور افعال مرکب ہیں۔ "قریب" "معلوم کریں گے" "بایں گے" "رضی" "قریب کرنا" "دور" "دور کرنا" "یوسف" "کرنا" وغیرہ۔

زبان میں دونوں معجزوں کی قیصرے ایسے چھبیش کئے جاتے ہیں جن سے عربی کے الفاظ کے ساتھ ساتھ عربیوں کا ترکیب اور جہارت کی صفات و خشکی کا بھی سوازد کیا جاسکتا ہے۔

سید بابا قادری	مولوی شجاع الدین صاحب
کلا سبعلوہن یقین قریب ہے کہ معلوم کریں گی اگر میں گے، کھار دو زیارت کیس وقت سکرات موت کے جس پر مر میں کو اختلاف کرتے تھے وہ تھے ہی۔	کلا سبعلوہن یقین جلدی بایں گے جب قیامت آئے گے کہ خبر کے تھے اور قرآن خدا کا کلام ہے۔

شہ کلا سبعلوہن پس یقین قریب ہے کہ معلوم کریں گی کہ اگر دو زیارت کی ہی ہے (اور حقیقتہً اپنا باطن تھا۔	شہ کلا سبعلوہن پھر یقین جلدی بایں گے کہ اگر ایک اور ایمانی کا ہے وہ لائے امام۔
--	--

الو نہ جعل الارض معاداً یا نہیں	الو نہ جعل الارض معاداً یا نہیں
---------------------------------	---------------------------------

گرا بی ہم زین کیش فرغ پھلچا ہوا
تاری میں قدم کرنے کی بات ہوئے
والجبال اوتاؤا اور نیں گرا بی ہم
پہاڑوں کیش زین کا دوسری زین
سنو دھوئی اور حرکت کری۔

و خلقتا کھراڑو اچا اور یہ مکے ہم
تھاری تین جڑی ہر قسم کی تھوڑا
تا نئی تھاری باقی رہی یہ مکے ہم
تھاری تین قسم تھوڑا اور سینہ
وراز اور کچا و طہورت اور ہر صحت
اور گرا بی ہم زین کیش تھاری آرام
کامیابی تھاری حس و حرکت قلع کچے
ہی حاکم تھاری آرام پادوی اور
مانہ گا تھاری دلچ بودی

اور گرا بی ہم رات کیش پر وہ کرنے
والی کر سب انہ جیرا کے تھاری چوٹو
پوشیدہ کرے رختہ مات گاہیں آیا ہی
کہ رات خد اٹھنے کا دوستوں کا پرہ
ہے کہ انکیش یزدوں کا نگر ہے پوشیدہ
رکھتی ہے اپنے حاکم تھاری حاکم

مکے ہم نے زین کو چھوٹا کر دوسرے پر
سب ہر نیں
والجبال اوتاؤا اور پہاڑوں کو
یہ زین کو یہ ایسا وہ پانی پر
ہلنے والی پہاڑوں کا نہیں دوسرے پر
رکھتا ہے زین تھری

و خلقتا کھراڑو اچا اور یہ مکے ہم
نے تین جڑے جوڑے کہ تھوڑا اور
ہوئے یا ہانت ہانت ہیں کاٹے گورے
اپنے اپنے اپنے ہرے۔

و جعلنا قومکے مہیا اور کی ہم نے
یہ کو تھاری آرام کے واسطے کہ وہ
کو راحت ہوئے اور مانہ گا دور ہوئے۔

و جعلنا اللیل لباسا اور مکے ہم نے
رات کو لباس کو کہ کو اندھا
نہایت ہے۔

سے لذت پاویں موافق اپنے استاد
کو۔

و جعلنا انتھار معاشا اور کے ہم
نے دنیا کو معاش کا وقت کو اوس
جہاد و زکیہ اگر د اور پھر و چو
پکڑ لگاؤ۔۔۔۔۔

مولوی شہار الدین صاحب کی بابت میں "نے" علامت خالی پایا جائیے
فضل مقدی کے ساتھ "نے" "استغنیٰ" میں بھی تھا اور نہیں ہی۔ مولوی صاحب
نے علامت "منزل" کو "استحالی" پر ہے جو کہ بابا عاری نے "کو" کی جگہ "یہ"
تر "جین" "اور" "کیتس" لکھا ہے اور اسم کی فتح بابت مقدی الف فوری
انفار کے باقی ہے مثلاً جہاں الفین ل ایضاً کتب قرآن مجید اور اس جہوں کی
فہمی ہونی ضروری ہیں یہی احکام اور یسین ل بر خلاف اس کے مولوی صاحب
کے پاس اس کا فتح (دوسرے جگہ) "ہیں" کے ساتھ ملتی ہے مثلاً "جین" "تر"
مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ بابا عاری نے ہر اسم کی اسی طرح فتح باقی ہے یہی
بابا عاری کی طرح مولوی شہار الدین صاحب کی فتح بھی اس سے مستثنیٰ نہیں مثلاً
"کونیاں کو" یہ فیل سورہ فتح کی تفسیر میں ملتی ہے لکھا ہے۔ "حدیث میں آیا ہے
ہے، کہ حدیث میں کو ایب لکھا جاتا ہے، ایسا کو الگ خوشک (خلف)
کونیاں کو لکھتی لکھتی ہے۔ "اس فقرے میں" "کونیاں کو" تو لکھا ہے لیکن۔
"یہ حدیث کو" کا جگہ "یہ حدیث کو" نہیں لکھ۔ مولوی صاحب کا یہاں کے متفق

سے مزید سلامت کی خاطر غیر سورہ فتح کی جہارت قرآن میں نقل کیا جاتی ہے :-

”غیر میں لائی ہیں کہ ایک لاکھ پندرہ ہزار حضرت کی پاس
 آیا کرتا تھا۔ جبکہ میں مام کو بیٹوں کی ہوت کر اور
 جوتھی حضرت کے کٹی کے وہ اسی نے اس کے ہاتھ لے
 کہ حضرت کی نام سے جا دو کہ ایک سال کا میں بنا، کہ
 روانگی کو ی میں پھر کیا فی رکھی اور جبریلؑ نے حضرت
 کو فرماتے۔ حضرت نے میرا نہیں علی کرم اللہ وجہہ
 کو بھیجے وہ جا کر کوئی میں سے تاکے لے آئی، اس میں
 بھی وہ گریں بھان تھی تھی یہ وہ نو سو تیس اور تین
 بھیجا جبریلؑ علیہ السلام پڑتے تھے ہر آیت پر
 ایک گرا کھن جاتے تھے گی، وہ ایڑے لگا رہ گئی
 کھن میں ن۔ یہ جہاں مام روایت کرتے ہیں کہ حضرت
 نے (ماتے کو) قوز ذوالقنود، ذوالبش، القوز
 یعنی اون رو نو سو تیسے زبان کو پناہ دینے کے
 یہ چیز نہیں دے

حدیث بالا جہارت کے بعض اضافات کے علاوہ اس میں ان کے تعلق کا
 اندازہ ہوتا ہے۔ ہوت و ہست، بات و باقہ، کوئی (کوئی) رکھی (رکھا)
 بھی (بھی)، آفران کو دو فلک رکھا اور ”بھی“ سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی فعل یعنی

لے غیر مام و جابرک خطوط اکتب خانہ دارالکتب۔

عہ غیر مام و جابرک خطوط (۱۹۰۹ء) کتب خانہ مصر۔

بنانے کے لئے معبود سے دعائت معبود نکالنے کے بعد "یا" اضافہ کرنے کا طریقہ اس وقت تک بھی تھا۔ نیز یہ کہ اسم کا جزا فعل ناقص اور اسمی فعل کی بھی جرح آخر میں اس فعل کی جرح کرنا ہی جاتی تھی۔ مثلاً جہاں (تھیں) کھن گئیں۔ اسم بھینچ ہوئے کی صورت میں حرف اضافت کو بھی مولوی صاحب نے بھینچ استعمال کیا ہے۔ اس کا فعل سورہ نجات میں "اطمط" کے ترجمے "سب مستان خدا کی ہیں" میں لیا ہے۔ چھاپے "جہاں تک صفت ہر صراہہ مراد دہری اطمطانی کی تیں جو سب مستان خدا کی ہیں اور جی ثابت ہے" حرف اضافت کو لے جانے کا رد بجا ہیست قدیم ہے مولوی صاحب کے زمانے میں بڑی حد تک مترجم ہو چکا تھا۔ "یابک" بعد و یابک نستیں - کا ترجمہ کیا ہے :-

"ای پروردگار ہماری ہمیں بندہ یتری ہیں اور بندگی

یتری کرتے ہیں بندگی کرنے کے توفیق دے۔ کھن ہیں اور

مدد بھی یتری سوں مانگتی ہیں جو ہماری تیں پیدا کرے خدا

اور سب کام پر سب مدد کر پناہ مانگیں ہے :-

اس ترجمے میں پہلا فقرہ "ای پروردگار ہماری ہیں بندہ یتری ہیں" ترجمہ

نہیں بلکہ بغیر ہے اور بندہ کا مفہوم عبادت کی دعائت سے لایا گیا ہے۔ اور اس

کے بعد کا فقرہ "اور بندگی یتری کرتے ہیں" یابک بعد کا ترجمہ کیا ہے لیکن اس

جود آیت میں جو صحت ہے ترجمے میں مفقود ہے۔ صحت کے ساتھ اس کا ترجمہ ہے۔

"ہم یتری ہی عبادت کرتے ہیں :-" و یابک نستیں - کا ترجمہ کیا ہے۔ "اور

مدد بھی یتری سوں مانگتی ہیں" اس ترجمے میں اس معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے

حرف صریح "ی" کی جگہ "یجی" استعمال کیا ہے۔ مولوی جلال الدین نے اپنی قواعد

"اور حرف و ک" میں "یجی" کو بھی حرف تھیں میں لکھا ہے لیکن اس

کی جو مثال دی ہے۔ رع۔

”ماں بھنے بھی نہیں مائے آتی بھی نہیں“

میں لکھا بھی ”حر یا تھیں کا جنوم ہندو پر لکھا۔ اگر ہم مولوی بدیع کو یا ان کے مطابق ”بھی“ کو حرف حر تسلیم کریں تو بھی قرآن میں یہ حرف تھیں درست مقام پر استعمال نہیں ہوا ہے اس لئے کہ قرآن میں ”حر“ لفظ ”پر ہے نہ کہ خدا“ پر۔ لیکن دکنی قرآن کے ترکیب قرآن میں ”بھی“ حرف تھیں ”ہزی“ کے بعد نہیں آ سکتا تھا اس لئے کہ اس سے پہلے تھیں کے جنوم کا ہندو پر لکھا جاتا تھا دوسرے لڑکے ساتھ ہم جڑی بھی درما لگے ہیں۔

ذیر نظر تفسیر میں زبردستی ہے۔ دریا میں تفسیری احکا اور بے اندازہ لگے ہیں۔ زبردستی میں تفسیریں داتا کا فتح کا تفسیر میں سے اس کی اولیٰ ہے۔ تفسیر کے معنی سے تو تفسیر میں داتا اس کا کہ قرآن معلوم کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ میں مقامات پر تفسیر میں کا تفسیر سے کہ کون کون حالت حذف کر دیا گیا ہو۔

فیتر آن (مکمل)

ادانہ ادبیات اور جدید آباد آندھرا پر دہلیوں کے تذکرہ قلم کار ہیں ایک
ایک فیتر آن کا تذکرہ ہے جس کا سہ فیتر ۱۲۰۰ ہجری کا طالع کیا گیا ہے۔ مولا
فیتر آن (مکمل) سے کیا خیال ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی مکمل فیتر ہے۔ یکنوشت
ہرست نے اس کو مکمل بنایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :

"ذیر غر غلط بھی فیتر قرآن ہے جو بیکار مکمل ہے مگر
صلح ہر شب کو دیا جائے اور افاقہ برون ہے
ہست ہر کم غور ہو گیا ہے۔ آفتاب پارے کی فیتر
سے نشر و نفاذ ہے اور اس میں سود مزیل اور
دوسرے باروں کے سودوں کی بھی فیتر موجود ہے۔
سلام دہ کے کہ موت نے کیا حجب ظلم کی تھا۔
کائنات موجود اس کی ہدایت یہ ہے۔"

داعی بھی لکھا ہے کہ یہ قرآن شریف کا مکمل ترجمہ و تفسیر نہیں ہے۔ (۱۶/۶/۲۵)
سائیکس کے ہر لاپرواہ آئینہ نشینی جی خاصے کی ہفت (۱۳) سطریں ہیں۔
ایسے (۱۵۱) سلاں پر اسے قرآن شریف کا ترجمہ و تفسیر جس ترجمہ کا کس نہیں

لفظ کی بات یہ ہے کہ "تیسرے قرآن مکمل" کی سری کاتب کی لکائی ہوئی نہیں ہے بلکہ خود مرتب فرست لکھے۔ خود یا سہی لکائی ہے اور خود ہی اس کا تہہ لکھیے۔ اور اصل اس نسخہ میں پارہ ۱۱ کے علاوہ خاص خاص سورتوں کا ترجمہ و تفسیر ہے پارہ ۱۱ کی سورتوں کی ترتیب انفرادی لکھی گئی ہے۔ یعنی سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران۔

ہب، انصر ایسا پارہ پارہ کی آفریں سورت "ابن ربیع" اور یہ ترتیب ثابت ثابت عام کی سہولت کی خاطر لکھی گئی ہے۔ غازیوں بالعموم پارہ کی آفریں پھر ان سورتوں پر لکھی جاتی ہیں اس کے پہلے ان سورتوں کے معنی و مطلب کی تفسیر مزید لکھی گئی ہو گی۔ پارہ ۱۱ کے بعد سورہ یسین، سورہ قمر، سورہ جن، سورہ مزمل، سورہ ملک، سورہ رعد، سورہ جہ، سورہ طہ، سورہ یوسف، سورہ صافات، سورہ غافر، سورہ انعام کی آفریں آیت کی تفسیر ہو رہی ہے اور سلا کا باقی ایک پوچھا نہ سہا رہا ہے اور اس کی پشت کا نسخہ ہی سہا رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مزمل نے اس کا ملک ترجمہ و تفسیر کا کام انجام دیا ہے۔ اس آفریں سلا پر مزمل کا یا کاتب کا نام اور سہ ترجمہ و تفسیر لکھی ہوئی ہو سکتی ہے۔ اس کے قاصد یہ ہے کہ اس کے ابتدائی سلاں میں اس کا نام اور سورت شریف لکھ دیکھ سوا، مزمل درج ہو گا۔ لیکن ان سلاں کے تلف ہو جانے کی وجہ سے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو سکے اور مرتب فرست لکھے کو نہ جانے کیوں۔

تیسرے قرآن مکمل کا ذکر اچھا دے دیا۔ اختلاف شدہ صفحات پر سورہ فاتحہ کا ابتدائی آیتوں کا ترجمہ و تفسیر ہو گی لیکن اب بحالت موجود سورہ فاتحہ کی آیت "یاک بنودیاک شقیس" سے ترجمہ ہے۔ قرآن آیات سرنا و دشمنائی میں ہیں۔ ترجمہ و تفسیر الگ الگ نہیں ہے۔ ترجمے کی عبارت کے پہلے یا بعد تفسیر کے سے "عجب عزت یک وہ قوت" اعلا کر دینے لگے ہیں۔

سورہ فاتحہ کا یہ ترجمہ مولوی میر شجاع الدین حبیبی "لکھا گیا ہو ہے۔ مخطوط

نقیر پارہم و جہارٹ سے سورہ خاترات کے قریب، نقیر کا اس سے مقابہ کرنے سے اس بات کا تصدیق ہو رہا ہے لیکن اس سے یہ نیز نہیں ملتا کہ زیر بحث "نقیر قرآنی" اور ان کا سورہی موری صاحب یہ نقیر ہے۔ اس سے موری کی دیگر سورہوں کا ترجمہ و نقیر موری صاحب کے قریب، نقیر سے نہیں ملتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب نے مختلف نقیروں سے مختلف سورہوں کی نقیر اکٹھا کی ہے۔ ایسی تائید کو بھی اس زمانے میں کاربیر اور صاحبی ثواب کا ذریعہ بھی جانتا تھا۔

موری میر تقی میر اور میر حبیب نے سورہ ۱۴۱ بقرہ میں نقیر بھی لکھی۔ اس قاعدے کا جاسکتا ہے کہ زیر بحث نقیر کی کثرت بعد سورہ ۱۴۱ بقرہ میں سورہ ہرگز سورہ خاترات کی ضرورت نہ رہی بلکہ آیتوں کے قریب نقیر اور ذرا بجا دیا جانے کے شوق سے "نقیر قرآنی" کے سلسلے میں تھیں سے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس نے یہاں مکرر جبر و کثرت سے غور سے نہیں کی جاتی۔

۱۔ نقیر پارہم و جہارٹ۔ کتب فارسی، دارالکتب۔

۲۔ "نقیر قرآنی" اور موری میر تقی میر حبیب۔

۸۔ تفسیر سورہ یوسف تا سورہ حج

قدیم اردو میں مولوی عبدالحق نے ایک اور تفسیر کا ذکر کیا ہے یہ سورہ یوسف سے سورہ حج تک کی تفسیر ہے۔ مولوی صاحب کے بیان کے مطابق اس کے مشرعا کے دو چار دوری غائب ہیں۔ آفریناء سے تفسیر دیکھتا ہے اور معجز کا نام۔
نور عجائب کے لئے سورہ یوسف کا اور تین آیتوں کا ترجمہ و تفسیر لکھا گیا ہے۔ جو ذیل میں دیکھا ہے :-

”اَللّٰهُ اَجَلٌ عَلٰی خَلْقِ الْاَرْضِ اَللّٰهُ خَلَقَ عِلْمًا کَبِیْرًا یُوسُفَ
لَے کو یہ بتائی کہ علم کرنے والا زمین کے خدائوں کا بھی
کار بار ملک معر کا علم یوسف کو تحقیق میں طاقت کرنے
والا ہوں بقرے مانگوں اور خبردار ہوں اور ملک میں
ادکذا ملک کتا یوسف فی الارض ایسا کہ بادشاہ کوں
ہر بات کیا میں نے یوسف پر دیسا ہی مرتبہ دیا یوسف
کوں زمین مصر میں۔ یہی ہے جنول خدائی کیا بادشاہ دیکھاں

لے قدیم اردو میں (۱۵۴)

میں جو اردو میں ”معر“ کی بات ہے ”معر“ لکھا ہے کتابت کا خط ہے۔
TooBaa-Research-Library

پنڈا بگ بگ - "ہائے ہیں" نکلا ہے جو "آوردہ اندر"
کا نقل کر رہا ہے۔

شیر کا دبا جانے والے میں مودی صاحب نے انجانہ خیالی کیا ہے کہ :-
"رہاں کس قدر پرال ہے مگر بیس ہے۔ ایسی بیس
اور صاف کو اگر دو چار ایسے لکھا جیسے لانا" (بجی بھرنا)
(پر ال دینے اور) کٹی (بجی کٹی)
کہیں کیسے آجائیں کرانے کے لانا سے اس کی
مطافٹ نکلی ہو جائے کہ صفت خفا کا ہند کھپے
یا جڑی ہند کا۔ جبے میں صرف حریف کا رسی
اٹھا جا ٹکف استعمال ہوئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ مودی صاحب نے صرف مندرجہ بالا خود عبارت ہی پر اچھا رسالے
قائم نہیں کیا ہوگا۔ اس عبارت سے اوپر "ناظر" اور "پر ال" ملے ہوں گے
"یکلی" "ہائے" "کر د عبارت" میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ ایک دو باتیں اور ہیں
جو صاحب خیر کو الگا الگا ظاہر کرتی ہیں اور پھر اس کے دہانے کے شیخ کو نے میں یا اس کی
مدد کرتی ہیں۔ مودی صاحب نے ان کا وزن اٹھا نہیں کیا ہے۔ صاحب شیر نے
مطافٹ، بیس وچ کے ساتھ حرف ان فٹ کو بھی بیس وچ استعمال کیا ہے۔
"کیاں خواہنے کیاں سوپ کر اختیار ملک کا
نیز ہاتھ اس کے دیا۔"

یہ دہلی کا ضرورت ہے (۱) اس قسم کے فقرات نیز مودی کے دہا
تک بھی ملے ہیں چنانچہ سید بابا مودی نے مودی کے نے خیر عزت لکھنا
میں مطلق نقل کو بھی لے مودی کے لکھنا استعمال کیا ہے۔ جیسے "کیاں پھر نے"

یہ نام آیتوں کوں ۔

فقیر ذرا ہی دلیں " اہل سے " " سے " اہل میں " ورنہ طرح نکلا
ہے ۔ خود جبارت میں " نے " علامہ ناسخ بھی پایا جاتا ہے ۔ اس کا استعمال کہیں
فرج ہے اور کہیں فرج ۔ اہل اس سے اس زمانے میں دہائی کی اصلاح کا رجحان
معلوم ہوتا ہے ۔ دہائی صاف اہل میں ہے ۔ اس لحاظ سے یہ دعا تیرہویں صدی
پورے کی خبر ہو سکتی ہے ۔



۱۔ تفسیر غوثی

تفسیر قرآنی پارہ اولم کا ترجمہ وغیر ہے۔ اس کا باب ۱ سورہ بنی اسرائیل ہے۔
 اور ۲ طو میں سورہ بنی اسرائیل کے بعد سورہ نازک کی تفسیر ہے۔ یہ فکر فقہانے میں نہ تو
 دیا ہے اور نہ ترجمہ میں سے صاحب تفسیر کے حالات اور اسے تفسیر وغیرہ
 روشنی بخشتی ہو سکتی۔ البتہ آخر میں سورہ نازک کی تفسیر کے بعد ایک رہائی بھی ہے جس میں
 قرآنی نکلیں آیا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ قرآنی صاحب تفسیر کا تعلق ہو گا۔
 بہت حضرت سید الشہداء کو قرآن عظیم ہے جس میں بیانی
 ذکر مقبول قرآنی کو لایا ہے۔ حق اللہ کہ ہر وہ بیانی
 قرآنی نکلیں سے صاحب تفسیر کا نام کو قرآن، قرآن الدین، قرآن علی یا اسی
 نام کا کوئی نام ہو سکتا ہے۔ قرآنی کے تعلق سے مولوی میسر الدین ہاشمی لکھتے ہیں۔
 "پیر ہوئی مدی میں جناب میں دوستوں کا تعلق
 قرآن تھا ایک ارکان کے متعلق تھے ان کو قرآن
 جانی کہا جاتا تھا انہوں نے ریاضی سور کے نام سے
 تعلق دینا تعین کیا ہے۔ دوسرے قرآنی کو جو رہا
 سے تعلق تھا یہاں کرتے ہیں کہ ایک زمانے میں یہ
 سنت پر بیٹا تھے اور مشغول رہا کرتے تھے ان کے

۱۔ تفسیر غوثی (۱۳۱۱ھ تا ۱۳۱۲ھ) مولانا محمد حسن سید صاحب مکتب خانہ آمینہ

ایک دوست نے میں کا نام نظام علی الدینی تھا اور
ابن سیف (فرقہ) سے تھے ان کو مشرور دیا کہ
سیدنا جواد علیہ السلام کے حالات آداب
تجلیہ کریں ان کے سب مشرور حوثی نے ایک فارسی
کتاب سے مراد لے کر ریاض خزائن کے نام سے
ایک شہری لکھی یہ فقیرانہ کار دوسری فقیر
ہے جو پارہ علم بقا کو اس سے متعلق ہے۔ اس میں
سورہ علم بقا کو اس سے آزاد کر کے سورہ ناس پر

نعم کیا ہے۔

مشرور باہر سکھ میں اپنی صاحب نے "ریاض خزائن" کو صاحب فقیر حوثی سے
منسوب کیا ہے۔ چونکہ فقیر حوثی مغز کے حالات کے بارے میں بالکل ہی غرض ہے اس لئے
"ریاض خزائن" کے مطالعے سے جو کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں انہیں ذیل میں پیش
کیا جاتا ہے۔ شہری ریاض خزائن میں شہرے سے متعلق ہر ایک شخص لکھا ہے مثلاً
نعت شریف میں :-

فریاد گاہ اب در اسلام آباد
ہو لا مقصدی کا سران توں

مراد کیا گیا ہے :-

میں کو اب حوثی صاحب کا سران ہو
کیوں ہو ہو سران میں ہو ہو سران ہو

۱۔ رسالہ اور انجمن حوثی درود اپنا کتابت جواد علیہ السلام ۱۹۵۵ء صفحہ (۳۶)
۲۔ صاحب غلط ۱۳۱۳ کتابت خداداد مضیہ۔

نقصت میں

پھر لی حوائی علم کے لکھو یہاں باہر کے گھوڑیوں توں پیسے کہاں
نقصت اب توں علی کا بول آ راضی ہو رہا رہی سوں کام کیا

الروض حوائی کون جانی اپنا غلام کر کم اسوں پر توں مٹا ہا حال غلام

مٹو کا کام رکھنے کے سلسلے میں ہور دیکھا لکھ یہ بیاض حاشیہ
نام اس کا میں بیاض حاشیہ

مٹو جی حوائی نے اپنے والد کا کام اٹھی لکھا ہے نیز بتایا جاتا ہے کہ وہ ایک
موشن بیان کا موشن اور ہے کہ وہ ہاشم پیر کے نوٹ تھے۔

باپ کا سنا نام دا اب ای حویز قالا پر گری دا میدکا نیسز
اٹھی دا باپ ہی ہوریں غلام میں غنیت کا تھا، لکھو نام
بٹ کا تھا اس کے اب کا حویز دوسرا داں لکھ د پوچی کر خون
شر اس کا لکھ ہا لکھ ہی دور آبرو کو باپ جس کا لکھ گھر
خلق موشن سوں ہور پل نیروا تھا ذرا او سو ہاشم پیر کا
یاد حق سوں تھا د کا نقل ایک گل حق منت سہم کے ہور موسم دلی

یہ ہاشم پیر کا بتا کر عادل شاہ (۱۰۲۰-۱۰۶۷) کے مرشد شاہ ہاشم پیر کا
اموالی ۱۰۵۹-۱۰۶۹ میں۔ اس کا نام ہے اٹھی، علی عادل شاہ کا نام۔
(۱۰۶۷-۱۰۸۳) اس کے دور کا بتا کر ہے۔ چاہو حوائی نے مٹو کا لکھی یہ پوری
اور حوائی کو گھوڑی کو اٹھی کے ہم مٹو بتایا ہے۔

نفری ہو پر گلشن میں نہنگ گر ہر مشورہ دیا اپنی چنگ
 انھی ہر جذب خوشی ترا تو بہار اپنا کھلا یا یک ترا
 پھر ذرا ہی قدر سیف و تلک کہ گلی کہ شکرے تو سوسا سوسا
 دھر زانی و قتل رب کا اچھا ہی اور رات افزا برونہ و ذاق
 ہاشمی ہو یا ذیجا دون سون عشق میں چاک رو کہ گریہ شوق سون
 حوائج کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ "ریاضِ حشر" انھی کے انتقال کے چار
 سال ہو چکی گئی ہے۔

واقعہ ہر اس کا گزری پادشاہ یہاں ہوا میں کم میرا ہر گز حال
 آدھنابا کا جب تک ہاں تھا غم میرا گریہ کا گیا کہاں تھا
 ریاضِ حشر کا غم طرنا تھا حشر ہے اس سے اس کا سہ تفت و کلاہ
 معلوم ہو سکے۔ ویسے ہاشمی صاحب نے اس کا سہ تفت ۱۱۰۱ ہجری قمری بتایا ہے۔
 اس لحاظ سے انھی کا سہ وفات ۱۱۰۰ ہجری قمری ہونا چاہیے۔ لیکن نعتی ہاشمی
 اور حاشمی کے ایک ہم عصر کا ۱۱۰۰ ہجری قمری بتدعیات دہنا قرینہ بیسی نہیں
 البتہ آخیری رو میں مدعا پوری ملک اس کا زندہ رہنا قابل تسلیم بات ہو سکتی ہے۔
 قیاس یہی جاسکتا ہے کہ حوائج نے دارالکائنات کے بعد پریٹن ڈور کرنے
 کے لئے اوائلی تفسیر پارہم و زیب ردی حالات سے آگاہ ہوئے ہوں ایک شخص نے
 جن کا نام ریاضِ حشر میں غلام کی ادھیجا گیا ہے سیدہ جہانہ درج حوائج کے حالات

لے سنسز "فصلی"

لے فرست اور وہ معلومات جو مول سحر (۱۱۰۱) کتب حوالہ آمیز۔

یہ نعتیہ سہ سہ ۱۱۰۰ ہجری قمری سے ۱۱۰۰ ہجری قمری تک ہوا ہے۔

و حاجت عہدہ کرنے کا انھیں ضرور دیا۔ ایسی صورت میں پارہ تم کا سہ نصیر رہا جن
 قریش کے ہاشمی صاحب کے بچائے ہوئے سہ نصیر ۱۱۰۱۱ سے پہلے ہرگز اور
 اگر کسی دوسرے ماہ ۱۱۰۱۱ ہجری کا بھی سمجھا جائے تو قبل ۱۲۰۰ ہجری قمریٰ ہوگا۔ لیکن
 ہاشمی صاحب نے اس (نصیر قریشی) کو ۱۲۰۰ ہجری کے قریب کی تصدیق کیا ہے۔
 اور یہ بھی غائب صرف سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر کی زبان سے قیاس کیا گیا ہے۔ لیکن قریشی
 بینہ دونوں تفسیروں خصوصاً نصیر سورہ بنی اسرائیل کی زبان سے قیاس کیا گیا ہے۔
 دونوں کا الگ الگ زمانہ معلوم ہوتا ہے یہ عجیب بات ہے کہ نصیر قریشی اور نصیر
 دہانہ کا سورہ بنی اسرائیل کی عبارت ایک ہی ہے اور نصیر قریشی میں آخر آٹھ
 ایک دو الفاظ بدلے ہوئے ہیں۔ دونوں کی عبارت ذیل میں بالفاظی نقل کی جا رہی ہے

نصیر قریشی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم	نصیر دہانہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
علم یتا سونی اس آیت کا شکی نزول	علم یتا سونی اس آیت کا شکی نزول
یہ ہے کہہ نصیر منی اللہ علیہ و آلہ وسلم و گونا	یہ ہے کہہ نصیر منی اللہ علیہ و آلہ وسلم و گونا
کو قرآن کا حکم ظاہر کر دیا ہے اور حضرت	کو قرآن کا حکم ظاہر کر دیا ہے اور حضرت
کے روز سے ڈرانے لگا تب کافران	کے روز سے ڈرانے لگا تب کافران
مسلمانوں سے پوچھے کہ یہ بات یقین	مسلمانوں سے پوچھے کہ یہ بات یقین
ہے تب یہ آیت نازل ہوئی اللہ	ہے تب یہ آیت نازل ہوئی اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد منی اللہ	تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد منی اللہ
علیہ و آلہ وسلم یہ کافران کیا	علیہ و آلہ وسلم یہ کافران کیا

سوال کرتے ہیں منی اللہ علیہ و آلہ وسلم	سوال کرتے ہیں منی اللہ علیہ و آلہ وسلم
یہ قلعوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ	یہ قلعوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ
کافران بڑے عجز کے غرور پر جھٹکتے ہیں لیکن	کافران بڑے عجز کے غرور پر جھٹکتے ہیں لیکن

اسی چیز میں وہ کافران اختلاف کرتے
 ہیں اور غیر دانی سمجھتے ہیں کہ جسے غیر
 جہدے کہ کافران قرآن میں اختلاف
 کرتے ہیں اور جسے کافران حضرت علی
 رضی اللہ عنہ وسلم کو جہادگر کہتے ہیں اور
 جسے کافران سید المرسلین میں کہتے ہیں
 یہ اور جسے کافران یونانیوں کہتے ہیں
 یہ سب ایک ہی ہے کہ ہمارے جان و مال کا
 ہرج و مرج ہو جائے۔

اسی چیز میں وہ کافران اختلاف کرتے
 ہیں اور غیر دانی سمجھتے ہیں کہ جسے غیر
 جہدے کہ کافران قرآن میں اختلاف
 کرتے ہیں اور جسے کافران حضرت علی
 رضی اللہ عنہ وسلم کو جہادگر کہتے ہیں اور
 جسے کافران سید المرسلین میں کہتے ہیں
 یہ اور جسے کافران یونانیوں کہتے ہیں
 یہ سب ایک ہی ہے کہ ہمارے جان و مال کا
 ہرج و مرج ہو جائے۔

کَلَّا سَيُعْلَمُونَ شَرَّ كَلَّا سَيُعْلَمُونَ
 اے خداوندی فرمان ہے کہ تحقیق وہ کافران
 اس روز کو جان پہچان معلوم کریں گی اور
 جو کہ وہ کافران اختلاف کرتے ہیں
 حشر کے روز کو کافران جہادگر نہیں
 گی

کَلَّا سَيُعْلَمُونَ شَرَّ كَلَّا سَيُعْلَمُونَ
 اے خداوندی فرمان ہے کہ تحقیق وہ کافران
 اس روز کو جان پہچان معلوم کریں گی اور
 جو کہ وہ کافران اختلاف کرتے ہیں
 حشر کے روز کو کافران جہادگر نہیں
 گی

وَالْعَرَضُ مِمَّا تَرَكَ الْفَالُجُ
 وَالْجِبَالُ أَوْدَاكُهَا وَخَلْقُهَا كَرِيمٌ
 وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَجَعَلْنَا

وَالْعَرَضُ مِمَّا تَرَكَ الْفَالُجُ
 وَالْجِبَالُ أَوْدَاكُهَا وَخَلْقُهَا كَرِيمٌ
 وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَجَعَلْنَا

سے "اور جسے" غیر دانی سمجھتے ہیں اس سے کہ سب سے کٹ گیا ہے

سے اس سے کہ کچھ سہل سے تم کو دیا گیا ہے۔

انصار معاشا و یقینا فوکلہ سبقتا
 شد ادا و جعلنا سرا جا و حاجتا
 و انزلنا من المعصرات ماء
 تجا جا لتخرج به حیاء نباتا
 و جئات اعانی الله تعالی
 فرما ہے کہ اے کافران کیا میں زمین کو
 فرشتوں کے سر پر نہیں پیدا کیا اور
 پہاڑوں کو کیا میں ان کے سر پر نہیں پیدا کیا
 اور میں تمہارے جوڑے پیدا کیا اور میں
 تمہارے کھانام کے واسطے نہیں پیدا کیا اور میں
 تمہارے پردہ پوشی کو دات پیدا کیا
 اور تمہارے عاشق پیدا کرنے کے واسطے
 دلا کو پیدا کیا اور میں تم پر سات جن
 آسمانوں کو مضبوط پیدا کیا کہ اسے گر نیلا
 اور اس کو نہیں ہی اور اس آسمان پر
 چراغیں روکشیں پیدا کیا جسے آفتاب
 اور مہتاب اور ستارے سب پیدا کیا اور
 میں در سے بیشاپا فرمایا اور میں اس
 پانی سے دانے اور موم کو پیدا کیا اور میں
 اس پانی سے دنیا میں سے مرنے والوں کو
 میں دج سے لکھنوں کو اور میں

انصار معاشا و یقینا فوکلہ سبقتا
 شد ادا و جعلنا سرا جا و حاجتا
 و انزلنا من المعصرات ماء
 تجا جا لتخرج به حیاء نباتا
 و جئات اعانی الله تعالی
 فرما ہے کہ اے کافران کیا میں زمین کو
 فرشتوں کے سر پر نہیں پیدا کیا اور
 پہاڑوں کو کیا میں ان کے سر پر نہیں پیدا کیا
 اور میں تمہاری جوڑے پیدا کیا اور میں
 تمہارا کھانام کے واسطے نہیں پیدا کیا اور
 میں تمہاری پردہ پوشی کو دات پیدا کیا
 اور تمہارے عاشق پیدا کرنا کے واسطے
 کیا اور تم پر سات جن آسمان مضبوط
 پیدا کیا کہ اسے گر نیلا داسو اس کو نہیں
 ہے اور اس آسمان پر روکشیں چرائی
 پیدا کیا جسے آفتاب اور مہتاب اور
 ستارے پیدا کیا اور میں ابر سے بیشاپا
 فرمایا اور میں اس پانی سے دانے
 اور موم کو پیدا کیا اور میں اسے پانی
 سے مرنے والوں کو اور میں زمین
 سے لکھنوں کو اور میں

باقی سے باقی میں ڈاٹ بھارا لپیٹا باقی سے باقی میں درخت پیدا کیا ہوا۔
پیدا۔

تغیر لڑائی کی دوسری ضرورت یہ ہے کہ بین سورتوں کی تغیر میں اس کی بدلت
کا ایک مرتبہ دہانہ سے یا لگے۔ لیکن باقی حرکتیں اور تغیر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔
یہاں سورت کا دھبہ سے توڑا توڑا بھارت پیش کیا جاتا ہے۔

تغیر لڑائی تغیر دہانہ

سورت کا دھبہ سورت کا دھبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ عز وجل اللہ عز وجل اللہ عز وجل اللہ عز وجل اللہ عز وجل اللہ عز وجل
کہ قارمہ قیامت کے روز کو کہتے ہیں کہ قارمہ قیامت کے روز کو کہتے ہیں
اور اس روز لوگوں کو بول سے نہیں اور اس روز لوگوں کو بول سے نہیں
لے کہ قارمہ کیا ہے۔ لے کہ قارمہ کیا ہے۔

وہا اور ایک ماہ روز اور اللہ عز وجل وہا اور ایک ماہ روز اور اللہ عز وجل
فرمان ہے کہ اسے بدگاموں تم قارمہ کو فرمان ہے کہ اسے بدگاموں تم قارمہ کو
کیا بدلتے ہیں۔ کیا بدلتے ہیں۔

یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم یوم
دھبہ لایا لایا لایا لایا لایا لایا لایا دھبہ لایا لایا لایا لایا لایا لایا لایا

اور اللہ عز وجل فرمان ہے کہ ایک روز اور اللہ عز وجل فرمان ہے کہ ایک روز
مشرک ہے اس روز تمام اور یہاں مشرک ہے اس روز تمام اور یہاں
فرشتوں کی سر پر ہونے کی جہانگی اور فرشتوں کی سر پر ہونے کی جہانگی اور
پہاڑوں میں ٹھہر کر رہ کر رہیں گے۔ پہاڑوں میں ٹھہر کر رہ کر رہیں گے۔

جائیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے۔

سورہ قارعہ کی دونوں تفسیروں میں جو آیت "کاہلش و لغت" کے قریب ہے جہالت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تفسیر قرنی میں "فرشش" کے قریب میں لکھا "فرشش" لکھا ہے۔ "قام" میں "فرشش" کا سر پہ لپٹی جائیگا۔ مگر اردو میں "فرشش" یعنی چٹا نہیں آتا، "لغی" کا ترجمہ بھی نہیں ملتا۔ تفسیر کی ترقی ضرورت یہ ہے کہ اس میں بہن سورتوں کی تفسیر ایسی ہے جہاں جہالت اور قیوت دونوں تفسیروں میں بالکل جدا ہے مثلاً سورہ قارعہ :-

تفسیر قرنی

تفسیر قرنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق سبحان تعالیٰ فرماتا ہے قرآن کا
تکادست کے باب میں دادا جہالت و لغت کا
فقط باطل یعنی جہالت قرآن کی تکادست
کو لگے اللہ تعالیٰ اس قدر سے پناہ
چاہو اور ہاں پناہ پناہ ہوں میں
اللہ تعالیٰ سے سبب و شیعہ اللہ الرحمن الرحیم
یعنی میں شیعہ اللہ کو اللہ تعالیٰ سے دور
کیا اور اس سے پناہ چاہتا ہوں کس حد تک
کو قرآن کی تکادست کے وقت غلط فہمی
ہے اس واسطے اور باطل کے پڑنے سے
شیعہ اللہ دور ہوتا ہے اور شیعہ اللہ
ایسا ہے کہ خدا کی رحمت سے دور ہے

اللہ تعالیٰ اللہ لیکن ہر شے واجب
الوجود کو کہے پڑ پائے اللہ تعالیٰ
عالی تکادست یعنی سے قرآن و قرآن جو
کہ ازل سے اب تک ہے اور ہر کی سو
خدا کی رحمت کو لگا لگا لگا لگا لگا لگا لگا
کو پناہ را اور پناہ کو لگا لگا لگا لگا لگا
قام دو جہالت ہے کہ کو ایسا ہی لگا لگا
سزا اور حد کا ہے کہ کہ لگا لگا لگا لگا
لادم کرو۔

سورہ قارعہ سے روایت ہے کہ عالم دنیا
یک ہوا ہے پے سوا دنیا میں چار سو
جگہیں (جگہیں) یعنی دو ہزار ہیں

ہے اسکا ہر ایک آپا ہے۔

ہم اس خرد را کرتا ہوں میں اس کا نام

سین، الرقنی ایہ اس کو پرورش

کرتا ہوا عالم کا یہ دنیا کے ارجم

نشین با سلائی کو قیامت میں اور

نہیں نشینا کا درنگ۔ اس کا اول

سین آخر تک تمام تریف سزا دے

اس کا فنا کیں رب اس میں اور ایسا

اس کو پائے دے تمام عالم کا

الرقنی اور ایسا اس کا کو پائے

ہاں ہے تمام عالم کا ارجم نشینا

قیامت میں سلائی کو اور نہیں نشینا

کا دروں کو

یہ الرقنی ارجم ہے کہ ہاں ایسا اور ہم

کہ ہاں تک یعنی ہاں ایسا ہے قیامت

دینے سے دیا میں اور بعد فنا کے آخرت

میں اور وقت کرنے ہاں ہے ایسا

دینے سے دیا میں اور دیدار سے

ہست میں۔

ماک یوم الیوم خاص ہے روز

قیامت کا۔

ماک یوم الیوم خاص روز محشر

کا ہے یہ یعنی عالم روز محشر کا ہے

ہے۔

ایک بندہ خاص بلکہ جبارت کرتے

ہیں ہم و ایک نشین اور خاص

ہرے سے دے پائے ہیں ہم۔

ایک بندہ و ایک نشین خاص

ہرے جبارت کرتے ہیں ہم اور خاص

ہرے سے دے پائے ہیں ہم

خاص ہرے پرستش کرتے ہیں ہم لیکن

سوائے قریب و دوری کوئی کسب و کسب
 کا نہیں ہے اور قریب و دوری کسب کا ہے
 جہاں جوت ایسا ہے اور دوری دوسرے
 شیعہ میں اور جگہ کوئی میں
 سوائے کازان کے اور کازان جگہ
 میں دو جہاں کے ۔

اونا انصاف المستقیم یک راہ جات
 ہمارے ہیں ۔

اونا انصاف المستقیم راہ دکھائے
 کوں راہ اسوارت پہلے ایسی
 جہاں کو راہ سیدھی چالی اور چلی میں
 یا خصلت اور طاعت میں بغیر دیا
 اور عفت میں اور فقیر اور غلو کے یا
 ثابت رکھیں کوں سنت پر پیر کے
 یا ہر شاہ کو طریقت پسند و کور
 جہاں راہ کوں طرف قریب و دور
 بہت نرا سے ایسی کے کوں قریب
 جہاں میں اور دیکھیں ہم یا راہ دیکھ
 کے قریب و دور کوں راہ دیکھ
 جو جہاں کے کوں راہ دیکھ
 ہے اور نہایت کمال کوں نہیں پہنچے
 ہے راہ نام وقت مٹا دے میں قریب
 نام سے آزاد جہاں ۔ بیت

جو بہت میں حق کے برحق قائم

سزاوارد دستار ہیں دائم

مراد ان میں انفت عظیم راہ اور گام

انعام کیا تو ہر اہل کفایت بنام کوں

راہ اور گام کی کہ انعام کیا تو ہر

نعت کوں جو حق اور ولایت کا راہ

اہل قریب کے جو حق الایمان ہے تو ان

کو فنا سے ظاہر دیا تھا کبریا

ہے انعام سے شریعت کے اور امر

سے جنت کد

جزا مغلوب عظیم جزا مغلوب کا لگا

انجوت یعنی مسدود کا راہ انعام کے

جو مغلوب کیا گیا ہے اہل پر ادنیٰ میں

سب سے گناہ پر درست ہو گیا

مسدود کا راہ اور انعام کے

انبار کوں نقل کئے ہیں اور کتابوں کو

حق کے جوہر کے ہیں اور سب کا جزا

شرک کا ہیں اسکا جزا پر ہر جزا

کیا ہے۔

ولا انسانیوں اور دیگر لوگوں کے

نعت جو راہ سنت سے دور ہے تو ان

مراد ان میں انفت عظیم ایسا راہ چکا

جو حق ہیں اور سزاوارہ ہیں انفت الایمان

اور گام ہیں یعنی ہر جزا کو

جزا مغلوب عظیم جزا مغلوب کا لگا

انجوت یعنی مسدود کا راہ انعام کے

جو مغلوب کیا گیا ہے اہل پر ادنیٰ میں

سب سے گناہ پر درست ہو گیا

مسدود کا راہ اور انعام کے

انبار کوں نقل کئے ہیں اور کتابوں کو

حق کے جوہر کے ہیں اور سب کا جزا

شرک کا ہیں اسکا جزا پر ہر جزا

کیا ہے۔

ولا انسانیوں اور دیگر لوگوں کے

نعت جو راہ سنت سے دور ہے تو ان

شرک کا ہیں اسکا جزا پر ہر جزا

کیا ہے۔

ولا انسانیوں اور دیگر لوگوں کے

نعت جو راہ سنت سے دور ہے تو ان

شرک کا ہیں اسکا جزا پر ہر جزا

اور بت کر اگستے ہیں یا جالہا صلا
 عقد کا رواج ہے چاہا یا عوس ہے ہوا
 کے نکاحات کہ چھو ریتا ہیں یا نفلت
 سے دینا کے حاجت کوں جو ہے ہیں
 یا دیکھتے سے کمرات کے دوست ہے
 افزا احمی کے ہیں یا دیادتی سے شکار
 کے ذکر سے حق کے ذراوشن ہوتے
 چاہا سرائیکی راہ مست بنایم کوں۔

ایس ایسا پر ہو یو جتے بیٹے اجبت
 دھاکو اور روایا کو حاجت کوں
 ہمارا تھا۔
 ایں یہ دعا ہمارے فرج ل کر
 ت یہ سورہ اٹھ صاب نے بدوں کی
 زبان سے (نمایا ہے کہ اس دعا کا کیا
 یہ فائدہ دوسری کتاب سے ہے۔

تفسیر وہابی میں سورہ کا لایا وہ ذکر ہے اور تفسیر قرآنی میں تفسیری
 جہالت زیادہ ہے اور اس قسم کی جہالت کے لئے حرف "ت" سے اس کا
 کیا گیا ہے۔ تفسیر وہابی میں فقہ "اسن واسن" استعمال ہوا ہے لیکن انہی
 معنوں کے لئے "تفسیر قرآنی" میں "کر کر" تھا ہے۔ نیز صحیح کاتب "ان" کے لئے
 دیا رو "از" کا استعمال ہوا ہے اور حالت انامت میں "وہ" اپنی اصلی
 حالت ہی میں باقی ہے۔ حرف ربط "پا" کے لئے "پا" لکھا ہے۔ چائے
 تاکید و تفسیر کا بھی استعمال ہوا ہے۔
 تفسیر قرآنی اور تفسیر وہابی کی سورہ ہذا کے ترجمے کی جہالتوں کی اس مکمل

یکجا ایسا سے سوائے اسی کے اور کوئی بجز افسر نہیں کیا جاسکتا کہ غیر مذکور ہے
 سورہ بنائے تاجر و تفسیر کی جابجا کوئی دوسری تفسیر قرآنی میں نقل کیا گیا ہے۔
 جابجا کے آخری حصے میں یہاں وہاں دو چار فقرہ لکھے گئے ہیں جن میں سورہ بنائے
 کا تاجر کہ تفسیر وہابی سے لیا گیا ہے اور بیت تاجر کسی اور نے سے لیا گیا
 ہے۔ بعض سورتوں کی پوری جابجا تفسیر وہابی سے بالکل نقل ہے اور بعض
 تفسیر وہابی سے بالکل نقل ہے جنہاں کہ جہاں اس قدر قلم ہے کہ ان کے نقل سے
 یہ ظاہر کرنا مشکل ہے کہ یہ صاحب تفسیر قرآنی کے علم کا بجز ہو گا۔ مگر یہاں اب یہ
 ہے کہ صاحب تفسیر قرآنی نے تفسیر وہابی کے علاوہ دوسرا قلم تفسیر سے بھی
 اپنی پسند کے مطابق جابجا نقل کر لی ہیں اس طرح تفسیر قرآنی کی حیثیت ایک
 تالیف کی سی ہو گئی ہے صرف تفسیر قرآنی نے دوسرا جن تفسیر سے استفادہ کیا
 ہے ان کا سرورخ توضیح مل سکتا لیکن تفسیر وہابی سے جو جابجا نقل کی ہیں اس
 سے یہاں بجز مستور نہ کہتا ہے کہ تفسیر قرآنی تفسیر وہابی کے بعد کا کام ہے۔ تفسیر
 وہابی کے زمانے کے متعلق سے اسی کی دہائی وہابیوں کے علاوہ کچھ تاریخی خواہد کی
 جابجا پر اس کو ترمیمی مدد کے نصف آخر کا تفسیر قرار دیا گیا ہے۔ اس کے
 تفسیر قرآنی کا زمانہ تالیف قطعی طور پر تفسیر وہابی کے بعد کا زمانہ قرار دیا جاتا ہے۔
 اس طرح تفسیر قرآنی کی تالیف کا تیرہ سو پچاس کے اس یا اس میں ہو سکتا ہے۔
 تفسیر قرآنی کے بعد کی اس میں کے بعد قرآنی کے حقوق سے ہاتھ صاف کر کے دونوں
 کی بات نہ کہتے ہیں۔ یہ قرآنی نہ اعلیٰ کو بہت ضعف دیا جن لافچہ ہو سکتا ہے
 اور نہ اس کاٹ کا غلط جانی افسوس یہ قرآنی ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس میں قرآنی
 کا سند و ثبات ۱۲۰۵ ہجری کا ہے۔

۱. تفسیر وہابی

تفسیر وہابی دکن کا سیرجی میں مکمل تفسیر ہے جو ہم کو درسیاب ہوئی ہے۔ یہ خداوند سبحان و تعالیٰ کا ہے۔ ہر کلمہ پر (۱۳) سطور یا (۱۴) اور (۱۶۳۲) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ساکن (۱۱) ہے۔ چنانچہ خلافت کا دوسرے یہ چار جلدوں میں منقسم ہے۔ اس کے منظر عبدالحمید ہیں جو غائب شکوہ الملوک تفسیر الدولہ عبدالوہاب لکھا ہے اور نفرت جنگ کے (۲) جلدوں میں۔ یہ لڑا اب شکوہ الملک امیر ہند والا جاہ علی غالی دانی اڑکٹ کے برادر چھٹی تھے۔ منظر نے تفسیر کے نیچے میں سبب تفسیر یہ بیان کیا ہے کہ مولانا عبدالحامد دکنی نے یہ تفسیر جہاں بہت ساری تفسیریں ہیں لیکن دکن میں شاید کم جگہ نہیں ہیں اس لئے یہ تفسیر

یہ تفسیر وہابی بہر لحاظ ۱۲۰۱ھ کتب خانہ آمینہ - حیدرآباد دکن۔

جہاں یہ تفسیر مختلف کافروں سے نہیں معلوم ہوئی۔ بعد میں اپنی سہولت کے خاطر سے چار جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے لیکن اس میں پانچ سو آیتوں کے لئے اسے تفسیر میں شکر ہے اور نہ صفحات کے لحاظ سے پانچ جلدوں اور نہ الفاظ سے شکر دیا ہو کہ سورہ اعراس کا بعد اچھے نظم ہو گئے۔ دوسری جلد سورہ غل کے بعد سورہ اعراس کا پانچ آیتوں پر نظم ہو گئے۔ تیسری جلد شرواح آیات سورہ فی اعراس سے شروع ہوا کہ سورہ یسین پر نظم ہو گئے اور چوتھی جلد سورہ یسین کا اپنی سورہ سے شروع ہوا کہ سورہ اس میں پر نظم ہو گئے

کھی ہے۔ اس نعلے سے قیر کا وہ تیرہ پرچہ روغن پڑا ہے۔ اس سے ک
نکل یہاں درخ کی بات ہے۔

بعد از ادرخت کے کہتا ہوں کہ اس قیر کا نام قیر
دیا کہ رکھا ہوں اور اس قیر کا جانے والے کا نام
بعد الصبیٹا ذاب مشکوٰۃ الحک قیر الدود و الدود
خالہ ہادر نصرت جنگ کا دُرُندِ شیف کا طوطی
آیا کہ بہت قیر اٹا کر اور غار سے چاٹ لیا دیا
قیر شاید کہ کم چاٹ لیا نہیں ہے۔ اس واسطے
مردان اور عورتوں کو دُرُندِ شیف کے ساتھ سلیم ہو کر
عالم کو نہ دے۔ جو نے اس واسطے دیکھا نہایت چاہا ہوں۔
اگر کوہ عالم اور قاضی اس قیر کو پڑے تو کم کا
راہ سیں اس کے مطلب کی کہ اور زیادہ دیات
اگر درست کریں اور اس کا نقش بند
بہر وقت دیکھیں اور ہر رنگ سے یاد کریں اور نصرت
چاہیں۔ اور یہاں سے سب پڑینا روں کا طوطی
جس سے چاہئے کہ اس قیر کے پڑ جانے سے ہر رنگ

یہ مروجہ حدائق نے لکھا ہے۔ "یہاں دُرُندِ شیف کا کتب نے غلطی سے بڑھا دیا ہے۔ قیر
اور دُرُندِ شیف کا نام۔ قیر طوطی ہند سے بڑھ کر طوطی دُرُندِ شیف ہے اس کے نام "دُرُندِ
دُرُندِ شیف کا نام جو کہ "دُرُندِ شیف کا نام چاٹ لیا کہ "پڑھا جائے تو دُرُندِ شیف
دُرُندِ شیف کا نام۔ (دُرُندِ شیف)

قبول کر کر میرا فی کریں :

۱۔ "۱۵ دین" ہمیشہ اور سنہ ہجری ۱۲۴۵ء میں اعلان کیا گیا ہے ۔

۲۔ فی شہر جہاد الدلی فی یوم السبت میں فرمایا

ہذا الشہر سنہ فی یوم السبت ہجری ۱۲۴۵ء

ہجری ۱۲۴۵ء میں اعلان کیا گیا ہے :

لیکن سنہ ۱۲۴۵ء ہجری میں اس میں حکم ہے مروجہ ہجری نے اس کو یحییٰ علیکم

نہیں کیا ۔ ایک قریبی کے حلقے سے جیسا کہ یہ اتنی پرانی نہیں دوسرے ترک

دہلی جہاد کے واسطے سے امیر ہند دہلی جہاد کی ولادت کا سنہ ۱۲۴۵ء ہجری جہاد

ہے اور ذاب مشکوہ الملک پورے امیر ہند دہلی جہاد کے برادر چلتی تھے اس کی

سے یہ سنہ ۱۲۴۵ء ہجری کی کیفیت نہیں ہو سکتی ۔ لکھا ہے ۔

۳۔ ترک دہلی جہاد کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذاب مشکوہ الملک

غیر الملک ہمارے قدرت ملک امیر ہند دہلی جہاد کے

برادر چلتی تھے ۔ امیر ہند دہلی جہاد کی ولادت سنہ

۱۲۴۵ء ہجری میں واقع ہوئی اس کی تاریخ سے یہ سنہ

مروجہ قلم ہے ۔ غالباً ۱۲۴۵ء ہجری ۔ ذاب الملک اس

کی اتنی پرانی نہیں معلوم ہوتی بلکہ صاف ہے اور تقریباً

دو سو سال کی زبان ہے جیسا کہ آج کی ہندی ہند میں مروجہ ہے ۔

مروجہ امیر ہند دہلی جہاد کی ولادت کے حلقے سے مروجہ ہجری

کے جانے سے سنہ سے اختلاف ہے ۔ اس کے لئے کہ ترک دہلی جہاد کی ولادت

۱۵۶۰ء

اس لئے کہ

توگ والا جاہی دفتر والا جاہی ویزہ کے تمام مورخہ والا جاہی کا سہہ انتھال
سہہ ۱۲۱۰ ہجری بتاتے ہیں چنانچہ لکھا ہے۔

”والا جاہی امیر الہند کا سہہ ولایت لکھنے میں مولانا
اجد الحق اسے سہہ ہو گیا ہے۔ لکھا ہے کتابت کی غلطی ہو۔

دفعہ ہے کہ والا جاہی طوطی خان امیر الہند کا انتھال
سہہ ۱۲۱۰ ہجری میں ہوا پر ارکات کے تمام

مورخہ مثلاً ”صنف توگ والا جاہی“ ”تھر والا جاہی ویزہ
مطلق ہیں۔ والا جاہی امیر الہند کے انتھال پر اسی کے فرزند
۵۵۵ء سہہ ۱۲۱۰ ہجری میں سہہ نشی ہوئے اور

سہہ ۱۲۱۶ ہجری میں اسی کا انتھال ہو گیا۔ اسی کے بعد

پھر اسی کے فرزند خان احمد رائے انگریز پختی کے خزانہ
جول نہیں گئے اسی نے قلعہ دودو کو دلی ارکات

بنایا گیا۔ پھر مال ارکات کی ریح اور مہتر جاریوں

سے یہ ثابت ہے کہ والا جاہی کا انتھال ۱۲۱۰ ہجری

میں ہوا اس لئے اسی کی ولایت ۱۲۲۵ ہجری میں

جگہ نہیں ہو سکتی۔

صنف جہاں محمد کے دار الخلافہ الہی ہو گیا ہو گا ہے۔ یہ سہہ ۱۱۶۱ ہجری

مطابق ۱۷۴۹ء میں مارے گئے اسی کے بعد والا جاہی ارکات کے مورخہ ۱۱۸۵ء
پھر دلیا جا گئے۔ اسی تمام بحث و تہی کے بعد بھی صنف جہاں محمد کی ولایت

نے ملانی ملک خداداد میں ایجاد کیا کہ اسی سہہ ۱۲۰۱ ہجری کے تہی اور تھریا۔

”میلور دہلی اور دہلی کے مورخ سہہ ۱۱۵۲ء۔“

استمال اور تحیف غیر کے تعلق سے سینوں کے قیاس میں قیامت پر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔
 دوسری جہد الفی کے جانے والے زمانے میں تحفیر ۱۲۸۰ ہجری سے ہاتھی صاحب کو لکھا
 ہے اس لئے کہ ان کے زمانے میں سفر ۱۲۷۰ ہجری سے جن استمال کر چکا تھا۔
 اس لئے کہ یہ ۱۲۵۰ ہجری کے قریب کا غیر ہو گا۔ چنانچہ ہاتھی صاحب
 لکھتے ہیں:

۱۔ افراسیاب ہے کہ ہم ہمدانہ کا ولایت اور استمال کے
 سہ سے واقف نہیں ہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ ۱۲۸۰
 ہجری کے جن استمال ہو چکا تھا۔ ان کا طو قایت
 عربی اور فارسی کی بڑی اچھی تھی۔ تحیف و تحیف
 سے خاص دلچسپی تھی۔ تحفیر و ہمدانہ کے علاوہ ان کا
 ایک اور کتاب قیاس الایضار بھی ہے جو ۱۲۲۲ ہجری
 میں تحیف ہوئی ہے۔ کیونکہ ۱۲۲۲ میں نکاح ہوا
 سفر ہمارے زمانہ ہی میں موجود ہے۔ اگر ۱۲۲۲
 میں ہمدانہ کو فرمایا میں سال بھی ذکر کرتے ہیں تو
 ۱۲۸۰ میں ان کا سفر ۲۰ سال ہو گا اس قدر میں
 تحفیر و ہمدانہ بھی قریب تحیف کو نہ دیکھ سکتا تھا
 ہے۔ یہ حال میرے خیال میں تحفیر و ہمدانہ ۱۲۵۰
 کے قریب کا تحیف ہے۔ ۱۲۸۰ کو کتابت کا
 زمانہ بتا سکتا ہوں گا۔

۲۔ سفر کا ایک علامہ احمد آباد کے ہیں اور قریب کے قریب اور
 تحفیر میں "میلو و سار" اور ہمدانہ ۱۲۵۰ ہجری سے

”فہرست مشروران بھی کتب فقیر علیہ“ میں فقیر وہابی کی کتابت کا سہ
 ۱۱۰۰ ہجری لکھا ہے۔ ”نسخہ موجودہ نوشتہ سال ۱۱۰۰ ہجری و مقتدا و ہفت ہجری است
 یہ سہ بی بی میں معلوم ہوتا۔ مرقعہ کچھ جاری کی شواہد اور کچھ وہابی دہیا لکھے
 اسلوب سے اسی فقیر کو پتر ہوئی وہی ہجری کے اظہار فقیر کی فقیر اور سہ ۱۱۰۰
 کو اختتام کتابت کا سہ ذکر دیا دیا وہ مناسب ہو گا۔ اسی فقیر کے عا ۱۱۰۰
 نے فارسی قصص انبیاء کا اردو نسخہ جاری کیا ہے۔ فقیر وہابی کی طرف سے
 قصص انبیاء بھی کافی ختم ہے۔ اسی کی اس خدمت سے ان کے ادب زور و اثر
 و کاریسی اس سے کہ بڑی اتار دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ فقیر کے سلسلے میں کبھی
 ذرا گستاخت بھی ہو گئی ہو جس کے حقیقی سے سترنے چھپنے میں پڑنے والوں سے مغز
 کے لئے درخواست کہے۔ پورے ذرا غور کی فقیر بڑا اور وہابی کا کام ہے
 اسی کے سر انجام میں کبھی کبھی بھول چوک تقاضے بشری پر عمل کی جا سکتے
 یہاں پر سورہ غافر کی فقیر کی نقل درج کی جاتی ہے۔ آیتیں سرکاری سے لکھی ہیں اور
 اس کے بعد ترجمہ فقیر کی عبارت سب سے لکھی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”حق سبحانہ تعالیٰ (ما ہے) قرآن کے عبادت کا باب
 عباد اذا قرأت القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم تحذرون
 کہ عبادت کر دے اللہ تعالیٰ سے اس طرح سے کہ تم سے

فہرست مشروران بھی کتب فقیر علیہ جلد اول ص ۱۱۰۰ اور جلد اول کتب عا ۱۱۰۰

میں (۱۱۰۰ سے ۱۱۰۰)

عہدہ عا ۱۱۰۰ فارسی نسخہ ۱۱۰۰ ہے۔ کتابت کی غلطی ہو گی۔

اعز باطن پناہ چاہتا ہوں اس طائفی سے
 میں اس طائفی میں اس طائفی میں اس طائفی میں
 دنیا کی طرف دیکھا اس سے پناہ چاہتا ہوں اس
 واسطے کہ حرام غلطی سے بچنے کے لئے غلطی سے
 ہے اس واسطے اعز باطن کے پڑنے سے
 شیطانی اور مومن ہے اور اس طائفی میں
 ہے کہ خدا کی رحمت میں رہا ہے۔ بسم اللہ
 شروع کرتا ہوں میں اس طائفی میں اس طائفی میں
 اب اس کو پر مدد ملے کہ دنیا کا پیر
 دنیا کے الیم غنیمتوں میں اس کو قیامت
 میں اور نہیں غنیمتوں کا ذکر اس طائفی میں
 میں اس طائفی میں اس طائفی میں اس طائفی میں
 دنیا کی کیتوں میں اس طائفی میں اس طائفی میں
 بار ہے تمام عالم کا اس طائفی میں اس طائفی میں
 دنیا کی کیتوں میں اس طائفی میں اس طائفی میں
 قیامت میں اس طائفی میں اس طائفی میں اس طائفی میں
 ایک عالم میں اس طائفی میں اس طائفی میں اس طائفی میں
 ایک عالم میں اس طائفی میں اس طائفی میں اس طائفی میں
 ایک عالم میں اس طائفی میں اس طائفی میں اس طائفی میں

نے خدایا کہ یہ کھلی ہے۔ یہاں سب اعلیٰ کے ذکر کی طرف رہا ہے۔

ہیں ہم اپنا الصراط المستقیم نیک راہ چاہتے
 ہمارے تیس عہدہ انجیل تحت طبرہ لکھی
 راہ ہے کہ آپس میں اور اس راہ میں سخت پیادے
 اور ان کے تیس یعنی پیادوں کو جزا غضب ہم
 میں دو گانہ پر کو غضب کیا ہے ہم کو ویسی
 راہ مست جائے نہ ہو وہ خدا کی راہ وہاں انجیل
 اور جو لوگ کہ گمراہ ہوئے ہیں ویسی راہ ہم کو
 مست بنا کر ہیں یہ دعا ہمارے قبول کر۔

"ف۔ یہ سورہ انعام نے ہندوں کی زبان سے فرمایا ہے کہ اس طرح
 کیا کریں۔ یہ غلط دوسری کتاب سے ہے۔"

فاسقف بائبل کے تہے میں حج حرف ربط کے استعمال نہ ہونے سے الجھاؤ پیدا
 ہو گیا ہے۔ "اللہ تعالیٰ سے اس طور سے پناہ چاہو۔" مزمع نے عربی الفاظ
 کے لحاظ سے ترجمہ کر دیا ہے۔ ویسے معقول تو ہو گا کہ "اللہ تعالیٰ سے اس طور
 سے استعاذہ کرو۔" غور بائبل میں انجیل ناریم کے تہے میں بھی اسی
 قسم کا رسم ہے۔ "اللہ تعالیٰ پناہ چاہا ہو میں اللہ تعالیٰ سے میں اللہ
 الرحیم بھی میں انجیل ناریم کو کہ "اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہا ہو میں پناہ
 اللہ تعالیٰ کی ہوئی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے۔" الرقی اور الرحیم کا ترجمہ میں
 یہی بلکہ صلیب کی ایک طرف تشریح کی گئی ہے۔ "اللہ تعالیٰ میں اللہ کو پروردگار
 کریم اور عالم کا یز دینا ہے الرحیم بخشیا را مسلمانوں کو یہ مست میں اور نہیں بخشیا
 کا فرد کو۔" ایک ہندو ایک شخص کے تہے میں حرف تھیں "یہاں کی پکھن
 جرات میں "خاص" کا لفظ اس کی کیا ہے۔ "خاص" جو جرات کرتے ہیں ہم

اور خاص پیر سے دو چاہتے ہیں ہم ۔ انہی عظیم کائنات میں صرف پتھروں کو رکھا ہے۔ حالانکہ خدائی میں دوسرے مقام پر اس کی تفسیر یا انفرادی گئی ہے کو اس ذمہ خاص میں انشاء اللہ تعالیٰ مشہدہ اور صالحین ہیں۔ پتھروں اور بارش تھائی ہے۔ ”دوسرے طرح اللہ اور رسول کا وہ کلمات الہی انہی عظیم میں انیسواصلیہ اور مشہدہ ”والصالحین“۔ ”المختار علیہم“۔ ”جانبہ کے ساتھ نصاریٰ کو بھی شامل کر لیتے۔ حالانکہ ”المختار علیہم“ سے صرف یہ اور ”الصالحین“ سے نصاریٰ مراد ہیں۔ دیگر ایمان اور ایمان اس پر خاص ہیں۔ ”وہ ہیں“ ”الصالحین“ کے تحت صرف یہ لکھا ہے۔ ”جو لوگ کہ گمراہ نہ ہیں۔

خدائی کے حقوق سے ذرا بھی تجاوز نہ کرنا اور پھر ہم تصور نہیں کا جائزہ تاہم اب معلوم ہو چکا ہے کہ مترجم نے اپنے کام پر غور کیا نہیں کیا ہے اس کا سرفراز کیا ہے۔ پورے خدائی کا ترجمہ وغیرہ اور اس پر غور کیا بغیر کافی وقت طلب کام ہے۔ لکھا ہے حالات یا گمراہی کے کام پر غور کیا کی بہت نہ دی ہو ورنہ اس قدر کی درگاہ پشتوں کی اصلاح ہو جاتی۔

دیکھنا کہ ان میں اس کی دہائی صاف ہے بڑی ساری ہر ایک اس کی زبان ”قرآن و وحی“ ہے جیسا کہ آج کی جہاں ہر جہاں ہے۔ ”قریم اللہ تعالیٰ مال مال میں شفا بہت“ ”کہ خدایا“ ”سہرہ کا“ ”پیر“ ”جہاں میں صوفی رہتا ہے“ ”اور“ ”سب“ ”کو“ ”اور“ ”بیت“ ”اور“ ”میز“ ”اور“ ”غائب“ ”اور“ ”اور“ ”اور“ ”ہر ایک“ ”منا“ ”دونوں“ ”طرح“ ”مستعمل“ ہے۔ اس سے پہلے ہم کے آ طرف دی گئی گنج بانی جاتی تھی۔ لیکن اگر فکر فکر کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ہم کی طرح ان نوری کے علاوہ دوسری بھی احوال کر کے جانا چاہئے گی تھی۔ جیسے ہم جہاں نوری کا

منا ہی قبول کیا لکھا ہے۔

”علم بت کون اس آیت کا کافی تر دل یہ ہے کہ خبر
مکملیٰ اور اسلم دو کوں کو در آں کا حکم ظہر کرنے
لگی اور حشر رونے رونے لگی تب کا در آں سدا در
سے پہلے کہ یہ بات تحقیق ہے تب یہ آیت ماری
ہوے۔“

دیگر اکی دو جہوں نے جبے میں ”کاز“ کے عقبے میں خط ”موس“ لکھے ہیں
”تفسیر“ میں کے ترجمہ جدا احمد نے خدا پر باوجود عبادت میں ”موس“ کی پکائے خدا
”مسیح“ استعمال کیا ہے۔

ماہیت مغربی میں اس قسم کا جج ”ہی“ لکھ کر جانے کا اصول درجہ وقت سیر
کے ”کئی مخلوقات“ میں اس سے پہلے تفسیر وہاں میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً سورۃ الباقہ
کی حد پر جو ذیل آیت کے ”جبے“ و تفسیر میں لکھا ”چراغ“ اور ”درخت“ ہیں:

”وجہا سرا جہا وایا وازن من المصراۃ ما جہا
لخروج۔ جہا وایا وجات اظفا اور اس کے مہا
پہ چرخیں روکشیں پیدا کی جھنے آفتاب اور مہا جاب
اور ستارے سب پیدا کیا اور میں ابر سے پیدا پانی
برسایا اور میں اوس پانی سے دانے اور عود کے
پیدا کیا اور میں اوس پانی سے دریا میں سے مورتے
لکھن ہوں اور میں اسی سے گھاس لکھتا ہوں اور
میں پانے سے باغوں میں درختیں پیدا کیا ہوں۔“

ایسی اکی صحت و مورتے پانی ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“
”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“ ”پانی“

ج۔ منظوم تراجم و تفسیر

۱۔ زار الدآخرة (منظوم)

مولوی کا تخلص عبدالسلام مسلم دہلوی نے سن ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۸ء سے ۱۲۸۹ء
 ۱۸۲۸ء میں قرآن مجید کا منظوم تفسیر لکھی ہے۔ "زار الدآخرة" اس کا عربی نام
 ہے۔ مولوی کو شہرہ نفس کی تحریک "۱۲۸۹ء اور امانت سے یہ تفسیر مطلع نزل
 کثرت سے سن ۱۲۸۵ء میں دو جلدوں ۱ چار حصوں میں چھپی ہے۔ مولوی کو
 شہرہ نفس اس وقت کا پندرہ کی مفتی درجہ اول کے عہد پر فائز تھے۔ فاضل شریع
 و مرتبہ تکر، طبع ہند صاحب تفسیر کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ :-
 "کا تخلص عبدالسلام دہلوی سن ۱۲۸۹ء میں پیدا
 ہوئے، تحصیل علوم اپنے چچا مولوی بہا الحق سے کی
 جو علامہ اعلیٰ بحر العلوم تھے شاگرد تھے۔ حضرت
 آمل احمد عرف اپنے بیاں دار ممدو کا کے مرجع و غیلہ
 تھے۔ کا تخلص عبدالسلام کی عبارت سے انجاء انوار
 (نادرہ تصوف) شرح دلائل الخیرات (انوار سنی) و دلائل

یا فخر آفا او لگی جین جیسو بلی یا کہ دکھائی آوئی کہ اسرا نہیں
(میتوب جیہ اسلام)

یا کہ سنی کر ای قیب کی آواز رو لگی آویں غنا سے باز

کذا انک لتصرف عند السوء والافشاء

اس طریق سے ایستوار شعور ابھی آویں کر یا ثبات و قرار

تا کہ پھر یں برائی آویں سے ہسم اور وہ پھیلائی آویں سے ہسم

ای پکا یا سر دیا نہت سے او کو سید کی آویں نہت سے

(ای مالک)

اور ابھی رکھا تاز سے باز کرنی پایا نہیں وہ دست دراز

انہ من عبادنا المخلصین

کہ وہ بندوں پہنچ گئے نسی ہے غنا نسوں اور غصوں کی ہے

بب وہ ہو پناہی کمالی کو امداد کر لگی یوسف اور جنگلی قرار

پس بکرم نفع الابرار چھوٹی میں وہ پہنچ لیا وہ خراب

بدر لیا کو عباد جبر و سکون تو امہض دل پہ اپنی کئی مفتوں

و جبر سے نہیں کھلا آویں پر لگی در پی ہوئی کہ وہ تاج و در

معدود بان پہلی آیت کے تہے کی پہلی بیت :

اور کیا ذی نے قدر یوسف کا اور یوسف نے قدر ذی کا کیا

کے دوسرے مصرع کا دہرایا ایک "وتر" سے گردا ہے تا بنا کتب کی غلی ہوگا

مصرع لعل ہو تو دہرایا ہو رہا ہے ۔

"اور یوسف نے قدر ذی کا کیا" ۔

جس کا بیت کے دوسرے مصرع میں الفا "فی" زائچہ اور بے غلی ہے ۔

اس طرح کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اس قسم کی غلطیاں نثر کے مقابلے میں
نظم میں زیادہ میسر ہو جاتی ہیں۔

غیر میں لفظ "ای" بجای "بھی" بیت آ رہا ہے۔ اگر اس سے قطعاً جہاں ہوتی
ہو کہ ہے۔ لیکن یہ حرف لفظ اور وہیں مروی نہیں ہے۔ اس لئے اس کا اٹھال
خواب سے پیدا کرتا ہے۔

۱۲ میں بارہا اقلیتی کے قہرے "کو" بندوں میں لکھتا ہے "میں" ہے
گمراہی کی دیکھ بھی ہوا ہے۔ اس کو کتابت کی غلطی پر ٹوٹا نہیں کر سکتے۔
اسی بیت کی غیر کا دوسرا بیت میں لفظ "وہ" موزوں نہیں معلوم ہوتا اس
کی بجائے "کو" موزوں ہو سکتا تھا۔

جب دوا کو پہنچائی گئی کہ اعرار کو گئی یوسف اس کا بھگتے فرار
"لب و" کا عاوردہ بھی یا معلوم ہو جاتا ہے۔

درجرت ہیں کھٹا اس پر اس کا درپہ ہوتی کوہ تاب در
فقریہ کو زبان میں اس قسم کے سلم پاسے جاتے ہیں جو غائبانہ سے رزق و
سال پہلے سلم نہیں بگے جاتے تھے۔

۲. تفسیر سورہ یوسف

سورہ یوسف کا مکتوم تفسیر حکیم محمد اشرف منٹو صاحب قیدگانہ طبع نے لکھا ہے۔
 ۲۳ فی فقرہ میں یوسف زین العابدین کا قصہ ہر زمانے میں بہت مقبول رہا ہے اور بارہا نظم
 و نثر میں لکھا جاتا رہا ہے۔ زیر نظر مکتوم تفسیر سورہ یوسف جس کا ایک نسخہ کتب
 خاندان دارالہجرت میں ہے۔ سنہ ۱۲۶۴ ہجری میں چھاپا تھا چنانچہ درج ذیل ہے اس کا
 کیفیت معلوم ہوتا ہے :-

ترجمہ :-

۱۔ اولیٰ ذکر تفسیر سورہ یوسف علیہ السلام تفسیر حکیم

محمد اشرف صاحب منٹو صاحب قیدگانہ طبع شعل غلام ملوٹ

کراچی ۱۲۶۴ ہجری یا ۱۹۴۵ء میں چھاپا گیا

بداد گراہی علیہ الرحمہ علیہ السلام علیہ السلام

۲۔ اتمام سے پہلے کراختتام کو پہنچا :-

لیکن کتاب کے سہ ماہی پر لکھا ہوا ہے :-

۳۔ اولیٰ ذکر کتاب مسقط تفسیر سورہ یوسف درسنہ

۱۲۶۴ ہجری سنہ ۱۹۴۵ء میں چھاپا گیا بداد گراہی علیہ السلام

مخفی ہو درجہ دوم کی بجائی میں پہنچ کر بقید

۱۲۶۱ ہجری کا سہ ماہیہ کی تعلیم پر غور کیا جاسکتا ہے۔ تہیہ میں مکتب

سہ ۱۲۶۲ ہجری کی ہجرت۔ یاد ہے کہ سہ ۱۲۶۳ ہجری میں یہ کتاب پہلی مرتبہ

چھپی ہے اور سہ ۱۲۶۴ ہجری میں دوسری مرتبہ۔ تہیہ کی عبارت ہے۔ تہیہ

ہو کتابہ کہ سہ ۱۲۶۵ ہجری میں تہیہ تفسیر کا زبان سے بھی پڑھا گیا

ہو کتابہ کہ سہ ۱۲۶۶ ہجری میں ہجرت۔ تفسیر سورہ یوسف و سورہ بار

سہ ۱۲۶۷ ہجری میں پہلی بار لکھی گئی۔ اس کا ایک نسخہ دار احمد اویس

اردو میں موجود ہے۔ مولوی عبدالحق نے بھی تہیہ اردو میں اس تفسیر کا ذکر کیا

ہے۔ مولوی صاحب نے اس کا سہ ۱۲۶۸ ہجری میں تہیہ لکھی۔ سہ

۱۲۶۹ ہجری میں تہیہ۔ مولوی صاحب اسے نسخے کی کیفیت قرار دیا ہے۔ مکتبے

میں کو :-

”مطریزہ لکھا ہے غزالی میں قرآن کی آیت ہے اور

نسخے اس کا اردو ترجمہ نیز میں اس کے بعد نظم میں اس

کا تفسیر

لیکن کتب خانہ سادہ رنگ کے نسخے میں اردو ترجمہ نیز میں لکھا ہی نہیں ہے۔

ایں لکھا ہے کہ قاری کا سہ ماہیہ کی خاطر بعد کے غزلوں میں نیز بھی اضافہ کر دیا گیا

خلا آیت ”و ترمی یوسف عند متاعنا فاطمہ اللہ لب و ما انت

بعو من لثا و لوکنا صا د قیہ و کے چنے ترجمہ نیز میں لکھا ہے۔

” اور چھوڑ کر یوسف کو اپنے اسباب پائس پھر

اوس کو کھائی بھڑیا اور تو باور نہ کرے گا بھارا

کہ اگر یہ ہم سے ہو نا

توبے کی نثری عبادت کے بعد حکم کے آیات دونوں نثری میں برابر ہیں۔
 "بشام نے یہ سب کچھ کر لیا تھا" لکھتے ہیں۔
 کہتے ہیں میرا اے کھا گیا اگرچہ ہم آپس میں ہیں راستہ گو
 یہ آیت کے معنی میں ہیں۔
 سب کو جو بے گناہ ہے یہ کلام
 گرا کھا کے عشق اور گناہوں اور
 لگا رہنے اور اس کی کام
 کیا قتل بھانہ اور باپ کو
 بابت کو کیا دین لے اس کو جو آپ
 یہ کہ کر کہہ دیتے تھے چھوٹے تھے
 جو دیتے تھے جیسا کہ دیتے تھے وہ
 کہا جیسا کہ ایک بار وہ سے گم
 جب اس کی حالت بہتر تھی
 وہ جس کی خطا ایک اور بار
 اس کے بعد ایک حکایت اس معجزوں کی یاد تازہ ہے۔
 آقا دہاناب حد سے ہر جا ہے۔ تھوڑے چاریت پیش ہیں۔
 لکھوں پہلے قید جان آفرین قلم کا طراغ ملک پر رکھ جیسا

"یقیناً کہ اگر گناہ اس کا ہے۔" لکھتے ہیں۔
 "میرا تو یہ کہ اگر گناہ اس کا ہے۔" لکھتے ہیں۔

دکھا جس فی نفس و نگاہ قدم
 جی یا گلشت لور و قدم
 اسی کا ہے سر سبز بار سسلی
 ہے سیراب و خاداب گوار کی
 نہایت سے اس کا ایک خستہ گل
 ہو فی سدا گوہر جہانک
 وقت شریف کے بعد مفر نے روح اصحاب کہا میں شرعاً وہاں کئے یہاں
 رہے اگلے راجی سدا کر دھار
 رہے بکر میں یا رعب رنجی
 ہیں گنجینہ راز و رنجی
 علم منیتہ بر حق نکلیں ہے
 سدا وقت باز سے دیں ہے
 ہے غلامی و ادنا علم دیا
 چراغ شجاعت دیا پر صنیع
 چارم علی ہے وہ ذوق جلال
 شدہ قافیۃ ابن علم رسول
 ہو لایا کو الی کا وقت تمام
 ہو انساب پر دست خدا کا تمام
 سبب تالیف یہ جی یا ہے کہ یہ قدر خدا کا پسندیدہ ہے اور یہ کلوب دیا
 سے میرا ہے۔

شگفتہ مرے دل کا حق فی چو
 کیا جس کی بوسے ہر دست اعلیٰ
 سخن کو خدا مرے دل کا کہ باس
 کیا قابلِ محبت اہل شہدائے حسن
 اگر پر جہاد نہ رہیں ہے
 بکر امانت یکنی مضامین ہے
 غرض ہے پسندیدہ لکریا
 کام مولا و کلوب و دیا
 اس کا طرف دکھ کے چشم نیاز
 کیا لک کو میں نے سچا طراز
 حکایت لکھی ہے یہ در قاصدے
 جو ثابت ہو فی حق و آلاء
 کہا فی ہے یہ صفت کی یہ رہا
 کہ ہے اصحاب القدر حق فی کہا
 چند ایسات کے بعد مفر نے جی یا ہے کہ۔

وہ ضیف اس ذات عالم ہے
 امام حسن عزا کا ہے

روایات سے اجماعاً سنی کی انہوں نے ہی ہے تفسیر ربیع النبی
اصل ہے کے آواز سے قبل قفق غوامات کے تحت افکار و مداولات کے لیے ہیں
حقاً قرآن کا فیض میں شریعت کا پڑھنے کا فضیلت میں "۔ سب نام ہمارے
قرآن "۔ "مال غواب وہ عامر جہ اول یوسف"۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے
چار مرتبہ کے خواب دیکھنے کا حال بیان کیا ہے۔ تفسیر کے معنی میں جب جابلو تھیں
میں مظلوم کی ہیں۔ تفسیر شروع و بعد کے ساتھ کی گئی ہے۔ مشاعرے اور شعر نگاری بڑی
فنون سے کہے۔ اور اس میں جن کرداروں کے نقیب یا پیلوں کو اجاگر کرنے کا
کامیاب کرشنن بھی کہے۔ آیت "و توفیٰ یوسف عذرا متاعا ربی"۔
کا تفسیر میں اور ان کے ساتھ کی طرف سے مقامی جرم اور بد پرچراں دیدہ کا حال
پتے پر ڈالا اور میں پیش کیا ہے۔ حضور آفرین و شریعت

جب اس کی حالت یہ تھی وہ بڑے بڑے دس تھیں تھیں
وہ میں کا حق ایک اور وہ وہ میرے تو کچھ کیوں نہ برباد
لیکن حضرت یوسف کو عام قصوں کے پردہ کا طرز پیش کر دیا ہے۔ ان
کے کردار کا نقیب یا پیلوں کے کرنے میں مشاعرے تفریش ہو گئے۔ "و لقد حققت
بہ و حقربھا" کا تفسیر میں شاعر نے حضرت یوسف کے دامن صحت کو درخشاں
نار دیا ہے۔

زیچا نے یوسف پر خند دیا	اور اس نے بھی اس پر اور دیا
اور اسے کا یوسف کے حقیر سبب	جا انیا پر اتارے ہے رب
کہا یاد کر اس کی حالت کو	جارت میں اس کا دور ہے
یہ یوسف پر گزری تھی جو وہ رات	کئی اس کی بھانڈوں میں سار دھت
کہ اپنے دل میں تھا یوسف نے	بھلا بھارتوں کا میں سب پہنچوں

کہ دے چا گز گاراٹ کے
 گاہروں میں ہوں پست پا کھٹ
 خدا فی بلا میں یہی مبتلا
 چہل مرد کی اس میں شہوت ہوئی
 پچاس سو عورتوں کی زینچ میں تھی
 ہوئے جبکہ گھر سے دو دن باہر
 بدلتا کوٹھا ہاتھ سے روکتے
 رکھا دوسرا وہ زینچ پہ ہاتھ
 کیا بج دو دن کو ایک کام پر
 میرے قتل پر سب سے جانتے
 نہ کہ سے ہر ایک مذہب کا خلاف
 زینچ جو بد ارادہ کیس
 اسے اس گھر کا صف فطرت ہوئی
 سر شہت بیت اس پر غالب ہوئی
 رکھا آگے ایٹھ نے وہاں قدم
 وہ یہ صف کے گریں کی کھوئے
 ہوا بج آکر وہ دو دن کے ساتھ
 یہاں خدا دو دن کی با یکہ گر

نولہا را برھاتا زبہ

نہیں دیکھا گڑھ کی دھیل
 کیا بیگلا ہال میں اتفاق
 دیا کب اجارے یوں یہ کو
 ارادہ کیا تھا کہ کھولے اسے
 جو دیکھے تھپے سے ایک کت
 جتنی ہوئی ایک ظاہر وہاں
 کئی کا نہیں ہاتھ ظاہر وہاں
 کھٹا اس پر یہ ہے کہ ایٹھ کت
 جھلی تھی جیسرے کی جان تو
 دے صف فی اس پر کیا اتفاق
 اسی طرح سے ہاتھ ظاہر ہوا
 تو شہت کی ہاتھوں سے ہوتا زینچ
 کہ کیا شے تھی جہاں سے کیا اب وہ تھا
 کہ یہ صف نے جو ساتھ وہی تھی گڑھ
 جو پہلے گڑھ تھی ٹوٹے اسے
 وہ تھا صاف شفاف شل صرف
 کھٹا ہاتھ کا وہاں نہ تھا کھٹ کی
 تھا اس کت دست کھٹے نکلا
 وہ جانے ہے جو کھٹ کہے دلی عبادت
 کھٹا اس پر یہ تھا اسے مان تو
 دیا کھٹ اس کو کہ کھی یہ بات
 کھٹا تھا یہ اس پر سو اسٹی پڑھا

حضرت یوسف نے خدا کی بناء کی "قال معاذ اللہ" عطاءہ بریں اپنے مرنے
 و خیر (زیچا کے شہر) کی ماسر میں غلی اندون گوارا کی "اور بی اچھا
 منوای" اس لئے کہ اسی کا عقیدہ تھا کہ خیر کئی اور ہے انصافی کرنے والے
 کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ "ان لا یخفقون شیئاً" اور
 آیت ہے جو اس جسے کے ارتقا کا باعث ہوتی ہے۔ اور عطاءہ آیت ہے جس
 کا حاصل انجام اس وقت کا عروج و رون ہے۔ حضرت یوسف کے کردار میں جو لیا
 کسی قسم کی کمزوری قدر کے پلاٹ میں تقصیر نہ کر دے گی۔ اس لئے قرآن حکامی
 نے "ان من جادنا المنکسین" سے حضرت یوسف نے برگزیدہ بندوں میں ہونے
 کی تقدیر فرمائی ہے۔ اور صاحب تفسیر کہتے ہیں کہ اسے
 "پھر اس پر بھی میثاق دہم دوں گے اور

زیچا پر اور کچھ دے گی اس نے اور

اب یہاں آخری "برہان" کا ذکر کرتا ہے گیا خدا نے حدود "برہان"
 ظاہر کے ساتھ درجہ ظاہر کرنے کی عزت پیش آئے رکھا ہے۔
 خدا کا برہان حکم جبریل کو کہ یہ بندہ خاص خارجہ نہ ہو
 چکے کے چھلکے ہمارے ادا میں کمرے مثل یسوع تھے جس میں
 بندہ اٹھارے بندے رکھا ہے۔
 اسے دیکھ کر اس کو آئی کیا کہا دل میں ظالم تو کہتے کیا
 اس کے بعد وہ روایت یہاں کی ہے جس میں زیچا نے اپنے بہت پروردگار
 ڈال دیا تھا۔

اسلام کے پیغمبر و فرستے صحت انبیاء کے مسئلہ میں متفق ہیں۔ حضرت کے لفظ صحت
 معنی ہیں "پاکانہ" یا کسی حور سے لفظ رکھا۔ اصطلاحاً صحیح معانی کا ہونے کی
 سند کے ساتھ اسے لفظ رکھا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء سے اگر کوئی لفظ مراد
 ہوتا تو ان کی اطاعت حرام ہوتی اس لئے کہ ایسے الفاظ میں "اکامروا انما امر
 بالہر و مکسبون الفکر" اور "تکبر ملقنا عند اللہ" ان قتلوا
 اما لا قتلون " کا معنی بن جائے۔ حالانکہ قرآن نے قرآن کی اطاعت
 کو نادر واجب قرار دیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسرائیلیات میں ایسے صفے اور روایات ملتے ہیں جن سے
 انبیاء کی صحت پر حرف آتا ہے۔ ان کے لفظ اور طہارت پر الزام آتا ہے اس
 لئے متحقق نے ایسی روایات کے متعلق یہ طریقہ کار رکھا ہے کہ قرآنی اور حدیث
 سے جہاں تک تائید ہوتی ہے انہیں قبول کریں جائے اور معارضی کو رد کر دیا جائے۔
 "ولقد صحت بہ و حمد بہا" کثرت درجہ بالا تفسیر میں اسدائیل فی دہلی
 پایا جاتا ہے۔ جسے شاعر نے ان کا رنگ چیدیش کیا ہے۔ حضرت یوسف
 اس برے کام کے ارتکاب سے سلسلہ روکے جانے کے باوجود گر پر گر گئے
 جاتے ہیں اور توبہ جہاں تک پہنچا لگے کہ

پھر اس پر بھی چڑھا اور مردوں کے طور

زیچہ اور کچہ کی اس نے حور

"ولقد صحت بہ و حمد بہا" کے تبتے کا بیت

زیچہ نے یوسف پہ نقد ایک ۴ اور اس نے بھی اس پر ارادہ کیا

ہیں "اس پر ہلکی پھلکی ہے اگر" اس سے "ہر ذی ذی و منہم قرآن سے

قریب تر جاتے ہیں

(پہلے یوسف پر قہر آگیا اور اس نے بھی اس کے ارادہ کیا
 میں حضرت یوسف نے اس (زینہ) سے اپنے کا ارادہ اٹل کیا یا زینہ
 کے برے قہر سے اپنے کا ارادہ کیا۔ مولانا محمد منیر نے ترجمہ اس طرح کیا ہے
 "اور اجڑت صورت نے ظہری اس کا ارادہ اس نے ظہری صورت کا"
 ترجمہ کی تشریح مانجیے میں "قائد" کے تحت اٹا اٹا عین کی گئی ہے۔
 "یعنی صورت نے پہاڑی سے کی ظہری اور اس نے ظہری کی صورت
 کا ارادہ اپنے پیار سے۔"

بعض حضرات نے "وہو بھا" کو "وہو ہمت بد" سے مراد کر کے
 "لوگوں کا ارادہ ہی بردبار" سے تعلق کیا ہے۔ اس سے حضرت یوسف
 کا "ہم" ثابت کرنا نہیں ممکن کرنا منظور ہو چکا ہے۔ اب ترجمہ یوں ہو گا۔
 "اور اس (صورت) نے اس (یوسف) کا ارادہ کیا
 اور وہ (یوسف) بھی اس (صورت) کا ارادہ کرنا اگر
 اپنے پروردگار کی قدرت و دیلاد دیکھتا۔"
 چنانچہ یہ قیاسی ترجمہ ہے۔

"اور وہ (صورت) تو یوسف کے ساتھ ارادہ دیا
 کر رہی تھی اور یوسف کو اپنے پروردگار کا (طرف کی)
 دیلاد کو دیکھتا تھا کہ اس وقت (نہ سوچ
 گئی ہو تو وہ بھی اس (صورت) کے ساتھ ارادہ
 دیا کر رہتا ہوتا۔"

لیکن اصل شریعہ یہ معلوم نہیں ممکن۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولانا
 ہمت بد و وہو بھا کے ترجمے کے اس قسم کے اشارے "لو ۱۶۱"

نہ اسی پر وہاں رتبہ " کے قریب پہنچنے پہنچنے کا رویہ کی فکر میں حضرت
یوسف کی پاک مٹی آنسو ہو چکی ہو قہر ہے۔

سے فریاد ہے یوسف پہ قہر آیا اور اسے بھی اس پر ارادہ کیا
یہ خرابی موجود صورت میں اس وقت ہی مضمون کا عامل ہو تا جبکہ بعض دیگر
مفسرین کی طرف "وہم" "یما شک" "عہ" کو معنی میں ہی درجیت کے یا جانا یعنی
یوسف کے دل میں کچھ رجعت و میلان ہے اختیار پیدا ہو جیسے گری میں روزگار
کو ٹھنڈے پانی کی طرف رجعت و میلان ہوتا ہے۔ لیکن یہ دیکھنے کا ارادہ کرنا
ہے اور نہ یہ بے اختیار ہی رجعت مفسر ہے۔ مگر تا اشرف علی شاہ قزوینی کے قریب
میں ایسا ہی مضمون پایا جاتا ہے۔

ترجمہ: "اور اس حالت کے دل میں تو الٹا خیال
اعظم کے درجے میں قائم ہو رہا تھا اور الٹا کہ
بھی اس صورت کا کچھ خیال نہ ہو رہا تھا
اگر اپنے رب کی دلیل کو سمجھ سکتا ہوں تو
دیکھا ہر تو دنیا و خیال ہو جانا یہ نہ تھا۔
مشافہ ریشہ دین کے و برتر آقا کے حاشیے میں لکھا ہے کہ
"بعض علما نے کہا ہے کہ مراد "ہم سے اس
بگ خرافات و بدعت نفس میں اور وہ خدا اختیار
سے نہیں ہوتے ایسے خیالات آری ماعود نہیں
بلکہ لائق دہش اور قہر کا ہوتا ہے اور بعض
نے کہا کہ وہ خدا ہے اگر دین رب کی نہ دیکھتے
یعنی انہوں نے قہر نہیں کیا۔ مشافہ دلی اثبات بھی

ایک کو ایسا دیکھا ہے۔

زیر بحث شرکا مطلب "عقوبات حدیث فتنہ" کے تحت یہ جاسے تو جاسد شد
اس مطلب پر پانی پھیرتے ہیں۔

مگر سب اھم قائلے اس آیت کا بڑا اچھا تفسیر کرتے ہیں۔

"پہلی آیت میں خدا نے فرمایا تھا کہ اس حدیث نے

مکان کے دو دروازے بند کر دیئے اور یہ صفت سے کہا

کہ آؤ میں چرے لئے یہ لڑائی حضرت یوسف سے

فتنہ کی خواہش کی۔ حضرت یوسف نے کہا خدا کی

پناہ میں، انکار کیا اور یہ دلیل پیش کی کہ جس نے

کہا کہ گھر میں رکھو یعنی اس حدیث کے خلاف ہو

یہ اس میں غلطی ہے اور یہ کہ حدیث سے رکھو

اور حکم کرتے ہوئے ظاہر نہیں پاتے۔"

"اب دوسری آیت میں "فقط" وہو بھا" کہہ

اس کے لئے مٹی کو حضرت یوسف نے اس حدیث سے

فتنہ کا قصد کیا یا ان کے دلیں میں اس کو ارادہ آیا

کہی طرح میں نہیں ہو سکتا کیونکہ پہلی آیت میں صاف

اس کام سے انکار بطور فتنہ قطعی بیان ہو چکا ہے

اور اس کے خلاف ہے کہ "ہو بھا" کے معنی

عدم و قس "ہو" کے ہوں پس "ہو بھا"

نہی "کا جوا ہے اور حبذا یبہم" اور

مقررہ بات اس کے خلاف پر مقدم ہو گئی ہے

اس نے دوسری آیت کے صاف معنی قرآنی
 سے مانے جاتے ہیں کہ - اگر یوسف نے دلیل اپنے
 رب کی نہ دیکھی ہوتی تو دیکھی ہوتی تو یوسف نے
 اس کے ساتھ خدا کیا ہوتا۔ پس چراغِ بیدار
 نفس کا فتنہ کرنا یا اس کا ارادہ دل میں آنا حضرت
 یوسف کا نسبت بنانا نہیں ہوا ہے بلکہ

مفسر حکیم ثناء اشرف صاحب نے غارتۃ التفسیر کے ایک شعر میں اپنی طرف سے
 اضافی پیش کیا ہے۔

دیکھ مشاعری کا کیا میں خیال کہا اس میں جو کچھ لکھا تھا دو سال
 غارتۃ التفسیر کے باقی اشعار زبانی میں تھکے ہیں۔

یہ تفسیر یوسف ہر کتاب تمام کیا میں نے بھی اس کو اب اختتام
 دیکھ مشاعری کا کیا میں خیال کہا اس میں جو کچھ لکھا تھا دو سال
 الجھ مراد سب دور کر تھے نواز سے اپنے مہر کو
 مردست میں نے لکھی سب کتاب دیکھ فکر اور غور کا تھا صواب
 خدا اور تم کا یستاکر نام طلب الصلوٰۃ وطلب السلام

حکیم ثناء اشرف صاحب نے جس زمانے میں سورہ یوسف کا مکتوم تفسیر لکھا
 وہ اردو شاعری کے عروج کا زمانہ تھا۔ مثلاً گزارد نسیم کے اشعار ابھی تک قصا
 میں گونج رہے۔ دیکھنے والی شاعری آنکھیں اور نسیم کی زبان کا لطف نے یہی تھا کہ ذوق
 اور قاب نے قسم رکھا۔ ذوق کی زبان اور لاف لاف نے سینے والوں کے دل کو سوہنا

تھے خیر الزکا جلد اول - سورہ یوسف ص ۱۹۱

غائب نے جوت برائی اور نادر سے قتال کے لگھوٹا سے دوسرا شکاری کو سزا دیا۔
 اس دور میں عربی اور فارسی کے الفاظ اور ترکیب اور مشاوری میں زیادہ بگڑ
 پانے لگے تھے۔ پہلا یلکیم لہ اشرف صاحب کا زیر نظر شوی اپنے دور کے
 نکات کو چھوڑا کرتا ہے۔ اللہ کے کام کا یہ ضرورت سبب تائیف کے قات
 کے ایسا سے میں نیز حمد الفت شریف اور مرزا اصحاب بھار کے اخبار میں نمایاں
 طور پر ملتی ہے۔ کہیں کہیں علامہ سے بھی مودونیت سے پائے گئے ہیں مثلاً :-
 سنا یہ کہ بھڑب نے یہ کلام ہو اہم گویا اس کا تمام
 سیاسی اختلاعات سے دونوں میں تفریق کے جذبات پیدا ہو گئے تھے۔
 ایسے میں مذہب کا سپہا رسکوئی داخلین کی قب کا باور ہو اگر ہے۔ مگر
 کا اپنی صلاحیتوں سے عبور ہو کر سورجیوں کے قبے و تفسیر پر ایسا طاریاں بکھیر
 زمانے کے نکات کو چھوڑا کرتا ہے۔ "ہم خور و ہم خواب"۔



۳۔ شرح سورۃ یسین (منظوم)

قرآن شریف کا ایک ایک سورتوں کا منظوم تفسیر میں ایک نکلوظ شرح
 سورۃ یسین کے نام سے بھی مشہور ہے۔ صاحب تفسیر نے اسے شرح سے مہم
 کیا ہے بشیہ "شرح" میں بقول مکی "تفسیر" کے وہ اپنے کو آزاد خیال کرتے
 ہیں لیکن اصطلاحاً تو اس کو تفسیر ہی کہیں گے۔ اولاً آخر کہیں صاحب تفسیر کا
 نام ہے اور دسند تفسیر۔ تفسیر کا طریقہ دیکھا ہے کہ پہلے آیت لکھی ہے اور
 اس کے تحتے اشعار۔ کہیں تو صرف حروف پر لکھا گیا ہے اور کہیں ترتیل کے ساتھ
 لکھا ہے اور عقیدے سے بھی کام لیا ہے۔ نکلوظ کا آغاز حسب ذیل اشعار سے ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ یسین ہے یکسہ جانی	مکتوب ہیں اس پر جلد راویان
آئین ہیں اس میں چراغ ہے دلی	اور یا سے ہیں غزوہ کو فیان
ایک ایک آیت میں سحر ہے مرقعہ	کرتی ہیں راوی و تارک و افغان
ہفتہ و بہت کھر آشکار	بار کو رہیغ و حسن و مسخر

یہ تفسیر نکلوظ (۱۱) سورتوں (۸۱) اشعار اور ۲۳ سورتوں کا تفسیر کا مجموعہ
 لکھا، کتب خداداد رجب۔

اس کے بعد "یسیسی" عنوان کے تحت افشا رہا ہے۔

میں فی یہ نظر کیا ہے انتخاب یہ ہے ہر حرف قطع الکتاب

کچھ سرسبز ہے اور ادیب عالم اور مکاتیب خدا بیشک ادیب

ہے پر اندر خدا ہر ایک حرف ہے نہاں قلم میں دنیا کی شگفت

عالم ان کا پہلی حضرت کو دیا سورۃ نوحی ساتھ پھر نادلی کی

انگی مٹنے سے جو اللہ رسول نہیں ہیں انگریزوں کی مکتوب

کتنے چاندی کا مستقیم کہ ہے یسیسی اسم قرآن عظیم

صاحب افغان شہر لکھے ہے یسیسی یک اسم خدا

بھٹے کہتے ہیں ہے اس سورۃ کا نام ہے خبر جی کہتے ہیں خیر الامام

اس سطرے میں اور بھی افشا رہا ہے اور دیا گیا ہے سورۃ یسیسی سے مطلق

احادیث شریفہ کا منقوس خراج اس افشا رہا ہے۔ دو خراج توفیق ذیل

میں نقل کے جاتے ہیں۔

"ان الله لخلق سورة طه و یسیسی ان

خلق السموات والارض بالفاء عام"

"بگیاں پنجویں از دہنے پر سورۃ طه و یسیسی بر ط

پیش از خلق زمین و آسمان مدت یک الف عام الموحدان

اس کے بعد سورۃ یسیسی کے قلب قرآن کرنے کے خلق سے حدیث

شریف پیش کہے پھر (۱) افشا رہا اس کا شرف کہ ہے۔ صرف دو خراج

توفیق ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"قال رسول الله صلعم لكل شئ

قلب و قلب القرآن سورة الیامین"

"انکی حذر چلی آبا کی قریب
 کوئی بھی اون پر نہ آیا حکم رواں
 یا راز ادوی سب کو از قریب
 ہوا سماع میں کو تھی بھی
 ہے دی اندر رسا ہے بھی
 ہو گئے گمراہ از طول رواں
 جسے سند بھی آبا کی بید
 انکی حذر تھی بد و آبا سبھی"

"فہم غافلوت"

"پہا یہ سب ہیں بجز از رواں
 ڈرتی نہیں اور شرک رب العالین
 "لقد حق القول علی اکثرہم"

"بے گنا ثابت ہوا قلوب
 خود با کثر کا زمان میں خواب"

"لا ملات جہنم من الجنة والناس اجیبوا" لے

"قول یہ تھا کہ ہر بھی ہم قبسم
 قوم بھی دانستے تو ہیں ہم"

"فہم لا لومنون"

"پہا زایان لاو بھی یہ قوم تھے
 اور بھی گمراہ یہ بد مرخت"

"ہم کو حق معلوم از علم قدیم
 کہ رہیں گے گمراہ یہ مستقیم"

"یون دید زشت ہو چلی یس
 اور خون انکی دم گمراہ کیا"

اسی "سورۃ کے آخری کلمات" والیہ ترجعوا کی تفسیر پر ہے۔

"والیہ ترجعوا"

لے یہ آیت بطور فقر کے دوسری سورۃ سے لائی ہے۔ "لا ملات" کی کتابت جہاں ہے۔

"لا ملات" یہاں ہے۔

۷۷ "دوم سفر میں" یہاں ہے۔

" اور طرف خالق کی پھرت جاؤ گے تا جزا تم ہر عمل کے پاؤ گے
 اور پھر ہی جاؤ گی حق تعالیٰ طرف تا جزا پاؤ گے عمل کے گنہگار
 یہ سخن ہے وہ بحر و وسع اور وسیعہ دشمنان ہے یکن
 اونکو ظم ہے او اٹ ہر کا ذاب اور او نہیں طوبے ہی او حق تاب
 غلطی کے معز انہی غلط ہوئی ہے۔ غائبانہ کام جلد بند کی وقت انعام
 پایا ہے۔ رقی بنزدی کے بعد نفس معزول کے لگانا سے موزوں رقی بنزدی
 ہونا چاہئے تھا۔ بعض اشعار الفاظ کے غلط اٹانے کو وجہ سے دلی سے گرجے
 ہیں مثلاً :-

" آیتیں ہیں ایسی تیرا کہ ہے یار اور یہاں سے چاہے نزدیک میں
 اس شریعہ سے ہے " کا غلط اٹھا دیا ہے۔
 " ہر طریق راست دروہ درست وہ وہ تو جید ہے رہو اس پرست
 یہ شر و طریق درست ہو سکتا ہے۔
 ہر طریق راست دروہ درست وہ وہ تو جید ہے رہو اس پرست

یا

ہر طریق راست دروہ درست وہ وہ تو جید ہے رہو اس پرست
 " یا کہ تو بھیجا گیا ہے اے کریم ہر طریق استقامت رہو مستقیم
 اس میں غلط " رہو " ڈال دیا ہے۔

" ہر یا جسے خلق پر اپنی دم روز و شب دم و گرم ہے اس کام
 اس میں " دم و گرم " ہونا چاہئے اور نام " کی کیا ہے " کام " موزوں
 غلط تھا۔ بعض اشعار میں یاء اور موزوں غلط استعمال نہ کرنے سے معنی غلط
 ہو گئے ہیں مثلاً :-

عالم اکل پھل عزت کو دیا ۔ اور دلنگی سے پھر نادان کیا
 اس میں ۔ عالم ۔ کی یہ ہے ۔ علم ۔ ہونا چاہیے ۔
 اس منہ کی خیاں ہو سکتا ہے کہ کاتب سے ہو گئی ہوں لیکن بعض وقت
 کاتب کی اس منہ کی غفلت سے غصہ کی ایسی عرفی شکل بھی ہا قہ ہے کہ منہ کے
 دلچا یا خفا کی ہند کے ہونے کے شوق سے کوئی کراہے عالم کو کنا شکل ہو جاتا ہے ۔
 خفا یہ شر ہے

”بیمعاذ آں کہے“ لکھا بھلاں ۔ ہے قوی سلف لکھا جاو اں
 پہلی بات قویہ ہے کہ یہ شر موجود صورت جیادان سے گربا ہے ۔ یہ لکھے
 ”بیمعا“ کہ ”بیمعا“ پر خفا پر ہے گا اور یہ ماضی مطلق کی دلچا شکل ہے ۔ دوسرے
 یہ کہ وہ دن کے لئے غفلت بھلائی جو یعنی صرفت ہے ہائے غفلت و متکلب ہونا
 چاہیے یعنی ”بیمعا“ اگر خفا کی اصلیت میں اس طرح ہو تو اس کی دلچا
 جیادان صاحب فقیر کو دلچا ہونا چاہیے ۔ لیکن منہ نے دوسرے مقامات پر
 غفلت بھلائی لکھا ہے ۔ حرف اس طرح جیادان ”بیمعا“ کا منہ جی ہے اس
 لئے منہ کو اس ایک غفلت کا بنا پر دلچا قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ خصوصاً ایسی صورت
 میں کہ غفلت میں قطع نظر وہ دن کے ”بیمعا“ لکھا ہے ۔ دوسرا غفلت ”بیمعا“
 جیادان کی تکلیف دلچا کے ساتھ خصوصاً نہیں ہے ۔ یہ ماضی ماضی ماضی ہند
 کی کہ خفا اور دلچا جیادان ہے ۔ اس لئے اس فقیر کی غفلت کی دلچا کی
 بنا پر منہ کو غفلت ہند کا قرار دیا جاسکتا ہے ۔ فقیر کا یہ وصف قابل ترین
 ہے کہ غفلت کے فنی خاکوں کو پورا کرتے ہوئے بھی منہ خزان کے معنی دھنوم
 سے کافی تریب رہا ہے اور دلچا صاف اور سہیح انہم استعمال کی
 ہے ۔ ایسی شکل میں اوریت کی تلاش بے معنی ہوئی ہے ۔ اس کی

یہاں کے منہم کی ایک عورت اور ایک لڑکی کو ایسی نگہوں کا بڑا دھن بھن چاہیے۔ اس
 نقطہ نظر سے منہم کیہ کو خوش بڑی ہوگی کہ یہاں ہے وہاں کے اچھے رستے
 کو بہتر ہوئی عورت کے نصف آفسر کا منہم تھیر دیا جاسکتا ہے۔

باب پنجم

$\frac{۲۱۳۲۲}{۴۱۹۱۲}$ | $\frac{۲۱۲۷۴}{۱۵۸-۱۸۵۷}$

ان پس منظر

انگریز ہندوستان میں پرہیزگاروں کو تفریحیوں اور فراغتوں کے بدلے
 لیکن اپنی محنت ملی سے دوسری پرہیزگاروں کو میدان سے ہٹا دیا اور خود
 ہندوستان میں سپاہ و سید کے ملک بن گئے۔ مثلاً سندھ میں لال قلعہ کے بارہ
 اور کچھ کے دیگر محلات تھے۔ مثلاً ہندوستان کی تمام حکومت کچھ کے ہاتھ میں
 تھی۔ یہ بد سیاست جو اردو کے جہول عام کو دیکھ کر اس کی ذہنی کا طرف
 متوجہ ہو گئے۔ ویسے پرہیزگاروں اور دونوں دونوں نے بھی انگریزوں سے پہلے
 اردو کی تمام پرہیزگاروں میں تھی۔ انگریزوں نے بھی ان کے بعد اردو زبان کی
 صرف و تقریر کیا نہیں۔ اردو اخبار اردو سائے جاری کئے۔ سن ۱۸۵۷ء
 میں جدت و علم کا رخ قائم کیا۔ سن ۱۸۵۷ء میں اردو کو ہندوستان کی سرکار
 زبان قرار دیا گیا۔ محاذی کی کتابیں اردو میں ترجمہ ہو گئیں۔ بعض انگریزوں
 نے اردو میں شری کی کتاب شری دریا کی۔ اس دوران میں یہاں انگریزی اذیت
 حکم کے مدارس قائم ہوئے۔ سن ۱۸۶۱ء میں محکمۃ ایجنسی اور سندھ
 میں یونیورسٹی قائم کی گئیں۔ اس کے بعد ہندوستان میں یکے بعد دیگرے
 کئی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ ان یونیورسٹیوں کی وجہ سے پہلے ہندو انگریز
 ادب کے رجحانات سے واقف ہوئے، جس کا بڑا گہرا اثر اردو ادب پر پڑا

جو ایک ادبی انقلاب کا صورت میں رونما ہوا، شاعری کے موضوعات بدلے، زبان بدلی، اسلوب بدلے، اس طرز فکر و بیان کے تقاضے بدل گئے، سادہ، نثر نگاری کا رجحان قدرت و دلچسپی سے شروعات ہوا، غائب نے اپنے سادہ و پرکار اسلوب سے قدرت و دلچسپی کا سادہ نثر نگاری کے رجحان کو تقویت پہنچائی، سرسید نے مذہبی، علمی، فنی اور سیاسی موضوعات پر سادہ نثر میں اپنا کچھ کچھ اور نثر میں بہر علم اور بہر موضوع پر اپنا خیال کا عکاسیت پیدا کر گئی، اسی دور سے سرسید کی نثر کو جدید اردو نثر کا فنکارانہ ذکاوت ہے۔ اس سلسلے میں سرسید کے سادہ، جذیبہ، اخلاقی کی بڑی اہمیت ہے جس نے اردو صحافت اور اردو انٹیلیجنس کی گراں قدر خدمات انجام دیں، سرسید نے سیاست، تعلیم، مذہب اور ادب کے میدانوں میں خود بھی کام کیا اور کام کرنے والوں کا ایک گروپ پیدا کر دیا، حالی، شبلی، عسکری، ملک، وقار، ملک اور مولوی محمد رفیع جیسے نئے ہی جلد پایہ اہل قلم سرسید کے محبت یافتہ ہیں، مولانا آزاد، مولوی تیرا، مولوی محمد مولوی کوکا، آزاد، کادامت، ضحیٰ سرسید سے نہیں جدا کیلئے بدلے ہوئے صحافت کے نئے اقتدارات نے سرسید کو سرسید بنایا تھا، اقتدارات کا بھروسہ و حضور چٹو کا اسی عزائم کو بھی حاصل ہے، ان حضرات نے بھی وقت کے نئے تقاضوں کو پورا کرنے کا اپنے طور پر کوشش کی، اور اردو دنیا کا ادب کا رنگ بدلنے میں قابل قدر حصہ ادا کیا، اس ادبی انقلاب کے اثر سے اردو کے سرمایہ زبان اور اسلوب بیان ہی میں اس قدر تبدیلی آئی، بلکہ اردو نثر کی اصناف سے روشناس ہو گئی، خصوصاً انٹیلیجنس، سوادہ، ناول اور تنقید کو لڑتی ہوئی لکھی، ڈراما اور طنز و مزاح کی طرف توجہ دیا، یہاں توجہ ہو گئی، اگرچہ اردو کے ادبی انقلاب کا دور ادب بدلنے والے دنوں کا حضور ہی نہیں، یہ سب بات ہے کہ انقلاب کے ابتدائی دور ہی میں

منشی نے ہاں وسط طور پر ادب برائے ادب کا رجحان پیش کیا جس کی بناء پر
 مہدی افتادہ اور سجاد حیدر طورم نے بڑی زور سے اس وقت لگا۔
 اگرچہ ادبی انقلاب کا مقصد اردو نظم و نثر کو نکال دینا ہے اس لیے اور
 نئے موضوعات اور بالخصوص نئے طرز فکر سے روشناس کرنا تھا اس کے باوجود اہل
 نظم کی قیود پر بھی موضوعات سے نہیں اپنی جگہ کرنا چاہیے کہ اس دور میں نہ ہی موضوعات
 پر مطلق تسلط اور سرور تھا اور دماغ انداز میں لکھنے کا رجحان یہاں اب مسلم
 ہوتا ہے کہ غیب کا طرف اہل علم کی یہ قیود پر بھی انگریزی اور انگریزیوں
 کے ساتھ کے بعد مسلمانوں کو اپنے غیب کے ساتھ فکر و فکر ہو گئی تھی۔
 مشنریوں کی قیود پر دادیوں نے انہیں اور بھی بڑھا کر دیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء کے
 بعد تاریخی اسیرت الکلام، حدیث اور ترجمہ و تفسیر پر عمل قدم کام ہوا ہے
 مثلاً اس سے پہلے کسی دور میں اتنا نہیں ہوا۔ ادبی انقلاب کے بعد اردو نثر
 میں جو سادگی اور برجستگی آئی اس سے سب سے زیادہ فائدہ قرآن کے ترجمے کے
 کام کو پہونچا۔ اتحاد ہر سے اس دور میں اور اس دور کے بعد ایک سے ایک
 اچھا ترجمہ کیا جاتا رہا۔

ب: تراجم و تفایر

(i) شمالی ہند کی سہی

(ii) دکن کی سہی

(۱)

تفسیر القرآن

از

سید احمد خاں (۱۸۹۸ء - ۱۹۷۸ء)

انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہندوستان نے سرسید احمد خاں کو جنم دیا۔
 یہ اپنے زمانے کی ایسی شخصیت تھے جن کے کامناہوں سے اردو ادب کا حال ہو گیا۔
 ان کے دل میں قوم کا درد تھا مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے قلم و زبان
 سے جو بھی کام کیا وہ اردو ادب کا قیمتی سرمایہ بن گیا۔ خود ۱۸۷۱ء کے بعد
 مسلمانوں کو مزید جی پی سے بچانے کے لئے سرسید احمد خاں مسلمانوں اور انگریزوں
 میں پھر پھر پل بول اور اتحاد پیدا کرنا چاہتے تھے ان کے لئے مزدوری تھا کہ مسلمانوں
 کے دل میں انگریزوں سے دفا داری کا جذبہ پیدا ہو۔ سرسید کہتے تھے کہ اسی سے
 مسلمانوں کے معاشی اور سیاسی مسائل حل ہو سکیں گے۔ ملک کی بھلائی کے لئے وہ
 اسی کو مزدوری کہتے تھے اور قیام اس کے بارے میں وہ اپنے ایک پگڑیا بڑے
 دانشور سے اظہار خیال کرتے ہیں کہ

”ہندوستان کے لئے ناممکن ہے کہ وہ ہندو یا مسلمانوں

میں سے کوئی حاکم ہو اور اس کا قیام نہ کر سکے بلکہ پھر بھی

یہی ہے کہ اگر کوئی دوسری قوم بھی برطانوی ہونے
 دوسری طرف سرسید نے انگریزوں کو ایضاً اپنے کی کوشش کی کہ وہ
 کہ وہ سے مل جائیں انگریزوں یا انگریز حکومت کے دشمن یا بدخواہ نہیں ہو سکتے۔
 اس طرح سے سرسید نے بائبل کی تفسیر "تینوں احکام" لکھی اور بتایا کہ وہ دنیا میں
 اگر کوئی مذہب چھانڈے مذہب کا وہ مست ہو سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہو سکتا
 ہے اور بس۔

دوسری بات یہ ہے کہ انیسویں صدی کے آخر میں ہندوستان میں مسلمانوں اور
 مذہب کی کشمکش ہو رہی تھی۔ سرسید کے پیش نظر سترہویں اور اٹھارویں صدی
 میری کا، انگلستان میں یہاں مسلمانوں اور مذہب کا جنگ میں مذہب کا آخر کار
 حقیقت اور سائنس سے بالاطاعتنا پڑا ہندوستان میں بھی سرسید نے اسی طریق
 کار کو اپنایا۔ انگریزوں کے مذہبی عقول کی طرف انہوں نے بھی مذہب کی
 ذہنی عقل و فکر کے مطابق کی اور اسی فکر کے تحت انہوں نے قرآن مجید کی
 جدید تفسیر کی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ "قرآن میں کوئی بات تو
 فطرت کے خلاف نہیں ہے۔" اس تفسیر کا نام "تفسیر امروزی" رکھا۔ اس کا
 پہلا جلدیں چھپ چکی تھیں اور دوسری جلد میں سورہ ابراہیم کی تفسیر لکھی جا چکی
 تھی چھپ نہ سکی اور سرسید کا انتقال (سنہ ۱۸۹۱ء) ہو گیا۔ تیسری جلد

مکمل جلد ۱۸۹۱ء پڑھیں ۱۸۹۱ء میں تیسرا احکام سنہ ۱۸۹۱ء

مکمل جلد ۱۸۹۱ء میں تیسرا احکام سنہ ۱۸۹۱ء

مکمل جلد ۱۸۹۱ء میں تیسرا احکام سنہ ۱۸۹۱ء میں تیسرا احکام سنہ ۱۸۹۱ء
 اور تیسرا احکام سنہ ۱۸۹۱ء میں تیسرا احکام سنہ ۱۸۹۱ء

جہاں ۱۲۹۷ء - ۱۳۰۰ء میں نے رہا کرتی تھی۔ اس غیر کاغذی
نام باوجود سب سے پہلے بیان کرتے ہیں کہ

اس میں بہت سی باتوں پر میں کا عوار و خوار خیرین
میں ہے یا تہل کے قصوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔
اول میں اس نقیر کے بارے میں مولانا حالی کی رائے پیش کیا جا رہا ہے۔
اگرچہ اس سرسید کو اس نقیر کے اکثر مقامات
میں توجہ سے زیادہ کامیابی ہو گئی ہے جس سے ایک
جلب و جذبہ پیدا ہو گیا ہے (انہی باتوں کی وجہ سے اس کے
دماغ میں ثابت ہو چکا ہے مگر اسی کے ساتھ ہیست سے
مقامات اس کا نقیر میں ایسے ہی موجود ہیں جن کو
دیکھ کر جب ہوتا ہے کہ ایسے حالی دماغ غرض کو کیونکر
ایسی تاویلات بارود پر اعلیٰ ہو گئیں اور کیونکر ایسی
غرض خفیاں اس کے قلم سے سرزد ہوئی ہیں لیکن
در حقیقت یہ کوئی جہل کی بات نہیں ہے جس لوگوں
نے تنقید کی بندو بن کو توڑ کر تحقیق کے پیر میں قدم
رکھا ہے اور ذہن و فکر کا سہارا چھوڑ کر اپنا خدا اور
حق سے کام لیا اور خدا کے علم میں پاکہ امان کو کرنا چاہا
ہے ان سب کی راہوں میں اس قسم کا مشرک گرگج
بانی گنہگار اس کا بسنی باتوں پر انہی ہونے کا

گمان ہوتا ہے اور بعضی انتہاء پر کہ ایک
 اور خلیفہ معلوم ہو گا یہاں تک کہ ایک
 کو دوسرے کے ساتھ کچھ نسبت نہیں معلوم ہوتی۔
 مگر پچھلے لوگ ہیں جو علوم دینیہ میں اپنے اپنے
 حق کے امام ماننے لگے ہیں۔ ان کا فیصلہ دینے
 دین کو کچھ نقصان نہیں پہنچا کیونکہ وہ خود کو
 آخر کار مردود غیر گیریں مگر ان کی فتوحات
 جدیدہ سے اسلام کو بے انتہا تقویت پہنچی
 ہے۔ سرسید کو اپنی اس نیا طرز کا تفسیر
 کے جس میں مقامات میں پوری کامیابی ہوئی
 ہے اور ایسے مقامات کا تھوڑا کچھ کم نہیں
 ہے، ان سے فی الواقع بمقابلہ علوم جدیدہ
 کے اسلام میں ایک نئے علم کلام کا بنیاد
 پڑ گئی اور احادیث کی امید بندھ گئی ہے کہ
 جب اس قدر مشکلات صرف ایک شخص کی
 کوشش سے حل ہو گئی ہیں تو باقی کی ہزاروں کی
 نہ کبھی حل ہو جائیں گی۔

موصوفہ حالی کی یہ رائے سرسید کا دنیا نگاہ کے ایک دور پہنچے ہوئے ہے۔

سرسید کو ان کا ذکر گہری میں قوم کی طرف سے کا فر، طے پیغری کے خطبات مل
پکے تھے مگر وہ اسے کام چلا گئے رہے۔ مولانا مائی کا ایک مکتوب سرسید کا
انتقال کے سال ۱۲۷۵ھ میں بدوین روضہ قریب گزرا تھا جہاں سے وہ اس
میں وہ ایک جگہ ملے جہاں کو

”جو وہاں سرسید کا مقبرہ کی نسبت کہتے ہیں کہ ”جو
میں قرآن کے انھوں نے ملے ہیں وہ خدا کو سب سے
بڑا رسول کو“۔ سوئے سرسید کی بعض حدیثات
کی نسبت یہ کہنا صحیح ہو مگر ان کی تمام حقیر کی نسبت
اب کہنا حق ستم غلط ہے“۔

مولانا مائی نے سرسید کی سوانح بیان کی ”حیات جاوید“ مکی اور یہ اہل
اب کا شمار ہے جہاں کی جانپر کہا جاسکتا ہے کہ ”حیات جاوید“ کا دوسرے
حالی نے حیات ابد کا پلا۔ دامن ہاں ہو سکیں اس سوانح حیات کے حلق سے ملے
جہاں کو :-

”اس کو دنیا کا اردو میں وہی مرقعہ حاصل ہو گیا
جو اسرائیل کی مشہور کتاب ”ذاکرہ جانیسی“ کا ترجمہ
کو انگریزی میں ہوا ہے۔“

۱۔ دوسرا مکتوب بھی گزرا بہت ڈیڑھ برس ۱۲۷۶ھ۔ مکتوب ”حیات جاوید“ میں اپنی حقیر کی
گنجائش ہاتھ پائی تھی۔ یہ مکتوب حالی صراحتی میں ۱۳۰۱ھ میں حیات جاوید کے پبلشر ۱۸۸۰ء
میں چھپا۔ ”The Life of Mirza Asadullah Khan“ کے ترجمہ کا یہ مکتوب
اس کا نام ”ذکرہ جانیسی“ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عالمی جیسے عقیدہ سرسید کی بجائے اسے جہاد تھا جو کہ
موتی رہی اور بالآخر حیات جاوید میں توفیق کھایا کہ

”سرسید نے اس عقیدے میں جا بجا غلط کریں گے کیا ہیں

اور بعض مقامات پر اس سے دیکھ لیں نہیں ہوئی ہیں بلکہ

ان ”شعور کوں“ اور ”لن خول“ کا وہ معنی ان کا نہیں ہے، بلکہ

پنا پر ”بیچ ایسا لگا“ میں مولوی سید نامہ مراد علی محمد امین نے اس پر غور

عقیدہ کے اہمیت ”تہذیب الاخلاق“ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ

”تہذیب الاخلاق مجلہ سماج سائنس“ ماہ مجلہ اول

نفاذیت ماہ رمضان ۱۳۷۹ء مطابق سید ۱۳۶۶

جہاد ص ۵۰ میں غور عقیدہ کی اصل اس میں صاف

صاف بتا دی گئی ہے کہ ”ہر مذہب کا تشخصات اور

محمودیت کو دور کیا تو باقی چند اصول رہے جو سب

مذہبوں میں ایک ہی تھی اور سب میں مشترک اور متحد تھے

ان اصول مشترک اور متحدہ کا نام مذہب یا غریہ ہے

اللہ ہی اصول کو یہ غریہ مذہب کی اصول کہتے ہیں۔ پھر

اوسے سب تو تہذیب الاخلاق میں لکھا ہے کہ ”خدا ہر مہمتی

سے وہ باتیں جو خلاف فطرت ہیں خفا مہجرات اور

اور خلاف عقل یا شہادت کے لڑائی جائیں تو پھر بھی ایک

مذہب کا تشخص باقی رہے گا پس اوسے کو پھر یہ مذہب

یا حتی ذہب کہیں گے، یہی کام سید احمد خاں صاحب
نے اپنی تحفیر میں کیا ہے۔

نیز مولوی سید ناصر الدین نے بھی لکھتے ہیں کہ یہ صفحہ جذبہ انفاق میں
خاں بہاد صاحب نے اپنے کئی دوست کی طرف سے بھجایا ہے۔

محقق ایبائی صاحب دوم سر سید احمد خاں کی تحفیر القرآن حصہ دوم کے
جواب میں مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے۔ یہ مکتبہ تحفیر المطبوعہ دہلی میں
سنہ ۱۲۹۹ ہجری میں چھپی ہے۔ مانتا اقام اللہ صاحب دہلوی نے اس کی تصانیف
بھی کی ہے جو ذیل میں پیش ہے۔

”قوم جو رکھو سبھل کے رکھنا کتاب ایسی بھل میں رکھنا
کو جلا دل آجپ بکلی ہے جو چپ رہی یہ دوسرے کہے
خیال جاریہ کا جو آیا قہا کف جب نے بتایا
کو پرہیز کیا ہے لکھ یہ دیگر جواب تحفیر ہے“

۹۹ - ۱۲

ان اشعار سے بھی اسامہ دانی نے سر سید کی تحفیر کا غفلت کا اندازہ ہوتا
ہے۔

سر سید کو اسامہ دانی قصے گو سے کوئی سزا مل رہی ہے۔ اب تک نہ
جانے کتنے سرائوں نے اپنے مکتب میں سر سید کی تحفیر پر جرائیاں لکھنے داخلوں
نے بھرے جھڑوں میں انہیں تھڑا اور پھر خاک کو قاتل کھنکھار رہے۔

”محقق ایبائی صاحب دوم میں ۳۰“ ”محقق ایبائی صاحب دوم نے تحفیر القرآن“ ”ذ
مولوی سید ناصر الدین نے ابوالفضل“ ”مکتبہ تحفیر المطبوعہ دہلی“

سرسید کا زمانہ مسلمانوں کے حقوق سے بڑا پر آشوب تھا۔ مسلمانوں پر ہر
 حیثیت سے ذبح کی گئی تھی۔ ان کا بھوکا منہ پیلا ہوا تھا۔ ان
 حالات میں سرسید نے مسلمانوں کے لئے جو خدمات انجام دیئے ہیں تاریخ انہیں
 بھلا نہیں سکتی۔ "اسباب بقاء امت" لکھ کر مسلمانوں کو جہاد کے الزام
 سے بری کرنے کی کوشش کی۔ "وفاؤں مسلمانانہ" دس لکھ روپے
 مسلمانوں پر لگائے گئے، الزام کا تحید کی کہ انگریزوں سے جہاد کرنا واجب ہے
 نیز اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی وفاداری اور جان نثاری کے ان کاموں
 پر روشنی ڈالی گئی جو خدا کے موقع پر انہوں نے انگریزوں کے ساتھ انجام دیئے
 تھے۔ ڈاکٹر ہنتر کی کتاب اس (۱۸۸۷ء) نے مسلمانوں کی طرف سے انگریزوں
 کی بدگمانی کو اور بڑھا دیا تھا۔ باوجود سخت مصروفیت کے سرسید "پایہ نزع" کے
 متعدد پرچوں میں اس کتاب پر تبصرہ کرتے رہے اور چاہا کہ نہ
 "گورنمنٹ کی بدخواہی اور بقاء امت حیرم ہے جو
 شخص اس جرم کا مرتکب ہوگا خود وہ وہاں ہر
 یا یہاں نہ ہو یا مسلمان یا اور کوئی مذہب
 والا بلاتحالی مذہب کے جرم ذرا پیسے لگا لہوں
 نے جہاد کے مسئلے کی حجت اور جو خطابیں اس کی
 جنت بیٹیں ان کو اچے طرح کاہر کی اور چاہا کہ جو
 مسلمان انگریزی گورنمنٹ کی جادو چاہیں اور اپنے
 فرائض مذہبی بلامرأت اور کرتے ہیں ان کو انگریزی

نے "اسباب بقاء امت" مشہور ہوئے سنہ ۱۸۸۷ء میں لکھا اور سنہ ۱۸۹۳ء میں شائع
 کیا۔ ص ۵۰ "انگریزوں کی طرف سے"

گورنمنٹ کے زیرِ حکومت اسی اعلیٰ حالت و ترقی یافتہ
 سے رہنا اردو نے اسلام واجب ہے جیسا کہ
 بحرِ اوقیانوس میں مسلمان جنس میں جیسا کہ جیسا کہ
 بحالی کے زیرِ حکومت رہے تھے۔

موجودہ حالت یہ ہے کہ

”اسلام دنیوی کے مفاد پر مبنی ہے
 کا بیعتوں کا یہ حال ہوا جیسے کہ جنتی اور بھرتی
 آگ پر کوئی پافا ڈالے۔“

”ماتحتک سو فی“ کے جہم اسے ۱۹۱۰ء کا برصغیر بھی جیسا کہ
 انگریزوں اور ہندوستان میں میلی جول اور رہا وفاق و پیدائش۔ اپنی کتاب
 کے ساتھ لکھا نے پینے کے جوڑ پر جو دست لکھا تھا اس کا بھی عقد انگریزوں
 اور مسلمانوں میں پانچ لکھ پیدائش لکھا تھا۔ سرولیم جی کا کتاب ”عالمک آف
 فر“ کا جواب اسے ۱۹۱۰ء میں لکھا۔ جس میں سرولیم نے اسلام اور
 باغی اسلام پر لکھ چینی کی تھی اس کا جواب ”خیالات احمیہ“ سے دیا۔ سرسید
 کا سب سے بڑا کارنامہ ”علی گڑھ کانفرنس“ ہے۔ سرسید کے قریبی خدمات
 کے احاطے کی یہاں بھی نشیں نہیں نظر آتے کہ ان کے دل میں قوم کا درد تھا۔
 سر میں مسلمانوں کا بھلائی کا سودا سنبھالا تھا۔ جب سوچا اور جو سوچا تو وہ
 مسلمانوں کا بھلائی کے لئے جب کہ ان کی کامیابی کے لئے اور جب کہ

۱۔ حفاظت مالی و مادی۔ ۲۔ سرسید مرحوم ”میں ... کے حالات و احوال میں

۱۰۱۔ ”سرسید مرحوم“ سے ”رسالہ“ احکام عام بائبل کتاب ”سے ۱۹۱۰ء میں لکھی۔

تو ان کے بقائے رہے۔ سو فی طر پر بائبل کی تفسیر کا تو اسلام کو عیاں
 مذہب کا دوست بنایا۔ ۱۰ پہلے یورپ نے اس کی بڑی قدر کی۔ اور دوسرے
 قرآن مجید سے "اولی الامور منکم" سے مسلمانوں کا انگریزوں کا
 دفاع و مدد ثابت کیا۔ قرآن مجید کی تفسیر کی ایسی حالات کا پتہ لگتی
 مرنے والی مانتی تھیں کہ ۔

میں ایسے مشورہ فرماؤں گے واقف ہوں
 جنہوں نے انگریزی تفسیر پائے کے نامے میں
 مذہب کو بالکل خیر باد کہہ دیا ہے اور جنہوں
 نے یہاں ہمارے کامیاب نتائج بیان کیے اور
 ایسے آداب و شمار تھے جن کا ایک قدم لاپرواہی
 کی طرف اٹھنا تھا تو دوسرا قدم مذہب کی
 طرف سے پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ مگر جب سے
 سرسید مرحوم کا مذکورہ بالا تقریریں شروع
 ہوئی شروع ہو گئیں اس وقت سے جہاں
 ملک کو جم کو سلام ہے، دشمنہ تقریریں بالکل
 بند ہو گئی ہیں۔ جن مسلمانوں نے ان کے
 اجماعوں میں بذریعہ تقریر کے اور بعضوں نے
 پبلک میگزینوں میں اور بعض نے اپنے دوستوں
 سے یہ باتیں پھیلایا ہے کہ ۔

اگر سرسید صاحب کی تحریری ہماری نظر
 سے دیکھ لیتے تو ہم اسلام سے خوف نہ جاتے۔
 اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے سرسید کا
 تفسیر القرآن سمجھنے سے غافل نہ رہا۔

اس تفسیر کے چوتھے جلد میں علامہ نے وقت کے جو اندیشے تھے انہیں سرسید
 نے مزین قیاس پایا اور جابجا کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں ممکن ہے کہ ایک ایسا
 طبقہ پیدا ہو جائے جو دوسرے مسلمانوں سے مذہبی خیالات میں مختلف ہو
 لیکن سرسید اللہ کے اس مردِ عقل سے مطمئن تھے چنانچہ مولانا مائی سمجھتے ہیں
 کہ "وہ کہا کرتے تھے کہ

"ایسا نیا اسلامی فرقہ بہ نسبت اس کے کہ وہ
 اسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کریں
 یا کبھی مذہب کے پابند نہ رہیں ہزاروں جہدِ میسر
 ہے۔" علامہ

ساتھ ساتھ اس کے سرسید کو اپنی غلطیوں کا اعتراف بھی تھا اور
 اس معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنے والے عہد کے علمائے اللہ کی محنت کے متوقع
 سمجھتے تھے۔ چنانچہ مائی لاہوریہ "اسلام پر سرسید کے پیکر کے درمیان
 بے کوسے یہ الفاظ لکھ کر رہے ہیں کہ:
 "میں معلوم نہیں ہوں اور نہ معلوم کون سے کا

یہ عبارت مائی صراحتی میں ۱۲۶۶ء و ۱۲۶۷ء سرسید کا تحریری خدمات میں

۱۲۶۷ء سرسید کا تحریری خدمات میں ۱۲۶۷ء عبارت مائی صراحتی میں

دعویٰ کرتا ہوں کہ میں ایک جاہل آدمی ہوں
اسلام کی بات سے جانتے یہ کام کیا ہے
جس کے میں لائق نہیں ہوں ممکن ہے کہ اس
میں عقلی برتری ہو مگر آئمہ علماء اس کی صحت کو دین
گئے اور اسلام کو حدود میں گئے۔ میرے
خیال میں حائین احمد مشکلیں فی الاسلام
کے مقابلے میں اسلام کی تائید اسی طریقہ
پر ہو سکتی ہے اور کسی طریقہ پر نہیں ہو سکتی۔

اب علمائے وقت ان غلطیوں کی صحت کا حرف تو جو کرنے کی بجائے
اگر اپنی ساری صلاحیتیں جبر ابھاری پر صرف کریں تو اس کا انجام سرسید کے
سرسید نہیں۔ سرسید نے جو بھی سوچا اور جو بھی کیا ایسے انداز فکر سے سوچا اور
کیا۔ آئے واقعی نسل کے علماء ان کے زاویہ پر اسے فکر کو مروج ثابت کر کے
ان کا صحت کریں یہ کر سکیں تو سرسید پر انجام بخیر ہو۔ علی گڑھ
یو جود کھٹا کے پرستار 'سرسید کے شیعہ' اور شیعہ احمدیوں نے سرسید
کے بارے میں جو خیال ظاہر کیا ہے وہ بڑے بڑے سچے افراد کا ہے۔ کہتے
ہیں :-

"میر ذوق خیال کو ایسا ہے کہ سرسید نہ تو
ذہب کے ایسے کوئی مجدد عالم تھے نہ سیاست
کے ماہر یا شعر و ادب کے شیعہ"۔ لیکن

بقول ایک فاضل کے ایک زیرِ مسمولی صفت اہل
 میں یہ سختی کہ وہ جس موضوع پر جو کچھ لکھا یا
 کہنا چاہتے تھے اس کے لئے تمام ضروری سطوح
 فراہم کرنے کی انتہائی کوشش کرتے جو
 مستند کام کرنے والوں کا امتیاز ہے۔ دوسرے
 فلسفہ، ہمد، ذہن، ویس، جانی حوصلہ،
 دور اندیشی، انٹیک اہل ناقابلِ تفسیر تھے۔
 ان میں چانداری اور چال و پھا دو تلوں کی
 بھٹک ملتی ہے جو کبھی ہمارے اسلاف کی
 صفات تھیں۔

ایسا لگتا ہے کہ مذہبی عقائد کو سرسید کے وقت کے سیاسی حالات
 سے مطابقت کرنے کے نتیجے میں "پنچری عقیدہ" برآمد ہوا ہے۔ اب
 سرسید کے پنچری عقیدہ کی اصلیت سے واقف ہونے کے بعد ان کی تفسیر
 پر کئی نئی قسم کا بقرہ خیر ضروری ہو جاتا ہے۔ اب رہی دنیا تو اس
 بارے میں ان کے کثیر کاغذات صاف بتا رہے ہیں کہ ان کے پہلے کی
 دیکھیں مثلاً اور مسیح جہالت کو انہوں نے پسند نہیں کیا اس لئے کہ وہ
 ایسا نہ لیا چاہتے تھے جو سلیس اور عام فہم ہو اور جن کے طریقہ انتخابات
 کو سنیے داروں کے دل میں ہمارے۔ مثلاً اور مسیح جہالت سرسید کے
 عقیدہ کو اپنا ذکر کر سکتی تھی کہ اس میں خیالات کا اظہار آسانی سے نہیں ہو سکتا۔

اور پھر سننے والے بھی بات کہہ کر ٹک پہنچنے کی بجائے اس کی ظاہری اور
سلی غیروں میں کھو جاتے ہیں۔ تحریر میں سادگی کے ساتھ ساتھ روحانی بھی
ہے اور روحانی بھی ایسی کہ اس میں قرآن کی غلطیوں کا خیال ہی نہیں رہتا اور
لفظ و ہی استعالیٰ کرتے ہیں جس سے مفہوم پوری طرح ہوا ہوا دکھائی دیتا
ہے۔ ان کا عام تحریروں کی بجائے خیریات ان کے تہے اور فقیر میں بھی
پالا جاتی ہیں البتہ بعض بعض مقالات پر احفان کے آفتاب میں شاہد سے
کام لیا گیا ہے۔ خود جہالت و دل میں پیش کیا جاتا ہے۔ طریقہ یہ دکھانے کو
پہلے سہ۔ کا متنی یوں لکھا ہے اور اس کے چنے قرآن پھر فقیر یہاں سہ فائز
کا صرف ترجمہ اور فقیر (بہتر متھا کے) نقل کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان“
سب بڑا عیاں خدا کا کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا پالنے
والا ہے (۱) بڑا مہربان ہے اور بڑا رحم والا (۲)
حاکم ہے اضاف کے دل کا اسما بڑا خدا کا جہالت
کرتے ہیں اور بحق سے ہم مدد چاہتے ہیں اسما ہم کو
سیدھی راہ پر چلا (۵) ان لوگوں کی راہ پر بھیج
تو نے بخشش کی ہے۔ (۶) ان کی راہ پر بھیج پر ترا
خدا مہربان ہے اور نہ پہلے والوں کی راہ پر۔
۔ اس سہ میں کہ تو خدا کی تریف ہے اور کہ اپنی
عاجوئی اور کہ وہ پس گویا جہدوں کی دہا ہے
بھی لگتا ہے اور جہاد شہ جہدوں کو خدا سے اس طرح

الہی کر فی نہیہ ہے ۔

”وہ واجب دل سے کیا جاتی ہے ہمیشہ مستجاب
ہوتی ہے مگر لوگ دعا کے مقصد اور استجابیت
کا مطلب سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں وہ جانتے ہیں
کہ میں مطلب کے لئے ہم دعا کرتے ہیں دعا کرنے
سے وہ مطلب حاصل ہو جائے گا اور استجابیت
کے معنی اس مطلب کا حاصل ہو جانا سمجھتے ہیں
حالانکہ یہ غلطی ہے ۔ حصول مطلب کے جو اسباب
خدا نے معزز کئے ہیں وہ مطلب تو ہلکی اسباب
کے وسیع ہونے سے حاصل ہوتا ہے مگر دعا اس
مطلب کے اسباب میں سے ہے اور نہ اس
مطلب کے اسباب کو ترک کرنے والی ہے بلکہ
وہ اس قوت کو کمزور کرنے والی ہے جس سے
رنج و مصیبت اور اضطراب ہیں جو مطلب نہ
حاصل ہونے سے ہم سمجھتے ہیں لیکن یہ قوت ہے اور
بلکہ دعا دل سے اور اپنے تمام فطری قوا کو
متوجہ کر رکھی جاتی ہے اور خدا کی عنایت اور
اس کی بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل
میں بنایا جاتا ہے تو وہ قوت کو کمزور نہیں کرتی
بلکہ اس تمام قوتوں پر بھی سے اس قدر
پیدا ہوا ہے اور اس مصیبت کا رنج برا ہو گا

ہوا ہے اسی سب پر تائب ہو جاتی ہے اور
انسانی کو صبر و استقلال پیدا ہو جاتا ہے
اور اسی کیفیت کا دل میں پیدا ہونا مستجاب
ہوتا ہے ۔

” اسی امر کا اشارہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم میں فرمایا ہے کہ ” الدعاء
منج العبادۃ ” یعنی دعا غافلان عبادت
ہے اور اس سے بھی واضح کر فرمایا کہ
” الدعاء هو العبادۃ ” یعنی دعا
عبادت ہی ہے پھر فرمایا کہ تمہارا پروردگار
کہتا ہے کہ ” ادعونی استجب لکم ”
یعنی تم کو پکار دو لیکن میری عبادت کرو میں
تمہارے لئے اس عبادت کو قبول کروں
گا ۔ (مشکوٰۃ)

” پس دعا سے مطلب کا حاصل ہونا ضروری
نہیں بلکہ عبادت کا جو نتیجہ ہے وہ ضرور
ہے دعا کے ساتھ کئی مطلب حاصل ہو جاتا
اللہ عز و جل ہے جو اس کے اسباب بھی ہوتے
سے حاصل ہو جاتا ہے ۔

الفعت علیہم اور غیر المعصوب کی تفسیر میں ہے
دُصِبَ پر کہ ہے الفعت علیہم کی تفسیر میں ” من الذین

والصلوات علیہم والصلوات والصلوات " مانی آیت پریش نظر
نہیں رکھی گئی تھی ہے۔

" (انعت علیہم) مجھ پر اللہ کا ہوا وہ
دوگ ہیں جنہوں نے خدا کی نعمتوں میں حذر
کیا ہے اور جو قدر عزت خدائے انیس میں رکھا
ہے اس کو کام میں لائے ہیں اور قرآن اور کئی
دفعہ دہرائی امور کا الفت و موافقت اور
خلق امور کی قوت پر اس کو غالب کیا ہے یا
غالب کرنے کا کوشش کلبے اور سب چیزوں
کو چھوڑ کر وہ انیت رکھے جو خدا نے بتایا
ہے۔

" غیبا معضوب " کلمہ کو اس کی حقیر اس طرح یاد کیا گیا ہے۔

" مجھ پر اللہ کا ہوا وہ دوگ ہیں جو اس قدر عزت
کو کام میں نہیں لائے " اور کام میں لانے کی
کوشش کی اور بارہ اور کئی دفعہ امور
کے برج میں رہے اور خلق امور کی قوت میں
مضطرب رہے اور جو راہ خدا نے بتائی اس
کو انیت نہیں کیا۔

حقیر میں ہر اور خدا کی تحسین نہیں کی بلکہ حق میں قریب ہر اور
کو دیا ہے یہ ایسا ہی مقام ہے جہاں حقیقت اسلام کے قریب پر ہیست
کی بھاپ لگی ہو۔

سورہ بقرہ کی آیت "ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى
 لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ كَانُوا إِذْ أُوتُوا الْكِتَابَ قَرَّ أَعْيُنُهُمْ
 بِهِ" ایک یہ نکر "ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ" حک پر مبنی کہ
 واقعہ کرے اور پھر "ہُدًى لِلْمُتَّقِينَ" سے شروع کرے۔
 دوسری صورت یہ ہے کہ "ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ" پر وقف
 کرے اور آگے "فِيهِ" سے شروع کرے۔ "فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ"
 آیت کی اسی ترکیب کو مبالغہ یا مراقبہ کہتے ہیں۔ اور اسی ترکیب کے
 الفاظ سے ترجمہ کیا جاتا ہے۔ عام طور پر پہلی پڑھائی کے موافق ترجمے
 ہوتے ہیں۔ سرسید کا ترجمہ کبھی بھی پڑھائی کا متن نہیں۔ ان کا ترجمہ
 یہ ہے۔

"وہ کتاب ہے پر ہر نگاروں کے لئے اس
 کے رہنما ہونے میں کچھ شک نہیں۔"

حک "پر ہر نگاروں کے لئے قرآن کے رہنما ہونے میں نہیں بلکہ
 "قرآن کے حکام اچھے ہونے میں کچھ شک نہیں ہونا چاہیے۔"

ترجمہ بالادہ ہے۔ سورہ فاتحہ کے ترجمہ میں بعض الفاظ کا حساب
 حال اور مزدوں نہیں معلوم ہوتے۔ مثلاً "ہم" کے لئے "برایاں" اور
 "ہم" کے لئے "حاکم"۔ "برہان" میں شیخ اور کلام ربی کا مشابہ
 بھی ملتا ہے۔ "ہم" کا ترجمہ "ترتیب" مزدول ہے۔ لفظ "حاکم"
 گویا ہے کہ اس دن اسی کی شہنشاہی ہو گی کیونکہ "إِلَٰهِي الْمُلْكِ"
 الیوم الواضح القہار" کو پیش نظر رکھیں تو یہ ہے "حاکم"
 کے لفظ "حاکم" ہی مزدوں معلوم ہو گا۔ لفظ "کر کر" دیکھا ہے۔

اور یہ سرسیتہ کا وہاں میں بھی داخل ہوگی ۔ " اور اس سے
 بھی واضح کر دیا ۔ " اور جبکہ دعا دل سے اور اپنے تمام حسی قوا کو
 متوجہ کر کے ہوتی ہے :

۲۔ تفسیر ترجمان القرآن

بمطائف البیان

نواب مسیحی حق خان

مردی سید مسیحی حق خان ابن مولیٰ آل مسیحی توحید نے ترجمان القرآن بمطائف البیان کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ یہ ہانس بریٹل (روڈیل کنڈ) میں سنہ ۱۲۴۸ء مطابق سنہ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ درسی علوم مردہ مفتی مسدودین خان دہلوی سے حاصل کئے۔ تفسیر، حدیث و جزو علوم ہند پاک کے چند علماء کا مفتی مسیحی حق خان انصاری، شیخ عبدالحی بن فضل اللہ دہلوی اور شیخ عبدالمعین دہلوی سے حاصل کئے۔ بھوپال کی ملازمت و نیابت پر مامور ہوئے اور سنہ ۱۲۵۵ء ہجری میں ریٹائر ہو کر بھوپال آئے جہاں کی دہلی میں آئیں اور وہ نواب احمد خان کے خطاب سے سرکردہ ہوئے۔ سلطان جہانگیر خان عثمانی سے نشانِ پوری و درخانہ حاصل کیا۔ سنہ ۱۲۶۳ء مطابق سنہ ۱۸۴۹ء ہجری میں وفات پائی اور بھوپال ہی میں مدفون ہیں۔ نواب علی مسیحی خان نے

نے اپنے دارالذہاب صدیق صحابہ کی مکمل و مفصل سوانح عمری و شریعتی
 معرفت پر سیرت والا جاہلی کے نام سے چار جلدوں میں مرتب کی ہے۔
 یہ پہلی قرنی کثرت کھڑے سے ۲۵۔ ۱۹۲۴ء میں طبع و شائع ہو چکی ہے
 ذہاب صدیق صحابہ کی کثرت القایف تھے۔ متعدد کتابیں ہندی ہندوئی
 اور عربی زبانوں میں بھوپالی، "سمر" قسطنطنیہ و غیرہ میں طبع ہوئی ہیں۔
 صاحب تذکرہ علامہ نے ہند نے ایسی ۵۵۰ سے زائد کتابیں لکھنے کے نام جلائے ہیں۔
 ذہاب صدیق صحابہ کی ترجمانی القرآن میں ترجمہ اور فرائض
 شفاء جید القادری کے رکھے ہیں البتہ مطالب فقیر جاننا ابھی کثیر، فقیر
 قاضی عمر بن علی شاکرانی اور فقیر فتح امین لاس کے لکھنے کے ہیں۔ غرض
 و مصنفان الجبارک سے ۱۳۰۲ ہجری سے فقیر کے کام کا آغاز ہوا اور
 سے انتقال ۱۳۰۷ ہجری تک تقریباً نصف قرآن مجید کی فقیر ہو سکی۔
 یہ فقیر سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ باقی پاروں کی فقیرانی کے ایک
 رشید مولوی ذوالفقار احمد نے آخر جلدوں میں ۱۳۱۵ء تک مکمل کی۔
 پہلی جلد میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد سورہ بقرہ سے سورہ نساء تک کی فقیر
 ہے اور یہ دوسری جاری الاخریٰ سے ۱۳۰۷ ہجری تک مکمل ہو گئی۔
 دوسرے کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ نساء کی فقیر کا کام ۱۲
 جاری الاخریٰ سے ۱۳۰۷ ہجری رسدینہ سے جس دن میں ختم ہو گیا۔
 یعنی ۱۲ جاری الاخریٰ سے ۱۳۰۲ ہجری و درتسینہ کو سورہ نساء کی
 فقیر اختتام پا چکی تھی۔ اس لحاظ سے فقیر کا نام "ترجمانی القرآن
 جہانک امین" تاریخ ہے۔ جس کے بعد بشمول "ترجمانی" کے دو

الف ۱۳.۲ اور صرف ایک الف کے ساتھ ۱۳.۲ ہوتے ہیں۔ یہی
تفسیر اور دبان وغیرہ کے بارے میں مطوعات دیباچے کی ہے جو قدیم
دیباچے کی حسب عزمت عبارت ذیل میں نقل کیا گیا ہے۔ آزاد ترجمہ مطاوعہ
سے لیا ہے اور پھر سب تفسیر یا لایا گیا ہے۔

”وہ سے ایک جماعت اہل دیباچہ کے ہے یہ
بات کہ دیباچہ کہ تم اور دبان میں ایک ایسا
تفسیر مکہ دو جو نہایت بلیغ و جلی ہے نہ فقر بلکہ
متوسط اور فقر آن پاک کا مطلب یہاں ہے
کم ملوں کو ہر است کا دستہ جاوے بلکہ کو
انکی خدمت کیا کہ میں اس کام کا ارادہ کرتا
ہیکن جب اتفاقاً دیا وہ جو اتو یا ر ناچار غزوہ
رمضان سنہ ۱۳۰۲ ہجری و ذی القعدہ سے
میں نے لکھا اس تفسیر کا شروع کیا۔ مرغ احقر
کو اس کے مولف نے سنہ ۱۳۰۵ ہجری میں لکھا
تھا میں کو بھی برس کم ہو برس ہو اوروہ
ترجمہ تھا اب یہ تفسیر ہے۔ اس کو شہر
رمضان میں اس نے شروع کیا کہ سب
سے پہلے نزول قرآن پاک کا آسمانی بیضا
سے بیت العزت پر انکی بادکھیز میں
ہوا تھا کہ قال تبارک و تعالیٰ
انزل یہ القرآن اس تفسیر میں ترجمہ کرتوں

کا معنی خزانہ کے مخرج القرآن سے یہ ہے باقی
 مطلب تفسیر مانگا اور اکثر تفسیر کا معنی تفسیر
 یعنی شریعت کا معنی اختیار کیا گیا ہے لے کر
 گئے ہیں۔ جہاں مخرج القرآن کو معنی انصاف
 حال کے کرنا ہے بالکل موافق اصل کے نہیں
 رکھا اسی سے کہ جہاں کم سو برس کی مدت میں
 بعض لوگوں سے اوروں کا لے کر لے گئے ہیں۔
 اس تفسیر سے یہ ظنی ہے کہ عامراہل اسلام
 اپنی برائی میں اللہ کا کام بھی میں قرآن شریف
 کا مطلب بڑا بڑا اسی سبب سے جو باقی
 علیٰ نقیض جہاں کو عام لوگ بھی نہیں سمجھتے ہیں
 جیسے مسئلہ علم معرفت و نحو سائنس یا لہ قرآن
 و غیرہ کے وہ اس تفسیر میں نہیں گئے فقط
 مفہوم کتاب اللہ پر لکھا گیا ہے جو تفسیر
 قرآن شریف کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے یا صحابہ یا تابعین یا متابعین
 یا اہل بیت عرب سے نہایت بوجہ ہے وہ اس
 تفسیر میں لکھی گئی ہے کیونکہ یہاں مطلب اللہ
 کے کلام پاک کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 اہل قرآن و حدیث مشہور و نامور یا پھر بکھتے تھے دیا
 مطلب ہر کوئی عالم یا لہ نہیں کر سکتا ہے۔

اس کے حوالے کے معنی اپنی رائے یا فکر کی رائے
 سے بیان کرنا یا علم معقول کا اس میں طماننا
 مکن ہے۔ مردے کا قیصر تو وہی ہے جو سلف
 سے نقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے۔۔۔۔۔

ذاب صریح معنی نے قرآن کے حقوق سے جا بیاست کہ یہ شاہ و ہذا
 کہ ہے۔ نیز یہ کہ بعض عباد سے جو مرد زمانہ سے بدل گئے ہیں انہیں بدل
 رہا ہے۔ مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ ذاب صاحب نے ترجمہ زیادہ دیا
 نہیں کیا اور ساری قرآن فقیر صرف کر دی اور یہ غلط کیا کہ قرآن کے
 کس لفظ کے لئے اور دین کو نالفاک موزوں ہو سکتا ہے اور شاہ صاحب
 نے کون لفظ استعمال کیا ہے۔ شاہ صاحب کے قریبے میں یہ یک فقر
 جو بات کہتی تھی اس کو درست کر دیا۔ آیت "اینا ان لنهدا وایا انک
 فسفین" کا ترجمہ شاہ صاحب نے کیا ہے۔

"بھئی کو ہم جنگ کریں اور بھئی سے ہم مدد یں۔"

ذاب صریح معنی نے شاہ صاحب کے قریبے کے نقل سفارہ کو
 اپنے قریبے میں نقل حال مطلق سے تبدیل دیا لیکن "تھ کو جنگ کرنا" اور
 "بڑی جنگ کرنا" کے فرق کو محسوس نہیں اور شاہ صاحب ہی کا ترجمہ رکھ دیا
 "تھ ہی کو ہم جنگ کرتے ہیں اور بھئی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔"

قرآن و حوالے میں ذاب صاحب نے اس آیت کا تفسیر شاہ و ہذا
 نسبت دیا اور شرع کے ساتھ کہا ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

"بھئی کو جانت کرتے ہیں ہم پس کوئی سوائے
 بڑی مستحق عبادت کا جس ہی اور بھئی کا۔"

پہنچتی ہیں ہم نزع عبادت کی اور توحیٰ سرانجام
عبادت کرنا والا احتیاج اور مشکلات ہمارے
کار۔

اور ترجمان القرآن جٹا لگایا ہے اس آیت کے متدبر بالہ
تبے کے بعد اس کی تفسر اس طرح کی گئی ہے۔

”اس آیت میں ابطل ہے جبر و شد و غل کا“

نزع کا مینہ اس سے ہے کہ گویا اس جملے کا کچھ

والا سارے ہمارے دعوہ جیسا کہ طرف سے

خبر دیتا ہے۔ اس سے یہ نکلے کہ جماعت کو

یہ کہہ کر ہے مراد جماعت سے اہل سنت ہیں

سنت کہتے ہیں حدیث کو، عبادت وسیلہ

ہے استعانت کا اس سے پہلے ذکر عبادت

کا کیا پھر استعانت کا، لہذا اب تک کو غفلت

بعد، نسبتیں پر مقدم کیا اس سے ضرور فقر

و اختصار میں عبادت کا واسطہ استعانت کو ساتھ

ان کے بجا گیا۔ معلوم ہوا کہ سوائے ان کے

نہ کوئی دینی عبادت کے ہے نہ لائق نہ پابست

کے یہ پہلے ان ہی کو کہتے ہیں، جب کسی کام

میں مدد مانگے تو ان ہی سے مانگے

دیکھا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے

بے تم مانگے جو ادنیٰ سے

جہالت کہتے ہیں بے سرفراہی کی فواری و ذلت اختیار کرنے کو۔ یہ ذلت و فواری
سوا خدا کے کھائے نہ دیا جیسے۔ جہالت ایک اور مقام ہے جہالت کا
استغاثہ یہ ہے کہ کھائے بکے تم ہمارا مدد کرو ہمارا کام نکالو سہارا
دیجا کی چکا انہیں دو امر پر ایمان ہے اس لئے بعض سلف نے کہا ہے کہ
سہارا تو جہالت سے سارے دنیا کا بھید ہی دو کھائے چا کر کھائے کھائے
جہالت و ذلت ہے شرک سے دوسرے کھائے چا کر کھائے چا کر کھائے
سے سوچنا ہے اپنے ہر کام کا اثر و عروج و بل کو ...

اسی آیت کے تحت میں قرآن مجید نے "تغیث" اور "تغیث"
کے فعل کو ہر لایا لیکن "الحمد لله رب العلمین" کے تحت
جہالت کے لئے "رب" کا لفظ "عالم" ہی موزوں تھا۔
مال کو پروردگار پائے والا پرورش کرنے والا موزوں اور دوسرا
الفاظ موجود تھے۔

الحمد لله رب العلمین - سب تزیینات کو جو
ہے سارے جہالت کا۔ جب کوئی شخص کوئی کام اپنے اختیار سے
کرتا ہے اور دوسرا شخص اس کا جان لگائے اور اسے اس کام کی حیا و
صفت اپنی زبان سے بکا لیتا ہے تو اس کو جہالت ہی یہ حد غافلانہ
کذا ذلت پاک کو لائی ہے دوسرے کو زیبا نہیں۔ حدیث میں آیا ہے

اللہم انت الحمد کھو ابن عباس کہتے ہیں اللہ کا شکر کا کھربے
 بدو جب یہ کھو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میرا
 شکر کیا ...

فائدے کے وقت عبادت کے پہلے اور دوسرے پہلے میں منویٰ نفاذ کیا
 جاتا ہے۔ پہلے پہلے سے قویٰ مطلب کہ میں آتا ہے ایک شخص دوسرے شخص
 کا مزین کرے تو اس کو کہہ جاتے ہیں۔ اور دوسرے پہلے میں کہہ کوئی
 خدا سے تعالیٰ سے حلق کیا گیا ہے۔ خواب صاحب نے مثال کے ذریعہ اس
 کا قیاس کرتے ہوئے یہی اس کے پہلے پہلے میں کہی قدر جدیدی کا مزین تھی۔
 انیس کے اتفاق میں جلدیوں کو تو مطلب واضح اور دست بردار۔

جب کوئی شخص کوئی کام اپنے اختیار سے

کرتا ہے اور دوسرا شخص اس کا بزرگی کے ساتھ

سے اس کام کی سہ لکھ اپنی زبان سے کہتا

ہے تو اس کو مدح اور ثناء بھی کہتے ہیں اور یہ

یہ مزین دست لکھ ہی تعالیٰ سے حلق ہو تو

اس کو کہہ جاتے ہیں۔

اور ثناء میں ہی فرق ہے کہ ثناء بندے کی بڑی ہو کہ وہ اور وہ شکو
 تعالیٰ کے ہے۔ مثلاً جب وہ اعادے کے جسے کا ایک کوئی دوسری بھی جگہ
 مفہوم میں عید گزیرا کرتے اور بعض وقت مہزم قرآن کے معانی کو جانے
 کے باوجود بعض مسزوں نے انہیں کے جانے کا خوشہ بھی کہا ہے اور بعض
 مسزوں میں تو یہ دینی انہیں کا جو اپنی حقیر مباد کہ دیا ہے۔ یہاں
 خواب مسزئی حسن قرآن نے سورہ المستجاب کا آیت میں "وہ"

از اہم بلکہ زبردستہ صاحب بنی کے افغانیاں یہ چھوڑے ان کو سچا
 لکھا ہے ۔ اس سے یہ ہوا کہ تبت اور تیسرے مثنوں میں مفاہمت پیدا
 ہو گئی۔ ذاب صدیق حسن خان چاہتے تو زبردست مہنم میں لکھ
 سکے۔ تھے لیکن ایسا نہیں کیا البتہ تیسرے مہنم قرآن کی وضاحت کر دی
 آیت یہ ولا تطلع الکفرین ولا المتفقین ودرع اذا همدی
 تو کل علی اللہ وکلنی باللہ وکیلا
 زبردستہ چھوڑا اور ذاب صدیق حسن خان :-

” اور کہانے مانی منکروں کا اور دکھا بادوں کا اور

یہ چھوڑے ان کو سچا اور بھر دسہ کر اٹھ

یہ اور اٹھ بس ہے کام بنانے والا۔

جبارت تیسرے زبانی القرآن بظاہر ایک ایسا ہی :-

” یعنی منافقوں کی اطاعت نہ کرو اور ان کی

کوئی بات نہ سنانا اور ان سے مواظف اور

دور گرد کرو اور ان کے کام کو اٹھ کر دیکھ کے

سپر دکر دیکھو لیکن اسی میں ان کی کھایت ہے اور

اٹھ کر لی کافی کارساز ہے۔

تیسرے زبانی عارف ہے۔ کئی قدر قریب انداز کی ترکیب نقلی اور

مترادف نامے حقا ”رستہ چاہے“ ”بھاڑے“ وغیرہ بی پاسا جلتے

جدو نامہ لکھ کر کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا ہے تاہم جبارت میں وہ

روانی اور شستہ بیانی نہیں ہے جو چودھویں صدی ہجری کے دیگر ائمہ دین نے
 بیان کیا ہے۔ اس کا دوسرا یہ کہ میں آتی ہے کہ عربی اور فارسی کتابوں
 کی دیکھ کر عزادار سے اردو نثر متاثر ہو گئی ہے تاہم عربی اور فارسی کے
 تفصیل افکار کی اتنی کثرت ہی نہیں ہے کہ مجھ سے جہاں سے جہاں سے لے لی ہو۔

۲۔ تفسیر فتح المنان

مشہور بہ

تفسیر حقانی

۱۳۰۵ - ۱۳۱۸ھ

تفسیر حقانی مولوی ابوالحسن عبدالحق دہلوی کا مشہور اور مستند تفسیر ہے۔ اس میں حکیب لکھی درجہ آیات، اعلیٰ مقامات و بیانات نکات، انکار غلامی، مولوی کی حوالہ سبھی چیزیں بیان کی گئی ہیں نیز نمایاں دینی اسلام کے اعلانات اور رہنمائی اور پیغمبروں کے اعترافات کا نہایت مفصل جواب دیا گیا ہے۔ بعد ازاں کے غنائے میں بہتر تفسیر کی بہت سے صفحہ میں غافل مفسر نے تفسیر زیر نظر (حقانی) کے کلموں سے قرآن کیا ہے کہ:

فتح المنان کا تفسیر مولانا صاحب تفسیر حقانی
اس کے ذات کم استند ابوالحسن علیہ السلام
کہ امیرین شمس الدینی ہیں در ادین ہیں خواہ
چیز خواہ ہیں خواہ سلیم ہیں منظور الدین احمد

بکایا۔ طہ بتریز کی تفسیر۔ اس کتاب میں
 روایت کو کتب حدیث سے اور روایت کو
 اس حق کے طہ، تفسیر سے نہایت اہمیت
 کے طور پر لے کر بیچ گیا ہے اور جو کچھ مفہوم کلام
 زبانی کا لوگوں کو سمجھنا تھا۔ اس نے اس میں
 ان چند امور کی روایت کی (۱) اند میں اصل مطلب
 قرآن کو واضح کیا (۲) مثلاً نزول روایات
 مجملہ تھا (۳) آیات احکام میں اول مسئلہ منہور
 کو ذکر کر کے پھر اختلاف بتدوین اور ان کے
 دلائل کو بیان کیا۔ (۴) نیز مزوری کچھ کو
 فقہ کتب ہی قرأت کے موافق و بعد از اب کو
 بیان کیا (۵) وجہ تفسیر جہاں سے ایک کتب سے
 قرآن لے کر ذکر کیا۔ (۶) مضافی اور بلاغت کے
 متعلق نکات قرآن کو ظاہر کیا (۷) کوئی حدیث
 بغیر سند کتب صحاح ستہ و غیرہ کے نہ لایا۔
 (۸) قصص جو کچھ روایت ہو یا کتب سابقہ
 سے ثابت ہے یا خود قرآن میں لکھی ہوئی ہیں
 وارد ہے وہاں سے متن کو لے کر بیان کر دیا۔
 (۹) آیات میں رابطہ دیا (۱۰) فی بعض کے خلوک
 و تشبیہات میں قدر تاریکی و اشاعت یا عہد و حال
 کے باعث وارد حق سب کا جواب الازلی اور

تحقیق دیا اور غنی ترجمہ میں تفسیر کو دو قوسوں
 کے بیچ میں دیا اور مکرر تفسیر کی جہات کے
 ترجمہ کرنے اور مطلب دیا بس قسے بھرنے
 اور کئی خاص مذہب کی تائید کرنے سے کہ حق و
 ناحق اس کی تائید کی جاوے اجتناب کیا یہ
 تفسیر علاوہ زمانہ حال کے حلقہ باتوں کی سلف
 کا وہ تفسیر کا باب باب اور غیب و غریب
 کتاب ہے خدا مہتول کو کے اس سے اپنے
 بندوں کو اور بنو کو اور میرے آل و صحاب
 کو دنیا و آخرت میں بہرہ مند و خیر سہ فرمائی
 آج میں اسے میرے خالق و قدوس گریتری
 تذکرہ کرنے کے قابل میرا یہ کام اور یہ کلام
 نہیں مگر تری رحمت جو کہ واسطہ ہے اور
 اوصاف کیل و ہمارے بقلم جلی لکھی ہوئی ہے
 اس کا بھی مستحق بنے کہ اس کو بھی مہتول کرے

ما جانا قبیل من انک انت السميع العلی

تفسیر جلد اول جلدوں میں مکمل ہوئی ہے پہلی جلد میں بھی باب جلد
 الہ ارباب کے تحت بموجب معانی مختلف تفسیر قائم کی گئی ہیں فقہ
 باب اول "فصل اول" وجود خدا اور نبوت انبیاء کے نبوت میں
 فصل دوم "مہجرات کے بیان میں" فصل سوم "طاغوت کے بیان میں"
 دیگر دوسری جلد میں سورہ فاتحہ اور پارہ آئندہ کا تفسیر ہے۔ تفسیر واداعی

دوسری جلد سے شروع ہوئی ہے۔ پہلی جلد جو مختلف مقامین پر مشتمل ہے
 سنہ ۱۳۰۵ ہجری میں چھپی گئی ہے اور دوسری جلد سنہ ۱۳۰۶ ہجری میں
 اسی طرح دوسری جلد سے ساتویں جلد تک کا جامعہ سنہ ۱۳۰۶ ہجری
 سے سنہ ۱۳۱۳ ہجری تک کو قرار دیا ہے۔ اور آٹھویں جلد جو پارہ علم کا قیصر
 ہے سنہ ۱۳۱۰ ہجری میں چھپی گئی ہے۔
 ہلدوم میں آٹھ جلد سے زیادہ ہیں۔ جن میں پہلے عدد و ملاقات کا حصہ
 ذیل عبارت ہے :-

”الحمد لله الذي اصبغ نعمة على العباد
 فارسل الانبياء الهدى الى سبيل الرشاد
 بالاجحج البينات والبرهان :-
 وآقا هم الايات الباهرات وانزل
 عليهم الصحف والعتران : حق محقق
 دجبة الضلال واشرفت الارض
 جنونا بها ونارنا الجبال - فيا واجب
 الوجود وبها غاية كل مقصود صل وسلم
 على جميع انبياءك وعلى جملة اصفيائك
 خصوصاً على سيد المرسلين وتاج الانبياء
 الذي توشع من لسانه ماء الحيات :-“

سے پہلے مایہ السلام دہلی تدریسی دارالافتاء

سے پہلے تہذیبی دارالافتاء

ومالت من بياته أنهار النجات :
 الذي نور الأرض بيد ما علاه
 من الظلمات ، وأنشأ التوحيد
 بيد ما عبده المخلوقات سيد
 ناد مولانا محمد خاتم نفع الرسالة
 نفع خاتم الدلالة ، الذي أفهم
 مصارع الخطباء من العرب والعرباء
 بأقصر من القرآن وأعجز بكلمة
 من الكلام الحكيمية حكماء الزمان :
 صاحب منافع الناس والعقول :
 فاطمة ديان الجيود والشمس هوت :
 لا يدرك الوصف المطري خصائصه :
 وإن يدرك سابقا في كل ما وصف :
 وعلى آله الأبرار وأصحابه الأبرار
 الذي حركتهم وسكناتهم فعالهم
 وحكمتهم ميامن التمدد بالانحلال :
 والذين هدوا العالم ودعوا الناس
 إلى دين الإسلام بالكرامات التي مثل
 معجزات أنبياء بني إصحاق : حتى
 وضحت الطرق وأنكشف المجبة
 ولم يبق للمتكلمين حجة :

اس کے بعد حیرت کی حیرت اور اس کا اہمیت اور وہیں بیان کیا گئی ہے :-
 "اما بعد حیرت فیرا اور عید الخ یعنی میرے کہنا
 ہے کہ اہل اسلم کی حیرت ایسی اور عید و دنیا
 کا بجلائی ہو رہا ہے اور ہر ملک میں جہاں ہے
 کبھی رہا ہے اور کلام دیتی ہے اور جبکہ کلام
 ہم عترت سے نہیں کہتے (ابھی میں شفقت
 پر دیکھنے کو اس وقت شفقت پر یہود و منور کرتی
 ہے اسی طرح اراکت الخ و عنایت فرماتا ہے
 پر سید عالمی دیکھا سیاست سے کام لیتی
 ہے جب بھی اس کا س کے عہد میں حکمت یونانیہ
 و فلسفہ دوم درو مانیز نے اسلام نے ملایا تو
 علی اکلم کے اہتمام نے نیزوں کا کام دیکھا جب
 صحابہ اور عرب العریاء کو جو عود و خزانہ سے
 واقف تھے انھیں پٹے کو عترت نے مطالب
 فرامینہ کی حفاظت پر کمر بستہ بنا دیا یہاں
 تک کہ وہی طرح مدد سے انہیں میں جہاں
 علم و ریخویہ کا اپنے اور بیگانوں کو کہ کس
 دیا گیا اسی طرح خزانہ کا پید کے متعلق بشار
 علم کو منہ دیا کہ وہی کہ جہاں وہاں حد
 بھی عہد آدم سے آ کر اب تک کی قوم نے
 اپنی کتاب الہامی کے لئے ایجاد نہیں کیا

اس لئے دماؤ خزاں سے اب تک میں طرب
 قرآن مجید لکھنا ہے کوئی کتاب نہیں۔ اور
 میں طرب اسلام کا شجر طوطے اتر دیا ہے
 اور رحمت کی طرب پھل لگی ہر ملک اور ہر ضمیر
 کو اوسنے اپنے جیسا کہ عشق پہنوں اور پھولوں
 سے بہرہ ور کیا اور اپنے ظلالِ طاقت سے
 بہرہ یاب فرمایا اور میں خدا تعالیٰ نے اہل
 سیف و قلم کو اس کا عاقبہ جلیا۔ جنوں نے
 یومِ عشق اور سرکش طبع لوگوں سے اس کو
 ہر طرب سے بچایا۔ چنانچہ جب ہندوستان کو
 اس آفتابِ جمشید نے تاریکی چھائی
 دہشت پرستی سے پھر دایا اور اپنے قدرتی
 لہزے سے منہ فرمایا تو یہاں بھی اس کے عاقبہ
 اور مددگار پیدا کر دے جس قدر فرستے
 گر آتشِ قہر سے لگاتے رہے اچھا ہی غامض
 خدا اسی کو نسیمِ لطف اور ابرو رحمت سے
 بچاتے رہے پس میں طرب آمدیاد سے
 پہلے درغزلوں پر خواں آقی اور بارغ میں
 ہر امر مرہل جاتی ہے اس طربِ ادب بار
 آٹھ کے لئے (یعنی عرصہ سے اس
 شجرِ اسلام پر بھیجی خواں کے مجھ کے پہل

رہے ہیں جماعت دشمنی خوش اور درمند
 کت انوس مل رہے ہیں۔ جس کو خوشیہ
 ہو کر اس کے اٹھارہ دھندلار شراب نکت
 دھندلار پیکر خوش اور ست جراب خوش
 اور نے تری نلوں نے یہ ان خالی پاکر اپنا
 کام کیا۔ اس کی دولت اور اس کی خوشی
 اور اس کی سلطنت و حکومت اور اس کے
 علوم و فنون کا کام کیا۔ چنانچہ برہمن
 کے عہد سے بڑی دولت و دولت سے ایک قوم
 بیانی کا شمعہ آزادی پسند دنیاوی
 کاموں اور مشغول ہیں جو شیار کاہار
 نکلتے ہیں پر حق و یہ اور جو دستاوی ہیں
 آقا اور اپنے ساتھ پکا صوابیہا اور
 آگاہی کے اٹھارہ شراب خود کا روزگار
 کے ہاتھ۔ اول قریوں ہی مسئلہ فراموشی
 حالت خواب ہی اور اس پر اس آزمائی اور
 اٹھارہ کہ برآمدی نے قویہ آفت دکھائی مگر
 انراں ایجن کو ساقی رہے اٹھارہ
 حریفانہ سرمانہ دن دستار
 مجھ سے نکت اور باقی نزار اور بے دینی نے
 ہر طرف سے پیدا ہو کر دینی و دینوی توجہ

سے محروم کر دیا اور فی لغزوں کا دل خوش
 کرنے کو ایک قسم نے خود طرد اختیار کیا کہ
 گویا اہل یورپ کا پورا جاسہ ہی چھین لیا۔
 جس طرح وہ لوگ برائے نام عیال ہیں
 اور در حقیقت سخت ظلم و خدائے کا قاتل
 نہ ملانگہ و حشر و نشر و آب و تاب و
 حلال و حرام، عابد و گنہگار کے معنی میں
 ایک رہنما و رہبر (امام) کا کام ملانگہ
 کیا جو لوگوں کی غیانی بڑا ہی طرح یہ لوگ
 بنی اور ملانگہ اور امام اور میر تقی اور
 فرق عادت، انیاد و صمیم اسلام کے
 صحرا سے نکال کر جسے امام جنت کے وہ حواری
 کہ جو جنوں کے آواز سے ثابت ہیں ان
 سب باتوں کے منکر اور حلال و حرام و
 عبادت و نجاست و غیرہ بڑا کام
 اسلام سے من فرمائی ہیں اس پر ہر ایک
 مسلمان پھر ان کفریات اور کفریوں
 اور ملانگہ اور یورپ کے معتقدات کا کام
 تحقیق اور ترقی اسلام و کلمہ کر رہا
 دوست مندوں اور اسی سہولت کو
 بغیر کے پیرایہ میں خود مگرانہ بلکہ حقیقی اسلام

کا کہ خواہ جا رہا 'حیف' صدہا کو رو مان زہر
 کیا رہا دیا لہذا اس فقر کو بھی میت
 آیا فی اور اہل اسلام کو فتح دے دے
 محمود اور الہام الہی نے جسے بے یار و مدد
 اور دین ایسی قیصر لکھے پر مامور کیا۔ س
 اور اعلیٰ تو قادر مطلق اور بڑا کام مقدس
 اور ترے سب انبیاء برحق ہیں۔ ترے
 وعدہ میں کوئی شک و شبہ نہیں بلکہ کو
 وہ بات اس کتاب میں یقین کرنا کہ
 جو ترے نزدیک حق اور بجا ہو اور لغزش
 و غلط سے بچا۔ انہی علی کل شیء
 قدیر و بالاجابۃ جد برانت
 حسبی و نعم الوکیل۔

اس خطبے کی اصل طویل عبارت میں نہ صرف یہ کہ فقیر کی ضرورت اور
 اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے بلکہ اس دعا کے عام مسلمانوں کے
 اعتقادات میں بگاڑ کو دور بھی پانا کی گئی ہے۔ اور نیز اسلامیات
 و عہدیت کے مابین اس میں جو چیز کا نام لیکن تھا اور جس بات کو
 ترقی اسلام کہا جا سکتا ہے ان سب امور کے مطلق معانات دیتا ہے۔
 علاوہ بریں یہ خطبہ معنوں کی آزاد و صریح تحریر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ خاص
 معنوں نے جہاں شجر اسلام کا ذکر کیا ہے وہاں صفت و مہارت کا انظر
 اس معنوں کا انشائیہ صریح کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ عبارت میں

نکاح و قایمہ کا بھی رعایت ہے مگر اس سے روانی میں کوئی فرق آنے نہیں
پایا۔ موقعِ فعلی سے عاجز رہے بنائے ہیں، قصہ وہ استعارہ و لہجے کی
جہالت میں دیکھ کر یہ خیال پیدا ہو گا ہے غرضی تو یہ ہے کہ ان سب میں یہ سنا چس
ہے۔

ارسل میں آج سے تو نے کسے اسودہ ناک کا ترجمہ نقل کیا ہوا ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم
شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہرباں اور رحمت کرنے والا ہے
الحمد لله الذي هدانا لهذا
ب طرح کی غویاں اللہ کے لیے ہیں جو کئی غلو کا پرورش کرنا ہے
الوحي من الروحاني
جو نہایت مہرباں اور پرہیزگار والا
عاقب یوم الدین
مسز ان کے دھماکا داک
ایا لک لعلک وایا لک لتتقین
ہم نیزہ کا عبادت کرتے ہیں اور بقیہ سے اب تکام جیسا کہ مانگے ہیں۔
احدنا الصراط المستقیم
ہم کو سیدھے راستے پر چلا
صراط الدین الفیت علیہم
ان لوگوں کے راستے پر چلا کہ ہم پر تو نے بخشش کی (ایسا)
غیر المعنوی
ان لوگوں کے راستے پر چلا کہ ہم پر تو نے بخشش کی۔

ولا الضالین

اور دکان کا رہا پر کہ جو گمراہ ہیں ان کا روضہ کھینچا

مسافر دکان میں درست ملیں اور یہاں راج کر گیا ہے۔ ان کا لکے
 کتاب میں مزدوریت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ صراط الذین انفع
 علیہم کے تحت "ان لوگوں کے رسم پر چومہ پر تو نے بخشش کے
 بعد بلا لیا میں لفظ "انباء" لکھا ہے جس سے بظاہر یہ مشہد ہے کہ فضل
 و بخشش مروت انبیاء کا ایک بہت بڑا ہونگا لیکن آگے پھر میں اس کی حیات
 و تالیف و تیل کا لکھا ہے جو ذیل میں نقل ہے۔

"داخ ہو کر جی کو کہ ایسا کرنے افروزی بخشش
 علیہم زمانہ ہیں وہ چادر گردہ ہیں جیسا کہ خدیج
 بگ فرماتا ہے و من یطع الرسول فاولئک
 مع الذین انعم اللہ علیہم من
 النبیین و صدیقین و الشہداء
 و الصالحین و حسن اولئک و یقاً
 کہ میں نے رسول کی اطاعت کی تو وہ ان لوگوں
 کے ساتھ رہے گا کہ مجھ پر خدا نے انعام کیا
 اور وہ انبیاء و صدیقین اور شہداء اور
 صالحین ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں۔ آپ کو
 یہ تو معلوم ہو گا کہ عالم نبی سے یہ مراد ایتم
 اول انبیاء علیہم السلام کو لکھا ہو سکتا ہے اور
 پھر ان کا یہ تو مراد بھی ہو سکتا ہے اور ان کا

مشہدوں پر اور ادھار لکھا جائیگا پر

مزہ فقیر تقریباً تین سو لاکھ ہار دی گئی ہے اس فقرہ پر کہ حضرت
کا امت میں تمام ملک صوبہ اور مشہد اور مارا پیدا ہونے رہا ہے
اس کو ختم کیا گیا ہے۔ اس طرح "غضب" اور "حقارت" کا تقریباً اور
تشریح برائی تفصیل سے کرتے ہوئے بندوں کی جتنی باتیں بتائی ہیں۔ سو میں
کافر اور منافق۔ آخر میں لکھا ہے کہ "منافق کر بظنا المعضوب علیہم
بشر کیا ہے۔ اور کفار کو بظنا الضالین بشر کیا خواہ ہر دو بچوں خواہ
نقداری۔"

یہاں اس امر کا اظہار ہے جادہ لکھا کہ جلد اول کی اشاعت کے سال
(سنہ ۱۳۵۵ ہجری) میں تقریباً ۱۵۰ کے خلاف آراء ملتے ہوئے رسالہ
"سچ گچ" کے ذریعے مولوی محمد سار نے اور مولوی عبدالصمد صاحب نے
"ابو فقیر حقانی" میں کہ اعتراضات کئے تھے۔ "دیوبند فقیر حقانی"
مولوی مسدود حضرت علی مالک علیہ علیہ حضرت الطاہر دہلوی نے اشار کیا
ان سب میں تقریباً ایک سے اعتراضات چار اس سلسلے میں ان میں
تفصیل مولویوں کے خلاف بھی شائع کئے گئے تھے۔ فقرہ کہ ایک خاص گروہ
کی طرف سے اس فقیر کی قلمی مخالفت کا گئی۔ بنظر اس مخالفت کا جواب
یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی جواد الحق نے اپنی فقیر کا جواب لکھے والے کسی
بج صاحب کو ایک نام نہاد روئے انعام سے کادودہ فقیر کی پہلی جلد میں کیا تھا
نیز مولوی جواد الحق نے کہ اور بھی ہائیں ایسی لکھی تھیں جی پر اعتراضات و رد
ہوئے۔ دیوبند فقیر حقانی سے جواب لکھے جاتے ہیں جی میں فقیر کے
دعویٰ کے حوالے سے اعتراضات کئے گئے ہیں مثلاً "اور یہ بھی لکھا

ہے کہ الہام الہی نے اس فقیر کے کھٹے پر بے نامہ کیلے ۔ اور یہ بھی
 کھاکو اگر انا طوں اور اسلو ہوتے تو میرے ہاتھ چوم بیٹے پھر یہ کہ اولیاء
 میں اپنا شمار کیا ہے پھر یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ و نجوس و جنود
 و دیگر ہوں اور یورپ کے فاسقوں و فیرہ سب کا مدد کر رہا ہے ۔ اس
 قسم کی باجی مسٹر مینا کو ہٹے چلے دعوے معلوم ہوئے خصوصاً اسی
 افراد کو یہ بہت نا پسند ہوئیں جن کا طرف فاضل مسٹر نے فقیر عارفی صاحب
 دہم کے خطے میں اخبار کیا ہے کہ یہ غری اور پاروں کے بھٹی ہیں جو
 کا خیر سے فاضل کا لڑا ہے ۔ کئی نے قورس اور بھلا لہ اعلیٰ
 میں کھدیا کہ مسٹر فقیر عارفی جو جد الہی اور اسی کے بعد اولیاء خدا الہی ہیں
 ہے دراصل مسکین ختہ دل کو لا پیرا ۔ تو مسلم ۔ باشندہ کھٹل ۔ سائنس
 پیشہ ۔ قوم ناگھڑا ہے ۔ بالقرین کوئی ایسا ہو بھی تو کیا اسے
 قرآن اور اسلام کی خدمت کا کوئی حق نہیں ہوتا ۔ اسے ہارے لئے
 تو ایسی باتیں بولتے ہیں جن جاتی ہے ۔ دیے غلی کس سے نہیں ہوتی ۔
 علیحدہ ایک اعتراف ہے ۔ چنانچہ عارفی کے رسالوں میں فقیر کے
 متعلق سے جو باتیں قابل اعتراض ہیں ان کی عینیت ہار دہم کے مطبوعہ نسخہ
 میں عارفی مذکور کر دی گئی ہیں ۔ الہام ۔ والا جلد تو خط میں موجود ہے
 اور خط سارے کا سارا پچھلے اور اسی میں درج ہے ۔ کوئی قابل اعتراض
 بات معلوم نہیں ہوتی ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معنی مقامات پر مسٹر نے
 نتیجہ کوئی یا ان کا بدلہ لے دے ہیں ۔ چنانچہ رسالہ میں لکھا ہے ۔ میں ایک بار

ع۔ ر۔ یو۔ فقیر عارفی ۔

نقل ہے۔ بتایا گیا ہے کہ سفر نامے ایک جگہ یوں لکھا ہے کہ "میرٹل علیہ السلام
کو آنحضرت علیہ السلام نے انجی کے کناروں پر دیکھا اور" اس پر سفر میں
نے یہ فقرہ کس دیا ہے۔ "انجی کے کناروں پر برقیل داند ہے۔" فقرہ کے بار
دوم کے مبلور نسخوں میں یہ جملہ اس طرح لکھا پایا گیا۔ "اور اس کے برقیل کو
اس مودت امیر پر (کنارہ آسمانی پر دیکھا ہے۔" "ریو برقیل صفائی
میں ایک موزان۔" صفت فقرہ صفائی کی حضرت محمد سے فاضلت و قرآن
مجدد کا ابطال۔" کے تحت سفر میں لکھا ہے۔

"اور میں یہ فقرہ اوالہزم یعنی حضرت مہدی کے قرآن
مجدد میں یہ صفات مرقوم ہیں وایتنا عینی
ابن مویہ البینات وایتنا بیروح
القدس (سورہ بقرہ) اسی فقرہ صفائی کی جملہ
اصول ۶۲ میں زمانہ کا راجح کیا ہے لغویاً مگر یہ
قرآن کی دست اور انشاء عظیم السلام کی عظمت
بھی گزرتی۔"

فقرہ صفائی جلد اول بادم کی جامع کے نسخے میں ص ۹۲ کی عبارت
سے ظاہر کتاب ہے کہ سفر نامے حضرت مہدی علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں
کے خیالات بیان کیے ہیں۔ اور آخر میں "یوحنا" باب "۱۰" حوالہ دینے
دیا ہے پھر لکھا ہے کہ۔
"تم (مسیحیوں) کو اہل یہود سے فاضلت اور

غضب ہو تو بیکار ہے کیونکہ وہ لوگ حضرت
 مسیح علیہ السلام کے بغیر باپ کے بعد اپنے
 کو بری بات پر قائل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
 ان کی کئی کتاب آسمانی میں ذکر شدت
 ہے کہ کوئی بھڑانا کے مرید غضبناک نہ
 عینتہ کا آیات کو پہنچ کھا کر دے یہاں
 تک نہیں پہنچتا ان کے پاس کوئی سچوہ تھا
 کوئی کراہت گھر سے آمد کی میں بھاگ کر
 صبر چلے گئے وہاں میں کھا سے چند اور یہ
 بھر یہ اور چند نفوش و غل و غول و جہاں کے قرب
 سب کو آئے تھے اور در شلم میں آکر اپنے
 کرنے رکھا کوئی کیا جگہ خدا کا پناہ مانے۔
 بہت سے اعلیٰ اہل کے عہدوں میں آئے
 بہت کو سلطنت کا حق دیا اور پال چلائے
 بھی اپنے نام سے چند عہدوں ساتھ رہا کرتے تھے
 پہلے ایجاد کو یہ عہدوں میں رہتے تھے دیوتا
 ۱۰ باب ۱۰

عہدوں کو ہمارے اول کی عہدوں میں رہا تھا وہ عہدوں میں رہا تھا جس کی
 دوسرے پہلے اور دوسرے ایڈیشنوں کا مطالعہ کیا جاسکا۔ ہو سکتا ہے کہ
 پہلے ایڈیشن کے نسخے میں سفر ۱۰ باب ۱۰ کا حوالہ دینے دیا ہے
 ہوں دوسرے اعتراضات کو بھی اسی طرح ہی کیا جاسکتا ہے۔ ہر ایک عہدوں

عزیز نے دوسرے ایڑی یعنی کے نیچے کے آخر میں "اعلام" کے عنوان کے تحت ۵۰ یعنی کے جواب کے لئے چند اصول اور شرائط پیش کئے ہیں اور لکھا ہے کہ:

۱۔ اگر ان شرائط سے جواب نہ ملے گا تو یہ لائق
خطاب نہ ہو گا جو کہ ۔

آداب و جہان میں میرے پاس در کہاں
میں سر دکا نہ تخت میں لہجہ میں شر کہاں
اعلام میں بیب کہہ کہہ دے نہیں دے سکتا لیکن
بیب کہہ دے کہ اشتہار تصور فرما کہ نظم اشعار
و لا حول و لا قوة الا بالله و لا تدعوا
لا ارباباً ۔

داخلی معترف کتاب کے آخر "اعلام" میں "الایمان" کے عنوان کے تحت اور المنصور صاحب محمد صادق صاحب و محمد صالح صاحب و غیر ذلک یعنی کے لئے لکھا گیا ہے کہ یہ لکھی کر رکھنا ہے۔

مروئی محمد الخ نے ترجمہ و تفسیر و ردوں میں بڑی وقت خر کا ثمرت
لیا ہے۔ ان کی زبان بہت کشتہ دار ہے اور بہت بے نکال کھینچے پٹے
جاتے ہیں۔ ان کے اسلوب بیان میں بزرگوں و اہل بیت کا جھک جی آگیا
ہے۔ اس سے بہت قریب آج جا رہا ہے لیکن اعلیٰ جہالت میں جس دم و
امین کی عزت کوئی ہے اور اسلوب سے ذرا مراد انظار کو
نقصان پہنچتا ہے۔ اسلوب کی اس غلطی کو یہی کہ باوجود معز کا قدرت
بیان کا بھی تفریق ہے۔ اس میں علی کا نام لے کا خلق اس کا نام لے ہے

جسکو سرسید کے ہاتھوں ہدیہ اردو نشر کا آئیڈیو تھا۔ خود سرسید نے بھی
 متغیر عقیدہ رکھتے تھے لیکن ان دورانِ تفکیر کے تقابلی مطالعے سے مراد وہ
 مطالعہ ہے کہ مولوی محمد رفیع نے کیا کیا کر دیا تھا اور کیا کیا کرنا
 سرسید کو اپنے ہمتیوں سے ملتا تھا۔ حالانکہ سرسید خود صاحبِ طرزِ نشر و تاراج
 اور ہدیہ اردو نشر کا آغاز اس کام میں ملتا تھا۔

۴۔ ترجمۃ القرآن

از

ڈپٹی نذیر احمد

(۱۸۳۱ء - ۱۹۱۲ء)

ڈپٹی نذیر احمد کو دنیا سے محبوب جیسا اور دنیا و دل نگار کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔ یہ کثیر القایف ہونے کے ساتھ ساتھ سرمنہ گفتا بھی تھے۔ ڈپٹی صاحب نے مختلف علوم و فنون پر قلم اٹھایا متعدد ناول لکھے اخلاقی و مذہبی اور قلمی و لسانیات پر تصانیف یادگار و محمود ہیں۔ تراجم کئے۔ اسی کا تعلق ایک ڈی ایم گھرانے سے تھا۔ سن ۱۸۳۱ء میں ضلع بنگلور کے حوض ریور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی سادات علی صاحب سے حاصل کی۔ مولوی نصر اللہ ڈپٹی ملکپور سے بھی پڑھا۔ مولوی عبدالقادر پروفیسر دہلی کالج سے بھی مشرف الملک حاصل کیا بآغا خان انجمن کی رکنی سے عقلمند دہلی کالج میں عربی، فلسفہ اور ریاضی کا تبحر کیا۔ آدھی دہائی تھے دوسرا عالم دین اور آباد میں تھوڑی بہت انگریزی بھی سیکھ لی۔ دل میں قوم کا درد تھا ساتھ ہی کی اصلاح چاہتے تھے لیکن جانتے تھے کہ ہندو تصاع کا راست طریقہ اصلاح کے لئے موثر نہیں ہو سکتا۔ ایک ماہر نقیبات کی طرح اپنے عقیدے کے لئے قصے کہا جن کو دیر بوجایا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے مرثیۃ المودس

بات انش ' قریب الفجر ' ابن الوقت ' مہلت ' یا کا دینہ ماول
 تھے۔ مولوی صاحب نے اپنے مقدمے کے اس کام کو کافی دیکھا۔ عرب
 و اطلاق سے تعلق بھی کتابیں تھیں۔ خطا اہانت الامۃ ' العتق و العتق
 مرفوع حسنہ ' اور حید القرآن و غیرہ۔ بے دیکھا بعد از خود لکھی۔ مسلمانوں
 اور عیسائی پیشواؤں میں مباغی اور مقلد کہتے تھے۔ بیٹوں نے قومی
 سے عزت پر کامیابی اختیار کر لی۔ مولوی تیر اور ہانتے تھے کہ عرب
 غریب مسلمانوں سے قرآن پڑھنے کا وجہ سے کہہ رہے تھے۔ دیے تو یہ
 اندیشوں میں مرنے لگے۔ گرائی کی فکر کا آخری سد تھا۔ لی گڑھ کاٹنے کا
 مدت میں معدوم تھے۔ ان کا بغیر موجود تھی مگر مہلت نے ان کا
 بغیر القرآن کا یہی شدید سے قائلت کی تھی۔ اس نے ان کا
 بغیر بقرہ کے دیا تھا۔ دوسرے جسے پرانی اندوہنا تھے۔ حق اللہ
 جسے توام کے پسند خاطر نہ تھے۔ اس نے بھی کہ قہم القرآن میں وقت
 ہوتا تھی۔

مولوی تیر اندھے بہت کا اور قرآن شریف کا آسان اور باقاعدہ
 زبان میں کہہ دیا۔ اور اس طرح وقت کا نقصان کو پر کیا۔ قرآن پیر
 کا اندوڑ پر مولوی تیر اور کامب سے بڑا کامیاب سمجھا جاتا تھا۔

یہ ڈیٹا صاحب کا یہ ترجمہ ان کے ۱۲ اشعار کے پہلی مرتبہ تھا۔ ۱۳۱۶ ہجری
 میں اور دوسری مرتبہ ۱۳۱۶ ہجری میں بیچ افکارہ دی جہاں بہت وجہات کے بغیر
 لکھا گیا تھا۔ ۱۳۱۶ ہجری میں لکھا گیا۔ "مخزن قرآن پیر کے بعد حاکم" اور اس کے بعد
 سالہ و السلام باجہ ماسکیر سے ۱۳۵۵ ہجری۔

ترجمہ القرآن کے ساتھ اسی طرح ایک مودودیا پر بھی لکھا ہے جس میں ترجمے کا عزت اور اپنے ترجمے کا اہمیت بیان کیا ہے۔ یہ ترجمہ نہایت سلیس روان اور دیا ہے مگر پھر بھی خوب سے خالی نہیں ہے۔ جابجا غلطی اور غریب الفاظ مثلاً "تو جنہو" جہزہ اور دار" چکو" وغیرہ کا استعمال کی فرہنگ یا سادہ کاغذ پر دیا ہے۔ یہ ترجمہ اس میں جاکا ترجمہ ہے کہ اس کا ہر لفظ اپنی جگہ پر لگوئی میں لگنے کے طور پر مٹا جو اس میں بے عزت الفاظ بھی پاسے جاتے ہیں اور بے عزت الفاظ کی ضرورت کی قرآن اہانت نہیں دیتا۔ مثلاً "المسجد الشمس علی التکوی من اولیوہ اخرج ان تقوم فیہ دینہ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

۱۶۰ وہ مسجد میں کی نیا د شروع دھاتے

پر ہر گاہی پر رکھی گئی اس کا اہمیت ہے

کہ تم اس میں کھڑے ہو کر (امامت کی اذن)

جن میں تو "امامت کہنے" کا مفہوم نہیں ہے اور یہ قیام سے مراد امامت ہے۔ اس لئے "ان تقوم فیہ" کا ترجمہ "تم اس میں کھڑے ہو کر غار پر ٹھا کو" کیا جاتا تو معاذ اللہ دیکھ دیتے مودودوں نے یہ ہو سکتا ہے "تم اس میں اذان کے لئے کھڑے ہو"۔

کہ یوسف میں "انما ذہبنا مستبقی وشرکنا یوسف عندنا عتار" کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

"ہم تو جا کر ایک طرف کی (بڑی) کیسے گئے اور

یوسف کو ہم نے اپنے اسباب یا سببوں پر دیا
 اور حدیث میں اس کا دلیل اس طرح کی گئی ہے :-
 "مستحب کتاب ہے استباق سے جس کے لغوی
 معنی ہیں کئی آدمیوں کا اس طرح پر دوڑنا کہ
 دیکھیں کون آگے نکلے۔ چونکہ ایک طرح
 کا استباق کبڑی میں بھی ہوتا ہے اس لئے
 ہم نے اپنے قاصد سے کے مطابق کبڑی
 تر کر دیا ہے۔"

معنی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف کو ایک جگہ جتا کر سب بھائی
 دوڑیں لگ گئے کہ دیکھیں کون آگے نکلتا ہے۔ یہ جتنا استباق کے اسی
 معنی کو عارضے کی جہت میں پیش کیا گیا ہے کہ "کئی آدمیوں کا اس طرح
 پر دوڑنا کہ دیکھیں کون آگے نکلے۔" اس طرح دوڑتے دوڑتے سب بھائی
 حضرت یوسف سے دور نکل جاتے ہیں تو گویا بھڑیا آکر بھاڑ کھا رہے
 مگر کبڑی کھل کر ذیت ایسی نہیں ہوتی۔ یہ ہمدوستی کا مشہور میل ہے
 ایک ہی جگہ پر ہوتا ہے اور دونوں طرف کے کھڑی اپنے درمیان
 کھینچی گئی ٹیکر کے پاس رہتے ہیں۔ دوڑ کر اتنی دور نکل جانے کا اس میں کوئی
 منہج ہی نہیں ہوتا کہ برادرانی یوسف غلوں سے اوصل ہو جائیں یا اچھے دور
 ہو جائیں کہ بھڑیا آجائے تو حضرت یوسف کو دیکھا سکیں۔ اس سے اس
 کا موزوں ترجمہ ہم سب دوڑنے جتا لگ گئے "موزوں ہو سکتا ہے۔
 طے کر ہم نے ترجمہ القرآن کے بعض مقامات کے تہے اور
 عارضے کے بعض مسائل سے اختلاف کیا ہے۔ موزوں، مشرف علیٰ لغوی

نے تو اصلاح تہذیب و دینیہ کے نام سے ایک دوسرا لہجہ لکھ دیا۔ جس میں تہذیب کے مندرجہ بالا واضح کی ہیں۔ یہ چارچہ یعنی لکھ کے تہذیبی صحت منہج کے ساتھ نہیں لکھے گئے۔ مثلاً *فاما تفرقتهم في الحرب فبشروا بهم من خلفهم*۔ یعنی ان کے پیچھے سے ان کو مار دیا جائے گا۔

ترجمہ :- "تو اگر ہم ان کو راہی میں دیکھیں یا دیکھیں
(اپنے) ایسا دور ڈالو کہ جو لوگ ان کی
پرستی پر ہیں ان کو جانتے دیکھ کر ان کو بھی
بھاگنے پر مجبور کر دے۔"

مولانا اشرف علی تھانی لکھتے ہیں کہ "پرستی پرستوں کے نام سے یہ
یعنی مددگار مستقل ہے اور لفظ غفلت کا اس معنی میں استعمال نہیں پایا گیا
کہ واقعہ میں ان کے مددگاروں کو اس سے تہذیب کرنا چاہیے نہیں بلکہ
تہذیبی صاحب کے تہذیب میں یا خودوں کی بچاوت ہے اور اس حقوق کا دور
بڑی میں یعنی وقت اس کا خیال نہیں رکھا گیا کہ وہ سابق متحاکم کے
مال بھی ہے یا نہیں۔ یوم مروت الملكة لا بشرى يَوْمَئِذٍ عَمَلٌ
دیکھو لو کہ حجباً محجوبی۔ (تہذیب)۔ میں دن رنگ فرشتوں
کو رکھیں گے اس دن لوگوں کو کوئی خوشی ایسی نہ ہو گی اور فرشتوں
کو دیکھ کر کہیں گے کہ وہ وہاں ہیں۔"

۱۔ سورہ اعراف رکوع ۷۔

۲۔ اصلاح تہذیب و دینیہ۔

کر یا۔ وہی کو اس میں کوئی دخل نہ تھا ملاح
 نہ و جنگھا میں ہی قلعی اس کے خلاف
 مروجہ ہے جس سے ثابت ہے کہ آپ اپنی
 رائے کے خلاف حکم وہی کا قیام فرما رہے تھے۔

دہانے ڈپٹی صاحب نے "الاتکلم الیہ" میں
 "تکلم" کو میزبانی یوں اور کس طرح کیا جو از روئے قواعد اپنی مجرم
 ہوتی ہے۔ اور یہاں یہ غلط تصور ہے۔ تو تو تو متعارف منجی بہ لیں
 سے کیا ہے لیکن عارضیہ میں لکھا ہے کہ:-

ہم نے "لاتکلم" کو میزبانی کیا کہ پادہ تک اہل
 ع میں ایک فائدہ لکھا ہے اس کو بھی دیکھ لینا
 چاہئے:-

بعض حاشیوں کی عبارت میں سال کے اعتبار سے فرق پیدا ہو جاتا
 ہے۔ چنانچہ آیت ان الله بما تعملون بصیر کے تحت
 لکت عارضیہ میں لکھا ہے کہ:-

"معلوم ہوا کہ نکاح ہے ہر عورت اس کے لیے جو جائیداد
 نکاح کرنے کے لیے آپس میں راضی ہو کر خیرا
 میں کے حاکم مہر متعلق خیرا دے گا:-"

۱۔ سورہ مريم د کو ح ۱۰

۲۔ سورہ بقرہ د کو ح ۱۰۰

۳۔ اعلام لا قبلہ و ہدیہ۔

مولانا اشرف علی تھانوی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ :-
 "مطلقاً ہر حال میں حاکم کو ہر شکل بغیرانے کا
 اختیار ہوتا ہے۔ عداوت کا یہ گورنر کی عداوت
 سے معلوم ہوتا ہے۔ دلیل شرعی کا یہ نتیجہ
 اور باریل احکام شریعہ دست اندازی
 ہے۔ خود آیت میں مفہوم ہے کہ اگر ہر
 بغیرانے کی صورت میں صحت ہو تو صرف
 فتح کا حکم ہے ہر شکل واجب نہیں۔"۔

جب تک کہ یہ اور اس قسم کی اور بھی کمزوریوں کے باوجود بعض مقامات
 پر ڈپٹی صاحب نے جب تک یہ ایسا محض منہ منہم اور کیا ہے جو دوسروں
 سے بجا ہے۔ مثلاً :-

آیت :- وَلَا تَطِيعُ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَذٰلِیْہِ
 هُمُ وَتَوَكَّلْ عَلٰی اللّٰہِ وَحٰقُّیْ بِاٰیٰتِہٖ وَیَكْلٰہُ
 ترجمہ :- اور (اے پیغمبر) کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانو اور ان
 کی ایذا دہی کی (چھ) پروا نہ کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو اور
 خدا کا رسا دیں ہے !

ڈپٹی صاحب سے پہلے شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے
 اسی آیت کے مفسر و "ذاع اذھہ" کا ترجمہ اس طرح کیا ہے

لے اطلاع ترجمہ دلو یہ

لے سورۃ الاحزاب پ ۱۱ رکوع ۶

سید عبد القادر: "پھوڑ دے الہ کو سنانا"
 شاہ رفیع الدین: "پھوڑ دے اینداریخا ان کاڑ"
 ڈیٹی صاحب کے ہر کے زمانے میں شیخ الہند مولانا محمد حسن
 نے اس طرح ترجمہ کیا ہے۔

"پھوڑ دے الہ کا ستانا"

سورہ فتح کی جو آیت "هو الذي أرسل رسوله بالهدى
 ودينه الحسن" کا جو ترجمہ شاہ عبد القادر اور ڈیٹی تئیر احمد دونوں
 نے کیا ہے وہ ذیل میں یہ مش ہے۔

شاہ عبد القادر: "وہی ہے جس نے بھی اپنا رسول دلو پر اور
 پسے دیا پر..."

ڈیٹی تئیر احمد: "وہ (خدا) ہی (تو) ہے جس نے اپنے رسول
 (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا
 ہے..."

آخر میں ڈیٹی تئیر احمد کی باقی وہ سلسل باریت کے نونے کے لئے
 سورہ بقرہ کی آخری آیتوں کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

"ربنا لا تؤاخذنا انا سلبنا او اخصنا اننا

"اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں

یا چوک جائیں تو ہم کو (اس کے وبال میں)

شہید نہ کر اور اے ہمارے پروردگار جو لوگ

ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں جن میں تو ان پر

تو نے (ان میں سے) کچھ بادشاہین میں احکام سننے کا)

بار ڈالنا تھا دیں بار ہم پر دھڑال
 اور اے ہمارے پردہ نگار اجنا جو ہم میں
 (کے اٹھنے کی ہم کو طاقت نہیں ہم سے زحمتوں
 اور ہمارے قصوروں سے وہ گزردہ اور ہمارے
 گناہوں کو صاف کر اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مددگار
 مددگار ہے، قرآن کو ان کے چاہے چاہے کافر
 ہیں ہماری حد کو۔

دینی تہذیب اور اہل حق و حقیقت کی حق و حقیقت اس کی جے نکلتی اور
 بے ساختہ نکلتی ہے اور یہ اہل کمال ہے کہ اس خصوصیت کو تہذیب میں ہی
 باقی رکھنے کا کوشش کی ہے اگرچہ اس کرنے میں کہیں کہیں ان کے قلم سے
 حاشیہ اور جھجکے گاں میں جھوٹ لگی ہے، اس کی وجہ یہ معلوم ہو چکے کہ
 ان کے مزاج میں لطیف نظر انصاف کا بھی رنگ ہے۔ دینی صاحب نے فقہ
 غلامی سے پرکھا میں لکھی ہیں۔ عرب اور فارسی کے الفاظ اکثر اسے استعمال کئے
 ہیں۔ کہیں کہیں مردہ انگریزی الفاظ بھی لکھ گئے ہیں۔ علامہ ان اور کہا تو
 کا ایضاً اس میں ثوق تھا کہ ان کی کثرت 'حق' کی بجائے عیب بھاگتی ہے۔
 علامہ جہاں کا یہ خوبی ان کے تہذیب میں بھی کارفرما ہے۔ جن کی وجہ سے ان
 کے تہذیب میں کہیں کہیں عقیدہ پیدا ہو گیا ہے۔ حقیقت مصلحتوں نے ان کے
 تہذیب پر بفرہ کرنے ہوئے ان کو انہوں کو گناہ یاں کیا ہے۔

تفسیر بیان القرآن

(۱۲۲۰ م ۳ ۱۲۲۵ -)

مردی اسراف علی قادری کی شخصیت صحیح شادان نہیں ہے۔ دنیا سے
علم و دین میں ایک مرتبہ مقام کے حامل ہیں۔ ان کی اکثر و بیشتر تھانف سے
تو بہ کا رنگ نمایاں ہے۔ تقسیم کا انداز پر اچھا ہے۔ سادہ با محاورہ لہجہ
میں مافی الضمیر نہ کرتے ہیں۔ عبارت مردانہ اور تحریر مردانہ ہوتی ہے جس
کی دہرے سے بات غائب کے بہت جلد ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ یہ مشق
زبرد کا حسبِ نزل عبارت سے اس کا اندازہ ہو گا۔

”برکات کی زیارت کے وقت اکٹھا ہونا کہیں کہیں
جو شریف یا سنے شریف پیر غفر متی اللہ علیہ و
سلم یا کسی اور بزرگ کا مشہور ہے اس کی زیارت
سے کیا تو اسی بکریج ہوتے ہیں یا ان لوگوں
کو گھروں میں جا کر زیارت کرتے ہیں اور زیارت
کرنے والوں میں خود حق بھی ہوتی ہیں۔ اول تو
ہر بکرہ ان برکات کی سہ نہیں اور اگر سہ
بھی ہو تب بھی بکریج ہونے میں بہت خرابیاں ہیں

بعض خرابیاں وہاں پائی کر دی ہیں جہاں
 رستہ دی ہیں عورتوں کے منع ہونے کا ذکر
 لکھا ہے پھر شروع و غل اور بے پردگی اور
 کہیں کہیں زیارت و اولوں کا گناہیں کوہ
 خورشید سنہی ہیں یہ سب ہم شخص جانتا ہے
 کہ بری باتیں ہیں ہاں اگر اگلے میں زیارت
 کرے اور زیارت کے وقت کوئی خلاف
 شرع بات نہ کرے تو وہ مست ہے اور
 رسول کا پورا حال اصلاح و رسوم ایک
 کتاب ہے اس میں لکھ دیا ہے ہم اس بزرگ
 صرف ہم کو ایک گز بتلائے دیتے ہیں اس
 کا خیال رکھو گی تو سب رسول کا حال معلوم
 ہو جائے گا اور کبھی دھوکہ نہ ہو گا وہ اگر یہ
 ہے کہ جس بات کو شرع نے ناجائز کہا ہو
 اس کو جائز کہنا کہ ہے اور میں کو جائز
 بتلایا ہو مگر حذر نہ کیا ہو اس کو حذر دی
 کہہ کر پابندی کرنا یا نام لگانے کو کرنا یہ
 بھی گناہ ہے اسی طرح میں کام کو شرع
 نے ثواب نہیں بتلایا اس کو ثواب کہنا
 گناہ ہے اور میں کو ثواب نہ بتلایا ہو
 مگر حذر نہ کیا ہو اس کو حذر دی کہنا

گن رہے اور جو مزدور دنگے مگر خلقت کنگے ؟
 طعن کے خوف سے اس کے چھوڑنے کو برا
 بکے یہ بھی گن رہے اسی طرح کئی چیز کو گن رہا
 جانی گن رہے اسی طرح بدوں شرما کی نہ
 کے کوئی بات حراشا اور اس کا یہ یقین کرنا
 گن رہے اسی طرح نہ اے سوا کچھ سے دغا
 مانگی یا اس کو قلع و قعدان کا مالک بہنا
 یہ سب گن رہے کی باتیں ہیں۔ اسٹھ تھانی ب
 سے بھاویں !

قرآن مجید کی تفسیر صحابہ موصوف کے علماء کی تفسیر و اشاعت
 کا ایک اہم کڑی ہے۔ اس تفسیر کا نام "تفسیر بیان القرآن" رکھا ہے
 اس کے مضامین میں داخل معجزے تفسیر کھنکھ کی غرض و غایت نہایت دلنشین
 اور نایاب ہیں۔ بیان کتب کو نہ

- تفسیر دو گان نے حسن تجارت کا فرض سے
 نہایت بے احتیاجی سے قرآن کے قریب
 مٹانے کو نہ شروع کر دیئے ہیں
 بکثرت معانی خلاف قواعد خرید و بھروسے
 میں سے عام مسلمانوں کو بہت معجزت پہنچی
 ہر چند کہ چھوٹے چھوٹے دس اولاد سے ان
 کے مقابلہ پر اطلاع دے کہ ان معجزوں
 کا روک تھام کرنے کی کوشش کی گئی مگر چھوٹے

کثرت سے زوجہ بی کا مذاقی پہل لگایا ہے وہ
 رساے اس فرض کی تکمیل کے لئے کافی ثابت
 نہ ہوئے تاویکلہ بطور زاد کو کوئی زوجہ بی
 نہ بتلایا جاوے جس میں شمول ہو کر انعام
 تراجم مبتدعہ مندرجہ سے ہے انکسار ہو جائیگا۔

وہ تو مطلقاً اولیٰ اثر کے طائفہ کے تراجم و تفسیر فرما لیا
 موجود تھے مگر تفسیر صاحب کے خیال میں وہ اس حد کے نقصان کو پورا
 نہ کر سکتے تھے۔ عوام کے عربی و فارسی سے دور ہونے کا وجہ ہے وہ
 تفسیر و تراجم ان کے لئے پیمائش بن گئے۔ دینی فوائد اور دنیا کا ترقی
 سے عوام کو اور تراجم میں بھی دلچسپی نہ رہا تھی چنانچہ غلطی میں لکھا ہے۔
 مہرچند کو تراجم و تفسیر حقیقت میں بھی
 کے بالخصوص غامض و غریب کے ہر طرح
 کافی دوائی میں لگنا غریبی کی حالت و طبیعت
 کو کی کیا جاوے کہ بعض تفسیر میں عربی یا
 فارسی نہ جاننے کی غیور ہی بعض تراجم میں
 اختصار یا دہرایا بدل جانے کا خطرہ رہا
 دلچسپی ہو۔

اس لئے مولوی صاحب موصوف نے عرض کیا کہ :-
 "ان لوگوں کو کوئی نیا ترجمہ دیا جاوے جس
 کا دہائی و پانچواں تقریر مطایح میں ان کے
 مذاق و مزاج کا کافی الامکا لیا پورا لیا جا

رہے اور ساتھ ہی اس کے کوئی 'مزدی'
معنوی خواہ جو قرآن ہو یا اس کے متعلق
ہو رہا دہا دے! (غلط)

عربی 'فارسی اور اردو میں بہت سارے ترجموں اور تفسروں کے
باوجود ایک نئے 'ترجمے' و تفسر کی ضرورت کے تعلق سے غلطی میں ایک بڑا
اہم بات یہ بھی بتانی گئی ہے کہ مولوی صاحب کم سے کم ایسی زبان میں
ترجمہ کرنا چاہتے ہیں جس کو ہندوستان کے تقریباً تمام حصوں میں سمجھا
جاسکتا ہو۔ اس غرض کے لئے انہوں نے کتابی زبان اختیار کیا کہ
جس میں فصاحت کے ساتھ بلاغت بھی ہے۔ تفسر میں بھی امور کو ٹھکانا رکھا
گیا ہے غلطی میں ان کو اختصار کے ساتھ باریں احاطہ درج کیا گیا ہے۔

اول قرآنی مجید کا آسان ترجمہ کیا ہے
جس میں قابل فہم ہونے کے ساتھ قوت لفظی
کا بھی رعایت ہے۔ دوم ترجمے میں خاص
محاورات استعمال نہیں کئے گئے دو و ب
سے اولیٰ تو میں بجاتی ہوں محاورات پر
عبور نہیں۔ دوسرے یہ کہ محاورے ہر مقام
کے ہر اہم ہوتے ہیں اگر دہلی کے محاورات
سے جاتے اپنی ٹھکانہ دیکھتے یہاں کے محاورات
وہاں دیکھتے ان دونوں کے محاورے جدا جدا
اور جدا جدا دے دیکھتے غرض ایسے محاورات
عام فہم نہیں ہوتے اور اردو ترجمہ کم از کم ایسا ہو

کہ قریب قریب ہندو مت کے سب سے
 آسان کو کچھ جاویں اس لئے کتابی دبا لائی
 ہے کہ خاصیت کے ساتھ اس میں بلاغت
 بھی ہے۔ سوم نفسِ تزکیہ کے علاوہ جس معنوی
 کو بہت مزدوری دیکھا کہ اس پر تو بیخ و بن جو
 موقوف ہے یا کوئی مشہور خود قرآن کے
 معنوں سے ظاہر لیدر آتا تھا اس کا جواب
 یا معنوی قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف
 معلوم ہوتا تھا اس کی تحقیق یا اسی قسم کی کوئی
 مزدوری بات ہوئی اس کو فتنہ بنا کر بڑھا دیا
 باقی لفظ و نکات یا طویل عریض حکایات
 یا فضائل یا بہت سے مسائل و فیر ہائے فقیر کو
 طویل نہیں کی گئی غرض یہ کہ مضامین کا بچ کرنا
 معلوم نہیں بلکہ نفسِ قرآنی و رفعِ مزدور سے لیکن
 باوجود اتنا رعایت کے بھی غیر علماء و فہم کے
 بہت سے مقامات میں علماء سے استفادہ نہیں
 ہو سکتا لہذا مناسب بلکہ واجب یہ ہے کہ ایسے
 حضرات اپنے مطالعہ و فہم پر اکتفا نہ فرمادیں
 بلکہ حسبِ مزدور سے علم یا جتنی طلبہ سے اس کو بچا
 سقا کچھ کہہ رہے ہیں و ردِ اقل نہ بد اتنا مزدور
 ہے کہ مطالعہ کے وقت بچا لیا نہ بد برا ہی اشتہار

رہے وہاں خود بخود رکے نہ نکالیں بلکہ
 جہل سے نشانی کر کے عمارت سے وہ جہالت
 دیکھا کہ عمل کریں اور بدوں اس کے احوال
 بلکہ یقین تھا اچھی کتاب ہے چہارم میں آیت کی
 تفسیر میں آیت سے اقوال مفسرین کے ہیں ان
 میں سے جس کو ترجیح معلوم ہو تو صرف اس
 کے یا بقول سے تفسیر میں نہیں کیا بہتیم مطب
 قرآنی کی تقریر کہیں تو اس طرح کہے کہ
 معنی کا اور بنا طغی و ظاہر یہ جادے اور
 کہیں ایک سرفی ریل کا کھ کر اس کی
 تقریر کر دی گئی ہے۔ ششم اختلافات کی
 تفسیر میں صرف مذہب حنفی کیا گیا ہے اور
 دوسرے مذاہب بشرط ضرورت سے ماضیہ
 میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ ہفتم چونکہ نفع عوام
 کے ساتھ افادہ خواہی کا بھی خیال کیا اس
 لئے ان کے فائدہ کے واسطے ایک ماضیہ
 برآہا رہا ہے جس میں یکت و مدیت مورد آیات
 و بیّن مشہور لغات و ضروری و جوہ بلاغت
 و مطلق و کتب و فنی و اسباب و قیاس و
 کلیات و اسباب نزول و روایات و
 اختلاف حرکات میفرہ و کتب یا حکم و توجہ

ترجمہ و تفسیر ایکاد کے ساتھ ذکر ہیں
 جن کو متوسلہ درجہ کا طالب علم بے قلف
 سمجھ سکتا ہے۔۔۔۔۔

آغاز تفسیر کا سہ پہلے کی جہاز میں ۱۳۲۰ ہجری تکھا ہے۔ درمیان
 میں کچھ وقفہ ہو گیا تھا چنانچہ لکھا ہے کہ:

”آفرجام خدا من فرکلا علی ایشیہ
 ایشیہ کی طرف کہ اگر میں کمی قابل نہیں ہوں
 تو کیا ہوا بدو لگان عمر اسرار فرما کر اس
 کو دیکھنے کے قابل کر دیں گے“ افسر
 ربیع الاول سنہ ۱۳۲۰ء میں اس کو
 شروع کر دیا اور ۱۳۲۱ء میں اول کارب
 پایہ تکمیل کے بعد اتفاقات وقت سے
 درمیان میں توقف میرا واقع ہو کر دوبارہ
 وسط غرم سنہ ۱۳۲۳ء سے سلسلہ تقریر
 شروع ہوا دباٹ (التوفیق) اور اللہ تعالیٰ
 سے امید تمام اور قطع تمام رکھا ہوا۔

”بیان الامرایہ“ جو احسن تفسیر سے سنہ انتظام تفسیر ۱۳۲۵ء
 تک لکھا گیا ہے۔ یہ سنہ حاکم عبداللہ صاحب جوڑھانی نے لکھا ہے۔ منشی
 رشید احمد صاحب نے ضمیمہ سنہ ۱۳۱۲ء بمقام اسماعیل العظیم سے اخذ کیا
 ہے۔ اس لحاظ سے مولوی سید محبوب رحمتی کا جاپا ہوا سہ تفسیر
 ۱۳۲۲ء ہجری تک نہیں منسلک ہوا۔ یہ تفسیر بارہ جلدوں میں منسلک ہوتا ہے۔

یہ رسالہ درالعلوم بابۃ المکتبہ سنہ ۱۹۵۵ء میں ۲۱۔

میں سے ۱۳۳۶ ہجری میں چھٹی ہے بلکہ
بطور خود سمدھانی کے کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
خود ساختہ گویا کہ اللہ کے نام سے جو بڑے ہرمانِ جاہلِ رحم
و اے ہیں۔

الحمد لله رب العالمین
سب ترینیں اللہ کو ہٹائی ہیں جو مری ہیں ہر ہر عالم کے
الرحمن الرحیم
جو بڑے ہرمانِ جاہلِ رحم و اے ہیں
طلبِ یوم الدین
جو ملک ہیں روزِ جزا کے
ایاک نعبد و ایاک نستعین
ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ کے درخاستِ امانت
کا کرتے ہیں۔

اهدنا الصراط المستقیم
جلا و تجلے ہم کو رستہ سیدھا
صراط الذین انعمت علیہم
رستہ ان لوگوں کا جس پر آپ نے انعام فرمایا ہے

غیر المغضوب علیہم
 درستی ان لوگوں کا جو پر غیب کیا گیا
 والفضائلین

اور ان لوگوں کا جو درست سے گم ہو گئے۔

مولوی اشرف علی تھانی نے ترجمے میں قرآنی الفاظ کا ہی سے اسم
 فاعل اور فعل بنائے ہیں مثلاً "رب سے مراد" "لہذا سے ہم بیات کرتے
 ہیں" "مستیوں سے درخراست اعانت کا کرتے ہیں اور اہلقت سے آپ
 نے انعام فرمایا۔" "الضالین کا ترجمہ" "جو درست سے گم ہو گئے" "کیونکہ
 لیکن راستے سے گم ہونا لازم نہیں ہے۔ راستے سے گم ہونے کا معنی
 راستے سے غائب ہو جانا" "مطلوبہ ہو جانا" "موسیٰ ہو جانا" "تغیب"۔ اس
 کو کیا ہے "راستہ گم کرنا" "گمنا پائیے"۔ "راستہ گم کرنا" کا دورہ
 بجھ ہے اور "ضالین" کے معنی گم کرنا کی ایک ترجمہ بھی کرتا ہے۔

اشرف علی کے تفسیر سے مولوی صاحب نے ترجمے میں جگہ جگہ فرہش
 بصورت جمع استعمال کی ہے مثلاً "جو بڑے ہر زبان نہایت رحم والے
 ہیں" "جو مالک ہیں ہدیہ کے" "وہی وہی قرآن مجید میں یہاں
 فاعل خرا کے ساتھ فعل بیضا و صیغہ ہے ترجمہ فعل بیضا و صیغہ کیا ہے
 خلافاً انشیتھذی البسمہ کے ترجمہ میں "اشرف علی اسبغوا کہ ہے
 ہیں ان کے ساتھ" یا ان انش لا یستعی کے ترجمہ میں "ہاں وہی
 اشرف علی نے نہیں فرماتے" یہ خصوصیت ان کی اور دو تفسیر میں بھی پائی

۱۔ ص ۱۰۰ بقرہ رکوع ۲۔ ص ۱۰۰ بقرہ رکوع ۳۔

باقی ہے چنانچہ "بہشتی دیور" سے دیکھ گئے کہ وہ بہشت کے آخری نقب
 "اٹھ تانی سب سے بجاویں" میں بھی فعل بعوض ہی ہے۔ اس کے شق
 سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ غرضائے انسانی ذات و صفات کے ساتھ
 غیر واحد کے استعمال کو مولوی صاحب نے ادب سمجھتے ہیں اور قواعد کا
 عام قاعدہ یہ ہے کہ فاعل واحد ہو تو فعل بھی واحد لاتے ہیں اور غیر بھی واحد
 لاتے ہیں۔ فاعل جمع ہو تو فعل بھی جمع لاتے ہیں اور غیر بھی جمع لاتے ہیں لیکن
 گہرا فکر کا احترام معهود ہو تو فاعل ہونے کے باوجود فعل بھی جمع لاتے ہیں اور
 غیر بھی۔ جیسے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ "والمرء یفلح عتہ کرتے ہیں ماحاکو
 ان کی صحت اچھی نہیں ہے۔ لیکن غیر مولیٰ ادب و احترام کے لئے چند خاص
 صورتوں میں صمد واحد بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اٹھ تانی جو کچھ کرتے
 ہماری بھائی کے لئے کرتا ہے۔ اٹھ تانی ہے ادب کا پائنے والا
 ہے۔ بادشاہ آیا۔ بادشاہ حکم دیتا ہے۔ بادشاہ فریاد سنتا ہے۔
 دولہا آیا۔ دولہا نکلا۔ یہ قاعدہ اس معروضے پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ
 جس کی برتری اور بزرگی مسلمات سے ہوتی ہے۔ اس کی اس امتیازی
 حیثیت کو نمایاں کرنے کے لئے فعل جمع اور غیر جمع استعمال کرنے کے
 عام قاعدے سے ہٹ کر فعل واحد اور غیر واحد ہی استعمال کیا جاتا ہے۔
 دولہا کے لئے فعل واحد اور غیر واحد کے استعمال کی وجہ بھی غالباً یہی
 ہے کہ اس کی شخصیت برات میں ایسی ہی اہم ہو گئی ہے جیسے رعایا میں۔
 بادشاہ کی۔ غالباً اسی لئے اس کو فخرشہ کہا جاتا ہے۔ لیکن ایسی ہی
 بہت سی مثالیں ہیں جس میں فاعل مفر نے غیر واحد استعمال کیا ہے۔
 خلا لا یختلف الله ففسا الا وسعها (سورہ بقرہ رکوع ۱۰)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کوئی شخص کو ملک نہیں جاسا مگر ای کہ جو اس کا حق
(احد اختیار) میں ہو۔ اور جانتے ہیں اسکا آیت کے فائدہ (ف م) کے
حق جبارت میں غیر واسطہ استعمال کیا ہے۔ ف م۔ یعنی انا اور کو
واجب اور حرام نہیں دیتا۔ آیت۔ اللہ لا الہ الا هو العلیٰ القوی
سورہ بقرہ کے رکوع ۴ کی آیت بھی ہے اور سورہ آل عمران کا ابتدائی
آیت بھی مگر ایک جگہ میز واسطہ استعمال کیا گیا ہے تو دوسری جگہ
دونوں مقام کے ترجمے کو بالترتیب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

”اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی“

جبارت کے قابل نہیں زندہ ہے۔ سنبھلنے

واللہ اعلم عالم کا۔ (سورہ بقرہ)

”اللہ تعالیٰ ایسے ہیں کہ ان کے سوا کوئی قابل

معبود بنانے کے نہیں اور وہ زندہ و جاوید ہیں۔

سب چیزوں کے سنبھالنے والے ہیں۔ (سورہ آل عمران)

اس طرح کی دو نقلی ترجمے کی ضرورت کا باعث بنتی ہے اس لیے ظاہر

ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی بھی کبھی اصول کو بناء دیکھے۔

مولوی صاحب نے سورہ مدثر میں ”حق انشا الیقین“ کا ترجمہ

”یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ہم کو موت آگیا۔ کیا ہے اور پڑی تیر

اللہ کے اسی آیت کے ترجمے ”یہاں تک کہ مرے لئے آگئے۔ دیکھ تو ہم

کو یقین آیا۔“ پر مولوی تھانوی صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ (یقیناً اللہ کا

یہ تھا کہ ہم مر رہے تھے کہ وہی کو جھٹکے تھے یہاں تک کہ ہم کو موت

آئی۔“

جیسا کہ قطبی اور مولوی مہدی "بے شک" اور "یقیناً" کے کیا ہیں اور "موت"
 مراد یسعی ہیں۔ ترجمے میں مراد یسعی کو ہائیں میں رکھا حساب ہو گا کہ
 عابدے کی خاطر ہمارے اگلا مہدی سے اعتراض کر کے مراد یسعی نکھا کسی
 طرح بارگاہ ہو گا۔ اسی لئے میں "جدید" نے ترجمے میں قطب یسعی کا استعمال
 کیا ہے۔ (ترجمہ) "جب تک آپہنچے ہم پر یقیناً آجوائے" اور "موت
 قرآن" میں اس عابدے کے تحت لکھا ہے "یسا موت"۔ "موت" سے مراد
 اسی میں "یقیناً الذین اولوا الکتاب" کے ترجمے میں مولوی
 صاحب موصوف نے لکھا "یقیناً" کا استعمال کیا ہے۔ (ترجمہ) "مگر
 اپنی کتاب اسی سے لے کر"۔ یقیناً کریں۔

مولوی سید محبوب رضوی دیرنگ ترجمہ قرآن مجید کے بارے میں لکھتے
 ہیں کہ :

"حضرت مولانا نے یہ ترجمہ اپنی فکر یا انفرادی

کے مضمون میں کیا ہے۔ مستند علماء کی تصدیق سے ہے

کہ یہ ترجمہ صرف الفاظ پر مبنی ہے اور عابدے کے بارگاہ یا عابدہ

مطلب خیر نہیں اور نہایت عام فہم ہے اور ان

اظہار اور غلط فہمی سے پاک ہے جو عابدے کے

اکثر تراجم میں پائے جاتے ہیں"۔

مقدمہ ترجمہ قرآن میں شیخ الہند مولانا محمد مکی لکھتے ہیں کہ :

"مبتدئہ کے احباب میں اول مولوی عاشق الہی

سلسلہ ساکن میرٹھ نے ترجیح کیا۔ اس کے بعد
مولانا اشرف علی صاحب سلمہ اشٹ نے ترجیح
کیا۔ آخر نے دونوں ترجیحوں کو تحصیل سے
دیجا ہے جو جملہ خرابیوں سے پاک و صاف
اور عمدہ ترتیب ہے۔

ترجیح و تفسیر کا دیباچہ و بیانی کے بارے میں فاضل مفسر مولوی
اشرف علی صاحب نے غلطی میں خود ہی جا رہا ہے کہ یہ قرآن مجید کا آسان
دیباچہ میں ترجیح ہے۔ اس میں لغت و فقہ کی بھی رعایت رکھی گئی ہے نیز کہ
اس میں غالیوں کا مدعے، استحقاق نہیں کئے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان
خصوصیات میں اختلاف نگار کا طرف سے ایک دو باتیں اٹھاؤ کی جاتی ہیں۔
وہ یہ کہ ترتیب میں جملوں کے آخری فقرات کے احاطے سے ایسے غلط جملے
نامکمل اور غیر مفید معلوم ہوتے تھے اب مکمل اور مفید جملے معلوم ہونے لگے
اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ جہاں سے جہاں اور کجری میں رد و اجتہاد
ہو گئی۔ دوسرا فائدہ یہ کہ فقہی مطلب میں سہولت ہو گئی۔

اس قدر آسان اور مراد و معنی پر ایک بڑا کام ہے اس پر
مستزاد یہ کہ مولوی صاحب نے جہاں تک ممکن ہو سکے ترتیب کو قوت بخلا
رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس التزام اور اہتمام کے باوجود ترتیب کو سلیس
اور مسلسل رکھا مولوی صاحب کی قدرت بیان کا اعجاز ہے۔

۶۔ قرآن عظیم

ترجمہ قرآن مجید

از

مولوی احمد رضا خاں بریلوی

مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ قرآن مجید سب سے جدید و حالی
 میں مشہور و مقبول ہے۔ مولوی صاحب سنہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء
 میں بمقام بریلی انسٹیٹیوٹ کھڑا پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں قرآن کی
 حفظ سے فراغت حاصل کر لی۔ تمام دروس علوم معلول و مقبول اپنے والد
 بزرگوار مولوی تقی علی خاں میں مولوی رضا علی خاں سے پڑھے اور بارہ
 چودہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے اور اسی کے بعد ہی ان کے والد
 بزرگوار نے فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ شاہ آملی رسول مدظلہ
 سے بہت ہوئے اور تمام مسئلوں کی اجازت و حفاظت اور سند حاصل
 کی۔ جو بھی شریعت کے بنام کے دمانے میں حدیث، فقہ، اصولی تفسیر وغیرہ
 کی سند دہان کے اکابر علماء سے حاصل کی۔ مختلف فتویٰ پر ان کی تفریفات

پہلے سو کے قریب ہیں۔ سہ۔ ۱۴۴۰ ہجری مطابق ۱۹۲۱ء بمطابق
سال وفات یا لا۔ آپ کے پھیلی عادت مولوی ملک حفیظ الدین بھاری
کی "حیات اعلیٰ حضرت" اور اس پر مولوی سید علی بدایونی کے نقد و نظر
میں ملے ہیں۔

مولوی سید محبوب رحمتی نے قرآن مجید کے اس ترجمے کا سہ۔ ۱۳۲۰
ہجری کا ہے اور اس کا جلدی نام "کنز الایمان فی ترجمہ القرآن" لکھا
ہے۔ مگر اس میں "ترجمہ" کی جگہ "تفسیر" لکھ دی گئی۔ اس نے
کے "۵۰" کے ساتھ اسماء کے عدد ۱۲۵ برآمد کئے ہیں اور نیز فقہوں
کے بھی لکھائے "ت" کے "۵۰" کے عدد شمار کئے ہیں تو ۱۳۲۰
ہجری میں گئے۔ یہ ترجمہ اپنی امانت اور جتلیت کی بنا پر کئی بار چھاپے
پہلے بار علی بنی میں اور دوسری بار علی اپنی منت مراد آباد میں چھاپے گئے
قرآن مجید کے عام مکتوبہ تراجم کا طرز اس میں بھی تھا کے وئے ترجمہ
لکھا ہے اور آغاز سورہ فاتحہ کے ترجمہ سے لکھا ہے۔ ماضیہ مراد آباد
مولوی سید محمد بنیم الدین مراد آبادی کا ہے۔

۱۔ علامہ حلی نے جلد میں ۱۱ میں مولوی شمس الدین "اسلم" (اکبر) بابہ جوری
۱۵۱۵ھ سہ۔ ۱۹۵۵ء کے ۱۵ لے سے حیات اعلیٰ حضرت اور اس پر نقد و نظر
لکھا کہ کیا ہے۔

۲۔ "اسلم" بابہ جوری شمس الدین "اسلم" ناشر سید محمد علی محمد یونس پرنٹنگ
پریس، لاہور۔ ۱۵۱۵ھ سہ۔ ۱۹۵۵ء میں ۱۵ لے سے حیات اعلیٰ حضرت اور اس پر نقد و نظر
لکھا کہ کیا ہے۔

بسم اذ الحق الرحیم

اذ کے نام سے شروع ہویت ہر بان رحمت والا

الحمد للہ رب العالمین

ب غریبان اذ کو جو مالک سارے جہاں والوں کا

الرحمن الرحیم

بہت ہر بان رحمت والا

طلب یوم الدین

روز عید اکا مالک

ایا لا تغفل وایا لا تنقی

ہم بھی کو پر ہیں اور حق سے مدد میں ہیں

أهنا الصراط المستقیم

ہم کو سیدھا راستہ چلا

صراط الذین انعمت علیہم

راستہ ان کا بھی پر آئے احسان کیا

غیر المنقوب علیہم ولا الضالین

ذ ان کا بھی پر غیب ہوا اور نہ جھکے بوداں کا

فلا رب " بلکہ نامت کی معنوں پر محیط ہے۔ رب 'مالک ہے'

رب 'صاحب ہے' رب 'ردا ہے' رب 'حق رحیم' حق کی سبج

ہے لیکن مالک 'صاحب' رزاق 'خالق' رحیم 'میں رہویت ہونا فرود

نہیں۔ رب 'علیین' کے رب 'اور' مالک 'یوم الدین' میں ملک

دو دن یا کسے کے ربے میں ہوا مالک 'کا استحقاق ایک دوسرے

کے معنی و مفہوم کو متاثر کر رہا ہے۔ اس سہرہ میں حق تعالیٰ کی صفات
 عابدہ کی جو ترتیب ہے وہ ترجمہ میں باقی نہیں رہی (آٹھ کی ترتیب یہ
 ہے کہ بعد از جبریت و محبت (الرحمن اور الرحیم) اور بعد از محبت
 یوں تو لفظ "رب" میں جملہ صفات شامل ہیں جیسا کہ اظہار کی شکل
 نشوونما میں اس کی مختلف حالتوں اور عز و قدر کے مطابق بیان پہلے
 لیکن "رب" کے بعد ہی الرحمن و الرحیم کے بیان کرنے کے بعد اولیت و حق
 اور جمالی کا بیان پہلے کیا گیا ہے۔ بے انتہا مہر و انعام کے خاتمے
 میں کہیں بندے غفلت کا شکار ہو کر ظن و عیاں میں نہ پھنس جائیں۔
 لہذا اردہ جزا اعداد الیہ سے ڈرا جائے اب غور و فکر و تامل کی بجائے
 ہوا اور نہ ہوگا۔ اس بعد از اس حق تعالیٰ کے سوا کسی کو حکم یہاں تک کہ
 حکومت ظاہری یا باطنی نہیں ہوگی۔ یعنی الملك الیوم و الحمد
 الواحد القهار ہے اس دن کے مال کی غفلت اور بہت
 ظاہر کی گئی ہے۔ ایسے پر غفلت و پر بہت دن کا "مضاف" لفظ
 "مالک" کو جویا۔ ربوبیت میں پرورش و نشوونما اور نگہداشت کا ایک ہمارا
 اور مہمل اجماع ہوتا ہے۔ ورد "رب الملیکی" کی بجائے "ملک الملیکی"
 اور رباری تعالیٰ ہوتا۔ "رب" کے قریب کے لئے "پروردگار"
 پرورش کرنے والا "پالنے والا" موزوں الفاظ موجود تھے ویسے
 ایجاد کے خیال سے لفظ "رب" بھی استعمال کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اکثر
 مقامات پر "رب" کے لئے لفظ "رب" ہی استعمال کیا گیا ہے مثلاً
 آیت: "فبیع بجمع من ملک واستغفر" (سورہ نمل)
 ترجمہ: "تو اپنے رب کا شکر کرتے ہوئے اس کی پاکی بڑھادیں اور اس

سے بخشش چاہو:

آیت: "وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَقْبَلُ الْيُسْرَىٰ قَبْلَ الْهَرَمِ" (سورہ مزمل)
ترجمہ: اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور بے ٹوٹ کر اسی کے ساتھ رہو۔
آیت: "قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَكَنتُ رَسُولًا مِّنْ رَبِّ
الْعَالَمِينَ" (سورہ اعراف پ ۴۰ ع ۴۰)

ترجمہ: کہا اسے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں ہیں تو رب انہیں کا رسول
بنو۔

۱۔ "العالَمین" اس عالم کا معنی ہے اور عالم مجبور مخلوقات کو کہتے ہیں۔
اسی لئے شانہ "رب العالمین" کا ترجمہ "مالک سارے جہان والوں کا" کیا
گیا ہے۔ اسی کا معنی اور عام فہم ترجمہ "سارے جہان کا رب" یا
"سارے جہان کا پروردگار" ہے۔ یہاں پھر سورہ والشفعہ کا آٹھ آیت:
"وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" کا ترجمہ اسی طرح کا ہے۔ اور جس
اور سب خوبیاں ان کو جو سارے جہان کا رب ہے:

آیت: "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" میں عربی فعل مضارع کا
اور فعل مضارع میں ترجمہ یہ ہے "اے خداوند! ہم تو تجھے ہی عبادت
کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں" عام طور
پر عربی اور فارسی کتب کی کثرت مطالعہ سے یہ بات پیدا ہو جاتی ہے۔
مثلاً جبرائیل نے بھی اسی ڈھنگ کا ترجمہ کیا ہے۔ سورہ فاتحہ سارے
قرآن کا پختہ ہے۔ اس فقرہ سورہ میں حق تعالیٰ نے معانی میں جس طرح
دراخ انداز میں بیان فرمائے ہیں وہ جانت کا اعلیٰ مقام ہے۔ مرتبہ
نے اس سورت کے تحت میں عب حیثیت جاہلیت اور ایک کلمہ کے حسن کو

برقرار رکھنے کا مقصد ہر کوشش کی ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس فکر میں اکثر مترجمین سے درجہ میں چوک ہو گئی۔

سورہ فالحہ کے بعد دیگر سورتوں کے قبضے کے تعلق سے کہا جاسکتا ہے کہ مولیٰ اللہ رضائیٰں بریلوی کا یہ درجہ عام لغت الفصحیوں کے اندر کام نہیں ہے۔ عبارت میں جملہ اور تفصیل قائم رکھنے کی ایسی کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والے وقت اس کے فطری ہونے یاد ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ یہ درجہ جب موقع لغت الفصحی ہے اور بالخصوص یہی۔ بڑی قربانی ہے کہ ترجمہ مفہوم قرآن کے قریب ہے۔ بطور خود سورہ احزاب سے چند آیاتوں کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا
اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو۔

وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

اور صبح و شام اس کی پاکی کرلو

هو الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
وہ ہے کہ درود پڑھتا ہے تم پر وہ اللہ اس کے فرشتے کو تمہیں اندھیرے سے اُجالتے کی نیت نکالے۔

وَكَمَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا

اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

تحتہ لہو یو مرید تو قد سلط

ان کے لئے سنے وقت کہ دعا سلام ہے

و اعد لہم اجرا کریم

اور ان کے لئے عرس کا ثواب یاد کر رکھتے

یا ایہا البنی انا ان سلط شاہذا و مدبر و تدبیر

اے عیب کی خبریں جانے والے بنی، یکجہ ہم نے تیس بیجا حاضر و ناظر

اور خوشخبری دیتا اور در سنا

و داعی اللہ اشد باذنہ و سراجا منیرا

اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے جاتا اور چمک دینے والا آفتاب

و لبشر المؤمنین بالانعام

اور ایمان والوں کو خوشخبری دے گا انہیں

من اللہ فضلا کبیرا

اللہ کا بڑا فضل ہے

ولا قطع لکنین و اہل تقیین و دع اذا ہم و توکل علی اللہ

اور کاٹوں اور منافقوں کی خوشی نہ کرے اور ان کا باز پر درگزر نہ کرے

اور اللہ پر بھروسہ رکھے

و کنفی باللہ و علیہ

اور اللہ پس ہے کارساز

ان آیتوں میں مترجموں نے بعض الفاظ کا ترجمہ اپنی اپنی عبت

اور جگہ کے موافق کیا ہے۔ مثلاً "کافرون" کا ترجمہ "کفر" نے "کفار" نے کیا ہے

سے پیشتر، لہذا مراد خود کسی۔

کو منور کیا۔ مگر کوہِ راہ کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہِ یاب فرمایا، کفر و
شرک کی ظلمات کو اپنے نورِ جنتِ ازل سے دور فرمایا، سرفرازی اور تہجد
الٰہی تک پہنچنے کا راہیں روشنی کر دیا، اس لئے ایسے آفتابِ عالمیاب
کی صفت میں داخل مترجم نے "میز" کا ترجمہ چکا دینے والا کیا ہے۔
"دعا اذ اھم" کے ترجمے میں بھی اکثر مترجمین سے جوک ہو گیا ہے۔
"پھر وہ ان کو سناٹا" "پھر وہ سے پیدا کیا ان کو" "پھر وہ سے
ان کا سناٹا" وغیرہ، اس طرحی غلطی ترجمے معلوم قرآن سے ہوتے ہیں
علوم ہوتے ہیں۔ اس لئے ڈپٹی ڈیر احمد اور مولانا اشرف علی تھانوی
نے اتفاقاً جنت سے ہٹ کر ترجمہ کیا ہے۔

"ان کا پیدا کر کے (کچھ) پر دانہ کرو" (ڈپٹی ڈیر احمد)
"ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال دیجئے"

(مولانا اشرف علی تھانوی)

مگر ان ترجموں کی عبارت طویل ہو گئی ہے۔ مولوی احمد رضا خاں
کے ترجمے میں صحت معلوم کے ساتھ ایسا دیکھا جاتا ہے۔
"ان کا ایذا پروردگار کو"

مولوی صاحب نے بعض جگہ مرکب اضافی کے ترجمے میں قرآنی جہت
کی برقراری کی ہے مثلاً "اے رب ہمارا" اس طرح یا عاودہ ترجمے میں

ع۔ سناٹا اور عداوت

ع۔ سناٹا اور پیچیدگی

ع۔ شیخ ابوزید محمد مسعود

جہاں مرکب اضافی ہے اس کے تہے میں منافع مقدم اور منافع ایر
موقوف ہونے سے عبارت ہوا کرتا ہے۔ پڑھنے سے دل پر خوش و غم
کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ نورۃ سیدہ ہفتہ کی آٹھویں چند آیتوں
کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

”ما بنا لا تو اخذنا ان منینا ادا خطانا

اے رب ہمارے ہیں نہ پکڑ اگر ہم جو ہیں یا چو گئیں

ما بنا ولا تحمل عیلنا اصراً

اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ در کہ

کما حملت علی الذین من قبلنا

جیسا تو نے ہم سے انگوں پر رکھا تھا

ما بنا ولا تحملنا ما لا طاقت لنا به

اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ در حال میں کہ ہمیں سہل نہ ہو۔

واعفانا واعفونا

اور ہمیں معاف فرما اور بخش دے

افت مولانا

تو ہمارا معاف ہے

اگر ساری آیتوں کا ترجمہ تحت اللفظ ہو اور اس میں ”ما بنا“

کے تہے کا ذکر نہ ہو تو یہت ہو یعنی منافع مقدم اور منافع ایر کا ترجمہ

کا حسن ہی ہر نہیں ہوتا اور اس میں خوش و غم کی وہ کیفیت بھی پائی

جاتی ہے مولوی احمد رضا کی کتاب میں ہے۔ یہاں شیخ احمد مودہ

نور حسن کے تہے کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ آپ کے ترجمے درج

جید کو میری محنت اتفاق کے ترجموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ
مولوی احمد رضا خان کے ترجمے کے کوٹا ۱۲ سال بعد کا ہے۔
"اے رب ہمارے دیکھو ہم کو اگر ہم جو نہیں یا جو کی
اے رب ہمارے اور نہ رکھا ہم پر بار بھاری۔

جیسا رکھا ہم سے اگلے لوگوں پر اے رب ہمارے
اور نہ اٹھا ہم سے دوا جو کہ اس کی ہم کو طاقت
ہیں اور ہمارا ہم سے اور بخش ہم کو اور دم کر
ہم پر قوی ہمارا رب ہے مدد کر ہماری کا درد نہ پڑ۔

مولوی احمد رضا خان کی عبارت میں سادگی اور صاف ہے۔ ترجمہ میں
زیادہ تر مضمون کے اتفاق استعمال کے ہیں لیکن دور اور اہمیت کے موقع
پر قرآن مجید کے مرکب اضافی اتفاق ترجمے میں جوں کے قول رکھ دیے
ہیں۔ مثلاً وہ لکھی رسول میں اب الفلین کا ذکر ہے جس تو
اب انیس کا رسول جوں ہے۔ مولوی صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر اور کی طرف اپنے
ترجمے میں اہمیت کا مظاہرہ کر کے ترجموں کا نظارہ پیش ہوئے ہیں۔ صحت
مضمون کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی زندگی اور مانتا ہی برقرار رکھنے کی
کوشش کی ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب تصنیف ہیں۔ ان کا طرز تحریر ان کی
ادب و تصانیف میں ترجمہ قرآن مجید سے مختلف ہے۔ ترجمے میں یہ پابند
ہیں اور تصنیف میں آزاد۔ تاہم یہ طرز اور روشنی جیسے ایسا بھی نہیں اور
ان میں اتنا زیادہ لگا رکھتے ہیں۔ یہاں ان کی ایک تصنیف —
"شکار الہی" میں نور الہیہ و مزادہ و غار سے شروع عبارت

پیش کیا ہوتا ہے۔

• اٹل عزوجل چاہے ابلیس ایسی کے
کھانے سے سخت آگیزہ ہے کہ آدمی سے
جنت کے آدمی کے جناح پھیل کر رہے۔
اور مشہد کے پہلے زہر پڑتا ہے۔

والیسا زہر ہلکا سا ہے + لطفعلین۔ اس
میں تینوں مقویہ ایسا نہ کہ جانے والے
الحاکم زیارت ولس و تقیل کرانے والے نے
مکان کیا کہ وہ حضور پر درسیہ المرسلین صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا حق بیت بکا لانا اور حضور
کو راضی کر رہے۔ حالانکہ حضورؐ نے اپنی ان
حسدات کا طرے سے حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صریح مقرر مافی کہا
ہے۔ اس پر پہلے ہمارا حق ہونے والے حضور
والا ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور سرور
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی روح کی
تھوڑا جانا بخوانا اعز ادا اپنے پاس رکھنا
حسد ام فرمایا اور اس پر سخت سخت دیریا
دریاد گئیں اور الحاکم کے دور کرانے سے
کا حکم آیا۔ احادیث اس بارے میں حدیث
پر چلا۔

دہا نقشہٴ روضہٴ بہار کو اس کے جواز
 میں اصلاحی دل سخن و جہانے دم زد تھیں جس
 طرز ان تصویروں کی حوسٹ بھیجا ہے یوں ہی
 اس کا جواز اجمالی ہے۔ شریٰ منظر میں ذی سقا
 کی تصویر رسم فرماتا ہے۔

ترجمہ: ۱۲۳۱ میں روضہٴ بہار اور عام پند انشا کا استعمال ہوئے ہیں تو
 نقایف کی زبان میں عربی اور فارسی الفاظ کے علاوہ فارسی ترکیبیں
 بھی ہیں۔ ترجمے کی جادیت سادہ اور قرآنی آیتوں کے زیر اثر نکلات
 سے بری ہے (نقیف کی آزاد طبعی تحریر سب سے زیادہ سے منکفٹ بھی ہے)

(ii)

۱. تفسیر قادری

(مولانا حضرت محمد عمر عیسوی)

کشف القلوب

۶۱۳۱۹

تفسیر قادری در اصل مولانا سید شاہ محمد عمر عیسوی قادریؒ کے مولانا
عبد کاشمیر دہلویؒ ہر ماہ رسالہ کی شکل میں سنہ ۱۳۱۹ ہجری سے شروع
ہوئے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا مصوف کو سید احمد آبادیؒ میں بہت
غیر فراموشی کے ایک دوست کی تفسیر دیا گیا کہ سچے جہاں میں کلام
ربانی کے نکات اور حقائق ایسے سو فیصد میرا یہ میں بیان فرماتے کہ مولانا
پر وہ کاشمیر قادریؒ ہو جاتی۔ اس طرح یہ مولانا دہلویؒ کی تفسیر رقم ہو چکی
تھی لیکن اس کو کاشمیر دہلویؒ نے غلط فہم کے امور پر مولانا سید
شاہ محمد قادریؒ اور مولانا عبد العزیز ابن خلدونؒ کے اسرار پر مولانا سید
خواجہ شمس پر مولانا سید شاہ محمد عمر عیسویؒ نے آئندہ سے ہر جگہ کے مدعا کو

ایک رسالے کی شکل دینے سے اتفاق فرمایا۔ اور مولانا سید محمد الیاد
 قادری، حکم مولوی رکی الدین احمد اور مولوی عبدالعزیز کو مواعظ قلم بند
 کے نتائج کوٹنے کی اجازت دی۔ اس طرح فقیر قادری چند و بھری بارہ
 سے شروعا ہو گئے۔ فقیر کا یہ سلسلہ اچھا بیٹوں بارے تک پہنچا تھا۔
 اشاعت سورہ فتح کے کچھ حصے کی ہونے پائی تھی کہ مولانا موسویں کا دعویٰ
 ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید محمد بادشاہ
 حسینی قادری کی زیر امداد مباحثی فقیر سورہ فتح سے مشابہ ہوئی رہی۔
 فقیر قادری کا تاریخی نام "فقیر کشف القلوب" ۱۳۱۹ء ہے۔

مولانا سید محمد علی حسینی "المردف بہ" سید الیثور " حضرت سید
 محمد بادشاہ حسینی " المقلب بہ " رفعت پناہ " کے صاحبزادے اور حضرت
 سید محمد علی حسینی " سیادت پناہ " کے پوتے ہیں۔ سلسلہ نسب انھیں
 واسطوں سے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام سے جابلات ہے۔
 مورث اعلیٰ حضرت سیدنا الدین حسینی " شہنشاہ اولنگ زیب کے
 زمانے میں ہندو مشرکین سے بددستیاں تشریف لائے اور بہانہ
 پر یہاں اقامت اختیار کر۔ آپ کے پوتے حضرت سید محمد علی حسینی

ہے پناہ فقیر کے سرورق پر لکھا ہے " فقیر قادری المردف بہ اسم عبدی فقیر کشف القلوب
 ۱۳۱۹ء (۱۳۱۹ء) جب مولانا مولوی سید محمد کشف القلوب صاحب ۱۳۱۹ء
 جب مولوی محمد عبدالعزیز صاحب قادری فرزند ابیہر محمد قادری علیہ السلام کی عیادت
 دکن میں چھپ کر چلے آئے ۱۳۱۹ء سے حیات علیہ السلام موسم بہار ۱۳۱۹ء
 حالات پیر علیہ السلام (۱۳۱۹ء) مرجع حکم۔

”سیاست پناہ“ جو صاحب فقیر کے پروردگار کے ہاتھ میں ہے اور اس سے
 مجدد آباد شریف لائے اور یہاں اعلیٰ فوجی خدمات انجام دیں۔ مولانا
 سید محمد عیسیٰؒ ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء (مجدد آباد) جہاں سے ۱۲۸۶ ہجری میں پیدا
 ہوئے۔ ختم و تربیت کے بارے میں کتاب ”حیات طیبہ“ میں لکھا
 ہے کہ:-

• آپ کی ختم و تربیت آپ کے ہاں کے برادر محترم
 و معلم سیدنا علامہ دکنی الحمد للہ مدین حبیبی
 • برہنہ اٹا کے زیر ہدایت و نگرانی رہا اور
 آپ علوم ظاہر و باطنی کی ختم و تکمیل امتحانات
 آخر سے حاصل فرماتے ہیں۔ (تراویح سید
 و مشرہ میں اسرار و اعجاز حضرت علامہ سید
 محمد صاحب دکنیؒ کو کلام دراز سے کہ
 سید محمد صاحب دکنیؒ نے حضرت سید نظام فاضل
 صاحب شکاری اور مولانا محمد علی صاحب شکاری
 آپ کے ہم درمیان تھے۔ حقائق آئی کے ساتھ
 ساتھ آپ نے علوم ظاہری و درکی مستوفات
 حقائق انصاف و ادب، ساتھ دینی و دنیاوی
 فقیر و حدیث، منطق، لغت و کلام میں ایسا
 تجرید کیا کہ سر آج کل کے علماء و روزگار جیسے
 اور طلبہ نے ہر شکل، اہم و نہاد کمال میں
 آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کی تفسیر

طریقے پر عمل فرما دیتے تھے آپ انبار
 رسول کے عالم اسرار رسول کے عامل اور
 انوار رسول کے منبر تھے :- ۱۔

مختلف سلسلوں میں فرقہ فاضل بھی اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ
 دکن شہید سے حاصل کیا۔ شہر دشمن سے بھی لگاؤ تھا۔ غلیظ نفس کہتے تھے۔
 - حیات طیبہ - میں لکھا ہے :-

”شہر دشمن سے بھی آپ کو خامی دھپسی تھی
 غلیظ نفس دہماتے تھے۔ اکثر مٹ مٹے
 ہوتے تھے اور اکابر شہر عامر ہمارا پنا
 کلام سناتے۔ امام اعظمی ذاب ضامت
 جنگ استرعیل نے بھی احادیث عربیہ میں
 معتد بار شہر کہتے تھے۔ احادیث عربیہ کا
 اکثر کلام صحیح ہو کر شریعت کو جانتا :- ۲۔

خود کلام دہل میں پیش کیا جا چکا ہے۔
 بتوں کا بڑھتی سے ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہوئے وہ اب دل لگا
 رانا پھر یہ کہا مسکاکو پڑھتے ہی دیکھتے ہیں آزادگار
 بستے جاگاہے اب آرام ہے پڑھتے کہتے ہیں مرقد میں سے کہ



دنیا کے ترک میں بھی طلب کا خیال ہے
اس فرض بوریا میں بھی کچھ بوریا کا ہے

~~~~~

علم المیراث پر "ذرائع اتقادی" کے نام سے اردو میں ایک  
مثنوی پر مول (مدرس) میں لکھی ہے۔ صریحاً فقہ تہذیب و فہرہ کے درس  
و مدرس کے سر و قیاس کے باوجود فقہ و حایف سے بھی مختلف رکھتے  
تھے۔ چنانچہ خانہ الرینا ابنی علماء اسلام اسکندریہ، المتوفی سنہ ۱۲۵۰ھ  
کا مشہور کتاب خانہ المدرس اتقادی تہذیب و تقویٰ کے مابین  
طریقت کے نام سے مکتبہ مدرسہ اردو میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ بھٹہ افسرانہ  
رسالہ فقہ قادریہ اور دیگر کتب سے چھوٹے چھوٹے حینہ رسالے اور  
درسی کتب ان سے یادگار ہیں۔ اپنے والد کا ایک دھندلی "مثنوی  
رفعت پناہ" دیوانہ مثنوی کے نام سے اور ایک مثنوی "مثنوی گلزار  
نبوت" بھی طبع و شائع کی۔

تاریخ وقات ۱۹ صفر سنہ ۱۳۳۳ ہجری قمریہ ہے اور قادری تہذیب  
میں داخل ہیں۔

فقیر قادری کے مقلدے کا آغاز احمد و مملو اتقادی ایوانہ سے ہو سکتا

سنہ ۱۳۳۳ ہجری قمریہ میں پیدا ہوئے۔ احمد و مملو اتقادی ایوانہ سے ہوئے۔ احمد و مملو اتقادی

سنہ ۱۳۳۳ ہجری قمریہ میں پیدا ہوئے۔

سنہ ۱۳۳۳ ہجری قمریہ میں پیدا ہوئے۔

سنہ ۱۳۳۳ ہجری قمریہ میں پیدا ہوئے۔

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی  
 سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین۔  
 جب رسالت پناہ لے کر انہی سے اپنے عزیز  
 کا اقرار کیا تو مادی دشمنی کا ذکر کیا ہے جو زبان  
 بلا سکیں اور جب شیخ مصلیٰ علیہ  
 علیہ وسلم میں نہ انکار نہ انکار و کفایت  
 فضل اللہ علیہ عظیم ہو تو بدوں  
 کی کیا طاقت جو دم مار سکیں۔ کئی نے یہی  
 اچھا کہا۔

ذاتِ قدرت اور کئی سے برحق سب کشتی  
 سمجھوے یحیٰی کو دنیا اور دوسے میوان کشتی  
 اگر اہل بیت رضی اللہ عنہم بھارت کی کشتی ہیں تو صحابہ  
 آسمان ہدایت کے تارے ہیں جسے بحرِ سلسلہ کے  
 پار جونا ہو تو اس کشتی میں سوار ہو کر ان تاروں  
 سے راہ کی معرفت حاصل کر کے ساحلِ مقصود  
 تک پہنچ جائے۔ کشتی بغیر تاروں کے اور  
 تارے بے کشتی کے نافع نہیں اگر اس راہ کو  
 جلد ملے کرنا منظور ہے تو یہ سیران بکار دوادیاں  
 نظام کی توجہ بھی ضرور ہے۔  
 مردِ مسکین ہوتے داشت کہ در کعبہ رسد  
 دست در پائے کجوتر در دنا گاہ رسد

میرے اڈا تیرے کلام پاک کے غزل  
 سے بے سبب ہی راہ پر قائم رکھ اور  
 اس کے بچنے اور بچانے کا کوئی حکایت  
 نہ ہو۔

ماتے ہی سفر کے نام، سبب غیر ادب سبب غیر وفادار کے خلق  
 سے بہت ہی مسلمات منور ہیں۔ لکھا ہے۔  
 "ابا بد یہ غیر سراپا غیر ابوالوفاء و نکس  
 خلیق حسان امثالہ نہ عرض کر چکے کہ  
 ایک مدت سے قرآن مجید کا عاشق ہے اسی  
 کا تخلص اچھا دس اسی کا کیا مطلب ہے۔  
 کلاہک و وفادار حق مجھی دھنشا لائی انا کا نام  
 زور، پتر کا کتاب مجھ سے دم جو بہ انہیں ہوتی اس میں میرے دور  
 دل کا دوا ہے۔

پھر سلاووں پر سبب غیر کے خلق سے لکھا ہے کہ  
 "اب کچھ غیر نصرت آفر سے شروع ہوا  
 اس کے کو یہ دھنشا کئی سال سے کرمسید  
 حیدر آباد دکن میں بدنامی زمرہ قرآن مجید کا  
 بیان اچھا اسے کر رہا تھا۔ اس شخص کے  
 وقت پانچ سببان ان کی شروع ہونے  
 واقعہ تھا۔ یہ کلام قائم ہو گا کہ اس جو  
 سے کہ کھڑا سر ان کی فکر کے ساتھ غیر

کا بھی اجراء کی جائے اور اس سے امید  
رکھی جائے کہ اسے قبول فرما کے ہمارے  
سے باقی سے معاملات کر دے :-  
الحمد للہ کہ یہ کام شروع ہوا :-

آج کے اکیسویں گئے ہیں :-

۱۔ جس کچھ مذہب کی نئی تصنیف دیکھنے میں  
آئی اس کا شمار ایک کرکٹ یا اہل  
باوث بقیہ کے کا بھی ہوا کیونکہ جو مذہب  
کا تھا سیر قیام میں حدود کو اسے بھی وہ مذہب  
اس وقت نہیں ہیں بلکہ اس کا جائز ہے  
نئے نئے پڑے ہوئے ہیں اس لئے "عقیر  
میں بھی ان کے رد کا ضرورت ہو گا" :-

آج سے گزرنے والا سیر کا بھی ذکر کیا ہے جو اسے قیام کا رد کا  
تائید میں مدد ملی گئی ہے اور وہ یہ ہیں :- "عقیر ایسی کثیرہ اور جبر" :-  
درمشورۃ عقیر عالم التزیل "عقیر کثیرہ و عقیر تشریح پوری و عقیر پھاوی"  
عقیر قادیان و عقیر حدادک "عقیر جانی" عقیر غیب و جزہ - استعارہ  
کے سلسلے میں مزید لکھا ہے کہ ان کا کتبوں سے "ارباب کے نکاحات" اور  
بعض کتابت "عقیر باجی" و ایک طرف دیگر کو نقل کیا ہے - ان کے خلاف

---

۱۔ اس کام اور دانشور کی اختیار کیا ہے - بیخ ہوا اور جبر اور  
بہاؤ شاہ کا عقیدہ ہے ان کے نکاحات سے ۹۱۱ ہجری میں ہو گا :-

جاری حالت میں جاریہ کامل و غیرہ بھی پیش نظر رہی۔ حقوق و غیرہ کو عرض  
ایمان و غیرہ شیخ بکری اور میں ابن عربی و غیرہ روح ایمان و تفسیر  
مہدائی و غیرہ سے نقل کیا ہے۔ کبھی کبھار حقوق سے بھی مضامین لکھے ہیں۔  
کبھی اپنے قلب ناقص کی طرف رجوع کر کے بھی کچھ نہ کچھ تحریر کیا ہے۔

مقدمے کے بغیر میں ایک مفسر کے لئے پُرحد ضروری اور مفید ہدایت  
بھی درج کیا گئی ہیں ان کے علاوہ فاضل مفسر نے مقدمے میں تفسیر قادری کے  
توبے اور تفسیر کے تعلق سے بھی پُرحد باتوں کی وضاحت کر دی ہے لکھا ہے۔  
اس میں توبے کی طرف پہلے توجہ کی گئی اور

جہاں تک ہو سکے گا وہ اور احاطہ دونوں کا  
فی الحال رکھی گئی۔ لیکن عربی زبان اس قدر وسیع  
ہے کہ ترجمہ کے لئے اور زبان میں احاطہ  
نہیں ملے۔ پھر کلام الہی جو صدی مضامین و  
بلاغت ہے اس کا ترجمہ اسی طرح ہے گویا  
حیسی آدمی کی ضرور کہ صورت قلب ہے لیکن  
جان نہیں۔ آٹھ کے لئے جس طرح جان ہے  
کلام کے لئے مضامین و بلاغت ہے پھر  
بلاغت بھی وہ کو تمام مضامین عرب سے  
اسی کلام عربی میں ارادہ ہو گئی تو ترجمہ میں

---

۱۔ اس مفسر کلام مقبول و قابل ہے اس کے صنف شیخ عربی اور مہدائی ہیں۔ آپ کا  
دلائل کد ۸۲۵ پھر کیا جیسا بولا۔

وہ طاقت کس طرف رہے گی۔  
 چنانچہ آیت سورہ نمل کر دیکھو ارکان  
 اب ہم خبر کھتے کھتے پہنچے ہیں اور  
 یہ ہے و جلتک مناسبار بنیاد یعنی  
 اب ہم نہ کا درجہ سوائے خبر کے اور کیا  
 کر سکتے ہیں۔ پہلے وہ منصف بدلتے جو سب  
 دنیا میں ہے ذرا متوجہ ہو گا اور وہ دراصل کا  
 لطف جو پہلی آیت میں الہی نہیں دوسری  
 میں ہیں اسی آیت میں یعنی ہے وہ بھی  
 ہاتھ سے جاتا رہا۔ کیونکہ ہم ترجمہ خبر  
 یعنی یا یعنی خبر کریں گے۔ اسی کے علاوہ  
 بنا کے سنی ایسی خبر کے ہیں جو بادقت اور  
 مشاعرہ ہو یہ صحابہ پر حساس ہے۔ اب قہر  
 میں اگر خبر کے ساتھ بادقت اور مشاعرہ  
 پڑھا جائے تو علاوہ انہی کی زیادتی کے  
 یہ بھی وہ دقت رہے گی وہ مشاعرہ  
 ہی سبب ہے کہ ہر مترجم نے اپنے تئیں  
 میں بہت ہی کوشش کی۔ یعنی لوگوں نے نقلی  
 ترجمہ اختیار کیا وہ اس بات پر خوش ہیں  
 کہ ہم نے آپ کو کم دیکھی نہ کی جس طرح  
 اسی طرح کا ترجمہ کرنا یہی نفاذ کا

خیال کا حشر وہ اور بعض اشخاص نے باقاعدہ  
 ترجمہ کیا اور خط کا خیال درک کیا۔ لیکن انکا  
 کا خیال رکھنا بحشر وہ تھا لَا تُخَفِّتُكَ  
 مِنَ الْمَسْجُونِينَ کا ترجمہ کیا کہ میں تجھے  
 جہنم کے دردوں کا مالک نہ کرے گا لَآ تُخَفِّتُكَ کا  
 ترجمہ ہے۔ پھر ان اشخاص کی زیادتی میں  
 کوئی ناد کوئی سبب ہے۔ چنانچہ ہم نے  
 ایسے مواقع پر اپنے قریبی میں تقریباً  
 کیا ہے۔ اسی طرح کوئی نادگاہت و حدیث  
 و بطور قیصر جو اشخاص ہوں وہ ہیں انھیں  
 لکھ کر اکثر بگڑا اس کا مائدہ بھی ماضیہ  
 میں لکھ دیا ہے۔ عرض تھا وہی دونوں  
 کا خیال رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہے لیکن چنانچہ  
 ہمارا یہ دور مفکروں کے مطابق نہ ہوا تو اس  
 وقت میں بہت دشواری پیش آئی ہے۔ آخر  
 کڑی (پیشی و محنت کا) سے جہاں باب  
 ترجیح مسلم ہو گا انکا کو اختیار کیا اور  
 قیاسیہ مجرہ سے بہت جہاں جہاں کی گئی۔  
 پھر یہ جو غلطی صادر ہو گئی ہو تو ناظرین قیصر  
 سے امید ہے کہ اس سے انکا فرمائیں۔  
 ہر مسئلہ پر ترجمہ پہنچنے کے وقت



اس کا رعایت رکھی جائے اور اس کا نام  
عقیرہ دی اور جاری کا نام کلف اعلیٰ  
رکھا گیا جس کے عدد (۱۳۱۹) حراسہ  
ایض ہوئے ہیں۔ اب سنہ ۱۳۲۴ قمری  
کو جو بیس شروع ہے اس پانچ سال  
میں پانچ بارے ہوئے ہیں۔

سلاطین و ملوک کو چکا ہے کہ عقیرہ کا وہ کام میں بند ہو گیا ہے  
سے عقیرہ کی اجراء ہو گئی ہے۔ اس عقیرہ کا ۵۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴  
کے موانع کے وقت جب ذیل شراہ جاری سے ہوا ہے۔  
"اور کہ تھوڑے عرصہ میں ہم بڑے ضرور

ایک دو آنسو سے آنکھوں میں سوہرہ گئے ہیں ہم  
یہ دعا دیکھ کر پیرا بندہ چرچا موعود کی کہ ہے  
کہ میں طرح قونے اپنی کتاب پاک کی خدمت  
کے لئے آمادہ کیا اسی طرح اپنی تائید فیضی سے  
اداس کی ہر وقت مدد فرماتا اور جو اس عقیرہ  
کے احوال و حال دیکھ رہے ہیں ان سب کو  
اپنا جو اور عمت سے دینا دینا کے برکات  
نایت فرمایا میرے (راجہ) اور میرے برکات  
اور سب پر رحم فرما۔ یہ بھائی مسلمانوں  
کے گوارہ ہے کہ یہ عقیرہ کوئی نفاذ نہیں  
بلکہ حقیقت میں یہ سیر و احادیث و سیر و

کا ترجمہ ہے میرے ہندی بھائیوں  
 کے لئے ایک اچھا نکتہ ہے۔ نقل ہو کر  
 اس فقرہ کو منع فرمائیں۔ یونکو المومنین  
 مراۃ المومنین ہے اور جو کاملہ العظائم  
 تو دعا خیر سے یاد فرمائیں ۔

کتاب فخر جہاں خاں کے پتے ترجمہ ہے اور اس کے بعد تفسیر خود  
 جہاں کے لئے نسخہ بنی اسرائیل کی ابتدائی آیت کے ترجمے و تفسیر  
 کہ حشر نقل کیا جاتا ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 شروع اس کے نام سے جو نہایت مہربان اور بزرگ والدہ  
 صبحان اللہ الذی اسیری بیدار یلا من المسجد الحرام  
 الی المسجد الاقصا

(ترجمہ) وہ پاک ہے جو اپنے بندے اسیر المومنین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کا صاحب ہو کر خود ہی اس رات میں مسجد حرام (مکہ) سے  
 مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا ۔

۱۔ "سبحان اسم ہے جو بیچ بچے تزیہ کے سواں سجد ہے اور جو بھی ہم جو کشتی پر  
 ہے اور اس وقت صحت نہیں رہتا اور غیر صرف یہ ہے اس کے کرم اور اف  
 و لا ۃ الا ۃ لا یجد اور یہ مغرب ہے ایسے فعل سے جو کمال ظہور کا نزدیک ہو گیا  
 یعنی مغرب سے کہنے میں نہیں آیا۔ اس کا تقدیر صبح اسٹ سبحان علیہ۔ پھر  
 سبحان یسائے فعل لیا گیا اور لوگوں کے قائم مقام ہو گیا ۔

اس شخص کو نکلا سبھا ہی سے شروع کرنے میں یہ  
 نکتہ ہے کہ کوئی دینی دنیاوی آرٹھی اپنی تشبیہ و تمثیل  
 سے یہ نہ خیال کرے کہ خدا اور عالم کبھی جیت اور  
 جدا نہ کیا میں موجود ہے بلکہ اوس کے اعتبار کرتے  
 سب مکاتوفی کے نسبت ایک ہی ہے اور وہ سب جا  
 موجود ہے۔ ہاں جو قرآن میں اپنی خصوصیت سمجھنے  
 مکاتوفی سے بتلایا ہے۔ ہم اوس کی مراد پر بھی ایمان  
 لائے ہیں۔ تاویل کے گہراستے ہیں۔ گو کہ فریقین نے  
 اس کو اختیار کیا لیکن سلف و معتد میں کا وہی مذہب  
 رہا اور نکلا سبھا ہی میں یہ بھی ایک حکم ہے کہ کوئی  
 اوس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ جھٹکے  
 اس قدر سزا دینا جو جہنم عظیم سے ہو ہے۔  
 تاویل میں مذکور ہے۔ خدا سے شریعت دے دی گئی ہے  
 یہ خود تو نہیں لگے۔ مگر خداوند کو چون دیکھ کر  
 موجب باقی رہے۔ سبحان اللہ خدا سے قادر  
 کے فضل پر بھی عیب لگاتے ہو۔ ایسا ما اوس کر بھی  
 مجبور بنتے ہو۔ (داسرئی) اور سرے کے معنی ہیں  
 رات کو یہ۔ لیکن یہاں کو یہاں اوس کا عرف یہ کہ ہم  
 جہاز دور ہو جائے اور وہیں سرخار پر بھی کبھی لکھا  
 ہوتا ہے اوس کا خیال نہ آئے۔

(پہلے) باقی مساجد جہاز میں بڑھایا۔ اس میں

یہ نکتہ ہے کہ وہ اپنے جہدوں کے ساتھ ہونے  
 اس کو سیر دکھایا۔ جہدوں کا سیر کا بربان  
 آیا ہوا الذی یسر کفر فی البود البحر  
 فرمایا۔ یعنی وہ تھا ہے جہد کو بحر و بر میں ہوتا ہے۔  
 اس سے ظاہر ہوا کہ رسول جہول صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو حق بتائیے یہ بھی ضرورت اور کیا ہے۔  
 اس واسطے دعا میں بھی اکثر آپ یوں فرماتے۔  
 یہ دعا زبان پر ہوتے۔ اللہم انت الصاحب  
 فی السفر یعنی یا اللہ تو ہی سفر میں صاحب ہے۔  
 پھر یہ صراحت تو غامض سفر ہے اس میں مصاحبت  
 کی ضرورت بھی سب سے بڑھ کر ہے۔ اسری  
 بعد ازاں میں ایک اور نکتہ یہ ہے کہ آپ کا جہد  
 کا بہت اور سیر کا انصاف بھی اپنے ہی وطن کا ہے۔  
 قہر کے سلسلے میں 'صباحان الذی اسوی' کے مختلف نکات  
 بیان کئے گئے ہیں اور صراحت کے راست میں مکرر پورے کی ٹکٹوں کی  
 وضاحت بھی کی گئی ہے۔ یہ چاروں تسویاں ملنے تک ہوں اور اس سلسلے  
 کے آخر میں 'الذی یورث جہول' بتویہ من اللہ لئن انہ ہوا السج  
 البصیر' سے آیت کا تکمیل ہوتی ہے۔ اس کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا  
 جاتا ہے۔

• کہ ہم نے گونا گونا گویا کے برکت دی تاکہ ہم  
 ان کو اپنی قدرت کے حق سے دکھائیے۔ اب

وہ دیکھنے والا تھے والابے۔

اس کی تفسیر سنو (۱) اس کا مطلب ہے اور اس کو پڑھو دس لکھ سو  
 ہے۔ دوسرا (۲) جو سنو (۲۵۱) سے شروع ہوتا ہے اس کے سنو  
 (۸۰۱) تک سران کا دائرہ تحصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد  
 آیت و آیتنا موسیٰ الکتاب و حلقہ حدیثی یعنی اسوۃ  
 الاستیقامت و احسن دونی و حلقہ کا ترجمہ و تفسیر باریک احوال  
 میں دیا ہے۔

جب کہ : اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی اور اوس کو نبی اور اوس کو نبی اسرار و نمل کے لئے رہنما بنایا اور (اوسے کہا) کہ میرے ساتھ اچھی کر شریک و کار ساز نہ جاؤ ۔  
 فقیر :- موسیٰ علیہ السلام تورات کے نبی اور اوس کو نبی اسرار و نمل کے طرف تقریب لائے ہیں میں بہت سے حکم تھے لیکن بڑا احکام یہ تھا جو حکم کہ اوس کی تقریب ہوئی کہ میرے ساتھ اچھی اور میرے کو چھٹی سر پرست و کھیل اور میرا شریک نہ جاؤ ۔ یہی اصل قواعد ہیں ۔

تفسیر :- موسیٰ علیہ السلام قومات کے کوثری  
اسرائیل کا طرف تقریب لائے ہیں  
ہست سے حکم تھے لیکن بڑا حاکم ہی جو  
حکم خدا کی تقریب ہوئی کہ میرے  
سوا کسی اور سے کو حق سر پرست و  
کھیل اور میرا شریک نہ جاؤ۔ یہی اصل  
قود ہے ۔۔۔

مردہ سے لڑ کر حسینؑ نے اپنی بھیر کے مددے میں تھے کہاں  
کے متعلقے خصوصیت کے ساتھ یہ اہمیت کا ہے کہ ترجمہ غلطی بھی ہے  
اور باقی مردہ بھی اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں غلطی ترجمہ کو فائدہ پہنچاؤ

دیکھ کر گناہ اور عرق لفظ کے مقابلے میں سوزوں اور دلفظ مل جاتا ہو  
تو عقلی ترجمہ چاہیے ہے اور چال بابا وارہ ترجمہ مجرم کا ادا ق میں  
دیانہ دوریتا ہو یا ادا ق میں دیا ہو مستحبہ اگر گناہ تو گناہ کے کا اجماع  
کیا گیا ہے۔ ترجمے کی یہ روش اس قدر سلی ہوئی اور منزل ہے کہ کم ہی  
مترجموں نے اس قدر احتیاط و اعتراف کو ملحوظ رکھا ہے۔ جس کے بدلے  
سے بھی فاضل مترجم کے اس دورے کا ثبوت ہے۔ مسیحان اللہ  
اسروئی لڑا میں "یوسفنا حوالہ" کا ترجمہ "اس کے گرد گرد"  
کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حمایت خود ادب یا گوارہ ترجمہ ہے۔ ویسے عثمانی  
ہند میں اس کا دور چلائے گئے ترجموں میں بھی "حوالہ" کے لئے یہی اصطلاح  
تھی جس سے انگریزی تیرہ اور اسروئی اشرف علی خان نے ترجموں میں۔  
لیکن اس سے پہلے "حوالہ" کے لئے "اطراف" اور "گرد" جیسے  
الفاظ تھے ہیں۔ مثلاً یہ اللہ نے تو "یوسفنا حوالہ" کا ترجمہ  
"میں میں ہم نے قربان رکھی ہیں" کیا ہے۔ مثلاً "یوسفنا حوالہ" نے  
"برکت" کا ہم نے گرد اس کے "ترجمہ کیا ہے۔

"اسروئی لہجہ" کی تفسیر کے لئے میں ایک دوسری آیت  
هو الذی یبیدکم فی السور والیحدکم فی السور والیحدکم فی السور  
میں "برہنہ" کا تقدیم و تاخیر و گناہ کے مقابلے ہے۔  
فاضل مترجم نے اس کا ترجمہ کیا ہے تو اردو گوارے کے مطابق  
"گرد" کیا ہے۔

"المسجد الحرام" کا ترجمہ "مسجد حرم" کیا ہے۔ یہ  
محبتہ اور بھروسہ عقلی ترجمہ ہے۔ مثلاً "یوسفنا حوالہ" کے ترجمہ میں "یوسف"

والی مسجد رکھا ہے۔ شاہ ریخ الدین نے اپنے قریبی میں فقہ مسجد حرم  
 کی رکھا ہے۔ ڈپٹی تیر احمد مولوی اشرف علی قاضی نے بھی مسجد حرم  
 کی رکھا ہے۔ اہلہ جالیس میں بھی نماز کعبہ کی مسجد رکھا ہے۔  
 حراست کر دی ہے۔

شاہ جہاں آباد۔ پاک نوات ہے جو لے گیا اپنے جد سے کورانی  
 رات وہاں والی مسجد سے لے کر آئی مسجد ملک میں  
 ہم نے قربان رکھی ہیں کو دکھاویں انکو کچھ اپنی  
 قدرت کے نونے دی ہے رستا رکھتا۔

شاہ ریخ الدین۔ پاک ہے اس شخص کو کولے گیا اپنے جد سے کو  
 رات کو مسجد حرم سے طرف مسجد اقصیٰ کی وہ جو  
 برکت دی ہم نے کر دیا اسی کے کو تو کو دکھاویں  
 ہم اسی کو نشانہ اپنی سے یقین وہ ہے سنتے  
 دلا دیکھنے والا۔

ڈپٹی تیر احمد۔ وہ خدا (عز و جلال) کے قریب سے پاس  
 ہے جو اپنے جد سے (حق) کو درازاں رات مسجد  
 حرم (یعنی نماز کعبہ) سے مسجد اقصیٰ اپنی بہت  
 تک لے گیا جس کے گردا گرد ہم نے دیا دیوی کی  
 برکت سے رکھی ہیں۔ اور اس کے جانے سے مقصد  
 یہ تھا کہ ہم انکو اپنی قدرت کے چہ نونے  
 سنا کر کریں۔ اور انکو سچے ہر ارباب مسلم ہوں  
 ورد اصل) سنتے والا دیکھنے والا (یعنی قریب والا)

دی خدا ہے ۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے ”دہ پاکہذاست“ جو اپنے جلد (۱) نمبر  
کوشب کے وقت مسجورام رحمتی مسجد ککھت  
مسجد اٹھنی دینی بیت المقدس ملک میں لے کر  
گردیم نے بریکش کر رکھی ہیں لے گیا جا کر ہم  
ان کو اپنے کمرہ میں لے جاتے تھے وہاں دیکھا کہ  
بے شک اٹھ لڑکے سننے والے بٹ  
دیکھتے واسے ہیں۔

جن مسندوں نے مسجورام کا اردو ترجمہ نہیں کیا ہے تو گویا اس کو  
انہوں نے اسم کی پیش سے برقرار رکھا ہے۔ دے اس کا ترجمہ  
ادب والی مسجد سے کیا جائے خواہ مسجد ککھ سے اگر مسجورام کو  
وہ منہم جو آداب شرعی کا رکھتا ہے قبلے میں سنا نہیں سکا۔ اردو ترجموں  
کے اٹھ اٹھنا میں صرف ادب و احترام کا منہم ہے مگر خصوصاً میں ہم  
کے سنی ”دوبگ“ ہے یہاں بندہ رہتا ہے۔ مگر کی مسجد کو مسجورام اسی  
نے کہا کہ اس میں کئی باتیں ہیں مثلاً آدمی کو ملنا، جانور کو سنا  
درخت آہ لگنا سننا اکھاڑنا اور پڑا مال اٹھانا وغیرہ۔

(اصح قرآن)

مولانا سید محمد عیسیٰ کی عبارت حیت میں اور دواں ہے وہ کہیں  
دیکھی اٹھا اور دیکھی تھانوی کے ہی استعمال نہیں کرتے اس کے باوجود وہ  
کمرہ البرج جو اسی جگہ کے شمالی ہند کے مسجورام چے مولوی تھانوی اور  
مولانا اشرف علی تھانوی کے یہاں ہے وہاں سید محمد عیسیٰ کے



یہاں نہیں تھا۔ اگلے کے یہاں جیوں کی چند شخص میں سچی اور کہیں کہیں  
 قورے جوں کی بھی پایا جاتا ہے۔ جہالت میں کہیں کہیں عربوں کے ایسے بھی  
 اٹھ آگئے ہیں جو اندرون غیر مردہ ہیں اور بعض تو عام ہم بھی نہیں ہیں  
 شفا نوری (بہتر) (موت نہ ہوا) (بھٹ گئے) (دیفرہ)۔ طرف  
 ۱/ اور موت وہ توں طرف اسٹال کیا گیا ہے شفا۔ سیر کی اگلافت  
 بھی اپنے ہی طرف کی۔ "موتی میرا سلام تو مات لے کر بھی اسرائیل  
 کی طرف شرفین لائے۔" بعض موتی لفظ ذکر اسٹال ہوئے ہیں۔  
 شفا خدمت۔ "جس طرح تو نے اپنی کتاب پاک کے خدمت کے  
 لئے آمادہ کیا۔" دیے کتابت کی نقل کو بھی لکھا ہے۔

تقریر بڑے ہی بہادری سے کی گئی ہے۔ تیسرے سلسلے میں لفظ  
 کی مرئی اور نوری حیکم سے بھی بھٹ کی گئی ہے شفا اور کی آیت میں لفظ  
 کے حق سے لکھتے۔

"یہاں لکھا گیا اچیل مردہ فریاد۔ اس میں  
 بے تکلفی کو غم، قیامت، رات پرورد الہی بھی  
 قورائی کی رات میں یہ سب کچھ ہوا۔"

لغات کے علم میں لکھتے۔

"امری اور سرفا کے سچی ہیں رات کو بھی لکھی

یہاں کو یہاں اور سرفا کی؟

آگے پیروہ کی شرفا میں لکھا ہے کہ۔

۳ پیروہ) ہاں مسابیت جبرہ میں بڑھایا۔ اس

میان یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے بننے کے ساتھ

کے اسی سیر کو دکھلایا۔ یزید کی سیر کا  
 جب بیان آیا ہوا الذی یسیر حکم  
 فی البسروا البحر وریا۔ دیکھ ہے  
 تم کو بحر و دریا میں پلٹا ہے۔  
 مگر ابن ثانی کے پاس اسری عبیدہ میں بائے معاہدہ کے مئی نہیں ہیں  
 چنانچہ کتاب عبیدہ میں یہ نہیں لکھا ہے :-

” اسری الرجل بمعنی سری وقیل

اسری لاول اللیل واسراء

واسری بہ سيرة باللیل۔ وثی

سورة الاسراء سجۃ اللہ

اسری عبیدہ یلاً من المسجد

الحرام الی المسجد الاقصی

سيرة یلاً و ذکرنا لیل فی الایۃ

للتاکید کما فی قولہم سورت

اس منہا سورۃ الباقی حۃ یلاً :-

واقعہ معرۃ کے بیان میں داخل مقرر نے ان غلوک و شبہات

کے طرف دھیان نہیں دیا جو اس بائے معاہدہ کے نکتے گدو سے

پیدا ہو جاتے ہیں۔ مقدمہ فقیر میں داخل مقرر نے لکھا ہے :-

” جس کئی بد مذہب کافہ تفسیر دیکھنے

میں آئے اس کا تاجہ رنگہ دکھایا اور

اصل باعث فقیر لکھنے کا بھی ہوا کیونکہ

ذہاب کا قتل سیر قدیر جیہ اور ذکر  
ہے بعض وہ ذہاب اس وقت ہیں  
جہاں جگہ اس کی جائے ہے جسے  
پیدا ہو گئے ہیں اس نے تفسیر میں بھی  
اللہ کے رد کی ضرورت ہو گی۔

تفسیر در نظر میں جائے معاجلہ کے تعلق سے لے جائے دالے  
حوالات کا جو اب نہیں ملتا کہ اسے ثانی کی معاجلہ کا شرف جیب  
پاک معلم کو کہاں تک حاصل رہا۔ آیت مذکورہ کے مطابق مسجد حرام  
سے مسجد اقصیٰ تک معاجلہ رہی یا سدرۃ المنتہیٰ تک طہار کی اصطلاح  
کے مطابق مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسراء اور وہاں سے اوپر  
سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیاحت کو ممران کہتے ہیں۔ دیتے بعض نے تو  
مکہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک کے سفر کو  
ایک ہی لفظ "اسراء" یا "ممران" سے بغیر کیا ہے۔ واقعہ ممران  
کے تعلق سے صاحب تفسیر لکھتے ہیں کہ:-

"راویان اخبار و مناقب آلہ ممران  
مستطویٰ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ  
بارہویں سال بعد نبوت سفر ممران  
قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ نے آفرید میں  
اپنے جیب پاک شدہ لولاک کو اس  
جسم مضر سے افلاک پر یاد فرمایا۔  
سورہ یٰٰنکو ۵۱۔ حضرت جبریل امین

برائی لایا۔ پھر سے پست دروازہ کھول کر  
 یا لایا نہ تھا۔ پیچھے سے نہ تھا۔ حضرت  
 ام عاتقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ خواب بھر کے جاگیا۔ بعد صبح  
 میں آپ کو لے گئے۔ حضرت میکائیل  
 آپ کو مہم سے سونے کا ٹکٹ بھر کے  
 لایا۔ دو دن کے آپ کے سیدہ جہان  
 کو چاک کیا۔ قلب دینے کو دعو کو صاف  
 دھتکتے سے بھر کے پھر گیا۔ ....  
 جب آپ برائی پر تشریف فرما ہوئے تو  
 آپ کے سیدے ہادو حیرت انگیز ہیں باری  
 ہادو میکائیل ہیں۔ .... یہ اسما  
 حکیم تشریف فرما ہوئے دیکھا کو امین  
 نام کا لکھ رہا ہے۔ ان کے سامنے  
 ستر دروازے اور ہر ایک کا کھانا  
 پر کھانا ہے۔ میری بلال السلام  
 دروازہ کھولا۔ پوچھا گیا کہ یہ کون ہے۔  
 کہا حیرت انگیز۔ کہا گیا کہ یہ ہر دروازہ ہے۔  
 حیرت انگیز نے حضرت کا نام بتلایا۔ کہا گیا وہ  
 ہر اسے لگے ہیں۔ کہا کہ کہا جاتا ہے  
 نعم الہی ہاں یہی خوشی ہوا کہ اچھا

آئے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔۔۔۔۔

مندرجہ بالا عبارت میں اٹل شانی کی مصاحبت کا کہیں ذکر نہیں ہے  
ابنہ حضرت حیرتیل و حضرت یحیٰ کی مصاحبت ظاہر ہو گئی ہے۔ اٹل  
شانی کے حبیب پاک کو اخلاک پر یاد دہانے، اسدِ نگر گوانے، حیرتیل  
کے آپ کو منسوب حرام بنے جانے اور دھانست بیت المقدس  
اور پھر مدینہ شریف و قرینے جانے وقت سپہ سے بارود حضرت  
حیرتیل اور بایں بارود حضرت یحیٰ علیہا السلام کے ہونے سے اٹل  
شانی کی مصاحبت ثابت نہیں ہوتی۔ مصاحبت کی صورت میں ماہیائے  
کا کہ حضرت حیرتیل و یحیٰ علیہما السلام نے خدا کی مصاحبت ہی کی  
حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب بابر کو چاک کیا اور عقب  
دیسے کہ، جو کہ مٹائی دھنکے سے بھر کے پھر سہی یا۔۔۔۔۔

ایک عام سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے آیا خدا کی مصاحبت کی حالت  
میں بھی اس قل کی نزول تھی۔ اور اگر یہ مصاحبت اسدِ نگر گوانے  
قرآن پر حدود آسمانوں پر حیرتیل علیہ السلام کے دروازہ کھولنے پر  
بابانِ درشتوں کا استفادہ کرنا کہ یہ ساق کو لٹاپے۔ کیا یہ جو اسے  
تکچے ہیں وغیرہ کیا سخی رکھتا ہے۔ خدا کی مصاحبت سے کیا مراد ہے اور یہ  
مصاحبت کیا نوعیت رکھتی ہے۔ ہماری اس کا کئی بخش جواب چاہا  
ہے۔ عام طور پر مومن کے شوق سے تفسیر اور مواظفہ وغیرہ میں

جہاں میں یہاں کی جاتی ہیں اس سے وہی لوگ مٹا دیئے جاتے ہیں جو پہلے ہی  
 سے بے یقینی و جواراں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہر شخص سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو نہیں جانتا۔ پھر کی کوئی توبہ ہے کہ ہر کاری کو اس میں اپنے ٹھکانے  
 و مشہدات کا کھلی بخش جواب ملے۔



## ۲۔ احسن التفسیر

موسوی سید و سر حسین سابق قلمداد کیا سجادہ دہلیہ نے احسن التفسیر  
کے نام سے قرآنی مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ یہ جدید و پاروں کی تفسیر عرق  
جلدوں میں مختلف سیشن میں پیش ہوئی ہے۔ مطابع ہی تفت ہیں۔  
حقاً انجیل یا پاروں اور آئینہ یاسلم کے الگ الگ تفسیر مطبع  
خاروقی دہلی میں سنہ ۱۳۲۵ ہجری میں چھپی ہے۔ سورہ مائدہ سے سورہ  
توبہ اور سورہ یونس سے سورہ نمل اور پاروں (۲۶۱) سورہ ق سے  
سورہ مرسل تک الگ الگ تفسیر افضل المطابع دہلی سے سنہ  
۱۳۲۷ ہجری میں پیش ہوئی۔ سنہ ۱۳۲۷ ہجری میں ہے لیکن ظاہر ہے کہ  
سنہ ۱۳۲۵ ہجری سے پہلے ہو گا۔ تفت پاروں کی تفسیر سنہ  
۱۳۲۵ اور سنہ ۱۳۲۷ کے درمیان فی زمانے ہی میں چھپی ہے اور یہ  
درمیان دفعہ یا بتا دوسرے پاروں کی تفسیر جاری کرنے میں لگا ہو گا۔  
تیار کی کے اس قلمداد درمیان دفعہ کریمش نگر لکھے ہوئے ہیں یہ مطبع

کہ ہر جلد یا ہر منزل کا تئیر کی بناء کا سہی اس کا ٹیکل کا سہ ہوا  
اس طرف کہا ہاں گاہ کہ احسن اھالیہ کی ٹیکل کا سہ ۱۳۲۵ ہجری  
سے ۱۳۲۶ ہجری تک۔

مولوی سید احمد حسین نے فقیر کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ آیتوں کے بعد ترجمہ لکھا ہے اور اس کے بعد فقیر۔ آٹھ لکھا ہے، اور تھوڑی سی دینی کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 - بعد کہ وہ صلوات کے ساتھ دعا کرتے قرآن کا  
 سولہ سو بار تیسروں کی روایتوں کے موافق اکثر  
 علماء کے نزدیک قرآن شریف کی قدرت سے  
 پہلے اٹھواٹھ سو اسی بار یعنی اربعہ کا پڑھنا  
 سنت ہے جس کے لئے سفید کاغذ و روئی ہر  
 طرف کا برائے اٹھ سو اسی بار پڑھنا میں آنے کی  
 انجی کے ہیں۔ اس بات پر قوس میں لکھا کہ حق  
 ہے کہ سورہ غل کا آیتوں میں حضرت سلیمان  
 علیہ السلام کے قصے میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 ہے وہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے لیکن  
 اللہ کی پاکیزہ اور سورہ کی آیتوں میں بسم اللہ  
 الرحمن الرحیم ایک آیت ہے یا نہیں اس میں

۱۷۲۰ء تا ۱۷۲۱ء کی حالت کا وقت پہلے انگریزوں پر ان کو واجب ہے مگر مستند



صوف کا اختلاف ہے اور حدیثیں وہ دون  
 جانب ہیں مگر ہادی میں بیکسر اور سورہ فاتحہ  
 کے بائیں پیکر کریم اٹھ دہڑاتے کی یہ پیش  
 لیا وہ پنج صلوم برقی چلے سوا سورہ فاتحہ  
 کے اور سر دہڑوں کی برٹ اس کے باپ میں  
 حضرت جد اٹھ بھا جاسے الوداد کو میں  
 بہت ہی جو روایت ہے اس کا وہاں اصل  
 اسی قدر ہے کہ قرآن شریف کے ہادی ہونے  
 کے وقت ایک سورہ کا فتح اور دوسری  
 سورہ کا شروع صلوم ہو جانے کی طرف سے  
 بسم اٹھ ہادی ہوا کرتی تھی :-

اسی جہت کے بعد سورہ فاتحہ کے تمام کے بائیں میں پڑھ سکی گئی  
 ہیں۔ اس کے بعد صلوم جہت منہ ہر ذیل جو لکھے جادی رکھا ہی  
 ہے :-

۱۔ صلوم اور نہائی میں حضرت جد اٹھ ہی  
 جاسے روایت ہے جس کا حال یہ ہے  
 کہ ایک روز حضرت جبریل آتھرت صلوم کے  
 پاس بیٹھے تھے کہ یکایک انھوں نے اسکا  
 کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور یہ کہا کہ صلوم  
 آسمان کا وہ ایک دروازہ کھلا ہے جو اس  
 سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا۔ رتے میں ایک فرشتہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ  
 آپ کو سورہ نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ سے  
 سورہ کے آخر تک ان آیتوں کے نازل  
 ہونے کی غرض فرمائی گئی ہے کیا یہ  
 آیتیں ایسے موقع پر ہیں کہ آپ سے پہلے  
 کبھی یہ نازل نہیں ہوئے۔ اس سورہ  
 کے اور بھی فضائل حدیث شریف میں  
 آئے ہیں۔

یہ نازل کے بعد سورہ نازل کی آیتیں لکھ کر ان کے پتے درج ہو

ہے۔

الحمد لله رب العالمين  
 سب تریف اور شکر ہے جو صاحب سادے جہاں کا  
 الوحمن الرحيم

بیت کی ہر بات کا نیا ہی رسم والا  
 ملک یوم الدین ایاک نعبد  
 مالک اوقات کے دن کا . . . حق کو ہم چرگ کریں  
 ایاک نستعین

اور حق سے مدد چاہیں  
 اهدنا الصراط المستقیم

پہلا ہم کو راہ سیدھی  
 صراط الذین انعمت علیہم . . . راہ ان کا جس پر تونے خلق کیا

غیر المفضوب علیہم ولا الضالین

ذہبی پر نسب ہوا اور نہ پھٹکے والے

سورہ فالق کے ترجمہ کے بعد عرب زبیل قیصری جانتا ہے۔

۱۰ الحراطہ کے معنی ذہابی سے تریف کرنے

کے ہیں۔ اذ قال فیہ انا لا ابدل فرما کر

اپنے ہندوؤں کو سکھایا ہے کہ وہ اذ قال کی

تقریب اس طرح کیا کریں رب العلیی رب

اذ قال کے ناموں میں سے ایک نام ہے

جن کے معنی مربی کے ہیں یہ لفظ سورۃ اذ

قال کے کئی حقوق کی کتاب میں بغیر نسبت و

امتنان کے نہیں استعمال کیا جاسکتا۔ یاں

طریق کی کتاب میں امتنان کے ساتھ استعمال

ہو سکتا ہے مثلاً رب الود کہ سیکھتے ہیں جن

کے معنی گھر کے مالک کے ہوں گے۔ عالیی

عالم کی طرح ہے۔ اذ قال کی ذات کے ساتھ

سب مخلوقات کو عالم کہتے ہیں۔ آسمانی زمین

کا بہاوی جگہ دیا میں اذ قال کی طرح

طریق کی مخلوقات ہے۔ جنی سب کا مربی و

میسور اذ قال ہے اس لئے لفظ عالم کو

جو محدث ہے پر ترجیح کو کے فرمایا۔ ارحم

الرحیم صاحب رحمت کے معنوں میں یہ

دو تون اٹھائی گئی ہیں۔ مالک یومہ  
 الدین کسی چیز کا مالک وہ کہتا ہے جس کا  
 استعمال میں ہر طرف کے تصرف کا اختیار ہو۔  
 قیامت کے دن ہر طرف کا جو ادھر کا اختیار  
 خاص اٹھائی گئی ذات کو ہے۔ اس  
 واسطے اپنے آپ کو اس دن کا مالک فرمایا۔  
 ایسا کہ قبضہ شروع ہو رہے ہیں ملک  
 و دشمن کا ذکر تھا اور وہ دشمنوں کی جانب  
 حالت میں اسے نہ ہر کی طرف تھا کہ ہے  
 اس نے یہاں تک غائب کے پہلے تھے اس  
 آیت سے وہاں کی حالت شروع ہوئی اور  
 دہائی ماضی مناسب ہے اس واسطے  
 اٹھائی گئی نے طرز کام کو بدل دیا ہاں  
 بند کے معنی اس طرز کام کے موافق یہ سچ  
 کہ یا اٹھ سوائی ذات کے اور کمی کا  
 جہات ہم نہیں کرتے۔ کیونکہ تو نے ہی  
 ہم کو یہ ایسا اور حری ہی جہات ہم کو  
 جہات کے توفیق ہو گا۔ وایا نہ مستیع  
 اور یا اٹھ ہماری جہلی قبول جہات میں  
 شیعہ کا دوسرے اور خواہش نقالی  
 ہر طرف سے ہار رہا ہے اس لئے ہم حری

ذرات پاک سے قابل قبول عبادت کے  
 اور ہونے کی ضرورت چاہتے ہیں کیونکہ جس  
 عبادت میں دوسرے شیطانی کا دخل ہوگا  
 اس میں غلط فہمی اور دیکھا کرنا کا اور  
 جس عبادت میں خواہش نفسانی ہوگی  
 اس میں بدعت کا اندیشہ ہے اور  
 عبادت کا یہ اندیشہ اور نقصان بیز  
 بتر کا حد کے رخ نہیں ہو سکتا۔ اعلان  
 الصراط المستقیم منہ ایمان  
 اور مسرت کا حکم میں حضرت محمدؐ  
 اپنا مسرت سے بہت معتبر روایت ہے  
 جس میں خود صاحب دیلم نے لفظ  
 مراد مستقیم کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ  
 مراد مستقیم سے مراد اسلام ہے  
 اس لئے اب کسی دوسری تفسیر کی  
 ضرورت نہیں۔ اس تفسیر کی جاپہر  
 آخر سر وہی حکم کا دعا کا حاصل یہ ہے  
 کہ یا اٹھ جس طرح قرآن اپنے فضل  
 سے ہم کو اسلام کے راستہ پر لگایا  
 ہے اسی طرح تاقی مسلمان کو اسی راستہ  
 پر قائم اور محبت قدم رکھ کر چلے جائے۔

واسطہ انبیاء اور پیغمبر کا مل و مداروں کا  
 ہے جو یہ کہنے اپنی طرف طرح کی دیکھ دینا  
 کا نہیں فہم کی ہیں اور پہلے اسوں کے جو وہ  
 راہ راست سے ہیکل تھے ہیں اور اٹھانے کی  
 اسی مگر اہل کے باب سے تو ان سے خاصا  
 اور اٹھانے پر حیران ہے اٹھانے کی چال اور  
 روش سے ہم کو بچا۔ حضرت عبد اللہ بن  
 عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیہ  
 علیہم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی  
 امت میں وہ لوگ ہیں جو اپنے دین پر قائم  
 رہے۔ مسلم و غیرہ کی جاہ و دینوں کے  
 موافق سورہ فاطر کے فہم کے بعد آجین ہیں  
 مستحق ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فی امام  
 اہل کے نزدیک سورہ فاطر کا ہر حرف ایک  
 رکعت ہے۔ نیز اسی کے اہل کے نزدیک ہی نہ  
 نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہؒ اس کے مخالف  
 ہیں۔ دلیل جانیوں کے مذہب کا فہم  
 رکھ کر کہتے ہیں ہیں۔ اس سورہ کا اول  
 کی آیتوں میں اٹھانے کی قرینہ اور آئینہ  
 کا آیتوں میں بندوں کی طرف سے بارگاہ  
 اہل میں دھپے اٹھانے کی عیبت تھی

جی اڈ ٹالانے فرمایا ہے کہ مجھ میں اور  
میرے بدوں میں اس سورت کی نصف نصف  
کی تقسیم ہے۔ یہیں ایذا میں جو حدیں  
ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ امام مٹھی  
مٹھانے کی نادر سورت خاتون کے پڑنے  
کے نہیں ہوتی۔

مٹھانے اسن ان سیر میں جو بر خا و جدا کا رکھا ہے اور  
تیزی جہاں خود مٹھانے لگی ہے۔ تیسرے ہی ساری اور سہری  
انداز کے ہے۔ نکات بیان نہیں کئے گئے۔ "ارحمن ارحم" کی تیر  
نہیں کا لگی صرف اٹھانکھیا ہے کہ "ارحمن ارحم صاحب رحمت کے  
سنوں میں یہ دونوں اڈ ٹالانے نام ہیں۔ ایک تھکے سچے میں صر  
کی پائے عورت استیاء سے کام لیا گیا ہے۔ "یا اڈ سوا تیری ذات  
کے اور لگی کی جہاں ہم نہیں کرتے۔ "ایک نسبتیں کے مٹھانے  
صر ہے نہ استیاء۔ رکھا ہے۔

"اور یا اڈ جہاں جہاں جہاں جہاں  
صلی اللہ علیہ وسلم اور خواہش خدائی  
ہر طرح سے ہارنا ہے اسی لئے ہم  
تیری ذات پاک سے قابل قبول ہدایت  
کے اور ہونے کی مدد چاہتے ہیں۔"

صر کے ساتھ جہاں اس طرح ہو سکتا ہے۔ .... اسی لئے ہم  
تیری ذات پاک سے قابل قبول ہدایت کے اور ہونے کی مدد چاہتے

ہیں۔

اسی جو آیت کی تفسیر میں عرف الشیخ کا استعمال مذکور ہے  
سے کہیں دور نہ آئے۔

”... اور عبادت کا یہ اندیشہ اور نشتان

بغیر بیڑی حد کے ریش نہیں ہو سکتا۔

”صراط الذین انعمت علیہم“ کی تفسیر نشتان ہے۔

لکھا ہے ”... یہ راستہ انبیاء اور ایسے کامل دینداروں کا ہے جو  
پرتوئے اپنی طرفوں کی دین دنیا کی فتن سے محفوظ رہیں۔“ دینداروں  
کے لئے تفسیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ آیت ”انعم اللہ علیہم من  
الذین امنوا والصلواتین والشهداء والصلحین“ سے  
قرآن خود اس کی تفسیر کرتا ہے صاحب فہر کے فقرے ”جی پرتوئے  
اپنی طرفوں کی دین دنیا کی فتن سے محفوظ رہیں۔“ میں فتوں کا نام کرنا  
لیب لگاتا ہے۔ موت تفسیر آیت ”الیوم احصیت لکم دیکم  
واضعف علیکم نعمتی ووضیعت لکم الاسلام دینا“  
معاذ حق کے ذہن میں آتی اور ”واضعف علیکم نعمتی“ کے  
حق ”فتن سے محفوظ رہیں“ مزبور کر دیا۔ ”ہم دیکھ لیتوں  
سے سرفرازی کا اور“ ایسا سرفرازی جس کے بیڑی یا خدا کی فتن  
(مذہب یا شیعہ) فتن ہو جائیں ”بیت قرآن ہے۔“ الذین انعمت  
علیہم کی تفسیر سے اب معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل جی جاس کی کشتی  
کا سپہ سالار اب کو سفر سرسید احمد خان اور سامران حکومت کو خوش  
رنگ بنا جاتا تھا۔ پتہ لکھا ہے۔ ”الذین انعمت علیہم“



حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی امت میں کے وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔

حزیر کی زبان آسان اور سیدھی سادہ ہے۔ گو عز کا حق کبھی شعلانی ہند سے ہا ہے لیکن حزیر کی زبان میں وہ خصوصیات نہیں پائی جاتیں۔ جو اس دور کی جدید نثر میں پیدا ہو گئی تھیں۔ جبار سے اگر پر قاید اور کسب سے آزاد ہے اور زبان میں روزمرہ کے الفاظ استعمالی ہوئے ہیں لیکن حزیرے چست نہیں ہیں مثلاً "حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی امت میں کے وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔" "سورہ فاتحہ کے ختم کے بعد آجی کہنا سنت ہے۔" "امام اور حنفی مفسر دیکھی کی غائر سفر سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے نہیں ہوتی۔" وغیرہ۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔  
 یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر قائم رہے۔

## ج۔ مظلوم تراجم و تفاسیر

### ریاض دکشا

(تفسیر سورۃ یوسف)

”ریاض دکشا“ سورۃ یوسف کی مکمل تفسیر ہے۔ یہ شوی کے قلاب میں اضافہ لگاتے ہیں۔ سرف کے نام اور حالات کے بارے میں کچھ بھی سوتا نہ ہو سکیں اب اس تفسیر کے اختصار سے اسی کے انامیر مذہب سے بہنے کا یقین ہو جاتا ہے۔ آیات (آف نقل کر کے غیر درجہ علم میں کیا گیا ہے۔ در بیان میں متعدد ملاحظات بھی قائم کئے گئے ہیں۔ آغاز سے یہ ہے جو بسملہ کے تعلق سے مواہی سرف سے یہ لکھا ہے۔

اسی ہی امید رہے گا کہ مولوی خلیفہ محمد باری

---

نے مکتوب غیر (۱۸۷۱ء) سا (۱۳۱۰ء) ط (۱۳۱۰ء) مکالم۔ سرفہ ط  
(۳۰۱) شر۔ کتب ط ۲۰۲۰ء۔

محمد کے اجر ادا تھا شرابیوں میں پیش کئے جاتے ہیں۔

لکھنؤ حمید رضا رب اکبر قلم کا کلک قدم ہو جو یاد

اور اسے محمد ہو ہی دے بجا گرہ دل کا دھو غلہ دیا

ہے لہ رخ کلرہ اور اٹا درگاہ کھنڈ کا ہے ہاتھ کو تار

محمد کے بد منت اور پھر منبت سے نا اعلیٰ کرم اٹھانے دہر ہے

منبت سے پڑا شمار و نیلی میں پیش ہیں ان سے شاعر کے امیر جند سے  
کا تریش ہوئی ہے۔

علی کی باپ میں نصیب ہے دلی اٹھ لہو کا دھی ہے

علی ہے عجب خستہ عالم علی ہے راسخ فی کرم

علی نے کوہ جہانیز کیو گزرا اک اعلیٰ کا درخیز ہو کھانا

علی کا ہر جہاں کیوں کر دھاک لیا جب نام علی آسا نکال

سبب حلیف یہ بیان کیا ہے کہ جسے کہا جاتا ہے کہ شرف نام ط

پر سبھی کو ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ ان میں جو ٹ

اور سچ کی کتنی آمیزش ہوئی ہے۔ لوگ تو ایسے باز نہیں آتے اس

نے حق مرنے کے بعد کو صدمہ پیش کیا ہے کہ اس میں جو ٹ

بالکل دخل نہیں ہے۔ اس حق سے بے غور و غفل ہیں۔

سرخ فانی پر غار رواں ہے

سبب حلیف کا ہوتا یاں ہے

کھانی میں بگ ہو یا کوشتہ بھج جوتے جہا خاص و عام اوستا

نہیں کرتی ہیں مدھی و کلاب میرزا حیر اس میں من سبب ہے میرزا

مناجی ہی نہیں دیتے یہ جہا غلامت میں بسر کرتی ہیں ہوتا

لے لے غلام خانہ ہو گا۔ کھانہ کا کھانہ ہے

نہیں چلے سر و امر الہی      ریا ز ظلم و بے عفت کے پیر اور ہے  
 چند شعر کے بعد نکھا ہے ۔  
 زمیر کی بھی بیعت میں یہ تھا      کہ مزدوں کے مزدوں وہ تھا  
 دودھ دلا بکے جس دہانہ      صاف تھا کاسر ایا دھوا  
 کوئی ایسا نہ تو کہاں تھا      وہ بھی حضرت یوسف کا تھا  
 کہ اچھا اس کو قصو میں لکھ ہے      گوہر احمد میں وہی خدا ہے  
 اسی طرح آج کے ہوئے شاعر نے      اپنا دھاریاں کیا ہے اور  
 اسی ہی اشار میں تیسرا کام      ریا میں دکھانا ہے  
 یہاں ہے کہ وہ میرے میری تھا      تھا ہے باب بکریا ہے  
 کہ میرا مافیاء کی ہو پورا      دودھ جائے یہ افادہ دھوا  
 ابھی ہو خیر انجنام اس کا      ریا میں دکھانا ہے نام اس کا  
 سورہ کی شاعری نزول پائی کرنے کے بعد سورہ یوسف کے اچھے اقصی  
 ہونے کی توجہ پڑے ان کے انداز میں کہتے ۔ اس میں شاعر نے  
 حضرت یوسف علیہ السلام اور امام الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام  
 اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و مصائب میں  
 مابین بیکار کیا ہے ۔  
 یہ بات ہم کو حق کو جان کا      حسین شہید ہی جو کہ ہوگا  
 حکایت سے وہ یوسف کی بھی      بیٹے ہی نہیں ہی فرقی اس کا  
 اس سلسلے میں بڑی تفصیلات سے کام لیا ہے ۔ اس کے بعد امام  
 زین العابدین کے آئام سے مابین بیکار کیا ہے ۔  
 پھر کہ اس میں حسین کی یاد کرنا      خدا کرنا وہ کہ سورہ بکریا

یہ سب اہم جو یوسف پہ گزرتا ہے  
 قصے کے بیان میں خود زبانی موقوفات جہلم کے ہیں مثلاً "یوسف  
 کی ولادت کا حال" "بچا میں کی ولادت" وغیرہ۔

ذیل میں منکوم تربے دفتیر کا خود نقل کیا جاتا ہے :-

"قال رب السجن احب لی مما

یلحقونی الیہ واللا تصرف عنی کیدھن

احب الیھن واحسن من العجاہلین"

کہا ای رب قمار و داد گرہی مری نزدیک زنداں دوست تیری  
 ادوں امر و نئی یہ سب ہیں جگے توہاں کہ رفعت اونٹنی ہی انکو فرادوں  
 نہ کی گئی جو مگر اونٹنی تھی تو باز کرو گناہ پار و دنا پار اونٹنی میں ساز  
 حب سے نفس کے تو مثل کاراں میں جو گناہ زشت اعلا و کنا توہاں

"دوست نہ" اگر دوزخ کے مقابل ہو گا تو یہ معرہ "میرے نزدیک

زنداں دوست تر ہے" آیت "السجن احب لی" کا اچھا

منکوم ترجمہ ہو گا۔ "دوست شریف" "حاید عوفی الیہ" میں

"فی" (بے) تربے سے چھوٹ گیا اسی طرح شریف شریف "فی

کا پورا ترجمہ (بے) میں کیا گیا۔ "ہم" "در کے گناہ کو کرانے کے

سے تو باز" "واللا تصرف عنی کیدھن" کا اچھا ترجمہ ہے

لیکن "احب الیھن" کے تربے میں "پار و دنا پار ساز کرنا"

کھٹکتا ہے۔ اسی طرح "واحسن من العجاہلین" کا ترجمہ "میں

جو گناہ زشت اعلا و کنا توہاں" بھی جی کو نہیں گناہ بات یہ ہے کہ نام

ترغیبات کے مرتے یوسف علیہ السلام نے اللہ سے بچے رہنے کی جو

اپنے روم نگار سے مدد و است کتب اور اسی میں جس پر ادب کو  
 لکھا رکھتے اور اپنی کمزوریوں کا اسی میں رکھتے ہوئے اٹھتے بسی  
 اور مصیبت ظاہر کتب وہ بات اس تبت و تفرین با نگاہ مدد  
 ہو سکی۔

ایک اور آیت کا ذکر نقل کیا جاتا ہے۔

”اذ جوا بقیعی هذا فالتوا علی وجہ

ابی بات بقیعی و التوا علی وجہ

اجمعیان۔

|                               |                              |
|-------------------------------|------------------------------|
| کہا ہے کہ اے ابی بقیعی        | تم اس کرنے کو بھلا دیا جانتے |
| ہیں اس کو گناہ مدی پر         | کہ آقا و سنی آنکھوں کے اندر  |
| اور ابی سب کے کہا میں         | دعا و مرد و بکرک اور بدعا    |
| یہ جہاں ہم بھائیوں کو کام سہا | تو بھلا کہ کے یہ بھلا بھلا   |
| کہ پھر ہم ان کو آقا کرنا      | پھر دیکھنا سے میں لی گئی تھی |
| یہاں دیکھو اور کی دیکھو پہلے  | وہ دیکھو پہلے دیکھو کی مینی  |
| تو جہاں نے کہا ابی ہے وگا     | وہ دیکھو پہلے دیکھو دیکھو    |
| بھلا کہ یہ باغ آقا یہ مدد     | ہو ان کو ان کے کو دیکھو بھلا |

اذ جوا بقیعی هذا فالتوا علی وجہ  
 ہے۔ اسی میں ”میرے“ اس کرنے کو بھلا دیا جانتے تھا۔ اس  
 میں تھا ”میرے“ بھلا کہ یہ مدد و مدد بھلا کہ ”توا  
 علی وجہ“ کے تبت میں ”پس اس کو ان کے سے پرہیز میں  
 شاعر نے پرہیز کے ساتھ تھا ”میرے“ پرہیز دیکھا۔ لیکن ”بقیعی“



معاشرے جیسا ہوتا پسند کا ثبوت دیا ہے۔ تربیت کے بارے میں سولوگر ڈرائی  
کی آپٹین لکھی۔ ہائین ڈرائی کو "سودہ یوسف" کی یاد ہے۔ "تھو یوسف" سے  
پتھر کیا جاسکتا تھا اور اس طرح تربیت کے اصول و ضوابط کی پابندی اور  
ڈرائی انعام کے حکمت طومار کے جانے کی ذمہ داری سے مشغول رہتا تھا  
سکتا تھا۔ "تھو یوسف" بھی "تھو یوسف" سے "سبب" کا یہ ہے  
تحت اشعار اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ وہ حضرت یوسف کا قصہ  
نظم کرنا چاہتا ہے :-

کوئی آپ ڈرائی ڈرائی نہ تھا۔ لیکن حضرت یوسف کا قصہ  
کہ اس میں انکو حقوں میں کہا ہے۔ گو "اس امر میں ادنیٰ غلطی  
لیکن اس نظم کے آخری شعر سے اس کی تردید بھی ہو سکتی ہے اور  
صاف طور پر اس کو "سودہ یوسف" کی فکر دکھاتا ہے۔  
یہاں چہ سال "ختم" ہے۔ جو لکھی "سودہ یوسف" کی تفسیر  
منکوم "تھو یوسف" کی حیثیت سے "تھو یوسف" کا "تھو یوسف" کا  
جن ایک خاص مقام پانے کی مستحق ہے۔ ڈرائی کے اس قدیم ڈرائی سے  
ریا من "تھو یوسف" کے نام کے ساتھ ساتھ "تھو یوسف" کا بھی تعلق  
ہے۔ گویا "تھو یوسف" کو جدید جام میں پیش کیا گیا ہے جس کے رنگ و بو  
میں ہندوستانی ہے۔

تھو کی بچہ اور ہمارے ادب کے قدیم داستانوں کی طرف ہے۔  
"تھو یوسف" کی رنگ و روغن نے جس کا نام "سابل" اور "سابل" دونوں  
طرح سے لکھا ہے۔ "تھو یوسف" کے سن میں جہاں خواب حضرت یوسف کو  
دیکھا تھا۔ اسی وقت سے دل میں ان کی جھٹکت ہو کر رہی تھی۔ "سابل" کا



کہہ پڑے اور پھر یوسف علیہ السلام کو جہاں رہا وہی دیکھ پانے کے بعد  
 تو آتش شوق بھڑک اٹھا۔ کیونکہ زینہ کے جذبات کی ترجمانی اور  
 واضح نگاہی بڑی حق سے کی گئی ہے۔ چند اشعار پیش ہیں :-

زینہ کی عکاسی خود فراموشی      محبت میں دہنی ادھنی بیکاروش

بہر کئی عشق کی آتش تھی ہر چند      ادھنی رکھتی تھی غنچہ وہ خود مند

بہت تھے میرے کہنے گزارا      مگر جو اس کی تھا ادھنی کو دیا

کہ ہم بھر دو دو ادھنی دیکھیں گے      بعد ناداد ادھنی آ کی بکھی

کہی ادھنی ہی ہم حرف و حکایات      جواب ادھنی دے پوچھ کر رہتا

جو ہوتا تھا نہایت شوق ظاہری      بہت تھے تھی دل کو مقررہ

تو ادھنی کی پاس ہی ادھنی کو دیا      روشنی کی پانی دکھانے تھی تیر

میں یوسف نے زینہ سے اس کا یہیں سکھ چھین لیا۔ اس کی یہ مقررہ  
 اور آواز اور کلام اس کی ادھنی کو ہم آئے گا۔ یہ نہ پڑے اور ادھنی سے  
 جب یوسف کا حال بیان کرتی ہے اس کے چند شریک پیش ہیں :-

ستم یہ رشتہ نے ادھنی کی کیل ہے      مراد لاپنی پسند میں لیا ہے

بھائی کو ن دہنی ادھنی کا عشق      بھر سید جیل ہے پر کال عشق

نظر آتی ہے جب وہ ماہ تجل      تو جو جاتا میرا فیرا جوال

نہیں میرے ہی رہتا ہوش پر جا      کہوں ادھنی جو مدد لے لکھ اپنا

یہ اسی ماہ وہا ہے جب اجال      وہی بی شل ہی یہ جو حشال

کہ جس کا خواب میں دیکھا تھا نقشہ      جو تھی جانا وہ لہی بکے شیشا

اگر پس میں تھی ہی بہت سال      وہ رہتا ادھنی میں تھی اس کا مال

عام پیشی واسطے حق کی سیر دہی کی طرف رہا میں دکن کی زینہ بھی

و بھرتی میں پانچائی ہیں رکھی۔ رت مرنے اس کے سراپا میں چشموں  
اور منہ و بہانے کا بھی کمال دکھایا ہے۔ چند شرویل میں نکل کے  
گئے ہیں۔

زینا سر دھاست ہے گل ازم  
کنہ عاصفان زلف بہ قلم  
شیرہ اس کے جودانی سی ہی ہوتا  
نہیں گل باغ میں چوہا سدا  
گل اوصاف وہ اس کے روشنی کی  
جو ہو آگاہ بشر کے چمن سے  
جو ملی میں قلم کو اس کے جوسے  
تو شراب اپنی پمال جوئے  
اگر بھر میں کا ہے وہ آئے  
پس آئینہ طوفی کو ریشائے  
جو ذکر مونی سر آقا سر مو  
تو طغ و عود کے کافور ہو جو  
وہ گلو سر کسی اس کی جلیہ پاتا  
مزا عاتق و عقلت و یکی حق  
دو پٹا کا دین پر گر کی آفتاب  
دکھاتا ہے جب خوبنے کی بیل بل  
کھنیا آفتاب جو اقیلی سے گر کر  
گرایا بلی سر گداڑی میں پر  
یہ آگئی جمل کے منڈا نور جہاں  
بہاں وہاں کے کیا ہو پیاں آب  
جیسے نے یہ بھی صنوں نکا  
نہیں یہ ماہ کا یہ گار ہار  
خام پاکل اس کا تر ہے  
جیاں عود جگوشی کا اثر ہے  
ہو جو حق چسور پر اثر و زہر  
نقاب الخا جو رنہ کا پری چہر  
تو دل ہو آب نقاش لہجہ صبح کا  
جو چشمہ پہنچ میں اس رعینا کا  
لیکن اس رعینا کا حسن اور ناز و انداز ہی حضرت یوسف کو دام  
چاند پھانسی کے آریہ ان کے دمل کا کو لہجہ پیدا کرنے کی کوشش  
کرتی ہے۔

مکہ حریف میں جو منہ کے شول  
کئی اوصاف میں دخی مول

زیلہ کا یہاں محسن و مہربان  
 کہ وہ مرد وہی جان میں و توہی  
 ان تمام تر فضیلت اور بیچ ماحول میں حضرت یوسف کے پاک اور  
 سحرے کردہ کے ثبوت کے لئے ایک ہی شکر کافی ہو جاتا ہے۔  
 بہت نام فریب اور سنی پلٹا یا  
 مگر وحشی وہ پھندے میں دیا  
 اس لئے دیر ایک غلوت غار نام منم غار قیاد کر کے کی قیاد  
 پیش کرتی ہے۔ وہ بھی ایسا منم غار جس میں

مشق ہو لبشکل عذیبہ  
 ہوں ہر جانب تھا دیر عزیبہ  
 رقم ہر ہاؤد اوس میں اپنی تصویر  
 کہ یوسف سے دیکھا ہو بھل گیر  
 ہر اوس تصویر کا ایسا قرینہ  
 کہ لب ہی لب ہم سینی سے سیر  
 تو یہ دیکھ کر وہ مرد شہساز  
 زیلہ کی پہر زدیگی کا مائل  
 چنانچہ ایک غلوت غار قیاد کیا گیا۔ یہاں ہی غار نے مرجع نگاری  
 کا کمال بنایا ہے۔ غلوت غار کے بنوں میں دوحش و طہور کے  
 نقشے بنائے گئے ہیں۔ ان کے اندر جو اہر اس سے مرجع غلوت بنے تھے۔  
 در خاص سے بنائی گئی کینز میں ملائی غلوت اور دریں ابرق ہاتھ  
 میں لی ہوئی تھیں۔ دوسری کینزوں کے ہاتھ میں چاندی کے بنے تھے۔ ہر  
 جے میں ایک شکل در جو مشک و عود و عنبر سے خوش تھا۔ ہر در اس  
 پر جو اہر اس کا عاؤس بٹا یا گیا تھا۔ محقر یہ کہ ایک ایسا شاد غلوت  
 غار قیاد کیا گیا جس کے غلوت سے بیان کیا گیا ہے کہ در

جس تھا اور عاؤس گری کا  
 اویس زمان یہ پچھا تھا اوس کا  
 دیکھا اپنی اپنی دستکاری  
 بناؤ جوں شبہیں اوس میں مدی  
 کہ یوسف سے زیلہ ہو بھل گیر  
 نہ اس ہی ایک بھی غار ہو تصویر

نہ اس صورت سے خالی ہو کوئی تھا جہاں ہر شش چھ میں ہر نقش  
ایسے خوبصورت تھے جیسے عاشق و معشوق ملتے ہیں تو عاشقی کو اب  
اپنے محبوب کے وصل کی پوری پوری امید ہو جاتی ہے۔ زلیخا کو اپنی تمام  
تجربہ و ان پڑنا ہے۔ اسے اپنا ہر حربہ مطلب بروا کر کے لے گا اگر وہ  
دیکھا تو یقیناً ہے۔ ہر قدم پر کامیابی بھر استعمال کوڑی نقر آتی ہے۔  
زلیخا انہار و عمار میں جذبات سے جلد میں مغلوب ہوتی جا جاتی ہے۔ انہار  
کے ہر مرتبہ بدلتے اسلوب پر حضرت یوسف کا پامردی، مستقل مزاجی  
اور پختہ انداز کی سب سے زیادہ تہنیت ہو سکتی ہے اور ان میں جواب سے زلیخا کے  
امدادیوں کا غریب ہونا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مکالمے کے چند شریک ہیں۔

|                                |                                  |
|--------------------------------|----------------------------------|
| کراہی یوسف تو ہی کہہ رہا خوشرو | تو یہ بولے کہ اسکو کریم بن تو    |
| میری جو خوبی کی سبب ہے         | وہ خالق ہی میرا وہ میرا سبب ہے   |
| بہت اوس کی ہی ہم سبکو دکار     | وہی ہے عشق و الفت کا سزاوار      |
| یہ اس عارض کی اور تھی ہی نصرت  | جناکار تم مادہ میں یہ صورت       |
| وہ یونی حسن و رخ فی پتری دلور  | کیا ہی تنگو میری ناز و دار       |
| تو یوسف فی کہا یہ ای ذیلتا     | یہی شیطانی فی ہی یہ حال پترا     |
| تو یونی وہ ذرا و تاشیکی        | ہی آنکھوں میں پتری کیا دلخیزی    |
| کہا اس چشم ہی ہی چشم امید      | لجی رحمت کے اپنی رب سے جاوید     |
| کہا کیا زلف پہچان ہے پتہ و     | کہ جس سے مشغول ہواں ہی عقد       |
| تو حرمایا ہوا میں سب سے پہلے   | یہی ہو گے ہر اس سے جانے          |
| کہا ای یوسف صبر میں ہر چند     | میں تھی ہی پاجہی ہوں وصل پہ ہوند |

نہیں ہو تو مری امید بڑی  
 کہ یہ وہ باعث ناز کی ہے  
 قشعی اوس سی ہو تو مری دل کو  
 چھو اچھا سی کہ تا غم کا سینہ  
 نہیں ہی نایہ دوزخ کی بھی تاب  
 لگے تو آگ ہی سینے کے اندر  
 تہ تاب لطف سی اس کو بھلاؤ  
 تو آتش میں جلوں قبر نہ اٹھے  
 یہ بولی یہ کئی صورت نہو گا  
 سدا مل کا قیامت کے خطر ہے  
 یہ بولی قید عشر سی ہوں تر سال  
 کہا ہی دہشت کو رہا عشر  
 کیا ہی واسطی بستی ہی ہیا  
 نہیں ہی غیر تصویر نہا لے  
 میتر ہو ہم آغوش کی دولت  
 بر آئی خواہش دل حب و خواہ  
 کہا کیونکر کروں اس کو گوارا  
 یعنی سی ہی جنت کی گوارا  
 کہ جنت کو میں اپنی ہاتھ سیوں

تجھی نہ نظر ہی بلکہ کسی دوری  
 کہا دوری میں بستی ہی یہ مطلب  
 کہا سینہ یہ میری ہاتھ رکھو  
 تو درمایا وہ دستا بنی حسینہ  
 جلائے کا ہوا وہ ہاتھ اسباب  
 کہا لغت فی بستی ہی اسی گل تر  
 جو لگو کیوں جلائے ہو ب آؤ  
 تو درمایا جو پھر کوں اوس سپہ پائے  
 کہا اسٹا بھی دور ہاتھ ہیستا  
 مذاب آخست پیش نظر ہی  
 کہا اوس کی کہ آگ امری جاں  
 وہ بولی میری جانب کو نظر کو  
 کہا فرشت ویر و نہ دوریا  
 کیا ہی پیر سی منزل کو غانی  
 کو د اس فرشت پر اب گرم محبت  
 قرآن ہر ہی پائے شرف پاہ  
 کہا صدیق نے یوں آٹھارا  
 قضا حاجت کا اس دینا کی کوئی  
 کئی صورت نہیں یہ پچا چاہوں

شہی کی زبان عارف ہے۔ فارسی کے الفاظ زیادہ ہیں اور ایسا  
 معلوم ہے کہ یہ الفاظ مزاحمت شری کے تحت جوڑا استیلا کے

گئے ہیں۔ عیاذ شوی کے اخبار سے اس کی تصنیف کا سنہ ۱۲۸۱  
 ہجری معلوم ہو چکا ہے اور یہاں ہے کہ سنہ کا بت بھی کیا ہو گا۔  
 کیا تاریخ کا موزوں ارادہ کہ یہ موزوں اس میں دس  
 ۱۱۰۱ چھ سال ختم تحریر جو تھی سورہ یوسف کے تفسیر  
 سنہ ۱۲۸۱ ہجری

دیکھا وہاں میں یوسف دینی کے قصے کو اکثر شرا نے قلم کیا ہے اور  
 بڑا طریق ٹوٹیاں قبیلہ کی ہیں جیسا سے ہاشمی کی شوی یوسف دینی  
 تفسیر پر ہزار اخبار پر مشتمل ہے۔ بعد کے ارادہ میں بھی یہ قصہ معلوم  
 کیا جاتا رہا ہے چنانچہ اسی مقامے میں اسی موزوں پر ایک لفظ کا جائزہ  
 دیا جا چکا۔ ان دونوں لفظوں کی ذہنت دوسری شویوں کے اس  
 خصوصیت میں مختلف ہے کہ ان شویوں میں محض قصہ نگاری نہیں بلکہ  
 قرآن کی آیات نقل کرتے ہوئے ان کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے اور اس  
 کے بعد تفسیر کے معنی میں وہ تمام تفصیلات بیان کی گئی ہیں جو اس قصے  
 کے ساتھ منسوب ہو گئی ہیں اس طرح یہ دونوں شویاں ترجمہ تفسیر  
 اور کہاں بیٹوں کا خوشگوار امتزاج بن جائیگی ہیں۔

## ۲۔ منظوم ترجمہ قرآن مجید

آغا شاعر قزلباش دہلوی

۱۳۳۱ھ

منظوم ترجمہ قرآن مجید دراصل پارہ اکتہ کا ترجمہ ہے۔ کہیں کہیں  
جملہ میں قسری الفاظ بڑھا دیئے ہیں۔ مترجم آغا شاعر قزلباش ہیں  
ان کا نام آغا مظفر بیگ قزلباش اور گھنٹا ہے۔ یہ سنہ ۱۸۷۱ء  
میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اداکل عرفی ہی سے شریکے گئے تھے۔ پہلے  
قاتب سے اصلاح لیتے تھے پھر رائج کے ساتھ ملازمین داخل ہو گئے  
حاکم 'بکیر' 'بروج' قاتب 'غائب' اور رائج ان کے ہم عصر  
تھے۔ 'میر و مستر' ان کا پہلا دیوان ہے۔ یہ وزن پر نہیں ہو کر  
سے سنہ ۱۹۰۶ء میں چھپا۔ دوسرا دیوان بھی تیار تھا لیکن چھپ نہ  
سکا۔ ڈاکٹر عبد الوحید نے "جدید شعرا کے اردو" میں ان کے حالات  
لکھے جو یہ شعرا کے اردو میں ۵۵۔

تجربہ کئے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ :-

• آئی منظر بیک قربا بخش نام مشاعر فکس تھا  
 سحر ادا + میں رہی میں پیدا ہوئے۔ عزم  
 صدا اور کی قیصر وطنی میں خاص کی۔ خوب  
 اہل سعید خان طائب کے فیض صحبت اور مرزا  
 شعیب رع الہیہ خاں مجاہد کی حوصلہ افزائی  
 نے اور بھی چار چاند لگائے۔ اس لئے ادبی  
 طر میں شاعری شروع کی اور طائب سے  
 اصلاح لینے لگے۔ مشاعروں میں شرکت  
 کے بعد تاریخ کے حلقہ تلامذہ میں داخل  
 ہوئے۔ ایک دن میں چار پانچ سو اشعار  
 کہہ دیتے اور مشاعروں کے لئے شاگردوں  
 کو دے دیتے۔ اس دور کے اساتذہ  
 مثلاً عاقی، اختر، خروشا، طائب  
 طائب، راجہ الہا کی زبان تلمیذی  
 اور سلاست بیان کے مصروف تھے۔  
 آگے لکھتے ہیں کہ :-

• پچیس بیس سال کی عمر میں محاش معاش  
 میں پیدا ہوا۔ اسکے دادا زادہ تھے ہمدرد  
 سرگشتی پر خاد سے سفارش کی تو انہوں  
 نے ذمہ شہداء میں ملازم رکھ لیا۔ وہ یہاں





طرف ہی رہ گیا۔ اور مظلوم ترجمہ کی پیش کشی کے رد میں نے ایک حسین  
 وجہ یہ تراش لی کہ - اردو ترجمہ ان کا قدیم و جدید مشاعرہ دیکھنے کے بعد جبکہ  
 غیر ذہاب کا مقدس کتبوں کو طرح طرح کا قتل و صدمہ میں منظر ہوتا  
 ہوا دیکھا گیا۔ انجیل - دیہ - گیت - گرنجہ و غیرہ مختلف زبانوں کے نظم و نثر  
 میں بعض اشعار کی غرض سے پائے گئے تو اس کتاب برحق میں بھی تراشی  
 مجید کے نظم ترجمہ کا بھی اتفاق ہوا۔ آگے مقدمہ میں سب سے ترجمہ اور اس  
 کام کے بارے میں سمجھتے ہیں۔

”چنانچہ ۲ برس پہلے کو آئے رمضان المبارک  
 سنہ ۱۳۳۱ھ میں سر محمد کوک کا مظلوم ترجمہ  
 ملک میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد ایسے ناگوار  
 اور مسلسل واقعات پیش آئے جنہوں نے اس  
 اہم اور بے انتہا مفید نو روک دیا۔ اللہ تعالیٰ  
 کا مرضی ایسی ہی تھی۔ اب خدا کو پھر منظور ہوا  
 کہ یہ کام کئی حد تک پورا کر دوں اس لئے اس  
 پہلے بارے کا مظلوم ترجمہ نہایت سلیس اردو  
 میں حاضر کر دیا۔ (دعا تو فی حق اللہ باشد)“

آگے مقدمہ میں مضمون نے اپنے ترجمہ کے مصدق علامہ کرام و شایر  
 احمد ہونے کی سہ اپنے ان کا میں اس طرح پیش کی ہے۔  
 ”یہ ترجمہ میرا بھی ہے پر حال آپ کی قدر دانی  
 اور انصاف کے واسطے ہے الحمد للہ  
 علی احسانہ کہ علامہ کرام نے اس

کا ہدف بتی کہ ہے اور مٹ میر وقت اس کے  
معترف ہیں ۔

آفات شاعر نے اپنے قتلوم دے کے قتل سے متا سے میں حب زہی  
چند مردی با تیر جا لایا ہیں ۔

۱۔ جو جو حق الودع فقی حق کا لکھنا رکھ گیا ہے اس سے لکھیں حق

بر قیاس کی تیر میں صرف حرف دوی کا خیال کیا گیا ہے ۔

۲۔ اکثر تمام پر پہلے معرہ کے بعد دوسرا معرہ تمام و کمال

بریکٹ میں ہے جو ترجمہ نہیں ہے اور بقا ہر برائے بیت

علم بر حساب ہے مگر دراصل وہ فقیر ہے پہلے معرہ کی ۔

۳۔ صرف ایک اور جگہ نظم کی بیوری سے اسرار نکلیں ۔ اس میں

اللہ ابراہیم کے الفاظ کو اکثر کرنا پڑا ہے ۔

ترجمہ میں دیکھیں یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے قرآن الہام کی آیت لکھی ہے

اس کے پہلے نثر میں ترجمہ ہے پھر اس کے پہلے منظم ترجمہ ہے ۔ آواز

معد کا لکھنا سے جدا ہے ۔ جس کی نقل ذیل میں تاریخ کی جاتی ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نثر : شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

شعرد ہے نام سے خدا کا تبارک و تعالیٰ جو مہربان اللہ بے عیب و عجز

الحمد لله رب العالمین الرحمن الرحیم

نثر : سب تعزین اللہ کو ہے جو صاحب مہربانی نہایت مہربان

نہایت رحم والا ۔

یہ شروع تعزین سب اللہ کو جو رب ہے عالم کا جو مہربان نہایت رحم والا

ملک یوم الدین ایات لغیلہ وایات نستیعین  
نثر: ملک اضاف کے دن کا لکھی کو ہم زندگی کریں اور کچھ جگہ سے مدد

پایہ

فرد عشر کے دن کا ملک (زوجہ کا والی)

بکھی پرستے ہیں ہم ترستے ہیں سوالی

أهلنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

نثر: پلا ہم کو راہ سیدی راہ ان کی ہیں پر تو نے فضل یہ ہے

فرد سیدی وگہ پے چل عبارت تمام بنا دے

نعت جنیں ملے گی ان کی روشن بھاسے

غیر المنشور علیہم ولا الضالین

نثر: وہ ہیں پر غصہ ہوا اور دیکھنے والے

نثر: نے ان کی راہ بھی پر چر و غصہ ہوئے ہیں

نے ان کی جو ہر یک کو گمراہ ہو گئے ہیں

آیتوں کا نثری ترجمہ شدہ اور احادیث کا ہے اللہ آقا شاعر نے

اسی کو غلام کیا ہے۔

وایات نستیعین کا ترجمہ

تجہ کو یہ رہتے ہیں ہم ترستے ہیں سوالی

ہیں غلط سوالی "نستیعین کے لئے موزوں نہیں ہے۔ ایسا ہم

کہا ہے کہ "استعانت سے باب استعمال کی طرف غایت لی

یا کہ اسم فاعل سوالی "جانی گیا اور اصل اور معنی فعل "مد" کہ جوڑ

دیا گیا "الضالین" کے ترجمے میں "ہر یک" زیادہ بہتر اسی

سے پہلے ہی منظم ترجمے کے شوق سے اہل دنیا لی کیا چکا ہے کہ ضرورت  
 شری کے تحت مشاغل کو کہیں خود اختیاری سے کام لینا پڑتا ہے تو کہیں خود  
 شرک کا طرہ مزدوں اٹھاتا ہے پھر اگر ذکر کیا جاتا ہے اور یہ دونوں بیابانی  
 قرآن کریم کے ترجمہ میں جواز نہیں پاتیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ آقا  
 مشائخ نے دو آیتیں جو علاء علاء ہیں ان کا ترجمہ ایک ہی شعر میں کیا  
 ہے اس سے مہموم میں غلطی کا امکان ہے۔ فقہاء مفسرین یوسف الدین  
 اور ابوالفضل نقیبین کا ترجمہ در

عشر کے وہی کام ایک اور جوا کا دانی (جو کہ وہی پہلے سے ہیں ہم ترجمے  
 ہی سوائی بات بظاہر کچھ بھی نہیں معلوم ہوتی مگر یہاں ہے بڑی ملاک  
 انشاپاک کا معنی سورہ فاتحہ میں رب الرحمن الرحیم لکھی ہیں۔  
 طلب یوسف الدین پر اوصاف الہی کا ذکر تمام ہو گیا اور اب ان  
 فضلہ سے جہد کی غرض و انکار کیا ان شروع ہوتا ہے۔ اور اب ان  
 میں ضمیر غائب منقول ہے جس کا مزاج "اے ہے" کہ "طلب" ہیں  
 کہ منظم ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک آیت کا ترجمہ اور تفسیر کم سے  
 کم ایک شعر میں ہوتی تو مناسب تھا۔

دہان کے شوق سے کہ زیادہ کہنا نہیں ہے کہ یہ عاتق اور آقا کے  
 دور کی پہلی ہر لانا دہا ہے۔ ساتھ اور صاف زبان میں ترجمہ کیا ہے  
 کہیں کوئی غریب اور نادانوں میں شری ضرورت کی وجہ سے استعمال کیا  
 گیا ہے تو اس کے معنی ہی بتا دے گئے ہیں خلا ذالک الکتاب  
 لاریب فیہ ہدی للمتقین کے ترجمے در

یہ ایسی کتاب ہے جس میں نہیں کوئی خلک  
 ڈرتے ہیں جو خدا کے ان کے لئے ہے جو ملک

میں لکھا ہو مک کے معنی "پتھر" اور ہدایت جس کے چار طرف روشنی ہو۔  
 لکھ دیئے گئے ہیں۔ یہ سورہ ہمزہ کی پہلی آیت کا ترجمہ ہے اس سے  
 کمزیر چھ آیات کا ترجمہ بطور خود مسافرانِ اہل میں نقل کیا جاتا ہے

## الکسر

حروف مقطعات

شر: ایسے حروف اکثر پڑے ہیں جن میں سراپا

(۱) ان کا رمز یہ ہے کہ بھید ہے خدا کا

آیت: ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین

نثر: اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہِ حق ہے ذرا دلوں کو

شر: ایسی کتاب ہے یہ جس میں نہیں کوئی شک

ڈرتے ہیں جو خدا سے ان کے لئے ہے جو ک

آیت: الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و مماد زقناھم

یفقون۔

نثر: جو یقین کرتے ہیں جن کے اور دست کرتے ہیں ان کو اور ہمارا دینا

کچھ فرق کرتے ہیں۔

شر: وہ جو کفریب پر ایمان لایا ان پر اتار کھتے

قام کریں نازی قبش رے ہوئے

آیت: والذین یؤمنون بھما انزل الیہما و انزل من قبلہما

نثر: اور جو یقین کرتے ہیں جو کچھ اتارنا پر اور جو کچھ اتارنا سے پہلے

غیر اور وہ جو مانتے ہیں تم پر ہے جو کہ اترا

اس پر بھی ہے حیرت جو تم سے پہلے آیا

آیت: وبالاحزاق هم یومنون  
 تشر: اور آفت کو وہ یقین ہانتے ہیں۔  
 تشر: اور آفت پر بھابہ جن کو یقین (پورا)

(اقبال نما جزا کے ہے رات دن کا دھڑکا)

آیت: اولئک علی ہدی من ربهم واولئک هم المفلحون  
 تشر: انھوں نے پاف ہے وہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہنچے۔  
 تشر: وہ ہی قوم ہے رب کی طرف سے اپنے

پہل پائیں گے وہی حق۔ وہی ظالم داسے

یہ معلوم ترجمہ قرآن مجید نگارستان ابھنی کی ایمار سے رمضان مبارک  
 سن ۱۴۴۲ ہجری میں راجپوت پرنسنگ ورس لاہور سے چپ چکا  
 ہے۔



## کتابیہات

ترجمہ و تقاریر کے جن مخطوطات و مطبوعات پر زیر نظر مقالے میں تبصرہ کیا جا چکا ہے ان کو ذیل کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا اور جن اردو مطبوعات کو چھوڑ دیا گیا ہے ان کا ذکر غیر ضروری ہے البتہ اسی تحقیقی کام کے سلسلے میں جن کتابوں اور رسالوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں سے چند قابل ذکر کتابوں اور رسالوں کی فہرست ذیل میں درج کی جا رہی ہے :

### تالیفات ادب

|                           |                |
|---------------------------|----------------|
| اردو کے قدیم              | شمس اللہ قادری |
| ہندی ادب میں دکنی مخطوطات | غیرالدین ہاشمی |
| دکن میں اردو              | ۔              |
| ہندی ادب                  | ڈاکٹر دت       |



ڈاکٹر زور

۵۔ اردو شہسپاد سے

۶۔ نئی گواہ تاریخ ادب اردو

مترجمہ لٹری

۷۔ تاریخ ادب اردو

حامد حسن قادری

۸۔ داستان تاریخ اردو

مولوی عبدالحق

۹۔ قدیم اردو

۱۰۔ اردو کا اجماعی نقشہ و نمایاں

موقوفات کے کام کا کام

سید محمد

۱۱۔ ادب و نثر اردو

امین احمد مدنی

۱۲۔ تاریخ نثر اردو

تاریخ

نظام احمد خان

۱۔ تاریخ و شیعہ ادب و خان

۲۔ تاریخ و شیعہ ادب و خان

نظام احمد خان گوہر

۳۔ ترک و برصغیر ہند اول

محمد علی

۴۔ سیر المصنفین ہند اول

مرتضیٰ و مترجمہ لٹری ادب قادری

۵۔ سیر المصنفین ہند

ڈاکٹر زور

۶۔ ہندوستانی ادب و شاعری

غیر ادب و شاعری

۷۔ سلاطین و گھن کی داستان

قاضی عبدالحق مدام

۸۔ تاریخ و شاعری

فوت

۹۔ تہذیب و ادب و شاعری

مترجم

مولانا ابوالکلام آزاد

۱۰۔ تاریخ و شاعری

۱۔ قرآن مجید مترجم و تفسیر  
۲۔ کشف الہدیٰ یعنی مقدمہ  
کتاب الہدیٰ

۳۔ تفسیر ابیان حصہ دوم  
۴۔ اصلاح تربیت دہلی

۵۔ نجوم ہائے پیکر  
۶۔ حیات ہادیہ حصہ اول  
۷۔ مقامات عالی

۸۔ آشفۃ بیانی میری

۹۔ رسالہ اردو بابت جنوری ۱۹۰۲ء  
۱۰۔ رسالہ اردو بابت جولائی

۱۱۔ رسالہ دارالعلوم بابت  
۱۲۔ رسالہ دارالعلوم بابت

۱۳۔ رسالہ فیض الاسلام قرآن  
۱۴۔ رسالہ معارف علی گڑھ

۱۵۔ رسالہ معارف علی گڑھ

۱۶۔ رسالہ معارف علی گڑھ

۱۷۔ رسالہ معارف علی گڑھ

۱۸۔ رسالہ معارف علی گڑھ

۱۹۔ رسالہ معارف علی گڑھ

۲۰۔ رسالہ معارف علی گڑھ

شیخ الہند مولانا محمد حسن

یعقوب حسن

مولوی یحیٰ ناصر الدین قادری ابو المنصور

مولوی اشرف علی خان نوری

سر سید احمد خان

مولانا عالی

رشید احمد صدیقی

آل

۱۹۵۶ء

انجمن ترقی اردو (پاکستان)

(دیوبند)

ماہ اگست ۱۹۵۵ء

ستمبر

(راولپنڈی)

نمبر

بابہ ڈسمبر ۱۸۹۹ء

—————

مکتوبی : عبدالحی زاہد خوشنویس

دعوتِ مشنل قادیان پبلشنگ ایسوسی ایشن

# Urdu Tarajim wa Tafaseer ka Muntala' a 1914 Tak

*Urdu Translations and Commentaries  
(up to 1914 A. D. )*



AMEED SHATTARI,  
(M. A., Arabic, Ph. D., )  
(Rtd.) Osmania University.  
1982

# Quran-e-Majeed-ke-Urdu Tanqeedi Muqaddimah

( A critical study of the Uraan  
of the Quran )

DR. SYED HAFIZ  
( M. A., Urdu )  
Reader in Urdu ( )

طوبیٰ ریسرچ

اسلامی اردو،

تاریخی، سفرنامہ

اردو ادب، آپ

[www.toobaa-research-library.blogspot.com](http://www.toobaa-research-library.blogspot.com)

بیج لائبریری

انگلش کتب،

مے، لغات،

بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary